پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

# مقالاتِ حکیم الامت


حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء


زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)


ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دارالعلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر ونایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

# مقالاتِ حکیم الامت 89

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جارہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)


ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

# اِجمالی فہرست

# تقدیس القدسی
## عن تدنیس اللبسی

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

## مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک صاحب حال نیک ذات قدسی صفات
کے شبہات کا مفصل جواب ہے

# تقدیس القدسی عن تدنیس اللبسی

حال: (۱) گرامی نامہ نے تسلی بخش (۲) حسب الارشاد اولیاء اللہ کے حالات سنوں گا کتب خانہ سے آج چند کتابیں نکالی ہیں (۳) نقش مبارک گلے میں ڈالنے کی ہدایت کی تھی لیکن گرامی نامہ میں نقش نہیں تھا۔ (۴) فی الحال میں نے نامۂ اقدس کو تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیا ہے (۵) اور اس شعر و مصرعہ کو ایک کاغذ پر لکھ کر سامنے رکھ لیا ہے اکثر پڑھتا ہوں ہر بار میں ایک تازہ لطف آتا ہے اور نئے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

(۶) منضج کو آج پندرھواں دن ہے کل سے مسہل شروع ہوگا۔ (۷) اطباء کی متفقہ رائے ہے اختلاف قلب کے ساتھ دماغی عارضہ بھی ہے جو اختلاج سے زیادہ خطرناک ہے۔ (۸) میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا مرض ہے (۹) پریشان بہت ہوں۔

(۱۰) خدا تعالیٰ دِلوں کا حال خوب جانتا ہے بخدا مجھے ایک مدت سے موت کا اشتیاق ہے اور ہر وقت ایک منتظر کی طرح رہتا ہوں۔ (۱۱) اختلاف کے بڑے بڑے شدید دورے مجھے پڑے ہیں لیکن کبھی پریشان نہیں ہوا اب ایک سال سے طرح طرح کے وہم اور قسم قسم کے خیالات پیدا ہونے لگے ہیں ان سے بہت پریشان ہو گیا ہوں اور بہت بے چین ہوں، موت کا اشتیاق بہت پہلے سے ہے اب ایک سال یے زیادہ ہو گیا ہے اوہام و خطرات جو اکثر پریشان کرتے رہتے ہیں یہ ہیں۔ شاید میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔ دیوانگی سے قبل خودکشی کرنا چاہئے۔ شاید میرا خاتمہ بخیر نہ ہوگا۔ اگر خاتمہ بالخیر نہ ہو تو بڑی مشکل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ (۱۲) ان خطرات سے سخت تکلیف ہوتی ہے بہت ضبط کرتا ہوں اور مدلل جوابات خود ہی دیتا ہوں بڑی مشکل سے سکون

ہوتا ہے اور پھر وہی خیالات گھیر لیتے ہیں بعض وقت اس قدر محویت ہوتی ہے کہ کچھ خبر نہیں رہتی۔ (۱۳) ایک دن ایسے ہی خیالات کا ہجوم تھا میں نے حضرت کی طرف رُخ کیا ایک استغراقی حالت طاری ہوئی میں نے حضرت کی تسکین بخش باتیں کانوں سے سنیں۔ دل کے کانوں سے نہیں بلکہ جسمانی کانوں سے بالکل ظاہری طور پر۔ میں خواب میں نہیں تھا ٹہل رہا تھا اسی وقت تسکین ہوگئی اور میں نے بے ساختہ تبسم ہوکر جو لوگ حاضر تھے ان سے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت کی گفتگو صاف سنی میرے متعلق تسکین بخش تقریر فرمارہے ہیں۔ (۱۴) ایک دن مغرب کی نماز میں پہلے سجدہ میں حضرت کی شبیہ مبارک میں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھی۔ (۱۵) آج کچھ زیادہ پریشان ہوں جی چاہتا تھا اپنے سب حالات لکھوں مگر لکھ نہیں سکتا تھکان ہے اور ضعف محسوس ہورہا ہے اس وقت خفیف بخار بھی ہے۔

**جواب**: محبی ومحبوبی شفاک اللہ وعفاک (منصوب بانبزع الحافظ کما فی قول الشیر ازی عفاک اللہ نکو گفتی ۱۲) اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ صحیفہ محبت پہنچا ممنون بھی کیا محزون بھی کیا۔ ممنون تو یادآوری سے اور محزون آپ کے بحرغم میں شناوری سے لیکن عقلاً اس لئے مسرور ہوا کہ جو حالت اس خط سے ظاہر ہوئی وہ اس کے قبل ظاہر نہ ہوئی تھی اور میرا خیال یہ ہے جبکہ اصلی شکایت تقریباً آج معلوم ہوئی اس لئے آج کا جواب اور خطوں کے جوممتاز ہے بسط اطناب میں بھی اور بحث عن الاسباب میں بھی انور رنگ خطاب میں بھی۔ یعنی کسی قدر بے تکلف ہوکر لکھوں گا کہ ایسا مضمون بدون بے تکلفی کے لکھا نہیں جاسکتا، آپ پر تو پورا اطمینان ہے کہ میری ہر اَدا پسند ہی ہوگی لیکن آپ کے مخلصین شاید کسی عنوان کو میری شان سے ارفع اور آپ کی شان سے اوضع کہیں اس لئے ان سے معافی چاہتا ہوں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اس تسلی میں استقامت بخشے۔ (۲) گزشتہ خط سے حالات کا جو اندازہ ہوا تھا یہ تدبیر اس کے مناسب عرض کی تھی اب چند روز کے لئے اس کو مؤخر فرما

دیجئے اگر مجھ کو حالات معلوم ہوتے رہے پھر مناسب موقع پر اس کا مشورہ عرض کروں گا فی الحال میرا یہ مکتوب کم از کم ایک بار روزانہ مطالعہ فرمالیا کیجئے۔ (۳) کام کی کثرت اور حافظہ کے ضعف سے ایسی غلطی اکثر ہونے لگی ہے اب پیش کرتا ہوں۔

(۴) اللہ تعالیٰ اس تواضع میں اور زیادہ برکت اور انا عند ظن عبدی بی کا ثمرہ عطا فرماوے۔ اب اس کو نقش مرسل سے بدل لیجئے۔ (۵) اس تجویز کو اگر دل چاہے جاری رکھئے گو وہ شعر اور مصرعہ مجھ کو یاد نہیڈں رہا لیکن جب آپ کو اس میں لطف ہے لطف ہی اس وقت علاج ہے۔ (٦) اللہ تعالیٰ مع الخیر مکمل و نافع فرماوے۔

(۷) جی کو لگتا ہے بجز اس جزو کے کہ زیادہ خطرناک ہے۔ ان صاحبوں کی رائے اسباب طبیہ پر مبنی ہے جو کہ مشاہد ہیں اور میرے جی کو نہ لگنا اسباب خفیہ پر مبنی ہے جو کہ ذوقی وجدانی ہیں تو نزع لفظی ہے مگر ان شاء اللہ اخیر میں وہ حضرات بھی ان اسباب خفیہ کی نفی نہ فرماویں گے۔ البتہ ان اسباب خفیہ سے پھر اسباب طبیہ بھی پیدا ہوگئے ہیں، اس لئے اسباب طبی کی بھی حاجت ہے تاکہ دماغ کے مزاج کے صحیح وقوی ہونے سے وہ اسباب خفیہ بھی اثر کم کریں گے البتہ اگر کسی معالج کا دماغ اسلامی مذاق سے کم متاثر اور یورپین مذاق سے زیادہ متاثر ہوتا تو میں ایسے دماغ سے اس طرح خطاب کرتا ؎

از قضا سر کنگبیں صفر افزود — روغن بادام خشکی می نمود
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت — آب آتش رامد و شد ہمچو نفت
سستی دل شد فزوں و خواب کم — سوزش چشم و دل پر درد و غم
شربت و ادویہ و اسباب او — از طبیان ریخت یکسر آبرو

لیکن ماشاء اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کے اطباء بھی خوش اعتقاد اور اسلامی تعلیمات کے منقاد ہیں اس لئے اُمید ہے کہ وہ حضرات اس جزو کو انشراح کے ساتھ سنیں گے۔

شہ چو عجز آں طبیاں رابدید — پا برہنہ جانب مسجد دوید
رفت در مسجد سوئے محراب شد — سجدہ گہ از اشک شہ پر آب شد

بلکہ اسباب خفیہ کی نفی کرنے والے کی نسبت یہ حضرات خود یہ رائے قائم فرماویں گے۔

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند  استعیذ اللہ مما یفترون
رنجش از صفرا واز سودا نبود  بوئے ہر ہیزم پدد آید زدود
دید از زاریش کو زارِ دل ست  تن خوش است اما گرفتارِ دل ست
عاشقی پیداست اززاریِ دل  نیست بماری چو بماری دل

بلکہ یہ حضرات معالجہ جسمانیہ کے ساتھ اسباب خفیہ کی تجویز کرنے والے کو اس وعدہ کی اجازت خوشی سے دیں گے۔

گفت دانستم کہ رنجت چیست زود  در علاجت سحرہا خواہم نمود
شاد باش و ایمان و فارغ کہ من  آں کنم باتو کہ باران با چمن
من غم تو میخورم تو غم مخور  برتو من مشفق ترم از صد پدر

اس وعدہ پراس ثمرہ کے ترتب کے متوقع ہوں گے۔

وعدہا و لطفہائے آں حکیم  کرد آں رنجور زا ایمن زبیم
وعدہا باشد حقیقی دل پذیر  وعدہ ہا باشد مجازی تاسہ گیر
وعدۂ اہل کرم گنجے رواں  وعدۂ نااہل شد رنج رواں

وہ اسباب خفیہ مع تدبیر عنقریب معروض ہوں گے۔(۸) ان اسباب کی طرف عدم التفات اس تحیر کا سبب ہے اب ان شاء اللہ تعالیٰ بعد التفات نفع ہونا شروع ہو جائے گا۔ و افوض امری الی اللّٰہ ان اللّٰہ بصیر بالعباد۔(۹) ان شاء اللہ تعالیٰ یہی پریشانی کلید جمعیت ہو جائے گی۔(۱۰) اللہ اللہ یہ کتنی بڑی دولت ہے اگر اس کے دولت عظمیٰ ہونے کا استحضار گاہ گاہ بھی ہو جائے سب پریشانیاں کافور ہو جائیں اور اگر طبعی پریشانی کا کچھ شمہ رہ بھی جاوے تو عقلی سکون وطمانیت نہ ہونے سے وہ طبعی پریشانی موذی نہ ہو پھر وہ پریشانی کھلانے کی مستحق نہ رہے جیسے محبوب اپنے عاشق کو لے کر تیز دھوپ میں بیٹھ جاوے دھوپ سے بدن ضرور ہوگا مگر رُوح ٹھنڈی

ہوگی اور اس وقت اگر محبوب کہے میں تو یہیں بیٹھوں گا اگر تجھ کو دھوپ نا گوار ہو مجھ سے دُور سایہ میں جا کر بیٹھ جاوہ اس وقت یہی کہے گا۔

ہر کجا دلبر بود خرم نشین　　فوق گردوں ست نے قعر زمیں
ہر کجا یوسف فرخے باشد چو ماہ　　جنت ست آں گرچہ باشد قعر چاہ
با تو دوزخ جنت ست ایجاد فزا　　بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا

(۱۱) خط کے اس جز و سے اسباب خفیہ کی تعیین و تشخیص ہوتی ہے حاصل ان اسباب کا مرکب ہے دو جز سے ایک جز و خاص قسم کے خیالات جن کی کچھ مثالیں بھی اس عبارت میں لکھی ہیں اور جن کو آپ اوہام و خطرات سے تعبیر فرماتے ہیں اور جن کو آپ پریشان کن فرما رہے ہیں۔ دوسرا جز و ان خیالات کی حقیقت اور ان کے اثر میں غور نہ فرمانا۔ جب سبب کی تشخیص ہوگئی اور علاج کی حقیقت ہے ازالۂ سبب در سبب مرکب تھا دو جز سے جو اَبھی مذکور ہوئے تو اس کے ازالہ کی دو صورتیں محتمل ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت جزِ اوّل کا ازالہ یعنی خیالات کا بند ہونا سو چونکہ یہ خیالات غیر اختیاری ہیں اس لئے انکار بند کرنا بھی غیر اختیاری ہے اور اکثر اہل طریق اسی کوشش میں لگ جاتے ہیں اور ناکامیابی سے پریشان ہوتے ہیں اور ناکامیابی لازم ہے کیونکہ غیر اختیاری اَمر کی کوشش غیر مقدور کی کوشش ہے چونکہ وہ اس کوشش کو نہیں چھوڑتے اس لئے پریشانی ان کو نہیں چھوڑتی تو گویا اپنے ہاتھوں بلا میں مبتلاء ہوتے ہیں اور ابتداء تو اس مرض کی مرض نفسیاتی ہے پھر اس کے اسیتلاء قلب و دماغ ماؤف ہو کر امراض جسمانیہ کی طرف منجر ہو جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ صورت علاج کی بالکل غیر اختیاری ہے بعض لوگ اس کے متعلق اس غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اصحاب تصرف کی تلاش میں پڑ جاتے ہیں سو اوّل تو ایسے شخص کا ملنا خود غیر اختیاری ہے اور اسی انتظار میں مرض بڑھ جاتا ہے دوسرے اگر کوئی ایسا مل بھی گیا اس کے تصرف سے عارضی طور پر کچھ آثار مضمحل ہو جاتے ہیں سبب کا استیصال نہیں ہوتا اس سے مفارقت

کے بعد پھر آثار عود کر آتے ہیں۔

دوسری صورت علاج کی جز و ثانی کا ازالہ یعنی ان خیالات کی حقیقت اور ان کے اثر میں غور کرنا اور یہ صورت علاج کی اختیاری ہے پس اختیار کرنے کے لئے یہی صورت متعین ہوگئی اسی کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں اور نمونہ کے طور پر ان مثالوں کو بیان کے لئے اختیار کرتا ہوں۔

مثال اوّل کی حقیقت۔صحت کا مطلوب ہونا۔

مثال ثانی کی حقیقت۔مرض جنوں کا مہروب عنہ ہونا۔

مثال ثالث کی حقیقت۔بقاء ایمان کا مطلوب ہونا

مثال رابع کی حقیقت۔زوال ایمان کا مہروب نہ ہونا۔

اب سمجھے صحت اور ایمان دونوں شرعاً مطلوب ہیں گو مطلوبیہ کے درجہ میں دونوں متفاوت ہیں اور ان کے مطلوب ہونے کے لئے ان کی ضد سے ہرب لازم ہے اور ملزوم کا حسنِ شرعی لازم کے حسن شرعی کے لئے مستلزم ہے پس ثابت ہوا یہ چاروں خیالات محمود ہیں خیالات فاسدہ نہیں اگر شبہ ہو کہ مثال ثانی میں خودکشی کا خیال کیسے محمود ہوسکتا ہے جواب یہ ہے کہ اگر ایسا خیال اختیار و قصد سے ہو تو بے شک مذموم ہے لیکن جب غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری شرعاً مذموم نہیں ہوتا تو مذموم تو یقیناً نہیں رہا محمود ہونا سو اگر محمود ہونا ثابت نہ ہو تب بھی معصیت سے بچنے کے لئے اور معصیت ہونے کی بناء پر جو پریشانی ہو اس پریشانی سے بچنے کے لئے غیر مذموم ہونا بھی کافی ہے محمود ہونے کی ضرورت نہیں لیکن اس کا منشاء چونکہ ہرب ہے زوال ایمان سے اور یہ ہرب محمود ہے اس لئے منشاء کے اعتبار سے یہ خیال محمود بھی ہے اگرچہ صورۃً محمود نہ ہو اگر محمود ہونا سمجھ میں نہ آوے تو غیر مذموم ہونا تو ظاہر ہے وہ بھی کافی ہے کما ذکر اسی طرح ان امثلہ اربعہ کے علاوہ اور بھی جو خیالات غیر اختیاریہ ہیں جن کی طرف خط میں وغیرہ کے عنوان سے اشارہ کیا ہے وہ یا محمود ہوں گے یا غیر مذموم ضرور ہوں گے

یہ ہے حقیقت ان خیالات کی اور باعتبار حقیقت کے شریعت نے ان کو معاف فرمایا ہے پھر مؤمن کا ان سے پریشان ہونا بالکل بے معنی ہے اور حقیقت میں یہ ایک کید ہے شیطان کا کہ مؤمن کو پریشان کرنے کے لئے ایک بھیانک شکل میں ان خیالات کو پیش کرتا ہے لیکن مؤمن کو شیطان کے مقابلہ میں قوت سے کام لینا چاہئے اور اس حقیقت مذکورہ کو اور نیز اَثر کو جو اَبھی مذکور ہوگا پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اور بالکل پروانہ کرنا چاہئے تاکہ شیطان کی ہمت پست ہو جائے اور وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے اسی واسطے شیطان اسی شخص سے بہت گھبراتا ہے جو ان حقائق کو ظاہر کے اس کے جال کو توڑ ڈالتا ہے اس مضمون کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد** اور مؤمن کی اسی قوت کو اور شیطان کے اسی ضعف کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ** اور ارشاد فرمایا ہے **ان کیدالشیطان کان ضعیفا** یہ تو حقیقت تھی ان خیالات کی اب اثر کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ نصوص سے عموماً یہی ثابت ہے کہ مؤمن کو ادنیٰ ادنیٰ تکلیف میں اَجر ملتا ہے اور اس کا تکلیف ہونا ظاہر ہے تو اس میں بھی اَجر ملے گا اور اَجر پر خوش ہونا مامور بہ ہے پس اس کا مقتضاء یہ ہے کہ ان خیالات کے آنے سے مسرور ہونا چاہئے کہ گو مزدور کی طرح اس بوجھ میں گردن ٹوٹ رہی ہے مگر اُجرت بھی تو ملے گی اور گو یہ اُجر موعود آخرت ہی **اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ** احادیث میں خود حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے تعب کی کیفیت وارد ہے کہ آپ کو بارہا پہاڑ سے گر کر جان دینے کا خیال ہوتا تھا لیکن دنیا میں نہ بھی اُترے تو اس کے لئے بھی آمادہ ہونا چاہیے عبدیت یہی ہے۔

پس زبوں وسوسہ باشی دلا گرطراب را بازدانی از بلا
گرمرادت را مذاق شکرست بے مرادی نے مراد دلبرست

ناخوش تو خوش بود برجان من دل فدائے یاردل رنجان من

اگرکوئی باوجودحقیقت شناسی کے اس سے گھبرایاتو محبوب کی طرف سے وہ اس خطاب کا مستحق ہے ۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامی چہ میدانی زعشق

یہ تو نصوص عامہ کے اعتبار سے تقریر تھی۔ اور ایسے وساوس کے باب میں خصوص کے ساتھ بھی نصوص وارد ہیں کہ حضرات صحابہ نے ایسے وساوس کی شکایت کی جن کو زبان پرلانے سے جل کرکوئلہ ہوجانا زیادہ پسند تھا اور حضور نے ان کے جواب میں یہ ارشادات فرمائے **الحمد للّٰہ الذی رد کیدہ الی الوسۃ** اور **ذاک صریح الایمان و امثالھا** البتہ یہ فرض ہے کہ اگر خلاف شرع وساوس آویں ان کو باطل سمجھے بس کافی ہے پس حاصل اثر کا یہ ہوا کہ یہ ایک مجاہدہ اضطراریہ ہے جو مؤجب اجر و علامت ایمان ہے حتیٰ کہ اگر مرتے وقت بھی ان ہی وساوس میں مبتلا رہا ( گوایسا ہوتا نہیں توجہ الی الآخرت سے ان کی طرف توجہ رہتی نہیں لیکن اگر فرضاً ایسا ہوا بھی ) تب بھی کچھ حرج نہیں اور جس طرح بعضی سخت بیماریوں میں مرنے سے شہید ہوتا ہے یہ بھی سخت بیماری ہے اس میں بھی شہید مرے گا۔ الحمد للہ کہ جزء مقصود بقدر کافی بیان میں آ گیا۔ (۱۲) تکلیف ہی سے تو درجات بڑھتے ہیں۔

زاں بلاہا کانبیا برداشتند سربہ چرخ ہفتمیں افراشتند

ایں بلائے دوست تطہیر شماست ہیں روید آں سو کہ تعمیر شماست

اور ضبط وکف کی ضرورت نہیں غالباً اس لئے کیا جاتا ہو کہ وساوس کا سلسلہ بڑھے نہیں لیکن اُوپر معروض ہو چکا کہ بڑھنا بھی مضر نہیں کیونکہ نہ ان پر اختیار ہے اور نہ ان کو علی الاطلاق اعتقاداً حق سمجھا جاتا ہے پھر بڑھنا بھی مضر نہیں اسی طرح جواباب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے پریشانی بڑھتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جواب دینا اس طرف التفات ہے ولو بالدفع اور اس دفع کی ایسی مثال ہے جیسے تار بجلی کو ہاتھ سے

پکڑ کر ہٹا دے تو وہ اس صورت میں بھی پکڑے گی تدبیر صحیح یہ ہے کہ اس کی طرف اصلاً التفات نہ کیا جاوے نہ جلباً نہ سلباً حدیث وسوسہ میں یہی معنی ہیں ثم لیہ کے نمبر ۱۳ار و نمبر ۱۴ار ایسے واقعات کبھی ناسوتی ہوتے ہیں یعنی تصرف اپنے متخیلہ کا اور کبھی ملکوتی ہوتے ہیں یعنی حکمت حق کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس صورت میں تسکین کے لئے ظاہر فرما دیتے ہیں اور صاحب صورت کو اطلاع بھی نہیں ہوتی البتہ احیاناً بطور خرق عادت کے صاحب صورت کے علم سے اور کبھی قصد سے بھی ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔

لیکن الحمدللہ میں اس مقام خرق عادت سے معرّا ہوں یہاں اُوپر والی دو صورتوں میں سے ہر صورت کا احتمال ہے اور ہر حال میں آپ کے لئے یہ دستگیری ہے۔(۱۵) اللہ تعالیٰ اب آپ کو ایسی صحت وقوت عطا فرماوے کہ آپ یہ مژدہ سناویں کہ آج بالکل مطمئن ہوں سب حالات جمعیت کے لکھ رہا ہوں نشاط ہے اور قوت ہے اور جوش ہے اور مسرت ہے اور کامل صحت ہے والسلام خیر تمام۔

**نوٹ**: چونکہ مضمون مفید تھا اور مقدار میں معتد بہ اس لئے اس کا ایک لقب بھی تجویز کرتا ہوں۔ **تقدیس القدسی عن تدنیس اللبئسی۔**

## تتمہ تقدیس القدسی

یعنی کاتب خط بالا کے دوسرے خط کا جواب......اے طبیب جملہ علت ہائے ما

سلام مسنون! حسب الارشاد روزانہ نامہ اقدس کو پڑھتا ہوں اور کئی بار پڑھتا ہوں تسکین ہوتی ہے۔ مسہل وایارجات کا سلسلہ ختم ہو کر چوب چینی باشرائط کا دور شروع ہو گیا، آج ساتواں دن ہے کمرہ کی روشنی اور ہوا بہت کم کر دی گئی ہے گویا قید خانہ میں ہوں ہر وقت ایک وحشت ہے نامۂ اقدس کے سوا کوئی بات تسکین بخش نہیں تاریکی میں اچھی طرح پڑھا بھی نہیں جاتا مگر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بار بار پڑھتا ہوں مسہل کے بعد سے اختلاجی دورے بہت کم ہو گئے اور دماغی تکالیف میں اضافہ ہے چوب چین یکب ھاپ سر اور گردن اور سینہ کو دی جاتی ہے پہلے عریضہ میں جو چار

باتیں جن کو میں وہم اور خطرہ سے تعبیر کرتا ہوں لکھی تھیں وہ تمام اوہام و خطرات کی اصل ہیں باقی تمام خیالات ان کی فرع ہے۔ خلاف شرع کوئی خطرہ یا کسی معصیت کا خیال الحمد للہ کبھی نہیں ہوتا اور جہاں تک مجھے یاد ہوتا ہے کبھی نہیں ہوا صرف دیوانگی اور جنوں کی پریشان خیالات خودکشی کا خطرہ واقعات بعد الموت اور اسی طرح کے وہ اُمور جو محض عاقبت اور آخرت سے تعلق رکھتے ہیں ہر وقت اور ہر حال میں پیش نظر رہتے ہیں نامۂ اقدس میں جس وضاحت و لطافت سے مجھ دیوانے کی تسلی فرمائی گئی ہے اس کے شکریہ کی طاقت ہمیں بے شبہ حضرت کی گرامی ذات حکیم الامۃ ہے بے کسوں کی دستگیر ہے دردمندوں کی چارہ ساز ہے ۔ اللہ کرے اور یہ اوصاف زیادہ۔ ایک بھکاری دُعا کے سوا اور کیا ہدیہ پیش کر سکتا ہے۔

**جواب:** محبی و محبوبی عافاکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و قلبی لدیکم و وجہی الیکم ۔

زدست کوتہ خودزیر بارم　　کہ از بالا بلنداں شرمسارم

جواب میں کوتہ دستی کا سبب ہجوم ہے اضیاف کا جس سے طبعاً خجل ہوں خصوص آپ کے انتظار کا تصور کر کے قلب میں سوزش ہوتی تھی آج بھی وہ مانع ہے مگر قدرے ضعیف کچھ بے مروّتی کا انضمام کر لیا تب نوبت اس عرض کی آئی میں طبعاً اس مشورہ سے شرمندہ ہوں کہ میرے نیاز نامہ کو روزانہ پڑھا جائے مجھ کو ان التزامات روشنی و ہوا کے بند ہونے کی خبر نہ تھی اب کچھ اس عارض کے سبب کچھ خیالات کی زیادہ توضیح و تنقیح کے سبب اس مشورہ کو دوسرے مشورہ سے بدلتا ہوں جس کا احتمال پہلے خط میں ظاہر کیا تھا یعنی مناسب موقع پر تذکرہ اولیاء کا شغل تجویز کروں گا اب اسی کی طرف عود کرتا ہوں مگر قدرے ترمیم کے ساتھ وہ ترمیم یہ ہے کہ بجائے اولیاء کے حالات کے اولیاء کے مقالات تجویز کرتا ہوں اور مقالات بھی خاص نوع کے جن کا اس وقت ایک خاص مادّہ تجویز کرتا ہوں یعنی احیاء العلوم عربی یا اُردو جو مل جاوے۔

اس کی کتاب الرجاء کا جو کہ جلد رابع میں ہے مطالعہ بلکہ مطالعہ میں تعب مظنون

ہے اس لئے استماع کا شغل رکھئے اس کا اگر کوئی خاص جز وزیادہ سکون بخش ہوتو خصوصیت سے اس کا بار بار تکرار اور ایک بار ختم ہونے کے بعد پھر اس کا اعادہ اور جس روز کسل زیادہ ہو اور تخیل کم اس روز ناغہ کردیجئے اور اس کے عکس میں زیادہ مقدار کردیجئے اور دونوں کی کمی یا دونوں کی بیشی میں مقدار معتدل رکھئے اور جب دماغ پر سے پریشانی کا اثر کم ہو جائے اس وقت احیاء کی کتاب المحبہ والشوق والانس والرضا کا کہ یہ بھی جلد رابع میں ہے اسی طرح شغل رکھئے اور ان سب تدابیر کے ساتھ تدبیر مشترک یہ مراقبہ واستحضاء کہ ہم کون ہیں اپنے اندر تصرف کرنے والے یا تجویز کرنے والے محبوب حقیقی ہی کو حق ہے تصرف اور تجویز کا اور وہ جو تصرف وتجویز فرماتے ہیں سب خیر محض ہے گو اس وقت ہماری سمجھ میں نہ آوے بعد میں آ بھی جاتا ہے البتہ جن اعمال کا ہم کو امر فرمایا ہے وہ خود ان کا تصرف ہے اس کا اہتمام یہ اپنا تصرف نہیں ان ہی کے کسی تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور اس کے ساتھ اس یقین کا تازہ اور قوی کرنا کہ اگر اُن کے کسی تصرف سے جس کا بندہ کو تحمل نہ ہو سکے صحت برباد ہو جاوے بلکہ جان بھی ختم ہو جاوے تو ایسا تصرف سب سے بڑی رحمت ہے ؎

عاشقاں جام فرح انگہ کشند ۔۔۔ کہ بدست خویش خوباں شان کشند
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ ۔۔۔ شاد وخنداں پیش تیغش جاں بدہ
تا بماند جانت خنداں تا ابد ۔۔۔ ہمچو جاں پاک احمد با احد
آں کسے راکش چنیں شاہے کشد ۔۔۔ سوئے تخت وبہتریں جاہے کشد
نیم جاں بستاند و صدجاں دہد ۔۔۔ انچہ درد ہمت نیاید آں دہد
گرندیدے سودِ اودرقہراو ۔۔۔ کے شدی آں لطف مطلق قہر جو
طفل میلرزد نیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق دراں غم شاد کام

نیز یہ بھی پیش نظر رکھا جاوے ؎

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ۔۔۔ سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

نیز اس کو بھی ملاحظہ کیا جاوے۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
ور بہر زخمے تو پرکینہ شوی　　پس کجا صیقل چو آئینہ شوی

اور اپنے لئے یہ مذہب اختیار کیا جاوے۔

چیست تعظیم خدا افراشتن　　خویشتن راخاک وخارے داشتن
چیست توحید خدا آموختن　　خویشتن را پیش واحد سوختن
گر ہمخواہی کہ بفروزی چوروز　　ہستی ہمچوں شب خود رابسوز

اور ان مراقبات تفویضیہ توحیدیہ عشقیہ عبدیہ کی تعدیل کے لئے کہ بعض اوقات ان مراقبات سے دعویٰ وعجب واستغناء کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ عمل دعاوالتجاء وابتہاء کا التزام بھی بلکہ ان مراقبات سے زیادہ رکھا جاوے کہ یہ بھی تفویض کا ایک شعبہ ہے جیسا اُوپر اعمال مامور بہا کے اہتمام میں اس کی تقریر گذری ہے اعمال کی طرح دعا بھی مامور بہ ہے یہ اَمر عبد کو عبد میں ایک تصرف ہے اس کا اختیار کرنا اس تظرف کو تسلیم کرنا ہے اور یہ ہی تفویض ہے۔

یہ ہے وہ طریق جس کو سطحی نظر والا جمع بین المتضادین سمجھ کر متعذر سمجھتا ہے اور واقع میں جمع بین المتجدین ہے یہ ہے وہ نسخہ جس کو اس وقت پیش کرتا ہوں اور عنایت حق ہے کہ تھوڑی عبارت میں معانی کثیرہ سماگئے ان شاءاللہ تعالیٰ یہ نسخہ تمام جسد اور رُوح کی اصلاح کے لئے کافی ہوگا۔ **فخذوہ و کلوھا ھنیئا مرئیا واللہ الشافی الکاف والسلام۔ تمت التتمہ۔**

# اَحکامُ الاِیقَان

## لاقسامِ الاطمینان

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

## مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ چند خطوط اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے جس میں دل کے غم اور پریشانیاں دور کرنے کے اسباب اور اطمینان وسکون قلب حاصل کرنے کے اسباب ذکر فرمائے ہیں۔

# احکام الایقان لاقسام الاطمینان

(مشتمل بر چند خطوط واجوبہ آنہا)

## خطِ اوّل..... معنی اطمینان

**سوال**: مولانا الاشرف الاکرم متعنا الله بفیضکم وطول بقائکم، شکایت ہے کہ ہجوم افکارواخطار وکثرتِ مشاغل ومکارہ دنیاوی سے دل مغموم اور پریشان رہتا ہے اور طمانیت وسکینت قلب بہت کم میسر ہوتی ہے۔ ذراسی ناکامی پریشان اور بددل کردیتی ہے، اور تھوڑی سی کامیابی تسلی وتشفی بخش ہوجاتی ہے، حوصلوں، اُمیدوں اور آرزوؤں کی بہتات رہتی ہے، اور جب ان کی تکمیل نہیں ہوتی تو سخت افسردگی اور بے زاری پیدا ہوجاتی ہے، جو چیزیں اسباب راحت معلوم ہوتی تھیں اور جن کی آرزو کرتا تھا وہ بعد حصول سامان راحت کے مہیا کرنے میں بہت جلد بیکار ہوجاتی ہیں، احساس اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ان متنافر اور متاذی اشیاء کے حدوث سے بعض اوقات غیر معمولی اذیت اور تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے، یاس اور قنوط کا پہلو غالب رہتا ہے۔

**جواب**: کیا یہ چیزیں دین کیلئے مضر ہیں، اگر مضر ہیں تو مطلقاً یا بعض حالات میں۔

**تتمۂ سوال**: غور کرنے کے بعد خیال آیا کہ دنیا اسی کا نام ہے اور دنیا کا یہی حال ہے۔

ہیچ کُنجے بے دوا بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

ساتھ ہی اس کے آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ پیش نظر ہوئی۔

**جواب**: کیا اطمینان سے یہ مراد ہے جو طبعی پریشانی کا مقابل ہے۔

**تتمۂ سوال**: ارادہ کیا کہ اکثر دل میں یا زبان سے ذکر خدا کیا کروں، پھر خیال آیا کہ اذکار بے شمار ہیں میرے مخصوص حالات کے لحاظ سے معلوم نہیں کس ذکر کی مداومت زیادہ موافق اور بہتر ہو، اس لئے جناب والا سے اس باب میں رجوع کرنا مناسب معلوم ہوا۔

**جواب**: ابھی بناء ہی ثابت نہیں۔

## خط دوم

سوال: قدوۃ الانام ومرجع الخاص والعام ادام اللہ ظلکم، السلام علیکم

گرامی نامہ موصول ہو کر باعث عزت ومسرت ہوا، جن چیزوں کی خاکسار نے نیاز نامہ میں شکایت کی ہے ان کے متعلق خیال یہ ہے کہ وہ چیزیں دین کے واسطے مضر نہیں ہیں، اور اگر ہیں تو بالواسطہ یا خاص حالات میں۔

جواب: ۔پھر اب کیا سوال رہا۔

تتمۂ سوال، بلکہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دنیاوی مشاغل اور تفکرات سے جو بے چینی اور پریشانی قلب میں پیدا ہوتی ہے اور دنیاوی کاروبار میں جو ناکامیاں پیش آتی ہیں وہ رجوع الی اللہ والیٰ دینہ کا سبب بن جاتی ہیں۔ **کما قال اللّٰہ تعالیٰ و اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه او قاعدا او قائمًا**۔ اوراس کے برعکس دنیاوی ترقیاں اور کامیابیاں اکثر اوقات اللہ اور اس کے دین سے غفلت کا موجب ہو جاتی ہیں، اور اسی مصلحت کی بناء پر کبھی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر دنیا کو تنگ کر دیتا ہے۔ **ولو بسط اللّٰه الرزق لعباده لبغوا فی الارض**۔

آیتِ کریمہ **اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** میں میرے نزدیک اطمینان عام وکلّی مراد ہے اور سچے مؤمن کے لئے خدا کو یاد کرنا، اس کی ہر ہر پریشانی کا علاج ہے۔ **اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** (صاحب تفسیر جلالین نے **ای فی الآخرة** لکھا ہے، مگر میرے نزدیک اولیاء اللہ کو دنیا وآخرت دونوں میں خوف وحزن سے نجات ہے، اب

رہا حزن طبعی وہ ضرور کبھی کبھی پایا جاتا ہے، اور تقاضائے بشریت ہے، لیکن وہ بھی ان کے لئے سریع الزوال ہے) لہٰذا آیت سابقہ اس اطمینان کو بھی شامل ہے جو طبعی پریشانی کے مقابل ہے، جو اگرچہ ذاکرین صادق الایمان میں پائی جاتی ہے، لیکن خدا کی یاد اس کو بھی دل سے دفع کر دیتی ہے، صاحب تفسیر جلالین نے ذکر اللہ کی تفسیر وعداللہ سے کی ہے، جو میری سمجھ میں ابھی نہیں آئی اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ذکر بمعنی مشہور کیوں نہ مراد لیا جاوے۔

جواب:۔ جب آپ خود محقق ہیں پھر اب دوسرے سے تحقیق کی کیا ضرورت رہی۔

تتمۂ سوال: مدعاء یہ ہے کہ وہ کیا صورت ہے کہ دنیا کے کاموں اور جھگڑوں میں مصروف و مشغول رہ کر بھی قلب کو اطمینان حاصل ہو سکے۔

جواب: تفسیر تو کریں آپ، اور اس سے جو سوال ناشی ہو اس کا ذمہ دار ہو دوسرا عجیب۔

## خط سوم

سوال: والاحضرت مولانا الاکرام دامت فیوضہم۔ السلام علیکم!

جواب با صواب سے مطلع ہوا، اُمور شرعیہ و مسائل دینیہ میں اس ہیچمدان کو مجال دعویٔ تحقیق کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ بیس اکیس سال سے ان علوم عقلیہ و نقلیہ کی جانب متوجہ ہونے کا موقع نہیں مل سکا جو اس کے قبل حاصل کئے تھے، کمترین نے سوالوں کے جواب میں جو اظہار رائے کیا، وہ محض امتثال اَمر تھا۔

جواب۔ وہ اَمر بھی ظاہر کرنا چاہئے تھا، اور کیا وہ اَمر یہ تھا کہ بلا دلیل دعوائے جازمیہ کیا جاوے اس اَمر کا امتثال تو یوں بھی ہو سکتا تھا کہ میں نے تیرے کہنے سے لکھ دیا ہے، لیکن اس کا صحیح غیر صحیح ہونا معلوم نہیں، اگر صحیح نہ ہو اصلاح کر دی جاوے، نہ کہ محققین کے اقوال نقل کر کے ان کے مقابلہ میں اپنی رائے کو راجح بنایا جاوے، کیا یہ تاویل فاسد نہیں۔

تتمۂ سوال:۔ اور اس توقع کے ساتھ تھا کہ حضرت غلطی کی اصلاح فرماویں گے۔

جواب:۔ کیا اس میں اس کی درخواست تھی۔

تتمۂ سوال: زنہار یہ مدعا اور مقصد نہ تھا کہ قابلیت تحقیق و بصیرت نظر کا اظہار کیا جائے جو خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ سوء ادبی میں داخل ہو نعوذ باللہ منہ۔

جواب: مقصد مضمر کی کیا خبر، ذرا لہجہ قابل ملاحظہ ہو کہ دعویٰ ہے اور دعویٰ بھی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ۔

تتمۂ سوال:۔ اس قدر عرض کرنے کے بعد اصل غرض کی طرف رجوع کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ دنیاوی مشاغل سے جو اضطراب اور بے چینی قلب کو رہتی ہے، وہ دین کے لئے بالذات اور ہر حال میں مضر نہیں، لیکن وہ مشاغل اگر اس نوعیت کے ہیں، کہ ان میں دنیا کے ساتھ دین کا بھی پہلو موجود ہے، تو ضرور ہے کہ دین کو مضرت پہنچے، پس اگر اس قسم کے مشاغل کی انجام دہی میں سکون وطمانیتِ قلب موجود نہ ہو تو دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوگا، اور وہ مشاغل بحسن وخوبی پورے نہ ہو سکیں گے۔

جواب:۔ اوّل تو اسی میں کلام ہے، حسن وخوبی کار کے لئے علم وقدرت کافی ہے، اطمینانِ طبعی پر موقوف نہیں، لیکن اگر اس سے قطع نظر بھی کر لی جاوے تو ایسے سکون وطمانیت کے فوت کیلئے تو بخار و دردِ سر بھی کافی ہے کیا مصلح باطن کے ذمہ اس کی تدبیر بھی بتلانا ہے۔

تتمۂ سوال: میں نے عریضۂ اوّل میں لکھا تھا کہ میرا قلب طفولیت سے مورد امراض وآلام رہا ہے، اور اس میں استعداد قابلی اضطراب و بے چین یا ورمیلان الی القنوط کی زائد ہے، تاہم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ کسی قسم کے اضطراب و پریشانی قلب کی حالت میں ذکرِ خدا کرتا ہوں تو قلب کو گونہ راحت وسکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یاس اقنوط فی المآل کا حال بدل جاتا ہے اور اسی بناء پر اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی طرف ذہن منتقل ہوا، اور خیال ہوا کہ کثرتِ ورد کے لئے اگر کوئی ذکر خاص معین ہو جاوے تو شاید زیادہ نافع ہو۔

جواب:۔ سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

تتمۂ سوال:۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میری مثال اس مریض کی سی ہے جو طبیب سے اپنا سب حال کہہ دیتا ہے، اور ملتمس ہوتا ہے کہ تشخیص مرض کر کے علاج تجویز کر دے۔ مریض کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنے مرض کی آپ تشخیص کرے، اور اس کا علاج تجویز کرے، میری اصل خواہش یہ ہے کہ مشاغل یومیہ میں مصروف رہ کر زائد سے زائد جو سکون وطمانیت خاطر ممکن ہوسکتی ہے وہ مجھے حاصل ہو، اور وہ حضرت جیسے بزرگوں کے پرتو فیض وکرم سے حاصل ہونا دُشوار نہیں۔

نیست از شاہ عجب گرنبوداز درویش

جواب:۔ اوّل تو سب مقدمات متکلم فیہ ہیں، فاین المدعی، لیکن میں اس میں قیل وقال پسند نہیں کرتا، اگر آپ کے ذوق میں سب دعاویٰ صحیح ہیں، اور ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مجھ کو اس کا نسخہ معلوم نہیں، کسی اور طبیب سے رجوع کیجئے۔

## خط چہارم

سوال:۔ حضرت اکرم نفعنا اللہ بطول بقائکم وادام لنابرکاتکم۔ السلام علیکم! گرامی نامہ موصول ہو کر موجب شرف و برکت ہوا، جسے سابق خطوط کے ساتھ مکرر بغور میں نے پڑھا۔ اور مجھے اپنی غلطی وفکر ورائے پر تنبہ ہو کر حقیقتِ حال منکشف ہوئی اور یہ حضرت کی توجہ کی برکت ہے، واقعی حسن کار اطمینان طبعی پر موقوف نہیں، اور اس کے لئے علم وقدرت کی ضرورت ہے، اور نا ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہوسکتا ہے۔

جواب: ھنیئا لکم العلم۔

تتمہ سوال: حضرت نے میرے خطوط کے جواب میں جو مختصر مگر لطیف انتباہات وہدایات فرمائے ہیں وہ میرے واسطے نافع ہوئے اور ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ بھی نفع مند ہوں گے۔

جواب:۔ رزقکم اللہ العمل۔

تتمۂ سوال:۔اب میری حسب ذیل درخواستیں حضرت سے ہیں:

(۱) یہ کہ میری اصلاح باطن۔مغفرتِ ذنوب اور فلاح دارین کے لئے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دُعاءفرمائیں۔ جواب:۔دل سے دُعاءکرتا ہوں۔

تتمۂ سوال: (۲) یہ کہ ایسی کتابوں کے اسماء سے مطلع فرمائیں جن کے مطالع سے اصلاح نفس ہواور فہم مستقیم دین میں حاصل ہو۔

جواب:۔ایک دم سے تو یادنہیں آتیں بتدریج عرض کرتا رہوں گا،اس وقت بعضے نام لکھتا ہوں،قصد السبیل،تبلیغ دین،تربیۃ السالک،مواعظ احقر،جتنے میسر ہوں۔

ربیع الاوّل ۵۲ھ (النورص ۲۶،شعبان ۱۳۵۲ھ)

# تحت رسالہ احکام الایقان

## عدم تکفیر بہروپیہ وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید بوجہ خوردونوش (بہروپیہ) ایسے رُوپ بدلتا ہے جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، مثلاً کبھی ہندو کہار، کبھی ہندو فقیر، کبھی ہندو سیٹھ مہاجن بنتا ہے۔ ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے، گلے میں مالا ڈالتا ہے، یہ تو محض اس کے افعال ہوتے ہیں جس سے عوام اس کو ہندو جانتے ہیں۔بعض اوقات خود کو وہ ہندو ہونا بیان کرتا ہے، مثلاً ہندو کا بھیس بدل کر آتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، گویا خود کو ہندو بیان کرکے دھوکا دیتا ہے اور انعام حاصل کرتا ہے، ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کے متعلق کیا حکم ہے۔اگر نکاح ساقط ہوتا ہے تو بغیر حلالہ نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(نمبر۲) بکر بوجہ ملازمت سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کسی مفرور ملزم کی تلاش یا کسی معلومات واقعہ کے لئے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی غرض سے ایسا رُوپ

بدلتا ہے کہ کوئی انجان آدمی اس کو دیکھ کر شبہ کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مسلمان ہے بلکہ ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، اگر چہ وہ اپنی زبان سے ہندو ہونے کا اقرار نہ کرتا ہو تو ایسی حالت میں اس کے اسلام اور نکاح کا کیا حکم ہے۔

(۳) بعض قصائی وغیرہ بھی ہندوؤں کا بھیس بدل کر ہندوؤں سے جانور خرید تے ہیں اور بلا توبہ ذبح کر کے بیچتے ہیں، اور تجدید نکاح بھی نہیں کرتے، ان کے اسلام اور ذبیحہ اور نکاح کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: فی البحر احکام المرتدین و (یکفر) بوضع قلنسوۃ المجوسی علٰی راسه علی الصحیح الاالضرورۃ دفع الحر والبرد، و بشد الزنار فی وسطه الا اذا فعل ذلک خدیعة فی حرب وطلیعة للمسلمین، و فیه و(یکفر) بقول المعتذر لغیرہ کنت کافرا فاسلمت عند بعضهم و قیل لا وفیه عن المسامرۃ ولا عتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرۃ وافعال تصدر من المتهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کا لصلٰوۃ بلا وضوء عمداً الخ و فیه عن الفتاویٰ الصغری الکفر شیٔ عظیم فلا اجعل المؤمن کافر امتی وجدت روایة انه لا یکفرو قال قبله وفی الجامع الاصغر اذا اطلق الرجل کلمة الکفر لکنه لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یکفرلان الکفر یتعلق بالضمیر ولم یعتقد الضمیر علی الکفر وقال بعضهم یکفر وهو الصحیح عندی لانه استخفٌ بدینه الخ الٰی قوله و من تکلم بها اختیارًا جاهلًا بانها کفر ففیه اختلاف والذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولو روایة ضعیفت الخ و فی العالمگیر یة الباب التاسع من کتاب السیر من الجلد الثالث ص۱۶۷، ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح و بالتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط الخ۔

ان روایات سے امورذیل مستفاد ہوئے۔

اَوّل:۔ کفار کی وضع بلاضرورت قویہ حسیہ کدفع الحر والبرد یا شرعیہ کخدع اہل الحرب والتجسس للمسلمین افعال کفر سے ہے۔

ثانی:۔ ایسے افعال بالذات کفر نہیں بلکہ ان کے کفر ہونے کی علّت استخفاف بالدین ہے، اور جہاں استخفاف بالدین یقیناً منفی ہو مثلاً فاعل کے علم وقصد میں اس کا مبنیٰ ضروریات یا مصلحت ہو، اور واقع میں ضرورت قویّہ نہ ہو اور اس کے کفر ہونے کا علم بھی نہ ہو وہاں ارتفاعِ علّت سے حکم بالکفر بھی منفی ہوگا، مگر مستقل دلائل سے معصیت کا حکم کیا جاوے گا، علیٰ اختلاف درجۃ الافعال مثلاً شدّ زنار ونحوہ میں اشدیت کا حکم ہوگا۔ اور دوسرے اوضاع غیر مذہبی میں جیسا عام طور پر عوام جہلاء خصوص دیہاتی لوگ اس میں مبتلا ہیں، ایسی اشدیت نہ ہوگی، اور ہر حال میں توبہ واجب ہوگی۔

ثالث:۔ وضع مذکور کے کفر ہونے میں اختلاف بھی ہے، کما یدل علیہ قولہ علی الصحیح گو معصیت شدیدہ ہے۔

رابع:۔ زبان سے کفر کا اقرار جبکہ ساتھ ہی اسلام کا بھی اقرار ہو کفر اختلافی ہے۔

خامس:۔ کفر اختلافی میں کفر کا یا بینونۃ زوجہ کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا، البتہ احتیاطاً تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا، اور اس تجدید کیلئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فی الدر المختار وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء (مع الشامی ص ۶۴۳، ج ۱) وفی الشامی تحت قولہ فلا ینقص عددا فلو ارتد مرارا وجدّد الاسلام فی کل مرۃ وجدد النکاح علی قول ابی حنیفۃ کل امرأتہ من غیر اصابۃ زوج ثان بحر عن الخانیۃ۔

نیز چونکہ تجدید نکاح کا حکم احتیاط کے سبب ہے، اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تب بھی اس کی زوجہ کو دوسرے سے نکاح جائز نہ ہوگا، البتہ معصیت ہونے کی صورت میں توبہ واجب ہوگی کما سبق۔

اب سمجھنا چاہئے کہ ان تینوں سوالوں میں نہ کفر اتفاقی کا کوئی فعل پایا گیا نہ کفر

اتفاقی کا کوئی قول پایا گیا جو فعل محتمل کفر کا تھا اس میں استخفاف یقیناً منفی ہے۔ اگر بعض میں تلعب ہے تو تلعب بالدین نہیں تلعب بالحاضرین ہے، ایسی حالت میں یہ افعال اتفاقاً کفر نہیں، اسی طرح قول کفر کے ساتھ قول اسلام بھی مقترن ہے۔ پس وہ کفر بھی اختلافی ہے اس لئے کسی صورت میں نہ کفر کا فتویٰ دیا جائے گا نہ بینونۃ زوجہ کا نہ حرمت ذبیحہ کا، البتہ معصیت کا صدور ہوا، لہٰذا توبہ کا حکم جزم کے ساتھ اور کفر اختلافی ہونے کے سبب تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم احتیاط کے لئے دیا جائے گا، اس سے زائد فتویٰ دینا حدود احتیاط سے تجاوز ہے۔ (۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

# تصدیق جواب بالا از مدرسہ دیوبند

**جواب** حضرت محی السنۃ حکیم الامت دامت برکاتہم کا بالکل حق وصواب اور حقیقت اور احتیاط کا جامع ہے اس سے تجاوز کرنا بلاشبہ حدود احتیاط سے تجاوز ہے، اُصول مسلمہ دربارہ تکفیر مسلم بھی اسی کے مقتضی ہیں، اور جزئیات مندرجۂ جواب بھی اس پر ناطق ہیں۔ کیونکہ بلاشبہ مسئلہ زیر بحث میں دربارۂ تکفیر علماء کا اختلاف ہے، اور کفر اختلافی کا وہی حکم ہے جو جواب میں مذکور ہے، اور اختلافِ فقہاء کی تفصیل شرح فقہ اکبر نمبر ۲۲۸ میں موجود ہے، کہ وضع قلنسوۃ المجوس کے متعلق بحوالہ خلاصہ نقل کیا ہے:

**قال فی الخلاصة من وضع قلنسوة المجوس علی راسه قال بعضهم یکفروقال بعض المتاخرین ان کان لضرورة البرداولان البقرة لا تعطیه اللبن حتیٰ یلبها لا یکفر ( ثم قال ) وفی الخلاصة لو شد الزنار قال ابو جعفر الا ............... ان فعل لتخلیص الاساری لا یکفروا الاکفر.** (شرح فقہ اکبر ص ۲۲۸)

(۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ (النور ص ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

# ظُهُوْرُ الْعَدَمِ
# بِنُوْرِ الْقِدَمِ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی امنی بہ

## مَوْلَانَا مُحَمَّدْ اَشْرَفْ عَلِی التَّھَانْوِی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ ایک مشہور شعر

**کل مافی الکون وھم وخیال      اومرایا اوعکوس اوظلال**

کی شرح ہے جس میں ''وحدۃ الوجود'' کے مسئلہ کی شرح و تحقیق ہے۔

# ظہور العدم بنور القدم

(یعنی اس شعر مشہور کی شرح)

**کل مافی الکون وھم او خیال او مرایا او عکوس او ظلال**

(جس کا اصطلاحی عنوان مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود ہے)

**بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر الخلیقه، بل لا شیء فی الحقیقة،** مظہر مدعا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کے باب میں اکثر قائلین کی خلاف حدود کشادہ زبانی اور اکثر منکرین کے خلاف واقع بدگمانی کا منشا مجموعہ ہے دو امر کا ایک اس کو محض مسئلہ کشفیہ سمجھنا اور دوسرا اُس کا صرف اُن اہل کشف کے کلام میں تتبع کرنا جو مغلوب الحال یا ضیق المقال ہیں اور اس مجموعہ کا اثر غلط فہمی ہونا ظاہر ہے پھر اس غلط فہمی کے ساتھ اگر صاحب کلام سے حسن ظن ہے تو مسئلہ کے متعلق اور اگر سوء ظن ہے تو صاحب مسئلہ کے متعلق مطلق العنانی لازم ہے اور ان ہی دونوں مفسدوں کی اِصلاح وانسداد کے لئے علماء معتقدین اہل طریق اور عرفاء اصحاب تحقیق ہمیشہ ساعی رہے علماء کی غایت سعی کا حاصل تو یہ تھا کہ وحدۃ الوجود کو جس میں ملامت زیادہ ہے توجیہ وتاویل کر کے وحدۃ الشہود کی طرف کہ اُس میں ملامت کم تھی اور دونوں مسئلہ کے اختلاف کو نزاع لفظی کی طرف راجع کیا جاوے اور عرفاء کی تحقیق کا حاصل یہ تھا کہ غلط فہمی کے منشاء کو رفع فرمایا جو کہ مجموعہ امرین مذکورین فی السابق ہے یعنی اپنی تقریر سے اس کو واضح فرما دیا کہ دونوں مسئلے علمی اور کلامی ہیں اور دونوں میں اختلاف حقیقی ہے اور وجہ ان کے علمی وکلامی ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حاصل اُن کا تحقیق ارتباط الحادث بالقدیم ہے اور اُس کا

مسئلہ علمیہ وکلامیہ ہونا معلوم ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ اُن مسائل کلامیہ میں سے نہیں جو عقلی محض ہیں کیونکہ مسئلہ الصولیہ کلامیہ دو قسم کے ہیں ایک عقلی محض یعنی عقل اُن کے لزوم کے حکم کیلئے کافی ہو جیسے مسئلہ وجود صانع وحدوث عالم ونحوہما، دوسرے عقلی غیر محض یعنی عقل محض اُن کے امکان کا حکم کرتی ہے مگر ثبوت میں نقل کی بھی احتیاج ہوتی ہے جیسے مسئلہ رویت کا کہ عقل اُس کے امکان کا حکم کرتی ہے اور جو فرقے اس کے امتناع کا حکم کرتے ہیں اُن کے مقابلہ میں اس امتناع کی نفی کرتی ہے گو رویت کی کنہ کا ادراک نہ کر سکے کیونکہ امکان کا بلکہ اثبات کا حکم بھی ادراک کنہ پر موقوف نہیں جیسے علم باری تعالیٰ کا مسئلہ کہ عقلاً ثابت مگر کنہ اُس کی غیر معلوم بلکہ خود علم حادث کی کنہ آج تک قطعاً معلوم نہیں ہوئی کوئی اس کو مقولہ اضافت سے بتلا رہا ہے کوئی مقولہ انفعال سے کوئی مقولہ کیف بلکہ اقسام علم میں سے جو قسم سب سے اظہر وابین ہے اُس کی کنہ تک منقح نہیں ہوئی خود ابصار ہی کی حقیقت کا اختلاف مشہور ہے لیکن تاہم ان کا اثبات بلا نقل متفق علیہ میں العقلاء ہے جب حکم بالاثبات تک ادراک کنہ پر موقوف نہیں تو حکم بالامکان تو بالاولی ادراک کنہ پر موقوف نہ ہوگا۔

پس مسئلہ رویت کا باوجود غیر مدرک بالکنہ ہونے کے عقلی کی وہ قسم ہے کہ امکان اُس کا عقلی اور ثبوت اُس کا نقلی تو ایک قسم عقلی کی ایسی بھی ہوئی۔ پس مسائل کلامیہ دو قسم کے ہوئے سو یہ مسئلے وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود کے بوجہ مدخلیت کشف کے گو قسم اول میں سے تو نہیں لیکن قسم ثانی میں سے ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے۔ باقی یہ کہ کتب کلامیہ میں مذکور کیوں نہیں سو اُس کی وجہ یہ ہے کہ متکلمین نے بالالتزام صرف اُن مسائل کو لیا ہے جو اول تو قطعی ہوں اور دوسرے کسی فرقہ سے اُس میں کلام ظاہر ہوا ہو گو بعض مسائل غیر قطعیہ بھی تبعاً ذکر میں آ گئے جیسے جزو لایتجزی کا مسئلہ کہ تبعاً لمسئلۃ حدوث العالم مذکور ہو گیا ہے لیکن التزام قطعیات ہی کا ہے اور یہ مسئلے نہ قطعی

ہیں نہ زمانہ تدوین کلام میں ان کا اس طرح ظہور ہوا تھا پس متکلمین کا ان دونوں مسئلوں کو اس عارض خاص سے ذکر نہ کرنا ہمارے اس دعویٰ کے کہ یہ مسائل کلامیہ کی قسم ثانی سے ہیں معارض نہیں۔ رہا یہ کہ یہ قسم ثانی میں سے کس طرح ہیں مسئلہ وجود کو متکلمین نے تو قسم اول میں ذکر کیا ہے سو بات یہ ہے کہ اثبات الوجود للحوادث کی کیفیت متکلمین کے نزدیک تو عقلی محض ہے اور صوفیہ کے نزدیک مع الاختلاف بینھم امکاناً عقلی اور وقوعاً کشفی ہے **کما سیتضح من تقریرھا** اس لئے مسئلہ وجود متکلمین کے نزدیک قسم اول سے اور صوفیہ کے نزدیک قسم ثانی سے ہے متکلمین کے مسائل قسم ثانی سے اس کو اتنا فرق ہے کہ انہوں نے نقل میں محض نصوص کو لیا ہے اور صوفیہ نے کشف کو بھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مسئلہ عقلی نہ رہے جس طرح مسئلہ رویت باوجود مدخلیۂ نص کے عقلی ہے۔ غایت مافی الباب بوجہ استناد و الی الکشف کے ظنی ہوگا اور ظنیت میں بھی ظنیات اصولیہ سے متنزل **لعدم کون الکشف فی شیء من درجات الحجیة** لیکن احتمال کے ہوتے ہوئے بطلان مسئلہ کا حکم جزمی (فائدہ: قید کا یہ ہے کہ ظناً رد کرنا مثل دوسرے مسائل ظنیہ کے جائز ہے جیسا علما اہل حق میں متداول ہے ۱۲ منہ، یا ضلال اصحاب مسئلہ کا حکم حتمی یہ تو یقیناً غلو اور معاداۃ اولیاء ہو گا جس میں ایذان بحرب اللہ کی وعید وارد ہے۔

البتہ علماء ظاہر نے جو کیفیت ثبوت الوجود للحوادث کی بیان کی ہے اگر وہ قطعی ہوتی تو بیشک صوفیہ پر حکم بالبطلان صحیح ہوتا لیکن وہ خود قطعی نہیں پس کیفیت ثبوت کے اعتبار سے مسئلہ سب کے نزدیک ظنی رہا اہل ظاہر کے نزدیک قسم اول سے اور اہل باطن کے نزدیک قسم ثانی سے بہر حال عرفاء نے ان اغلاط کی اس طرح اصلاح فرمائی کہ دونوں مسئلوں کا اپنی تقریر سے کلامی ہونا ظاہر فرما دیا۔ اور ان تقریرات میں سب میں اوضح و اقرب بیان حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو اپنی مکتوبات میں ذکر فرمایا

ہے مگر چونکہ اُس میں بھی اصطلاحات فن کی ممزوج ہو گئی ہیں اس لئے وہ بیان پھر غامض ہی رہا جس سے اہل ظاہر چنانچہ ایک صاحب علم دوست نے اسی مسئلہ کے سمجھنے کے لئے مکتوبات کا ایک مقام دیکھنا شروع کیا دو چار سطریں دیکھ کر یہ کہہ کر رکھ دیا کہ خدا جانے کیا لکھ رہے ہیں پتہ نہیں لگتا مجھے اس واقعہ سے زیادہ حرکت ہوئی اس رسالہ کو لکھنے کی ۱۲ منہ م یعنی للخواص ۱۲ منہ) منتفع نہیں ہو سکتے اس لئے احقر کا دل چاہا کہ اس کے انتفاع کے تام وعام ہونے کیلئے اُس کا ملخص جس کا اصل ماخذ مجدد صاحب کے مکتوبات کی جلد دوم کا مکتوب اول ہے درسی اصطلاحات میں لکھدوں کہ مسئلہ سے اجنبیت مضرہ تو نہ رہے بلکہ اس کو بھی مثل دوسرے مسائل مسکوت عنہا نقلاً ومحتملۃ الصحۃ عقلاً فی درجۃ الاجمال وغیر مدرکۃ الکنہ فی درجہ التفصیل کے بلکہ بسبب استنا دالی الکشف کے احتیاطاً اُن سے بھی ادنیٰ درجہ میں قرار دے کر اقل درجہ اولیاء کے حق میں بد زبانی وبدگمانی سے تو بچیں، واللہ ولی الوقایۃ، من کل غباوۃ وغوایۃ۔

## بیان مقصود

تمام اہل حق بلکہ جمیع اہل ملل سماویہ جو عالم کو حادث بالذات وبالزمان مانتے ہیں اس پر متفق ہیں کہ عالم اول معدوم محض تھا پھر حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا اس کے بعد کلام اس میں ہے کہ وجود کے ساتھ متصف ہونے کی کیفیت کیا ہے اس کیفیت میں چار قول ہیں ایک علماء ظاہر کا دوسرا بعض حکماء اسلام کا تیسرا قائلین بوحدۃ الوجود کا جن کے مشہور رئیس شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ہیں گو اجمالاً اس دعوے کا ان سے پہلے بھی بعض بزرگوں سے صدور ہوا ہے جیسا انا الحق وسبحانی کہنے کا واقعہ مشہور ہے لیکن وہ ظہور اجمال بلکہ ابہام کے درجہ سے متجاوز نہ تھا۔ تفصیل اوّل شیخ ہی سے ظاہر ہوئی، چوتھا قائلین بوحدۃ الشہود کا جن کے امام حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مجدد صاحب سے پہلے معروف دو ہی مذہب تھے۔ ایک پہلا اکثر کا ایک تیسرا اقل کا مگر اس تیسرے

مذہب کا رنگ ایسا بگڑ گیا تھا کہ اُس نے کفر و زندقہ کی صورت اختیار کر لی تھی اور علماء کو کشف سے خالی سمجھ کر ناواقف سمجھتے تھے اس لئے اُن کے قول کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد صاحب کو اس کی اصلاح کا واسطہ بنایا اور ان کو ایک خاص کیفیت مسئلہ کی مکشوف ہوئی جس کو انہوں نے ظاہر فرمایا اور اُن کے صاحب کشف ہونے کے سبب اُن سے اتنی مزاحمت نہیں کی گئی اور اس طرح اُس زندقہ کی اصلاح ہو گئی گو علما ظاہر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی موافقت سے اس لئے معذور ہیں کہ اُن کے قول میں بھی بہ نسبت اپنے مذہب کے استبعاد پاتے ہیں اور محتاطین فریقین کے اسی اصل پر عامل ہیں ابهموا ما ابهم الله تعالیٰ ، مگر جن کو کشف سے ابہام نہیں رہا وہ بھی بزعم خود اس اصل کے تارک نہیں، و كل يعمل على شاكلته.

اب میں اُن چاروں کیفیتوں کی تقریر مختصر اور حتی الامکان سلیس عرض کرتا ہوں۔ مگر تسہیل و توضیح کے لئے اول ایک مثال کی چار کیفیتیں لکھتا ہوں جن سے سب اقوال پر کیفیات اتصاف بالوجود کے سمجھنے میں اعانت ہو گی وہ مثال آئینہ کی ہے اور اُس کی چار کیفیتیں متعلق محاذاۃ شمس کے ہیں۔ بیان اُس کا یہ ہے کہ بے قلعی آئینہ یعنی شیشہ جب آفتاب کے مقابل رکھا جاتا ہے اس میں چار کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ نور آفتاب سے منور ہو جاتا ہے اور یہ نور جس سے آئینہ متصف ہو گیا نور آفتاب کا مغائر نہیں وہ ایک ہی نور ہے جو آفتاب کا وصف بالذات ہے اور آئینہ کا وصف بالعرض اور یہی وجہ ہے کہ اگر آئینہ کو آفتاب کے محاذاۃ سے ہٹا لیا جاوے تو وہ منور نہیں رہتا دوسری کیفیت یہ کہ وہ حرارت آفتاب سے مسخن ہو جاتا ہے اور یہ حرارت جس سے آئینہ متصف ہو گیا حرارت آفتاب سے مغائر ہے گو مستفاد حرارت آفتاب ہی سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر آفتاب کے محاذاۃ سے ہٹا لیا جاوے تب بھی وہ آئینہ مسخن رہتا ہے۔ تیسری کیفیت یہ کہ قرص آفتاب آئینہ کے اندر منعکس نظر آتا ہے اور

دلیل سے محقق ہو چکا ہے کہ اُس میں جونظر آ رہا ہے وہ نہ عین آ فتاب ہے چنانچہ ظاہر ہے اور نہ اُس کی شبح اور مثال ہے بلکہ محض وہم اور خیال ہے۔ **کما صرح به فی الحاشية علی الميبذی، والخيال الذی يری فی المراة وهم محض يفرضه الوهم لاعتياده علی وجه الاستقامة و محاذاة الصورة** اور یہی وجہ ہے کہ اگر دیکھنے والا اپنی آ نکھ بند کر لے تو پھر آ ئینہ کے اندر کچھ بھی نہیں رہتا اگر اُس میں کوئی شبح ہوتی تو آ نکھ بند کرنے سے معدوم کیوں ہو جاتی اور حقیقت اُس کی یہ ہے کہ جب آ ئینہ پر شعاع بصری پڑتی ہے تو آ ئینہ سے ٹکرا کر آ فتاب کی طرف لوٹتی ہے اور اُس شعاع سے خود آ فتاب نظر آ تا ہے مگر وہم یوں ہوتا ہے کہ آ ئینہ کے اندر کوئی چیز ہے اور واقع میں کچھ بھی نہیں جب حقیقت یہ ہے تو ظاہر ہے کہ جب آ نکھ بند ہونے سے شعاع آ ئینہ پر نہ پڑے گی تو آ فتاب کی طرف بھی وہ نہ لوٹے گی اور آ ئینہ میں آ فتاب کے متخیل ہونے کا مدار یہی انعکاس شعاع کا تھا اس لئے اب اُس میں آ فتاب بھی متخیل نہ ہوگا۔ چوتھی کیفیت یہ ہے کہ اُس آ ئینہ کا سایہ اُس کے مقابلہ میں زمین یا دیوار وغیرہ پر پڑتا ہے اور اس ظل کا وجود نہ تو نور وحرارت کے درجہ میں واقعیت رکھتا ہے اور نہ عکس مری فی المرأۃ کے درجہ میں غیر واقعی ہے بلکہ دونوں کے بین بین ہے نور وحرارت کے اعتبار سے تو ضعیف اور غیر مستقل اور عکس مرئی کے اعتبار سے قوی اور مستقل، پس کیفیت اولیٰ میں نور آ ئینہ کو عین نور شمس کہیں گے اور کیفیت ثانیہ میں حرارت آ ئینہ کو مغائر حرارت شمس اور آ ئینہ کی صفت منضمہ کہیں گے اور کیفیت ثالثہ میں عکس مرئی کو خیال محض کہیں گے اور اُس کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ایک اعتبار سے اُس کو معدوم محض کہنا بھی صحیح ہوگا اور ایک اعتبار سے عین شمس کہنا بھی صحیح ہوگا اور کیفیت رابعہ میں ظل کو آ ئینہ کی شبح اور مثال کہیں گے اور یہ سب احکام ظاہر ہیں۔ جب یہ مثال اور اُس کی کیفیات مختلفہ کے مختلف احکام ذہن میں مرتسم ہو گئے تو اب بعونہ

تعالیٰ وقوتہ اصل مقصود کو بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ علماء ظاہر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے معدومات کو اُن کے ازمنہ میں اپنی قدرت وارادہ سے وجود حادث کیساتھ متصف کر دیا اور مراد استقلال سے عدم افتقار الی الموجد حدوثاً اوبقاءً نہیں ہے کہ یہ تو خواص واجب سے ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ وجود حادث نہ کسی موجود کا عین ہے نہ اُس کا ظل۔ پس اس وجود سے وہ معدومات موجودات حقیقت ہو گئے اور یہ وجود واجب اور ممکن دونوں پر مقول بالتشکیک ہے واجب تعالیٰ پر بالاولیۃ والا ولویۃ اور ممکن پر لا با لاولیۃ والا ولویۃ ۔پس ان کے نزدیک ممکنات کا اتصاف وجود کے ساتھ ایسا ہے جیسا مثال بالا میں آئینہ کا اتصاف حرارت وسخونیت کے ساتھ کہ اتصاف تو حقیقی مگر آفتاب کا مفتقر اور حرارت آفتاب کا مغائر۔ پس اُن کے نزدیک وجود بھی کلی ہے اور موجود بھی کلی اور بعض حکماء اسلام یوں کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ماہیات ممکنہ کو موجود کرنا چاہا تو اُن کو اپنے وجود کے ساتھ جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ ایک خاص نسبت جس کی کنہ معلوم نہیں عطا فرمادی اور کوئی جداگانہ وجود اُن کو نہیں دیا پس وہ ماہیات اس نسبت کے سبب متصف بالوجود ہو گئیں۔ پس ان کے نزدیک ممکنات کا اتصاف وجود کیساتھ ایسا ہے جیسا مثال بالا میں آئینہ کا اتصاف نور کے ساتھ کہ وہ نور جزئی حقیقی ہے جس کے ساتھ آفتاب موصوف بالذات ہے اور آئینہ موصوف بالعرض۔ پس نور جزئی حقیقی ہے اور منور کلی اسی طرح یہ لوگ وجود کو جزئی حقیقی کہتے ہیں اور موجود کو کلی اور گو اس نسبت کی کنہ معلوم نہیں مگر دلیل کی ضرورت سے اُس کے قائل ہو گئے۔ فاضل میبذی نے اس مذہب کو شرح ہدایۃ الحکمۃ کی فصل فی ان الواجب لذاتہ لا یشارکہ الممکنات فی وجودہ میں اوّل مذہب مشہور حکماء کا لیس الوجود المطلق طبعیۃ نوعیۃ مقولا علی وجود ھو عین الذات ووجودات الممکنات بل ھو مقول علیھا قولا عرضیا

بالتشکیک ذکر کر کے اس عبارت سے نقل کیا ہے **وقال بعض المحققین الی قوله من الحکماء المحققین.** یہ مذاہب تھے علماء وحکماء اسلام کے اور اہل کشف اپنے کشف اور ذوق کی بناء پر ممکنات سے وجود کی مطلقاً نفی کرتے ہیں پھر دعویٰ کشف میں تو صرف اُن کے قول ہی کی تصدیق کی جاتی ہے باقی ذوق کی انہوں نے یہ تقریر کی ہے کہ وجود اصل ہے تمام خیرات وکمالات کی جس طرح عدم اصل ہے تمام شرور ونقائص کی اور تمام خیرات وکمالات راجع ہیں حق جل سلطانہ کی طرف تو اُن سب کی اصل یعنی وجود بھی خاص حق تعالیٰ کی ہی صفت ہوگا۔ ممکن کیلئے وجود ثابت کرنا ایک درجہ میں تشریک ہے ممکنات کی واجب تعالیٰ کے ساتھ گو علماء کے پاس اس کا جواب ظاہر ہے کہ جب وجود وتوابع وجود حق تعالیٰ کیلئے بالذات وعلی وجہ الکمال ثابت ہیں اور ممکنات کے لئے بالعرض وعلی توجہ النقص تو اس میں تشریک کیا ہوئی مگر صوفیہ اپنے اس دعویٰ میں ذوق کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے اس میں ان سے منازعت نہیں ہوسکتی اور یہ ذوق کسی دلیل قطعی عقلی یا نقلی کا مصادم بھی نہیں اس لئے اُن کو اس کے قائل ہونے کی گنجائش ہے۔ عقلی کے ساتھ تو عدم مصادمت ظاہر ہے چنانچہ خود بعض حکماء اس اتصاف بالوجود کی دلیل عقلی سے نفی کرتے ہیں۔ **کما نقلته عن الفاضل المیبذی.** اور گو اُن کی دلیل کے بعد مقدمات متکلم فیہ بھی ہیں مگر مسئلہ کا عقل سے غیر مصادم ہونا تو ثابت ہوگیا اور نقلی کے ساتھ عدم مصادمت کی وجہ یہ ہے کہ نقل ایسی تدقیقات سے تعرض نہیں کرتی وہ احکام وجودیہ کا اثبات کرتی ہے اور وہ احکام جیسا اتصاف حقیقی میں صادق ہیں اسی طرح اتصاف مجازی میں بھی اور اس کا کسی کو انکار نہیں تو نقل بھی اس کے مصادم نہ ہوئی۔ پس ان کے نزدیک وجود صرف حضرت حق سبحانہ کیلئے ثابت ہے اور ممکنات کو موجود کہتے ہیں نہ بایں معنی کہ وجود اُن کی صفت ہے بلکہ بایں معنی کہ وجود سے ان کو ایک گونہ تلبس ہے جس کی کنہ تو معلوم نہیں لیکن اُس

کے بعض وجوہ واحکام معلوم ہوئے ہیں جن کومختلف طور پر بیان بھی کیا گیا ہے۔ **کما سیاتی فی تقریر وحدۃ الوجود ووحدۃ الشھود** اور محض کنہ معلوم نہ ہونے سے جو اشکالات وارد ہو سکتے ہیں اُس سے تو متکلمین بھی محفوظ نہیں چنانچہ مسئلہ ایجاد بالاختیار پر فلاسفہ نے اُن پر سخت سخت اشکالات کئے ہیں مگر جب اُنہوں نے جواب دیدیئے تو اُن کو کوئی ضرر نہیں ہوا۔ اسی طرح صوفیہ نے بھی اشکالات کا جواب دے دیا ہے کما سیاتی نبذ منہ۔ یہ ہے مذہب صوفیہ کا قاطبۃً جس میں سب صوفیہ متفق ہیں اور نفی تعدد وجود میں صوفیہ کے ساتھ بعض حکماء بھی شریک ہیں **کما مر انفا من بعض المحققین**۔ اب آگے دو مذہب پر مختلف ہوگئے۔ ایک مذہب ہے شیخ اکبر کا دوسرا حضرت مجدد صاحب کا پس شیخ اکبر یوں کہتے ہیں کہ قبل تخلیق عالم موجود حقیقی صرف ذات حق تھی جس میں دو مرتبے تھے ایک ذات مع اپنے اسماء وصفات کے۔ دوسرے ان اسماء وصفات میں سے علم کا ایک مرتبہ یعنی تمام کائنات وجوبیہ وامکانیہ کا علم تفصیلی جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور ہر چند کہ یہ اعیان ثابتہ جو کہ مرتبہ ہے علم الٰہی کا اُن ہی اسماء وصفات میں داخل ہے مگر اس میں دو حیثیتیں ہیں ایک اُس کی صفت علم ہونے کی جس کے ساتھ ذات حق متصف ہے جو منشا ہے صدق قضیۂ ہو عالم کا دوسری حیثیت اُس کی معلوم یعنی متعلق علم ہونے کی۔

پہلی حیثیت سے اُس کو موجود عینی یعنی موجود خارجی کہتے ہیں۔ دوسری حیثیت سے اُس کو موجود علمی کہتے ہیں جیسا علم حادث میں صورۃ موجود فی الذہن میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک حیثیت اکتناف بالعوارض الذہنیہ کی یعنی یہ کہ وہ ذہن کے ساتھ قائم ہے اور ذہن اُس کے ساتھ متصف ہے اس اعتبار سے وہ صفت علم اور موجود فی الخارج ہے دوسری حیثیت نفس صورۃ یعنی یہ کہ وہ علم کا متعلق ہے اس اعتبار سے وہ معلوم اور موجود فی الذہن ہے اسی طرح اعیان دوسری حیثیت سے موجود فی العلم

کہلاتے ہیں موجود فی الخارج نہیں کہلاتے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب یہ موجودات علمیہ علم الٰہی میں موجود ہیں اور علم الٰہی خارج میں موجود ہے تو یہ موجودات علمیہ بھی بواسطہ خارج میں موجود ہوئے۔ جواب یہ ہے کہ موجود خارجی سے مراد موجود خارجی اصطلاحی ہے یعنی جو خارج میں بلا واسطہ موجود ہو اور جو شے بواسطہ علم موجود فی الخارج کے موجود ہو وہ موجود خارجی نہیں بلکہ واجب میں تو موجود علمی کہلاتی ہے اور ممکن میں موجود ذہنی ورنہ اگر موجود خارجی عام ہو تو موجودات ذہنیہ کو بھی شامل ہو جاوے گا اور قسیم کا قسم ہونا لازم آوے گا وھو باطل یہ جواب ہو گیا شبہ کا پس یہ اعیان ثابتہ پہلی حیثیت سے اسماء وصفات میں داخل ہیں جو کہ خارج بالمعنی المذکور میں داخل اور ایک مرتبہ ہے موجود کا اور دوسری حیثیت سے صفت علم کے مغائر ہو کر (گو تغائر اعتباری ہی ہو) ذات وصفات کی قسیم ہو کر خارج بالمعنی المذکور سے خارج اور دوسرا مرتبہ ہے موجود کا یعنی موجود علمی، غرض اس طرح سے قبل تخلیق عالم موجود حقیقی صرف ایک ذات تھی جس میں دو اعتبار سے دو مرتبے تھے ایک موجود عینی یعنی ذات مع اسماء وصفات کہ موجود خارجی اُسی میں منحصر ہے اور اُس کو ظاہر وجود سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے وجود سے تو اس لئے کہ ان صوفیہ کے نزدیک وجود عین ذات ہے اور ظاہر بمقابلہ مرتبہ آئندہ کے کہ اس کے وجود علمی کی بناء پر اُس میں ایک گونہ بطون ہے۔

چنانچہ اس پر وجود خارجی اصطلاحی کا حکم نہیں کیا جاتا پس ایک مرتبہ تو اُس موجود حقیقی کا یہ تھا۔ دوسرا مرتبہ موجود علمی یعنی اعیان ثابتہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے عالم کو عدم محض سے نکالنا چاہا تو اپنے ارادہ سے اس موجود علمی یعنی اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر باختلاف مراتب تجلی یعنی ظہور جو تنزلات کہلاتے ہیں متجلی ومنعکس فرمایا۔ تو اس سے ظاہر وجود میں ان اعیان ثابتہ کے عکوس اس طرح ظاہر ہو گئے کہ نہ اُن عکوس کو وجود خارجی حاصل ہوا اور نہ ظاہر وجود میں انہوں نے حلول کیا۔ محض ایک طرح کا وجود تخیلی

حاصل ہو گیا مگر سرسری نظر میں وہ وجود خارجی سمجھا جانے لگا پس ان کے نزدیک ممکنات کا اتصاف وجود کے ساتھ ایسا ہے جیسا آئینہ کی مثال بالا میں عکس قرص کا اتصاف وجود کے ساتھ کہ آئینہ کے اندر کوئی چیز واقعی اور موجود بوجود خارجی نہیں شعاع بصری کے ٹکرانے سے وہی اصل جسم نظر آتا ہے جس اُس کے محاذی ہے اور آئینہ کے اندر وہ نہ بعینہ ہے نہ بمثالہ اور اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ عکس مرئی فی المرآۃ فی نفسہ وہم وخیال محض ہے اس کا کوئی مستقل وجود نہیں اور حقیقت اس کی وہی جسم محاذی ہے اسی طرح یہ حضرات کہتے ہیں کہ ظاہر وجود پر اعیان ثابتہ کو متجلی فرمانے سے اُس میں جو عکوس ونقوش محسوس ہونے لگے ان کا فی نفسہ کوئی مستقل وجود نہیں خیالات محضہ ہیں کہ باوجود غیر موجود ہونے کے موجود معلوم ہونے لگے اور حقیقت ان کی وہی اعیان ثابتہ ہیں یہ تحقیق ہے وجود یہ کے اس قول کی کہ عالم بتمامہ عبارت ہے اسماء و صفات سے جنہوں نے مرتبہ علم میں تمائز پیدا کرلیا ہے اور آئینہ ظاہر وجود میں ایک قسم کا ظہور تخیلی پیدا کرلیا ہے اور اس قول کی کہ اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بو بھی نہیں پائی اور اس قول کی کہ اس ظہور میں عالم کو ظاہر وجود سے نہ اتحاد کا علاقہ ہے نہ حلول کا۔

پس وہ حضرات صرف وحدۃ کے قائل ہیں کہ بجز ذات واحد کے کسی کو وجود مستقل حاصل نہیں محض خیالی وجود ہے اتحاد کے قائل نہیں کہ عالم موجود ہو پھر ذات حق کے ساتھ وجود میں متحد ہو اور اس سے حلول کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ حلول میں حال اور محل دونوں موجود ہوتے ہیں پھر اُن میں ایک نوع کا اتحاد ہو جاتا ہے یہ ہے حقیقت وجود یہ کے مذہب کی اور اسی کو وہ دو عبارتوں سے تعبیر کر دیتے ہیں کبھی تو اس طرح سے کہ عالم بالکل معدوم ہے جیسے صورۃ متخیلہ فی المرأۃ کو معدوم محض یعنی باعتبار وجود مستقل کے کہنا بھی صحیح ہے اور کبھی اس طرح کہ عالم عین حق ہے جیسے صورۃ مذکورہ کو عین جسم محاذی بایں معنی کہ شعاع نے اسی کو ادراک کیا ہے کہنا بھی صحیح ہے۔ اب اس مذہب پر

اُس کی حقیقت کے درجہ میں تو کوئی اشکال نہیں رہا البتہ بعض استبعادات برنگ شبہات باقی رہ گئے اُن کو مع جواب کے عرض کرتا ہوں۔

شبہ اوّل: اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی فرمانے کے کیا معنی ہیں۔ جواب خود بعض عقلیات میں عقلاء دلیل کی ضرورت سے ایک حکم کے قائل ہوتے ہیں اور تحقیق حقیقت کے وقت اُس کے ادراک سے عذر کر دیتے ہیں میبذی سے حکماء کا قول جو اوپر نقل کیا گیا ہے اُس کے اخیر میں تصریح ہے **وتلک النسبة علی وجوہ مختلفة وانحاء شتیٰ یتعذر الاطلاع علی ماھیاتھا** اھ اور کشف میں تو اس کہنے کا زیادہ حق ہے کیونکہ وہ عقل سے اور بھی ابعد ہوتا ہے حتی کہ فلاسفہ باوجود اتنے طویل وعریض دعویٰ تحقیق کے ایسے مسائل میں صاف کہہ دیتے ہیں **وھذا طور وراء طور العقل لا یدرکه الا اصحاب القوة القدسیة** لیکن تاہم تقلیل استبعاد کے لئے عرض کرتا ہوں کہ تجلی کے معنی ظہور کے ہیں پس اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی فرمانے کے یہ معنی ہوں گے کہ اس پر اُن کو ظاہر فرما دیا۔ رہا یہ کہ اعیان ثابتہ جو کہ مرتبہ ہے علم تفصیلی کا پہلے بھی ظاہر وجود پر یعنی ذات حق پر ظاہر تھے چنانچہ کوئی علم بھی ذات حق پر مخفی نہیں۔ پھر ظاہر کا اظہار چہ معنی، سو اُس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مطلق ظہور مراد نہیں بلکہ وہ ظہور جس سے وہ اعیان وجود تخیلی کے ساتھ موصوف ہو جاویں سو چونکہ اہل حق کے نزدیک حق تعالیٰ علت موجبہ نہیں فاعل مختار ہے اس لئے باوجود یہ کہ پہلے سے اعیان ثابتہ بھی موجود اور ظاہر وجود بھی موجود اور وہ اعیان اس ظاہر وجود پر ظاہر بھی مگر چونکہ اس خاص ظہور کا جس کا اثر وجود تخیلی ہوا ارادہ نہ فرمایا تھا یہ ظہور خاص نہیں ہوا تھا جب اُس کا ارادہ فرمایا وہ خاص ظہور بھی ہو گیا اور اس علم میں کوئی تغیر نہیں ہوا لیکن خود اس ظہور میں تغیر اضافی ہوا یعنی اول اُس کے متعلق یہ علم تھا کہ **لم یقع** اب یہ علم ہوا کہ **قد وقع لان العلم لا یخاف المعلومات** سو یہ تغیر معلوم میں ہے علم

میں نہیں۔ مفسرین نے لیعلم اللہ کی تفسیر میں اس کو علم ظہور سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسی ظہور کو عارف جامی نے شاعرانہ رنگ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

بود اعیان جہاں بے چند وچوں زامتیاز علمی و عینی مصون
ناگہان در جنبش آمد بحر جود جملہ را درخوز خود باخود نمود

شبہ ثانیہ: جب تمام عالم کا وجود محض خیالی ہے تو خیال کے مرتفع ہونے سے معدوم ہو جانا چاہیے اسی طرح وجود خیالی پر احکام تکلیفیہ کیسے اور اس پر عذاب وثواب چہ معنی۔

جواب: خیال کے درجات میں تفاوت یہ بھی فاعل مختار کے اختیار میں ہے خود اُس نے ایک خیال تو ایسا پیدا کیا کہ رفع خیال سے اُس کا وجود مرتفع ہو جاوے۔ اور ایک خیال ایسا پیدا کیا کہ رفع خیال سے وہ مرتفع نہ ہو پس عالم کا وجود خیالی اُسی دوسری قسم کا پیدا فرمایا اس لئے احکام وجزا وسزا میں کوئی اشکال نہیں۔

شبہ ثالثہ: جب عالم کی حقیقت اعیان ثابتہ ہے اور وہ مراتب وجوبیہ سے ایک مرتبہ ہے جیسا اوپر ذکر ہوا کہ وہ بھی اسماء وصفات میں داخل ہے اور مراتب وجوبیہ تمام نقائص سے منزہ ہیں تو عالم میں جو کہ عکس اور ظہور ہے اس مرتبہ کا شر ونقص کہاں سے آیا۔ جواب وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز میں کوئی شر اور نقص ذاتی نہیں **فالوجود خیر کله** جس میں کوئی شر ونقص ہے نسبی اور اضافی ہے سانپ کا زہر انسان کے لئے شر ہے مگر خود سانپ کے لئے قوام حیات ہے۔ **وھکذا**

شبہ رابع: اعیان ثابتہ کی حقیقت علم تفصیلی ہے پس اس کی تجلی سے عالم میں صرف علم کا ظہور ہونا چاہیے دوسرے کمالات کا ظہور کیسے ہوا۔ جواب: چونکہ اعیان ثابتہ تمام معلومات پر مشتمل ہیں اُن میں دوسرے کمالات واجبہ بھی ہیں۔ اعیان ثابتہ کی تجلی اس طرح فرمائی گئی کہ اُس کے ضمن میں دوسرے کمالات کی بھی تجلی ہوگئی۔

شبہ خامسہ: شیخ کا مذہب مشہور ہے کہ اسماء وصفات باہم بھی اور ذات کے ساتھ

بھی عینیت رکھتے ہیں اور متجلی علیہ میں تغائر ضروری ہے پھر یہ تجلی کیسے ہوئی۔ جواب: اول تو شیخ سے اس مسئلہ کی نقل محل کلام ہے اور اگر ہو بھی تو اُن کا ایسی عینیت کا قائل ہونا ثابت نہیں جیسی عینیت کے فلاسفہ قائل ہیں کہ حقیقت اُس کی نفی صفات ہے جس سے وہ اس لئے متحاشی نہیں کہ ذات حق کو علۃ موجبہ مانتے ہیں اور واحد سے زیادہ کا مصدر نہیں مانتے اور باوجود اس اتحاد بالذات کے جس تغائر اعتباری کے وہ قائل ہیں چنانچہ ذات واجبہ کو باوجود اتحاد کے ایک اعتبار سے وہ عاقل کہتے ہیں اور ایک اعتبار سے معقول اور ایک اعتبار سے عقل چنانچہ مشہور ہے وہ تغائر اعتباری معتبر نہیں کیونکہ معتبر وہ تغائر اعتباری ہے جہاں وحدۃ ذات کے ساتھ جو حیثیت تغائر کی ہے وہ ایسی ہو کہ اُس کا تحقق متغائرین کے صدق پر مقدم ہو جیسے اپنے نفس کے معالجات نفسانیہ ہیں۔ معالج اور معالج کا تغائر ہے اور وہ تغائر اعتباری معتبر نہیں۔ جہاں حیثیت تغائر کا تحقق متغائرین کے صدق سے متاخر ہو اور فلاسفہ ذات واجب میں تغائر اعتباری بالمعنی الاول کے منکر ہیں۔ چنانچہ میر زاہد نے حواشی رسالہ قطبیہ میں اُن سے تصریحاً نقل کیا ہے۔ **ان معنی عينية صفات الواجب معه ان هناک اتحاد امحضا وان الحيثية فى قولهم ذاته تعالىٰ من حيث انها مبداء الانكشاف علم ومن حيث انها مبداء الآثار قدرة هى الحيثية المتاخرة عن اعتبار مفهوم العلم والقدرة لاالحيثية المتقدمة على صدقهما حتى يثبت الكثرة فيه بوجه ما.** اور اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا ہے **ان الامر فيما نحن فيه ليس كما فى المعالج والمعالج حيث يوخد فى الاول حيثية القوة الفعلية وفى الثانى حيثية القوة الانفعالية فالعا قل والمعقول والعقل يعنى الحاضر عند الذات المجردة ههنا امروا حد و ليس بينهما تغائر اصلا ولو بالاعتبار اه**

اور یہاں متجلی و متجلی علیہ میں باوجود اتحاد بالذات کے تغائر اعتباری بالمعنی الاول کا انکار ان حضرات سے کہیں ثابت نہیں اور یہ تغائر ان احکام کے لئے کافی ہے البتہ جس تغائر کے متکلمین قائل ہیں کہ صفات کو ذاتاً متحد نہیں کہتے بلکہ زائد علی الذات مانتے ہیں کما فی الیواقیت گو لزوم کا بھی حکم کرتے ہیں اور گو ادب کے سبب غیریت کا اطلاق نہیں کرتے صوفیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ فلاسفہ تغائر اعتباری کے بھی نافی ہیں اور متکلمین تغائر بالذات کے بھی قائل ہیں اور صوفیہ اتحاد بالذات و تغائر بالاعتبار کے قائل ہیں اور اتنا تغائر تجلی احدھما علی الاٰخر کے لئے کافی ہے۔ یہ حاصل ہے مذہب وجودیہ کا جس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ منجملہ مسائل علیہ کے یہ بھی ایک علمی مسئلہ ہے گو مستند اُس کا کشف ہو جس کو مقدمہ میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں لیکن ممکن ہے کہ کبھی کسی علمی مسئلہ کے کشف اضطراری یا اس کے مراقبہ استحضار اختیاری سے کسی کیفیت یا حال کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس مسئلہ کا اظہار بلا اختیار ایسے عنوان سے ہو جائے کہ وہ عنوان اس مسئلہ کے تمام جوانب کے احاطہ کے لئے کافی نہ ہو اور اس ناتمام عبارت کے سبب سامعین کو غلط فہمی پیدا ہو جائے۔ پس اس مسئلہ میں جو موہم عبارات بعض کے اقوال میں پائی جاتی ہیں۔ منشاء اُس کا یہ ہے سو حسن ظن کا مقتضا یہ ہے کہ اگر فن میں مہارت ہو تو اُس کو حقیقت کی طرف راجع کر لے ورنہ سکوت اختیار کرے اور مسائل تصوف ہی کی کیا تخصیص ہے واقعات یومیہ میں بھی کسی عارض سے کبھی ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ایک طرف مشغول ہو جانے سے دوسری جانب سے ذہول ہو جاتا ہے کما فی المشکوٰۃ عن عثمان قال ان رجالا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین توفی حزنوا علیہ حتی کاد بعضھم یوسوس قال عثمان فکنت منھم فبینا انا جالس مر علی عمر رضی اللہ عنہ فلم

اشعر به فاشتکی عمر الی ابی بکر رضی الله عنه ثم اقبلا حتی سلما
علی جمیعا الی قوله قال ابو بکر صدیق عثمان قد شغلک امر فقلت
اجل الحدیث رواه احمد. دیکھئے حضرت عثمان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
سلام کی خبر نہ ہوئی جس کا جواب دینا واجب تھا اکثر فرح یا غضب کے غلبہ میں ایسا ہو
جاتا ہے کبھی ذہن قابو میں نہیں رہتا کبھی زبان قابو میں نہیں رہتی اسی طرح اگر حال
باطنی کے مغلوب کو تکلم کے وقت خصوص جب کہ وہ بھی اضطرارا ہو عبارت کے تمام
جوانب کا احاطہ نہ رہے تو کیا مستبعد ہے اُس کو معذور سمجھنا چاہیے۔ رہا یہ کہ بعد افاقہ
کے اُس کی اصلاح کر دینا چاہیے تھا تا کہ گمراہی نہ پھیلتی جواب یہ ہے کہ اُس پر مطلع
صرف خواص ہوتے تھے اور وہ حقیقت کو سمجھتے تھے کتابیں بھی خواص ہی کے لئے لکھی
جاتی ہیں تا کہ وہ اپنے واردات کو اُن پر منطبق کر کے اُن کی صحت وفساد کا اندازہ کر سکیں
اُن ہی بزرگوں کو ان مطالع کی جو کہ ہر خفی وظاہر مضامین کے لئے مطالع ہو گئے کیا خبر
تھی پھر اس پر بھی انہوں نے غیر اہل کیلئے یہ فتویٰ دیا یحرم النظر فی کتبنا اس
سے زیادہ کیا کرتے۔ اب حضرت مجدد صاحب کے مشرب کا بیان کرنا باقی رہ گیا۔ سو
اس میں تو شیخ اکبر کے ساتھ وہ بھی متفق ہیں کہ وجود حقیقی کی عالم سے نفی کرتے ہیں
جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے صرف اثبات وجود غیر حقیقی للممکنات کی کیفیت میں ان سے
مختلف ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ قبل تخلیق عالم موجود حقیقی صرف ایک ذات حق تھی مع
اپنے جمیع اسماء وصفات کے اور ان اسماء وصفات کے علاوہ مرتبۂ عدم میں کچھ حقائق
اعتباریہ تھے یعنی ان اسماء وصفات کے مقابل مفہومات جو ذات حق میں معدوم ہیں
جیسے علم کے مقابل جہل اور قدرت کے مقابلہ میں عجز وعلی ہذا پس یہ دو چیزیں ہوئیں
ایک کمالات کہ وہ وجودات ہیں اور دوسرے نقائص کہ وہ عدمات ہیں جب حق تعالیٰ
نے عالم کو ظاہر کرنا چاہا ان کمالات کو ان عدمات پر متجلی فرمایا ان عدمات میں اُن

کمالات کی صورت منعکس ہوگئی اور اس انعکاس سے ایسے حقائق ظاہر ہو گئے کہ اُن کا مادہ تو یہ عدمات ہیں اور اُن کی صورت یہ عکوس ہیں اور یہی حقائق ماہیات ہیں ممکنات کے اور چونکہ یہ عدمات بوجہ نقائص ہونے کے عین نہیں ہیں اسماء وصفات کے جیسا عین ثابتہ ان کے عین تھے اور بوجہ اُن میں انعکاس کمالات کے عدمات محضہ بھی نہیں رہے لہٰذا اُن کا وجود نہ حقیقی ہے **لانحصار الوجود الحقیقی فی الحق سبحانہ وتعالیٰ** اور نہ خیالی محض ہیں **کما کان فی مذهب الوجوديه** ورنہ عینیت نقائص کی کمالات کے ساتھ لازم آوے گی ھف (اور وجودیہ پر یہ لازم نہ آیا تھا صرف اُن کے نزدیک عینیت کمالات ظاہر وجود کے ساتھ لازم آتی تھی کیونکہ وجود خیالی کوئی چیز نہ تھا **ولا محذور فيه**) پس ان عدمات کا وجود جب نہ حقیقی ہے نہ خیالی تو دونوں کے بین بین ہے اس کو وجود ظلی کہتے ہیں ظل کی یہی شان ہوتی ہے کہ ذی ظل کے غائب ہونے سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر شعاع بصری کے بند ہونے سے وہ معدوم نہیں ہوتا پس اُن کے نزدیک یہ وجود ظلی مثال بالا میں اُس آئینہ کے سایہ کے مشابہ ہے جو دھوپ میں ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت اُس کی عدم نور ہے اور یہ خاص شکل وصورت مربع یا مدور وغیرہ احاطہ نور سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اگر وہاں دھوپ نہ ہو تو یہ شکل خاص پیدا نہ ہو عجب نہیں یہی تصرف فی العدم محمل ہو مولانا رومی کے کلام کا:

پس خزانہ صنع حق باشد عدم — کہ بر آرد ز عطا ہاد مبدم
مبدع آمد حق و مبدع آن بود — کہ بر آرد فرع بے اصل و سند

دفتر پنجم قبیل سرخی مثال عالم نیست ہست نما و عالم ہست نیست نما

اور یہ حمل اگر صحیح ہو تو وحدۃ الشہود کے اجمالی قول کو بھی مجدد صاحب سے متقدم کہنا صحیح ہوگا جیسا وحدۃ الوجود کے اجمالی قول کا شیخ اکبر سے متقدم ہونا اوپر بیان مقصود کے شروع میں مذکور ہوا ہے یہ حاصل ہے مجدد صاحب کے مشرب کا جس کا لقب وحدۃ

الشہود ہے اور حقیقت اس کی بھی وحدۃ الوجود ہی ہے کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا کہ ان کے نزدیک بھی وجود حقیقی واحد ہی ہے جیسا شیخ اکبر کے نزدیک تھا صرف فرق یہ ہے کہ شیخ اکبر وجود ظلی کی نفی کرتے ہیں اور مجدد صاحب اُس کا اثبات کرتے ہیں۔ پس اصطلاح میں وحدۃ الوجود کے معنی یہ ہوئے کہ اثبات وحدۃ الوجود مع نفی الوجود الظلی اور ظاہر ہے کہ مجدد صاحب اس کے قائل نہیں اس لئے اُن کے مشرب کا لقب وحدۃ الوجود نہیں ہوا باقی وحدۃ الشہود سے ملقب ہونے کی وجہ سو وہ یہ ہے کہ مجدد صاحب نے شیخ اکبر کا عذر یہ فرمایا ہے کہ اُن کو غلبہ نور وجود سے وجود ظلی مشہود نہیں ہوا۔ صرف وجود واحد ہی مشہود ہوا جیسا بے قلعی کے آئینہ کا ظل جو کہ بوجہ اس میں سے دھوپ چھننے کے کامل طور سے مستبین نہیں ہوتا بعض اوقات ضعیف البصر کو محسوس نہیں ہوتا بلکہ صرف محیط و ممزوج دھوپ ہی اُس کو نظر آتی ہے (اور یہی تطبیق مثال سبب ہے مثال بالا میں غیر قلعی دار آئینہ کے فرض کرنے کا) سو چونکہ مجدد صاحب شیخ کے دعوے وحدۃ الوجود بالمعنی المذکور کی اس حقیقت کے کہ وہ وحدۃ الشہود ہے کاشف ہوئے اس کشف حقیقت کی مناسبت سے ان کے مشرب کا لقب وحدۃ الشہود ہو بایں معنی کہ وحدۃ الوجود مشہور کی حقیقت وحدۃ الشہود سے اُنہوں نے ظاہر فرمائی پس گویا شیخ اکبر حقیقت مسئلہ کی وحدۃ الوجود سمجھے اور مجدد صاحب اُسی مسئلہ کی حقیقت وحدۃ الشہود سمجھے۔ نیز شیخ وجود عالم کی نفی کرتے ہیں اس لئے صرف وجود حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مجدد صاحب عالم کے لئے وجود ظلی کا اثبات کرتے ہیں مگر باوجود اس کے اُس کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ صرف وجود حق ہی کا مشاہدہ کرتے ہیں جیسے دن میں ستاروں کا مشاہدہ نہیں ہوتا باوجود یہ کہ ستارے موجود ہیں اور موجود سمجھے بھی جاتے ہیں۔ (کلا الوجھین ماخوذ من المکتوبات) یہ وجہ ہے تسمیہ اصطلاحیہ میں فرق کی ورنہ لغوی معنی وحدۃ الوجود کے قائل ہونے میں دونوں حضرات شریک ہیں جیسا اوپر ظاہر

ہو چکا کہ وہ بھی وجود کو جزئی حقیقی کہتے ہیں پس چار مذہب میں سے تین مذہب اس دعوے میں متفق ہیں صرف علماء ظاہر وجود کو کلی مشکک اور اس کے مصداق کو متعدد مانتے ہیں اور مجدد صاحب کے مشرب پر اکثر وہ استبعادات بھی وارد نہیں ہوتے جو وجود یہ پر وارد ہوتے تھے اگر چہ اُن سے بھی مدفوع ہو گئے تھے مگر اُن پر وارد ہی نہیں ہوتے۔ مثلاً شبہ ثانیہ اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ اُن کے نزدیک وجود عالم کا خیالی نہیں بلکہ ظلی ہے جو کہ قسم ہے وجود نفس الامری کی اور مثلاً شبہ ثالثہ اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ شرور ونقائص کو عدمات سے ناشی مان لیا جاوے گا اور مثلاً شبہ رابع اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ وہ جمیع کمالات کی مستقلاً تجلی کے قائل ہیں اور مثلاً شبہ خامسہ اس لئے وارد نہیں ہوتا کہ اُن کے نزدیک متجلی ومتجلی علیہ میں عینیت کا احتمال ہی نہیں البتہ شبہ اولیٰ یعنی عدمات پر اسماء وصفات کی تجلی فرمانے کی حقیقت کا سوال یہاں بھی واقع ہوسکتا ہے اجمالاً بھی اور اُس کا جواب وہی ہے جو وہاں اجمالاً لکھا گیا تھا اور تفصیلاً بھی جس کا جواب وہاں کے تفصیلی جواب سے اس لئے مغائر ہے کہ وہ سوال تفصیلی بھی وہاں کے سوال کے مغائر ہے اور یہ اُس سے بھی عویص ہے جیسا ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس میں عدم کیلئے وجود کے احکام (چنانچہ متجلی علیہ کا مقتضے الوجود ہونا ظاہر ہے) پھر اُس عدم پر قدم کا حکم کرنا لازم آتا ہے گو جواب سے وہ بھی دفع ہو جاتا ہے لیکن سوال کے عویص ہونے میں شبہ نہیں اور اس بناء پر وحدۃ الوجود کو بہ نسبت وحدۃ الشہود کے ابعد عن العقل کہنا اقرب الی العقل نہیں ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ وہ عدمات جب کہ کسی قسم کے وجود سے بھی متصف نہیں پھر وہ محل انعکاس للوجودیات کیسے بن گئے کہ محلیت للوجود ہی کیلئے وجودیت کا اشتراط ظاہر ہے جواب یہ ہے کہ عدمات گو موجود نہ ہوں مگر ہیں واقعی۔ چنانچہ یہ قضیہ قطعاً صادق ہے کہ مثلاً عجز ذات حق میں معدوم ہے تو یہ عدم واقعی نہ ہوگا تو معاذ اللہ عجز کا وجود واقعی ہوگا۔ لا ستحالۃ ارتفاع

النقیضین اور یہ محال ہے پس اس عدم کی واقعیت ثابت ہوگئی اسی طرح دوسرے عدمات کی بھی اور اگر یہ شبہ ہو کہ قضیہ موجبہ کیلئے وجود موضوع شرط ہے اور یہاں موضوع مثلاً عجز موجود نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے تو موجبہ مثلاً العجز معدوم کیسے صادق آوے گا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ موجبہ حقیقت میں سالبہ ہے یعنی العجز لیس بموجود لیکن یہ سالبہ بھی واقعی ہے تو عدم کا واقعی ہونا اب بھی ثابت رہا لیکن اگر اس کو موجبہ بھی مان لیا جاوے تو اس صورت میں محققین نے اس اشتراط ہی کو تسلیم نہیں کیا چنانچہ حمد اللہ نے اس سے بحث کی ہے اُن کے نزدیک موضوع ومحمول میں صرف تعلق شرط ہے اور وہ یہاں متحقق ہے بہرحال جب عدمات واقعی ہوئے تو وہ محل انعکاس بن سکتے ہیں اور یہ مسلم نہیں کہ وجودی کے محل کیلئے وجودیت شرط ہے صرف واقعیت کافی ہے اور وہ متحقق ہے کما ذکر اگر کہا جاوے کہ عدم تو قدیم ہے اگر اس کو واقعی مانا جاوے تو واقعیات کا قدم لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے عدم کا قدم حقیقت میں اُس کے قدم کا عدم ہے جو عین مطلوب ہے اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا صرف الفاظ موحش ہیں مگر اعتبار معانی کا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ عدم تو حقیقت واحدہ ہے اس میں تجزی وتمائز نہیں پھر اسماء وصفات مختلفہ کی تجلی اس پر کیسے ہوئی کہ اس سے محل واحد پر احوال متعددہ کا ورود لازم آتا ہے وھو غیر معقول۔ جواب یہ ہے کہ باوجود عدم کی حقیقت واحدہ ہونے کے اُس میں باعتبار تمائز مضاف الیہ کے تمائز اضافی و اعتباری ہے پس جیسے حال میں تعدد ہے محل میں بھی تعدد ہوگیا اور کوئی اشکال نہیں رہا غرض شبہات تو سب دفع ہوگئے۔ باقی یہ کہ اس انعکاس کی کنہ کیا ہے۔ سواوپر ذکر ہو چکا ہے کہ کشفیات کی کنہ تو ہم کو کیا معلوم ہوتی خود عقلیات کی کنہ بتلانے سے عقلاء عاجز ہیں۔ چنانچہ جن ارتسامات وانتقاشات کے عقلاء قائل ہیں ان کی کنہ نہیں بتلا سکتے۔ دیکھئے صور محسوسہ کا ارتسام حدوثاً وبقاءً حس مشترک وخیال میں اور معانی جزئیہ کا

وہم اور حافظہ میں اور معانی کلیہ کا اور عقل میں اور حفظاً عقل فعال میں جو سب سے ہی زیادہ بے جوڑ ہے یہ سب حکماء وفلاسفہ کے دعوے ہیں جن میں سے بعض میں بعض حکماء اسلام بھی متفق ہیں مگر آج تک کنہ معلوم نہ کر سکے اور اسی وجہ سے خود بھی کثرت سے اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ پس اگر ارتسام اسماء وصفات کا اعدام میں مدرک بالکنہ نہ ہو مگر کوئی دلیل قطعی نقلی یا عقلی اُس کی مصادم بھی نہ ہو تو محض عدم ادراک کنہ سے اُس کا واجب الانکار ہونا لازم نہیں آتا۔ مذہب مشہودیہ کا بیان بھی بحمد اللہ تعالیٰ ختم ہوا جس پر مقصود بھی ختم ہو گیا اب بطور فذلکہ کے دونوں مذہبوں میں فرق کا ملخص عرض کر کے ایک وصیت پر رسالہ کو ختم کرتا ہوں وہ فرق یہ ہے کہ وجودیہ کے نزدیک حقیقت عالم کی اسماء وصفات ہیں جو ظاہر وجود پر متجلی ہوئے اور اُس سے عالم کا وجود خیالی پیدا ہوا جس کی تعبیر کبھی یوں کرتے ہیں کہ وہ معدوم محض ہے مگر اس کے ساتھ ہی مورد احکام کا ہے اور کبھی یوں کرتے ہیں کہ وہ عین حق ہے اور دونوں کا حاصل ایک ہی ہے اور شہودیہ کے نزدیک حقیقت عالم کی عدمات ہیں جن پر اسماء وصفات نے تجلی فرمائی جس سے وجود ظلی پیدا ہوا اس لئے وہ عالم کو نہ معدوم سمجھتے ہیں نہ عین حق ہے۔ باقی عالم سے نفی وجود حقیقی میں دونوں شریک ہیں اور اس میں اہل ظاہر کی ملامت کے دونوں ہدف ہیں اور یہ ملامت شیخ پر اس لئے زیادہ ہے کہ اُن کے کلام کو غلط سمجھتے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ اگر شیخ کا قول ضلال محض ہوتا تو حضرت مجدد صاحب بجائے اُس کی تقریر کے اُس کا ابطال اور شیخ کی تضلیل بلکہ تکفیر فرماتے حالانکہ باوجود تغلیط کے اُن کو تصریحاً مقبولان الٰہی میں شمار فرماتے ہیں۔ کمافی مکتوبات

اب آخر میں ضروری وصیت کرتا ہوں وہ یہ کہ اول تو تمام مسائل کلامیہ میں عموماً اور ان میں سے اُن مباحث میں جن کا تعلق ذات وصفات سے ہو خصوصاً بدون قطعی عقلی یا نقلی کے محض ظنیات کی بناء پر کہ کشف سب میں انزل ہے کوئی حکم کرنا خصوص حکم

جازم کرنا بلکہ بلا ضرورت کچھ بھی گفتگو کرنا سخت محل خطر و خلاف مسلک سلف صالحین ہے اور جن بزرگوں نے کچھ کلام کیا ہے اُن میں اکثر کی غرض محض اہل اہواء کا دفع تھا (جیسا مجدد صاحب نے بغرض اصلاح غلاۃ وجودیہ اس میں کلام فرمایا) گو بعض نے اُس کو مقصود بنالیا جو کہ خلاف احتیاط ہے۔ اسلم ایسے مسائل میں یہی ہے کہ نصوص سے تجاوز نہ کریں اور سلف کے مسلک پر اور اُن کے اس ارشاد پر کہ **ابھموا ما ابھم اللہ تعالیٰ** عمل رکھیں اور اگر کوئی حقیقت زائدہ علی النص کسی دلیل ظنی سے کہ کشف بھی اس میں داخل ہے منکشف ہو اور کسی دلیل عقلی قطعی اور نیز کسی نص قطعی یا ظنی کے مخالف بھی نہ ہو تو اُس میں بھی خوض نہ کریں دونوں جانب کو محتمل سمجھتے رہیں چونکہ یہ مسئلہ متکلم فیہا بھی اُن ہی مسائل سے ہے جن کا تعلق ذات وصفات سے ہے۔ کیونکہ حاصل اس کا ارتباط الحادث بالقدیم ہے اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ رکھیں اور اجمالاً یہ اعتقاد تو جزم کے ساتھ رکھیں کہ عالم پہلے ناپید تھا اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنے علم وقدرت وارادہ سے پیدا فرمایا باقی یہ کہ کس طرح پیدا فرمایا اس میں نہ خوض کریں نہ کلام کریں جیسے مسئلہ قدر میں احادیث میں بھی تعلیم منصوص ہے کہ اجمال کے درجہ میں اُس کے اعتقاد کو فرض اور شرط ایمان فرمایا اور تفصیل کے درجہ میں خوض یا کلام کو منع فرمایا۔ **واللہ الموفق لکل مقلد ومحقق و منقل و مدقق**

**اوائل ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ حین بلوغ عمری سبعۃ و ستین سنۃ والحمد للہ اولا واٰخر او الصلوٰۃ علی رسولہ باطنا وظاھرا**

ضمیمہ: بعد تحریر رسالہ مولانا نور محمد صاحب مقیم حیدرآباد سے ایک اتفاقی مختصر مکاتبت اسی مسئلہ کے متعلق ہوئی تتمیما للفائدہ اس کو بھی ملحق کردینا مناسب معلوم ہوا و ھو ھذا.

مکتوب اوّل از مولانا: (بعد تمہید) ایک مسئلہ میں جو التکشف ص ۶۰ میں تحت عنوان وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود درج ہے کہ لفظی فرق ہے دونوں میں یہ سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ

اور وحدۃ الوجود میں ... [illegible] ... مجھے ... [illegible] ...

کیونکہ ذات متصف ہے صفت سے اس لئے صفت کمال کی نسبت ذات باری عزاسمہ کی طرف اور صفت نقص کی نسبت ذات ممکن کی طرف ہے۔ حتیٰ کہ اور میت واجب اور ممکن قدیم حادث یوں کہہ سکتے ہیں صفت ثبوتیہ کی نسبت ذات واجب کی طرف صفات سلبیہ کی ذات ممکن کی طرف اس سے واضح ہوا غیریت اعتباریہ اور عینیت حقیقی ہے اور وحدۃ الشہود بر عکس ہے۔ پھر صرف لفظی اختلاف کے قائل ہونے کی کیا سبیل ہے پھر درآں حالیکہ اہل فن کی تصریحات اسی نوع کی موجود ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظی اختلاف کی صراحت کی ہے اس کے علاوہ دونوں لفظ یہ بتاتے ہیں کہ ہمہ اوست میں سالک وحدت وجود میں سمجھتا ہے اور ہمہ از ست میں شہود میں وحدت سمجھتا ہے یعنی وہاں وحدت حقیقی ہے یہاں وحدت صرف شہودی ہے اگر ارشاد ہوگا تو تفصیلی عرض کروں گا۔

جواب از احقر: السلام علیکم، یہ اختلاف بد وظہور مسئلہ وحدۃ الشہود سے ہے کہ ان دونوں میں نزاع لفظی ہے یا حقیقی۔ بعض اول کے قائل ہوئے ہیں اور اس کے خلاف عبارات کو اس طرف راجع کیا ہے ومنھم شیخی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض ثانی کے قائل ہوئے ہیں۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثانی ہی مفہوم ہوتا ہے چنانچہ ان کا ارشاد ہے تا فرق درمیان دو مذہب بروجہ اتم حاصل گردد و یکے بدیگرے خلط نہ شود۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ پس عالم باسرہا نزد شیخ محی الدین عبارت از اسماء وصفات ست کہ در خانہ علم تمیز پیدا کردہ در مرات ظاہر وجود در خارج نمودے حاصل کردہ است ونزد فقیر عالم عبارت از عدمات است کہ اسماء وصفات واجبی در خانہ علم درآنجا منعکس گشتہ ودر خارج بایجاد حق سبحانہ آں عدمات باں عکوس بوجود ظلی موجودہ شدہ الخ۔ میرا خیال یہ ہے کہ حقیقت میں تو اختلاف حقیقی ہے مگر چونکہ وحدۃ الوجود مسئلہ موحشہ تھا اس لئے

[illegible]

[illegible] حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا [illegible] ہے [illegible]

سو کہ حضرت مجدد صاحب کا ایک مکتوب نظر سے گزرا [illegible]

[illegible] کیے گئے۔ [illegible]

قول پر [illegible] ہے جو صحیح نہیں ہوا۔ آپ نے جو اعتراض کیا ہے وہ نظر سے نہیں گزرا [illegible]

پوری عبارت رہ گئی۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے [illegible]

مکتوب [illegible] حضرت مجدد صاحب قدس سرہ مکتوب (۴۴)
جلد ۲ میں فرماتے ہیں۔ محبت آثارا [illegible] در مکتوبات [illegible] تفصیل نوشتہ است
ونزاع فریقین را [illegible] راجع داشتہ الخ اس کے بعد فرق [illegible] کو واضح فرمایا ہے اور
ان توجیہات میں مکتوب اول جلد ۲ کی توجیہات کا ارادہ کر کے تطبیق بیان فرمائی ہیں اور
وجہ تطبیق بیان فرمانے کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مکتوب اول جلد ۲ میں اظہار فرق مجملاً ہے
اور مکتوب (۴۴) میں صراحت لفظی کی ہے اس لئے قطع تعارض کی ضرورت آپ کو
محسوس ہوئی چنانچہ مکتوب اول جلد ۲ کی عبارت جو آخر یہاں نقل ہے فرق تحقیق [illegible] "
تا فرق درمیان دو مذہب بوجہ اتم حاصل گردد" دونوں مذاہب کے ملاحظہ سے اس
ناچیز خادم نے دونوں مذہب کا خلاصہ جو جو سمجھا ہے وہ بھی عرض کرتا ہے اور پھر دونوں
میں کیا فرق ہے۔ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی مکاتیب اول
جلد ۲ میں جو ان کا مذہب معلوم ہوتا ہے اس سے میں نے یہ سمجھا ہے وجود ایک ہے
(وجود مطلق) ذات دو ہیں۔ (ذات واجب، ذات ممکن) کیونکہ دونوں مراتب اسماء و
صفات ہیں۔ کیونکہ ظلال وعکوس اسماء وصفات کو عین اسماء وصفات کہتے ہیں اور اسماء و
صفات عین ذات ہیں اس لئے وجود واحد ہوا اور ذات اپنے واسطے تجلی ہوئی جس کا وجود فی
الخارج قطعاً نہیں اور حضرت شیخ اعیان ممکنات کہتے ہیں جو ظلال اور عکوس سے عبارت

ہے ہستی فی الخارج کو مرآۃ قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو عینیت کا قائل ہونا پڑا ان کے نزدیک صفات میں حسن وقبح اضافی ہے اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات میں حضرت شیخ سے متفق ہیں کہ اعیان ممکنات اسماء وصفات کے عکوس و ظلال ہیں لیکن مرأت عکوس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

حضرت قدس سرہ ہستی فی الخارج کو مرأت نہیں قرار دیتے بلکہ اسماء وصفات کے مقابل میں جو عدمات مرتبہ علم میں ہیں ان کو مرأت قرار دیتے ہیں بلکہ ان صور ممتزجہ کو ممکنات سے تعبیر فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں "ماشمت رائحۃ الوجود الخارجی اور حضرت مجدد صاحب، اس کے وجود خارجی کے قائل ہیں۔ مگر ان عکوس یا صور ممتزجہ یا عدمات متقابلہ کا وجود ظاہر وجود کا ظل اور ان کا خارج اس کے خارج کا ظل اور ان کا نفس الامر اس کے نفس الامر کا ظل، چنانچہ جلد ۳ مکتوب ۲۶ ص ۵۲ میں صراحت فرماتے ہیں۔

(عالم درخارج موجود است اگر چہ ایں خارج ظل آں خارج بود وایں وجود ظل آں وجود باشد الخ)

حضرت شیخ اعیان کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ وہی اسماء وصفات ہیں جو مرتبہ علم میں تمیز حاصل کر چکے ہیں اور حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یہ عکوس وظلال ہیں اور عکس عین ذی عکس نہیں ہوسکتا۔ اور نہ وہی ہوسکتا ہے بلکہ فی الخارج موجود ہے (لیکن عین مراۃ بھی نہیں ہوسکتا پھر تعبیر ممکنات کی عدمات مقابلہ سے کرنا کس توجیہ پر ہے نور محمد) اور حضرت قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دو ذات ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ وجود کو بھی فی الخارج دو مانتے ہیں گو دونوں کے فی الخارج میں فرق ہو اور صفات کے حسن وقبح کو اضافی نہیں مانتے بلکہ صفات نقص راجع بہ ذات ممکن وصفات کمال راجع بواجب کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وجود اصلی حضرت مجدد صاحب کے نزدیک بھی ایک ہے جیسا کہ مکتوب اول جلد ۲ کی تمہید سے واضح ہوتا ہے۔ جہاں

انہوں نے صفات نقص کو راجع بعدم اور صفات کمال کو راجع بوجود کہا ہے اور پھر ممکنات واعیان کی تعبیر عدمات سے کی ہے اگر اس کے بعد کوئی ارشاد ہو تو اس خادم وخاکپا کو مطلع فرمایا جائے۔ یہ خلاصہ ہے جو میں نے حضرت مجدد صاحب کے خطوط سے سمجھا ہے جس کی بعض مواقع پر تعبیر اپنے لفظوں میں کر دی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کسی حیدرآبادی بزرگ کے جواب میں دونوں میں فرق لفظی کی صراحت کی ہے اور فرق بیان بھی فرمایا ہے وہ قلمی ہے مدرسہ کے کتب خانہ میں ہے تلاش کیلئے کہہ دیا ہے امید ہے کہ ملنے کے بعد نقل کر کے بھیج دوں گا۔ دونوں مکتوب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرق تو حقیقی ہے مگر چونکہ اصلی وجود کے ایک ہونے میں دونوں متحد ہیں اس لئے اس کو بہت تھوڑا فرق سمجھا گیا جو قطع نظر کرنے کے قابل ہے۔ واللہ اعلم

جواب از احقر: السلام علیکم، میں نے جو مکتوبات مجددیہ سے سمجھا ہے وہ قریب قریب وہی ہے جو آپ نے سمجھا ہے کچھ کچھ تعبیر میں تفاوت ہے، جس کو میں نے اپنے رسالہ میں اختیار کیا ہے اور غالباً میری تعبیر کچھ واضح وسلیس ہے تاہم بعض اجزاء آپ کی تحریر میں غالباً زائد ہیں اسی لئے میں نے اس مکاتیب کو اپنے رسالہ کا ضمیمہ بنانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سہولت سے میسر ہو جائے اس کو بھی ضمیمہ کا جزو بنا دوں گا۔ آپ نے اپنے اس مکتوب میں اعیان کی نسبت حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ یہ عکوس وظلال ہیں اور عکس عین ذی عکس نہیں ہو سکتا اور نہ وہمی ہو سکتا ہے بلکہ فی الخارج موجود ہے اھ نقل کر کے ایک اشکال وارد فرمایا ہے ونصہ (لیکن عین مراۃ بھی نہیں ہو سکتا پھر تعبیر ممکنات کی عدمات متقابلہ سے کرنا کس توجیہ پر ہے نور محمد) سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عدمات کو مجموعہ حقیقت ممکنات نہیں فرماتے بلکہ اُن کی مجموعہ حقیقت میں عدمات کو اصل و مادہ کہتے ہیں اور

عکوس اسماء وصفات کو بمنزلہ صور حالہ کے پس جہاں عدمات کو ممکنات کی حقائق کہا ہے۔ حقائق سے مراد مادہ ہے نہ کہ مجموعہ حقیقت۔

چنانچہ جلد دوم کے مکتوب اول میں اس کی تصریح ہے فی قولہ رحمۃ اللہ علیہ آن عدمات باآں عکوس اسماء وصفات حقائق ممکنات اند، غایت مافی الباب آن عدمات در رنگ اصول ومواد آں ماہیات اند وآن عکوس ہمچوں صور حالہ درآں مواد اھ۔

مکتوب ثالث از مولانا: (بعد تمہید) اشکال کے جواب سے تسلی ہوئی۔ لیکن حلول کے مدارج اور اقسام ہیں۔ ایک قسم امتزاج ہے یعنی **تداخل الاجزاء بعضهما في بعض حتى لايمتاز بعضها عن بعض كانها شيء واحد فما بقي اسمها الاول بل صار موسو مأباسم جديد او مشخصاً بشخص جديد** اور دوسری قسم ارتسام **كحول العكوس و حلول الظلال في الماء او في اى محل**۔ پس اگر اول قسم مراد ہے تو اُس کو اصل اور مادہ کہنا درست ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ اعیان ثابتہ مرتبہ علم ہی میں ممتاز اور موجود مانے گئے ہیں جو مراتب قدیمہ میں سے ہے اور اس قسم کی ترکیب مراتب امکانیہ حدوثیہ میں سے ہے اور اگر دوسری قسم مراد ہے جیسا کہ حضرت مجدد صاحب کا ارشاد ہے تو چاہیے کسی صورت میں بھی حمل بالمواطات صحیح نہ ہو کیونکہ عکس اور مرآۃ میں حمل مذکور کسی طرح جائز نہیں۔ حالانکہ مجدد صاحب نے بعض حالات میں حمل صحیح قرار دیا ہے بایں معنی کہ وہ شخص کاذب نہیں اور اسی تاویل سے اہل وجود کی تعبیر سے تحاشی فرمائی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ عکوس اور ظلال اور ان کے اذواء کے درمیان حمل مذکور کے قائل ہیں مگر مرآۃ یعنی عدمات اور ذی عکوس یا عکوس کے مابین حمل مذکور کے قائل نہیں مثلاً کوئی ناواقف کم سمجھ زید کے عکس کو آئینہ میں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ **هذا زيد** گو وہ مطابق نفس الامر نہیں مگر اس کو کاذب بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اگر وہ مرأۃ کو زید کہے یا عکس زید اور

مرأۃ میں حمل مذکور کا قائل ہو تو وہ خلاف نفس الامر ہے اور وہ شخص کاذب بھی ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں عدمات داخل حقائق ممکنات نہیں ہو سکتے پھر صرف عکوس وظلال ہی حقائق ممکنات ہوں گے جو اہل وجود کا مسلک ہے میری سمجھ میں جو کچھ آیا عرض کیا گیا ہے اور صحیح وہی ہے جو حضور فرمائیں باقی پوری کتاب حضور کی خدمت مرسل ہے اور جہاں جہاں اس قسم کے مضامین ہیں اس کی فہرست کتاب کے بازو کے کاغذ پر بقید صفحات درج کر دی گئی ہے اس کے علاوہ حضور مکتوب از صفحہ ۲۸۴ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ حضرت قدس سرہ نے اس میں بسط فرمایا ہے۔

جواب از احقر: مولانا السلام علیکم، محبت نامہ و رسائل یعنی مکتوبات حضرت مرزا صاحب، وحضرت قاضی ثناء اللہ صاحب وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موجب از دیاد علوم ہوئے۔ سوال کے جواب میں عرض ہے کہ یہ ترکیب عدمات وعکوس سے ترکیب حقیقی نہیں مشابہ ترکیب کے ہے جیسے ظل جسم منسوب یا موضوع فی الشمس کو اسی توجیہ سے نور وظلمت سے مرکب کہہ دیا جاتا ہے ورنہ عدم ووجود سے مرکب عدم ہونا چاہیے۔ پس جس طرح حقیقت ظل کی ظلمت ہے مگر اس شرط سے کہ اُس کو نور نے ایک خاص ہیئت عطا کر دی ہے۔ اسی طرح حقیقت ممکنات کی عدمات ہیں مگر نہ من حیث ہی ہی اور یہی معنی ہیں میرے کلام کے مکتوب سابق میں کہ وہ عدمات کو مجموعہ حقیقت ممکنات نہیں فرماتے الخ بلکہ اس شرط سے کہ وہ عکوس سے متاثر ہیں جنہوں نے ان عدمات کو ایک خاص تمیز عطا کر دی ہے اسی لئے مجدد صاحب کے کلام میں در رنگ اصول ومواد اور ہیچوں صور حالہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس یہ تعلق مشابہ حلول کے ہے اور زیادہ تر مشابہ حلول قسم اول کے باقی اشکال کا جواب یہ ہے کہ جو خاص امتیاز اس ترکیب سے پیدا ہوا ہے۔ یہ اعیان ثابتہ میں کہاں تھا اور راز اُس کا یہ ہے کہ مرتبہ اعیان کا امتیاز اثر ہے علم کا اور اس لئے مثل علم کے قدیم

ہے اور یہ امتیاز اثر ہے فعل کا اور اس لئے مثل فعل کے حادث ہے اور دوسری شق کے ذکر میں جو تحریر فرمایا ہے جیسا مجدد صاحب کا ارشاد ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ حمل صحیح قرار دیا ہے یہ میری سمجھ میں نہیں آیا مجدد صاحب ایسے وجود ظلی کے قائل نہیں جیسا عکس فی المرآۃ یا فی الماء اور حمل کی تو مصرحاً نفی فرمائی ہے۔ فی قولہ نزد فقیر عین شی نیست بلکہ شبح ست و مثال آں شی و حمل یکے بر دیگرے ممتنع است الخ (مکتوب اول ج دوم) باقی مقامات معلمہ میں بھی دیکھ لئے اُن میں کوئی امر اپنے رسالہ کے خلاف نہیں پایا صرف دو مقام پر حاشیہ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ایک اصطلاح ظاہر وجود کے متعلق دوسرے وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کے اختلاف حقیقی یا لفظی ہونے کے متعلق، چنانچہ ذیل میں دونوں مرقوم ہیں اور میں اس سے مسرور ہوا کہ رسالہ کا کوئی جزو اکابر کی تحقیق کے خلاف ثابت نہیں ہوا اور اس مسرت کے سبب آپ ہوئے ورنہ یہ رسائل میں نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے فجزاکم اللہ تعالیٰ اور وہ دونوں حاشیے یہ ہیں۔

پہلا حاشیہ: رسالہ میں جس مقام پر وجودیہ کے مذہب کی تقریر شروع ہوئی ہے وہاں یہ عبارت ہے اُس کو ظاہر وجود سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے الخ لفظ ظاہر وجود پر یہ حاشیہ ہے بعض اکابر کے قول سے اس میں ایک قید بھی معتبر ہے کہ ذات کا وہ ظہور جو اعیان ثابتہ میں موثر ہوا ھ کما فی المکتوب المدنی للشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قولہ وھذا ھو الذی تسمیہ الصوفیہ بالفیض الاقدس و بعد اسطر قولہ فعبروا عن ھذا المعنی بقولھم وان ظھر الوجود الی قولہ الذی یصدر منہ الأثار انما ھو الوجود فقط لکنہ ظھر علی القانون باطن الوجود الخ اور اسی سے اس تسمیہ کی ایک دوسری وجہ بھی معلوم ہوگئی وہ یہ کہ ظہور ذات کا اسی مقام سے شروع ہوتا ہے اس کے قبل باطن محض تھی۔

دوسرا حاشیہ: اسی ضمیمہ کے مکتوب اول کے جواب میں میرا یہ قول ہے میرا خیال یہ

ہے اھ اس پر یہ حاشیہ ہے مکتوب مدنی میں حضرت شاہ صاحب بھی اختلاف لفظی کی طرف گئے ہیں اور مولوی غلام یحییٰ صاحب بھی اپنے ایک رسالہ میں اسی کے قائل ہوئے ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب نے رسالہ مذکورہ پر جو حاشیہ تحریر فرمایا ہے اُس میں ارشاد کیا ہے **انا تعارض** بمسئلہ ممتنع تطبیق ضرورتے نداشت کہ ایں توفیق بین المکشوفین اگرچہ خالی از تکلفے نیست لیکن متضمن مصلحت عمدہ است **هی الاصلاح بین الفئتین العظیمتین** اھ ۲۵ ج ا، ۱۳۴۷ھ.

اضافہ در جواب مکتوب ثالث: ایک تیسرا حاشیہ بھی ہے جو اصل رسالہ کے اُسی مقام کے متعلق ہے جہاں خاتمہ کے قریب وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کے فرق کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے فی قولی وہ فرق یہ ہے کہ وجودیہ کے نزدیک الخ اور اس حاشیہ سے حاشیہ دوم کی بھی مزید توضیح ہو جاتی ہے وہ تیسرا حاشیہ حسب ذیل ہے اس فرق کی تکمیل وتسہیل یہ ہے کہ ذات واجب اصل میں باطن محض تھی جب باقتضائے حکمت ذات باطنہ کے بواسطہ مصنوعات حادثہ ظاہر فرمانے کا ارادہ کیا اور ظاہر ہے کہ ظہور کنہ کا ممتنع ہے۔ پس اس ظہور مقصود کا محل وجود ہوگا بقول عارفین:

دور بیناں بارگاہِ الست جز ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

اور یہی معنی ہیں **هو الظاهر والباطن** کے یعنی الظاہر بوجودہ والباطن بذاتہ پس اول توجہ ارادہ ظہور کے لئے اپنے وجود کی طرف ہوئی اور یہ مرتبہ ظاہر وجود کہلاتا ہے اور اس کو ظاہر باعتبار ارادہ اظہار کے بمقابلہ باطن ذات کے کہہ دیا جاتا ہے ورنہ ظہور تام تو اس مرتبہ کا بعد ایجاد حوادث کے ہوگا۔ **کما اشیر الیه فی القول المشهور کنت کنزا مخفیافا حببت ان اعرف فخلقت الخلق.** اور باعتبار تعلق ارادۂ ظہور کے بعض نے اس مرتبہ کو صادر اول کہہ دیا ہے نہ کہ باعتبار ایجاد کے کیونکہ وہی بعض اس میں اور ذات میں صرف فرق اعتباری کے بھی قائل ہوئے ہیں اور اس ارادہ

کے بعد اس وجود کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ اس کے مراتب ظہور میں جو کہ تنزلات کہلاتے ہیں اپنے علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر وکلام وجمیع کمالات سے تصرف کیا گیا اور یہی معنی ہیں اسماء وصفات کو ظاہر وجود پر متجلی فرمانے کے اور اُن مراتب ظہور میں جو مراتب وجوبیہ ہیں اُن میں اور ذات میں تو محض تغائر اعتباری ہی ہے اور وہ تصرف سے بھی منزہ ہیں پس اُن سے ظہور مقصود متحقق نہیں ہوسکتا اس لئے ظہور مقصود کیلئے مراتب امکانیہ ہیں (جو کہ اسماء وصفات کمال کے مقابل نقائص وعدمات ہیں مثل جہل وعجز وغیرہما) اُن اسماء وصفات سے تصرف کیا گیا اور یہی معنی ہیں ان اسماء کو ان عدمات پر متجلی فرمانے کے (اور یہ عدمات گو اعدام ملکات کے ہیں مگر بوجہ عدم محل کے ان میں وجودیت نہ تھی بلکہ اعدام محضہ ہیں اس لئے اصل رسالہ میں جو ان کو عدم محض کہا ہے اُس سے تنافی نہ ہوئی) بس اس اسماء وصفات کی دو تجلیاں متحقق ہوئیں اور ہر ممکن کے حدوث میں یہ دونوں مستمر رہتی ہیں۔ ایک ظاہر وجود پر ہر مرتبہ ظہور میں ایک عدمات پر سو اس میں تو کسی کو کلام نہیں اور کسی کو کسی تجلی سے انکار نہیں اور اسی مقام پر نظر کر کے بعض اکابر نے وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود میں نزاع لفظی کا حکم کر دیا ہے۔ بایں معنی کہ جو فرقہ جس تجلی کا مثبت ہے دوسرا اُس کا نافی نہیں مگر اب صرف کلام اس میں رہ گیا کہ ممکنات کا مبداء تعین آیا تجلی اول ہے اور یہ وحدۃ الوجود ہے یا تجلی ثانی اور یہ وحدۃ الشہود ہے اور اسی مقام پر نظر کر کے نزاع حقیقی کا حکم کر دیا جاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حکماء اس پر سب متفق ہیں کہ جب کوئی چیز ذہن میں آتی ہے وہاں اُس معلوم کی صورت بھی ذہن میں حاصل ہوتی ہے اور ذہن اس سے متاثر بھی ہوتا ہے اور ذہن میں اور اُس صورت میں ایک تعلق بھی ہو جاتا ہے اس میں تو سب کا اتفاق ہے آگے اس میں اختلاف ہو گیا کہ مبداء انکشاف ان تین چیزوں میں سے کون سی چیز ہے اسی اختلاف کے سبب علم کو کسی نے مقولہ کیف سے کہہ دیا کسی نے

مقولہ انفعال سے کسی نے مقولہ اضافت سے کذا ھھنا خوب سمجھ لو اور تجلیین مذکورین میں سے تجلی اول کا محل چونکہ وجود ہے اور وجود پر وجود طاری ہونے کے کوئی معنی نہیں اس لئے اُس تجلی سے ماہیات کا وجود خیالی ہوگا اور تجلی ثانی کا محل چونکہ عدمات ہیں اور عدم پر وجود کا طاری ہونا معقول ہے۔ لہٰذا اُس تجلی سے ماہیات کا وجود واقعی ہوگا جو اصلی کے مقابلہ میں ظلی ہے اور یہ دونوں تجلی متعاقب ہوتی ہیں اگر تجلی اوّل سابق ہوتی ہو جس سے وجود خیالی ہوگا تو دوسری تجلی کا اثر اُس کے تابع ہوگا اُس کا مغیر نہ ہو گا۔ لہٰذا وہ خیالی رہی رہے گا اور ظلیت بھی اُس کا ایک درجہ ہوگا۔

اور اگر دوسری تجلی سابق ہوتی ہو جس سے وجود ظلی ہوگا تو پہلی تجلی کا اثر اُس کے تابع ہوگا اُس کا مغیر نہ ہوگا لہٰذا وہ خیالی ہی رہے گا۔ اور ظلیت بھی اُس کا ایک درجہ ہوگا جیسے کسی بوتل کو اول رنگین کر دیں پھر اُس میں سادہ پانی بھریں تو پانی رنگ میں بوتل کا تابع نظر آتا ہے اور اگر اول پانی کو رنگین کر کے سادہ بوتل میں بھر دیں تو بوتل رنگ میں پانی کے تابع نظر آتی ہے اور واقع میں رنگ کے اعتبار سے نہ بوتل پانی کی مغیر ہوئی نہ پانی بوتل کا مغیر ہوا اور یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں مطلق تابعیت مع عدم التغیر میں ہے گو کیفیت تابعیت کی طرفین تشبیہ میں متفاوت ہو۔

## تمت الضمیمہ

## الحاق، ھو للحق احقاق، وللباطل ازھاق

یہ تو رسالہ کے ضمیمہ سے معلوم ہو چکا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود مسائل کشفیہ سے ہیں کسی نص کے مدلول نہیں۔ ایسے مسائل کے لئے یہی غنیمت ہے کہ وہ کسی نص سے متصادم نہ ہوں یعنی کوئی نص اُن کی نافی نہ ہو باقی اس کی کوشش کرنا کہ نص کو اُن کا مثبت بنایا جاوے اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر نص اُس کی محتمل ہو تو درجہ

احتمال تک اس کا رکھنا غلو تو نہیں مگر تکلف ہے اور اس کو درجہ احتمال سے بڑھا دینا غلو ہے اور اگر وہ محتمل بھی نہ ہو تو اُس کا دعویٰ کرنا احتمالاً یا جزماً صریح تحریف ہے نص کی البتہ اگر وہ دعویٰ بطور تفسیر یا تاویل کے نہ ہو محض بطور علم اعتبار کے ہو تو اُس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ حکم اگر کسی اور نص سے ثابت ہو تب تو وہ اعتبار داخل حدود ہے اور اگر وہ کسی اور نص سے ثابت نہ ہو تو وہ بھی تکلف ہے چونکہ ان مسائل کے متعلق نصوص میں بعض نے تکلف کا ارتکاب کیا ہے اور بعض نے غلو کا اور بعض نے تحریف کا اس لئے نمونہ کے طور پر اس باب میں چند تنبیہات کرتا ہوں۔

تنبیہ اوّل: آیت ربنا ما خلقت هذا باطلا کیساتھ، حدیث الا کل شیء ما خلا الله باطل کو منضم کر کے بعض نے کہا ہے کہ آیت اس قضیہ کی قوت میں ہے المخلوق لیس بباطل اور حدیث اس قضیہ کی قوت میں ہے کل غیر الله باطل ان دونوں مقدموں کا مجموعہ شکل ثانی ہے بعد حذف حد اوسط کے نتیجہ یہ نکلا المخلوق لیس غیر الله جب یہ غیر نہ ہوا تو عین ہوا اور یہی وحدۃ الوجود ہے اور اُس کا صریح تحریف ہونا ظاہر ہے کیونکہ یقیناً آیت میں باطل کی تفسیر عبث ہے اور حدیث میں باطل کی تفسیر فانی ہے۔ پس حد اوسط مکرر بھی نہیں لہٰذا استدلال محض باطل ہے۔

تنبیہ ثانی: آیت الله نور السموات والارض میں بعض کا قول ہے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ ومظہر لغیرہ اور یہ اصل شان وجود کی ہے پس نور کا مصداق وجود ہے و نور السمٰوات والارض کے معنی وجود السموات والارض کے ہوئے تو معلوم ہوا کہ ممکنات کا کوئی وجود جداگانہ نہیں ان کا وجود خود ذات واجب ہے اور یہی وحدۃ الوجود ہے اور یہ تکلف ہے اسی واسطے صاحب روح نے اس کو نقل کر کے کہا ہے وهذا منزع صوفي وانت تعلم انه مما لا يهتدى اليه بنور الاستدلال بل هو طورواء طور العقل لا يهتدى اليه الا بنور الله

عزوجل اھ آیت کی بے تکلف تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں (میں رہنے والوں) کا اور زمین (میں رہنے والوں) کا یعنی آسمان وزمین اور مراد اس سے کل عالم ہے جس کو ہدایت ہوئی ہے ان سب کو اللہ ہی نے ہدایت دی ہے۔ **فهذا الجمل كزيد عدل اى ذو عدل اى هوذ و نور بمعنى منور هادى .**

تنبیہ ثالث: آیت **كل شىء هالك الا وجهه** میں بعض نے کہا ہے کہ ہالک کے معنے معدوم کے ہیں معلوم ہوا کہ سب ممکنات اس وقت بھی معدوم ہیں یہی وحدۃ الوجود ہے اور یہ تکلف یا غلو ہے کیونکہ یہاں ہالک اسم فاعل بمعنی مستقبل ہے یعنی سب معدوم ہو جاویں گے بمعنی حال نہیں کہ اس وقت معدوم ہیں جیسا ایک دوسرے مسئلہ پر اسی آیت سے بعض کا استدلال تحریف ہے وہ مسئلہ تجدد امثال ہے اس بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ ہر موجود دوسری آن میں معدوم ہوتا رہتا ہے۔ روح المعانی میں اس کو نقل کر کے کہا ہے۔ **و لا يخفى بطلانه**

تنبیہ رابع: آیت **اجعل الالهة الها واحدا** سے بعض اہل غلو نے وحدۃ الوجود کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ سب آلہہ کو الہ واحد قرار دینے پر کفار نے انکار کیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس وحدۃ کا دعویٰ فرمایا ہوگا لیکن یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ یہاں جعل واحد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے آلہہ کی نفی فرمائی اور الہ واحد کا اثبات کیا نہ یہ کہ سب کے اتحاد کا دعویٰ کیا ہو (نعوذ باللہ) **فمن ادعى فعليه البيان** پس یہ جعل ایسا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے **من جعل الهموم هما واحد اهم الأخرة.** اور ظاہر ہے کہ یہ مراد نہیں کہ ہموم دنیا وہم آخرت کو متحد کر دیا بلکہ مقصود یہی ہے کہ ہموم دنیا کی نفی کر دی اور ہم آخرت کو ثابت و باقی رکھا خوب سمجھ لو۔

تنبیہ خامس: بعض مغلوبین نے **لا اله الا الله** کی اسی تفسیر میں ایک رسالہ کلمۃ الحق جس کا جواب بعض علماء نے دعوۃ الحق کافی شافی لکھ دیا ہے جو شائع بھی ہو گیا۔ یہ

سب وحدۃ الوجود کے متعلق نقول تھے آگے وحدۃ الشہود کے متعلق بعض نقول ہیں۔

تنبیہ سادس: آیت الم تر الی ربک کیف مد الظل میں بعض نے کہا ہے کہ نور حقیقی کا ماسوا کہ واقع میں ظلمت ہے ظل ہے اور صانع عالم جو کہ معطی نور وجود ہے شمس کے مشابہ ہے اگر مشیت الٰہیہ ہوتی تو اس کو کتم عدم میں ساکن رکھتا مگر شمس اُس کی دلیل یعنی شاہد بنایا گیا جیسے ارشاد ہے۔ اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید پھر بتدریج اس کو منقبض کر لیا جیسے ارشاد ہے کل شیء ھالک الا وجھہ ۔ تو اس آیت میں ممکنات کو واجب کا ظل کہا گیا اور یہ وحدۃ الشہود ہے اور اس کا تکلف ہونا ظاہر ہے۔ ظاہراً تو ظل سے مراد اُس کے حقیقی معنی ہیں اور آیت میں دھوپ اور سایہ کے تغیرات سے توحید پر استدلال کیا گیا ہے (بیان القرآن ملاحظہ ہو) دوسرے اگر آیت میں استعارہ بھی مان لیا جاوے تب بھی یہ یقینی ہے کہ ظل کے معنی اصطلاحی نہیں پھر آیت اُس سے کیا تعلق۔

تنبیہ سابع: حدیث السلطان ظل اللہ فی الارض سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہاں ظل کے معنی اصطلاحی نہیں بلکہ استعارہ ہے اس بناء پر کہ یرجع الناس الیہ و یاوون الیہ ورنہ ظل بالمعنی الاصطلاحی میں سلطان کی کیا تخصیص ہے۔ تم الالحاق، رابع جمادی اخری ۱۳۴۷ھ وھو اول یوم وقف فیہ الریل بقرب الحیانۃ وعقدت لہ الجنۃ بھیۃ فرحا و سرورا علی محطۃ الجدیدۃ وکان الفصل بین ھذا الزمان و زمان دخول الریل فی القصبۃ اثنین وعشرین سنۃ وثلثۃ اشھر و عشرۃ ایام فقط (اشرف علی عفی عنہ)

# علاج الخیال

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

# علاج الخیال

## تمہید

(از خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری رحمہ اللہ)

### جب تخیلات کا ہجوم ہو تو فوراً کسی نیک خیال کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے

(بحمد اللہ) ایک طالب اصلاح ان گناہوں کے بارے میں جو خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا اور خیالات فاسدہ کے ہجوم نے زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اپنی اصلاح سے قریب قریب مایوس ہی ہو چکے تھے۔ وجہ خلجان یہ تھی کہ خیال ایک ایسی چیز ہے کہ غیر محسوس طور پر نہایت سرعت کے ساتھ آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کے حدوث یا بقاء کا کون سا درجہ تو اختیاری ہے اور کون سا غیر اختیاری۔ نیز خیال کا دفعیہ بھی دشوار ہوتا ہے۔ غرض عملی گناہوں سے بچنا جن کا جوارح سے تعلق ہے ان گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ سہل ہے جن کا تعلق خیال سے ہے۔ اَوّل الذکر کی تشخیص بھی سہل، علاج بھی آسان، ثانی الذکر کی بوجہ غیر مرئی اور محلِ خلط ہونے کے تشخیص بھی دشوار علاج بھی مشکل۔ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں انتہائی پریشانی کی حالت میں عریضہ تحریر کیا گیا تو حضرت والا نے باوجود نہایت پیچیدہ حالت ہونے کے قلم برداشتہ ایسا اکسیر علاج تجویز فرمایا کہ جس مرض کو پہاڑ سمجھ لیا گیا تھا وہ ہباءً منثوراً ہو گیا اور زندگی بالکل تلخ نظر آ رہی تھی اس خلجان کے

دور ہو جانے سے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے خوش گوار ہو گئی کیونکہ ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا جس کو ہمیشہ کے لئے بہ آسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے اور خیالی گناہوں سے مثلاً کبر، عجب، سوءِ ظن، خیالات شہوانی، حسد کینہ وبغض وغیرہ وغیرہ سے نہایت سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ علاج بھی ہے اور معیارِ تشخیص بھی حضرت والا کی برکت سے اس علاج کو پڑھتے ہی مکتوب الیہ کے تخیلات ایسے زائل ہوئے جیسے تھے ہی نہیں۔ اُمید قوی ہے کہ جس کو ذرا بھی طریق باطن سے مناسبت ہوگی وہ اس کُلیہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراضِ باطنی کا بسہولت علاج کر سکتا ہے اس کی نافعیّت اور جامعیّت پر نظر فرما کر حضرت اقدس نے اس کا ایک مستقل نام تجویز فرمادیا ہے یعنی علاج الخیال۔ اس کی نافعیّت اسی سے ظاہر ہے کہ متعدد طالبین نے اس کی نقلیں لی ہیں۔

(طالب کا خط بحاصلہٖ اور حضرتِ والا کا جواب بلفظہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے:

حال: احقر کی حالت اس قدر اُلجھی ہوئی اور مشتبہ ہے کہ میں اکثر پریشان ہی رہتا ہوں اور حضرت والا سے عرض کرنے کے متعلق حیران ہی رہتا ہوں۔ اس حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر جملہ رذائل پاتا ہوں اور ایسی بُری قسم کے کہ مجھ کو قریب بہ یقین ہے کہ کسی انسان کے اندر نہ ہوں گے۔ مسلمان کا تو کیا ذکر ہے لیکن ساتھ ہی ملکاتِ محمودہ کا احساس بھی الحمد للہ اپنے اندر پاتا ہوں۔ غیر اختیاری کے مسئلہ نے میری کسی قدر ڈھارس بندھا رکھی ہے لیکن اس میں بھی سخت اشتباہ رہتا ہے کہ اس قسم کے تخیلات اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ مجھ میں قوت تخیل بلکہ فساد متخیلہ بہت ہی زیادہ ہے جو منشاء بہت سے خیالی گناہوں کا ہوتا ہے۔ گو حضرت اقدس کے طفیل سے اُس وقت جب رذائل اُبھرتے ہیں فوراً احساس ہونے لگتا ہے اور عمل نہیں ہونے دیتا۔ لیکن خیال کے درجہ میں تو گناہ ہو ہی جاتا ہوگا بلکہ ہو جاتا ہے ایسے خیالی گناہوں سے بچنا نہایت مستبعد نظر آرہا ہے جیسے کبر، عجیب سوءِ ظن، شہوانی خیالات وغیرہ۔

کیونکہ ان میں یہی پتہ نہیں چلتا۔ کہ یہ حد گناہ تک کب پہنچتے ہیں اور کس حد تک گناہ ہی میں داخل نہیں ہوتے۔ جب خیالات فاسدہ کا ہجوم ہوتا ہے تو بالکل مردودیت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ایسی خراب حالت میرے باطن کی ہے کہ ہر اُمراء میں منافقت ہی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آخرت میں شرم رکھے۔ اکثر حزن ہی طاری رہتا ہے اور یاس کا غلبہ رہتا ہے باوجود ان سب ردّی حالتوں کے حضرت والا کی توجہ کا بھی بدیہی اثر محسوس کرتا ہوں۔ ذِکر میں الحمدللہ غایت درجہ دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے۔

مگر اس میں یہ شُبہ رہتا ہے کہ یہ کیفیات تو مقصود ہی نہیں ہیں۔ غیر مقبولین بلکہ کفار کو بھی حاصل ہوسکتی ہیں۔ غرض غالب حزن و یاس ہی رہتی ہے لیکن اس لکھنے میں بھی متردد ہوں۔ کیونکہ اکثر بوجہ استحضار حق و دلچسپی ذکر مسرور بھی رہتا ہوں پس گہ چنیں بنماید و گہ ضد ایں کا مضمون ہو رہا ہے۔ پس حضرت والا سے علاج کا خواستگار ہوں۔ لِلّٰہ دست گیری فرمائیں اور ہلاکت سے بچائیں۔

تحقیق: اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو۔ اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہوجانا اور متوجہ رہنا چاہئے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہوسکتے۔ بس اشتباہ رفع ہوگیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہوجاوے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اُس تدبیر پر استحضار سے کام لیا جاوے۔

حال: میری حالت بہت متغیر رہتی ہے جب دماغ میں سکون ہوتا ہے تو قلبی سکون بھی محسوس ہوتا ہے اور سیدھا سچا مسلمان معلوم ہوتا ہوں اور جب تخیلات کا ہجوم ہوتا ہے تو پھر شیطان۔ غرض میں خود ہی اپنی حالت کو نہیں سمجھا۔ حضرت والا سے کیا عرض کروں مگر حق تعالیٰ نے حضرتِ والا کو نورِ بصیرت بدرجہ کمال عطاء فرمایا ہے اسی عرض حال سے ان شاءاللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ لیں گے اور میرے لئے کوئی راہ نکالیں گے اور

طریق عمل تجویز فرمائیں گے۔

تحقیق: طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اُس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں جو اُوپر مذکور ہوا بس اس کو دستور العمل بنا کر بےفکر ہو جانا چاہئے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۳ھ)

## واہیات خیالات کا دافع تصور شیخ ہے بشرطیکہ اس کو حاضر ناظر نہ سمجھے

حال۔ ضعف قلب کی وجہ سے تنہائی میں عجیب عجیب واہیات خیالات کا ہجوم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تہجد یا ذکر وغیرہ میں کماحقہ یکسوئی نہیں ہو پاتی۔ کبھی تو خیال یہ آتا ہے کہ شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجاوے۔ کبھی یہ کہ کوئی جن آ کر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے۔ تحقیق: ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصوران پریشان خیالات کا دافع ہو جاتا ہے مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

## خیالاتِ فاسدہ کا علاج

حال: حضور نماز وغیرہ میں بلا قصد و بلا اختیار خیالاتِ فاسدہ آتے ہیں۔

تحقیق: تو کیا ضرر ہے۔

حال: اور نماز وغیرہ میں وہ لذت مقصود ہے کہ روز بروز بندگی میں زیادہ سے زیادہ تر شوق و خواہش بڑھ جائے اور تسلی خاطر ہو۔

تحقیق: کیا ایسی لذت کے مطلوب ہونے کی کوئی دلیل ہے۔ (النور۔ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ)

## غیر مؤمن ہونے کے شبہ کا ازالہ

حال: اب تک حضورِ والا غفلت و انہماک فی الدنیا بہت تھا۔ اب روز بروز نشۂ غفلت کم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت نہ میں مؤمن ہوں نہ مسلم ہوں نہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق ہے نہ واسطہ۔ میرا ایمان اور اسلام محض ایک رسم۔ اتفاق۔ قیل و قال اور ایک فرضی خیال اور دھوکہ ہے بلکہ حالاً دیکھا جائے تو مجھ میں اور ایک دہریہ میں کچھ فرق نہیں۔

تحقیق: مریض کو اپنی صحت و مرض کی کیا تشخیص۔ یہ کام طبیب کا ہے اور مریض کا

کام صرف اعتماد علی الطبیب ہے۔اگر میں طبیب ہوں۔

تو تشخیص کر کے کہتا ہوں کہ یہ سب علامات ہیں ایمان کامل کی ۔مگر مع الھیبۃ جو ایک رفیع حالت ہے اور صحابہ میں سے بعض کی یہی حالت تھی ان کی مشابہت مبارک ہو اور ایسے شخص کا خاتمہ بفضلہٖ تعالیٰ مع الایمان ہوا کرتا ہے۔اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ ان کیفیات پر جو کہ مصائب کی اعظم افراد ہیں اتنا ملے گا کہ آپ تمنا کریں گے کہ کاش ان کیفیات میں اور اشد اد ہوتا۔(النور۔رمضان ۱۳۵۴ھ)

## اوہام وتخیلات کثیرہ کا علاج التفات الی الشیٔ النافع ہے

حال: ایک طالب علم کو اوہام وخیالات کا ہجوم بکثرت رہتا ہے۔دماغی مرض کی بھی شمولیت ہے جس کا معالجہ طبی جاری ہے۔اختیاری وغیر اختیاری کا فرق سمجھ کر غیر اختیاری پر عقلی پریشانی بھی نہیں ہوتی ۔مگر طبعی پریشانی کے ہر وقت قائم رہنے سے طبیعت ہر وقت مضمحل رہتی ہے جس کے آثار ظاہر بشرہ پر بھی نمایاں ہوتے ہیں۔غیر ملتفت رہنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے جس سے کثرت مبدّل بہ قلت ہوئی ۔مگر حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق تخیلات پریشان کن بدستور قائم ہیں۔اس کے متعلق کوئی مفید تدبیر ارشاد فرمائی جاوے۔

تحقیق: محض عدم التفات کافی نہیں۔ بلکہ التفات الی الشیٔ النافع کی ضرورت ہے اس کے لوازم میں سے عدم التفات الی المضر ہوگا یہ عدم التفات مراد ہے۔وہ شیٔ نافع خواہ کوئی ذکر ہو یا کوئی کتابی مضمون ہو یا مطالعہ یا کسی اچھی چیز کا تصور ہو مثلاً کعبہ معظمہ کا یا کسی بزرگ کا اور اس کے بعد بھی اگر کچھ اثر رہے، اُس کا کوئی علاج نہیں۔نہ اس میں کسی ضرر کا احتمال۔

حال: کیونکہ اندیشہ ہے کہیں اس حالت کا انجرار انکار ذات وصفات کے مہلکہ میں مبتلا نہ کردے۔والعیاذ باللہ۔

تحقیق: ہرگز اندیشہ نہیں تدبیر بالا کے ساتھ اس کا اجتماع محال ہے۔مگر اُس تدبیر کو

بہ نیت تدبیر نہ کیا جاوے نہ ثمرہ کا انتظار کیا جاوے۔ ایک مستقل محمود عمل سمجھ کر کیا جاوے۔ قطع نظر ثمرات سے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۶ھ)

## شبہ و وسوسہ میں فرق

حال: بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ شبہ ہے وسوسہ نہیں۔

تحقیق: یہ شبہ بالکل باطل ہے شبہ میں حزن نہیں ہوتا لہٰذا یقیناً یہ وسوسہ ہی ہے ایک فرق تو دونوں میں یہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شبہ اختیار سے ہوتا ہے اور یہ اختیار سے نہیں ہے ورنہ قصداً ازالہ سے زائل کیوں نہیں ہو جاتا۔

حال: وسوسہ کے متعلق حضرت والا کے بہت سے ملفوظ یاد ہیں اور احقر نے بہت سے موسوسین کا علاج کیا اور شفاء ہوئی مگر اپنے کام کچھ نہیں آتا۔ قدرتِ خدا نظر آتی ہے کہ وہ دل جس کو ہر چیز میں نور نظر آتا تھا اب ظلمت نظر آتی ہے۔

تحقیق: یہ ظلمت کدورت طبعیہ ہے نہ کہ ظلمت اعتقادیہ۔

حال: جس چیز میں ہدایت تھی اس میں ضلالت ہے۔

تحقیق: اس کو ضلالت سمجھنا یہی غلطی ہے غلطی کا منشاء ہر کدورت کو ظلمت سمجھنا ہے۔ باوجود دونوں کے تبائن کے۔ کما ذکرنا قبل ذالک.

حال: حضرتِ والا دست گیری فرمائیں۔

تحقیق: میں نے حقیقت ظاہر کر دی اس کا یقین کر لینا حقیقی و عینی دست گیری کا جالب ہے۔ فاستودع اللہ اما نتکم و عملکم۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

## تسبیح پڑھنے میں شیطانی وسوسہ کا علاج

حال: ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ رات کو جب تسبیح لے کر پڑھنے بیٹھتی ہوں تو پانچ تسبیح تو آرام سے پڑھ لیتی ہوں۔ اس کے بعد شیطان یا نفس بڑے زور سے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اب تسبیح کو ختم کر کے سو جا۔ مگر مجھے ضد ہو جاتی ہے کہ میں اپنے

کام کو پورا کر کے اُٹھوں گی اس کشمکش میں باقی وظیفہ پورا کرتی ہوں۔ حضور اس کے لئے کوئی تدبیر ارشاد فرماویں کہ یہ وسوسہ مجھ کو نہ ستائے فقط۔
تحقیق: اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تب تو یہ محض وسوسہ ہے جو غیر اختیاری اور غیر مضر ہے مگر اس پر عمل نہ کیا جاوے کہ وہ اختیاری ہے اور یہ ہی اس کا علاج ہے اور اگر واقعی نیند کا غلبہ ہو تو وسوسہ نہیں بلکہ تقاضائے طبعی ہے جس پر عمل مصلحت ہے یعنی سو رہنا چاہئے۔
(النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

## وساوس کا علاج

حال: نماز کا مجھے شوق بھی ہے اور برابر پڑھتا بھی ہوں لیکن جب پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔ تحقیق: اختیار و قصد سے یا بلا قصد و اختیار۔
حال: اور نفس یہ چاہتا ہے کہ جلدی جلدی ختم کر دے۔
تحقیق: اس چاہنے پر عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو قصد و اختیار سے یا بلا قصد و اختیار۔
حال: لیکن میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز میں دل لگے۔
تحقیق: دل لگنا مامور بہ ہے یا لگانا خواہ لگے یا نہ لگے۔
حال: اور جس قدر دیر ہو اسی قدر ذوق اور شوق بڑھے۔
تحقیق: کیا یہ مقاصد میں سے ہے اور دلیل۔
(پھر دوسرا خط آیا جو اُوپر کے خط کے متعلق ہے۔)
حال: اختیار بلا قصد۔
تحقیق: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اختیار ہو اور قصد نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے قصد و اختیار کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ قصد تو یہی ہوتا ہے کہ دل لگے۔
یہ بھی نتیجہ ہے اُس نہ سمجھنے کا کیا دل لگنا اختیاری ہے جس کا قصد کیا جاتا ہے۔
(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ)

# تخیلات ووساوس کا علاج

حال: محترم مکرم حضرت مولانا صاحب زادلطفہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مجھے دُعا کی بے حد ضرورت ہے۔ میں دُعا کا بہت ہی محتاج ہوں۔ بارگاہِ عالی میں میرے لئے تہ دِل سے دُعا فرماویں قلب سعید۔ عقل سلیم۔ صحتِ کامل۔ دین ودنیا میں عافیت کی دُعا فرماویں۔ میرے قلب میں اللہ اور اس کے حبیب کی محبت ویاد کے سوا اور کوئی خواہش پیدا نہ ہو۔ اس وقت بھی فسق وفجور لہو ولعب اور انتہائی معصیت میں پھنسا ہوا ہوں۔ جسمانی وروحانی ظاہری و باطنی اَمراض میں مبتلا ہوں۔ اس وقت میری عمر ۴۲ سال کی ہے۔ لیکن ایک جاہل معمولی سے ذاکر کی آٹھ دس سال کی صحبت سے میرے قوی بیکار ہوگئے ہیں جواب دے چکے ہیں۔ صحت رَدّی ہوگئی ہے۔ رُوح پریشان ہوگئی۔ نیک خصائل بدی سے بدل گئے۔ اس شخص سے میرا بگاڑ ہوگیا ہے۔ اس سے مجھے بے حد نفرت ہوگئی ہے۔ اس کی ہر حرکات سکنات فعل قول یاد آکر طبیعت کو متوحش منتشر کرتے ہیں۔ وہ شخص میرے نفس سے بغض سے غضب سے پیش آیا۔ حالانکہ میں قلب سے خلوص سے خدمت سے پیش آتا رہا۔ اُس نے ٹیڑھی ترچھی زہر آلود نظریں ڈال ڈال کر میرے تمام جسم کے اعضاء کو چھلنی زخمی کردیا۔ اعضائے رئیسہ کو خراب کردیا، معطل کردیا، میرے معمول کو خراب کردیا، اکھیڑ دیا۔ جسم کے اندر کی رگیں کٹ گئیں۔ ہر وقت جسم کے اندر جسم کے ہر حصہ میں برچھیاں، تیر ٹیڑھے ترچھے پھرتے رہتے ہیں۔ بے قرار، بے تاب کرب کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ میری حالت ہر لحاظ سے ردّی ناگفتہ ہوگئی ہے لفظوں میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔ علاوہ دیگر بہت سے امراض پیدا ہوجانے کے اور معصیت میں مبتلا ہوجانے کے بُرے خصائل ہوجانے کے طبیعت میں انتہائی انقباض۔ بخیلی، کج فہمی اور زود رنجی، بے ادبی، بد اخلاقی، کجروی۔ ذرا سا حسد اور کینہ پیدا ہوگیا ہے۔ سب سے زیادہ جو عرصہ دراز سے

مجھ میں ایک مرض جس کو شماتت کہتے ہیں بے حد بڑھ گئی جس کی مجھے بہت ہی تکلیف ہے جس نے میرا ناس کر دیا ہے اور ناس کر رہے ہیں۔ دل، دماغ، سینہ میں سرایت کر گئی ہے اچھی طرح گھر کر گئی ہے اس کے دفعیہ کے لئے ہر طرح کی تدابیر خود بھی کیں اور اہلِ فن کی طرف بھی رجوع ہوا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دَوا کی والا معاملہ ہوتا گیا، یہ مرض اندر بچے دَر بچے دیتی گئی۔ عرصۂ دراز سے ہر وقت بلکہ ہر سانس کے ساتھ ہمہ تن اُس شخص کے خلاف (یعنی جس کی صحبت سے مجھے نا قابل برداشت تکالیف اور دین و دنیا کا نقصان مالی اور جسمانی رُوحانی نا قابل تلافی نقصان ہوا۔) منصوبے سوچتا رہتا ہوں، قانون کی گرفت میں لانے کی تجاویز سوچتا رہتا ہوں۔ اس کو نفرت وحقارت سے دیکھتا ہوں۔ خاص عام میں اس کو نشر کرتا ہوں اس کے عیوب اعلانیہ بیان کرتا ہوں جو کہ خود بخود میرے سینہ میں چلے آرہے ہیں۔ جو حقیقت میں سچے ہیں۔ بعض اوقات مبالغہ اور جھوٹ کے ساتھ فحش کے ساتھ بھی اس کی غیبت کرتا ہوں۔ ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جائز نا جائز بدلہ لوں۔ اس کو نقصان پہنچاؤں۔ مارنے پیٹنے کے موقع کی تلاش میں رہتا ہوں۔ دوسروں کو بھی اس کے خلاف اُبھارتا ہوں۔ بس اس کے سوا دنیا میں مجھے اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ میرے سینہ دماغ میں اس مضمون کے سوا اور کوئی مضمون ہی نہیں رہا۔ نہ پیدا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ میری زندگی کا ایک ایک قیمتی سانس اسی قضیہ میں برباد ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ اپنی ہمت اور سمجھ کے مطابق توبہ تائب سے استغفار لاحول سے ورد و وظائف سے بھوک فاقہ وغیرہ سے تنہائی سے مجلس سے سیر وتفریح سے اور ان خصلتوں کو ان کے اضداد سے بدلنے کی بہت کوشش کی، لیکن سب بے سود، میری زندگی کا ایک مستقل شغل بن گیا۔ یہی میرا وظیفہ ہو گیا۔ ایک طرح کی طبیعت ثانی ہو گئی، اس شخص کے پاس بھی کئی بار جا کر کئی کئی دن رہا۔ اس سے معافی بھی مانگی، لیکن جب گھر آیا تو مرض پہلے سے بھی زیادہ بڑھا ہوا پایا۔ عجب پیچ وخم طلسم ہوشربا میں پھنس

گیا ہوں۔ اس بات کا بہت غم ہے کہ قبر میں بھی خدا نہ کرے یہی تخیل رہے (یہ تو واقعات وحالات ہیں آگے درخواست ہے) خدارا جلد میرا کوئی علاج کریں۔ میں تو تھک گیا ہوں۔ مایوس ہو گیا ہوں چکنا چور ہو گیا ہوں۔ برائے خدا ہمت کمر باندھ کر فیض کی نظر سے مجھے اس جھمیلے سے نکال دیجئے۔ معصیت کے گڑھے سے باہر نکال دیجئے۔ متذکرہ بالا تمام کمزوریاں تمام امراض کو صحت سے اخلاق حسنہ خلوص ادب سے نیک خصائل سے بدل دیجئے۔ دل کو با شریعت بنادیجئے۔ اللہ کی طرف لگا دیجئے دل کی بربادیاں پھر آباد کر دیجئے۔ میرے دِل کے سُوکھے ہوئے باغ کو نظرِ فیض کا پانی دے کر دوبارہ ہرا بھرا کر دیجئے۔ مجھے دنیا میں رہنے کا ڈھنگ بتا دیجئے۔ یہ سب کچھ علاج سے کیجئے۔ یا دُعا سے کیجئے یا دربارِ مصطفٰے میں پیش کر کے کیجئے (اس کا جواب خصوصیت کے ساتھ آگے ہے) یا بارگاہِ عالی میں التجا سے کیجئے جس طرح بھی اور جو بھی جناب مدد کر سکتے ہیں مدد کیجئے۔ وقتِ مدد وقتِ دُعا ہے کیونکہ مجھ پر ایک عجیب آ کر وقت پڑا ہے۔ میں کسی امتحان کے قابل لائق نہیں ہوں۔ اس رحیم کریم کا انتہائی فضل چاہتا ہوں۔ کسی جگہ جانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ آپ حکیم الامت ہیں، مَیں جناب سے علاج نہیں دریافت کرتا، نہ مرض تشخیص کراتا ہوں۔ میں نے اپنے تمام امراض عرض کر دیئے ہیں۔ ایک کایا کلپ اکسیر چاہتا ہوں۔ دُعا کا ایک تیر چاہتا ہوں فیضِ نظر لطف کی نگاہ چاہتا ہوں۔ ایسی اکسیر نگاہ چاہتا ہوں جو قبر میں کام آوے، حشر میں کام آوے اور اس شخص کا پرتو اور اثر زائل کر دے (اس کا جواب بھی آگے مستقل ہے) ایک دفعہ دوران صحبت میں اس شخص کی ایک حرکت دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ شخص بہت شاطر (یعنی شطرنج باز) خدا جانے اس میں کیا راز تھا کہ میرے دل میں اس کا خیال آنا اسی دن سے اُسی وقت سے مجھے شطرنج کا بے حد شوق بندھ گیا۔ حالانکہ میں نے کبھی نہ شطرنج کھیلا نہ کھیلنا آتی تھی۔ لیکن خود بخود زبردستی ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ میں ہمہ وقت شطرنج کھیلنے لگ گیا۔ گھر پر سفر میں جس جگہ بھی

جاؤں شطرنج کے اسباب پیدا ہو جائیں۔ اب اس کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ملامت کرتا ہوں لیکن طبیعت کے ساتھ مل گیا۔ طبیعت ثانی بن گیا۔

کیا کروں میں انتہائی مایوس ہو گیا ہوں۔ تھک گیا ہوں، اصلاح کی یا کسی قسم کی ترقی یا صحت وغیرہ کی کوئی اُمید نہیں رہی جسے کوئی فن نہیں آتا وہ مَیں ہوں کوئی کل سیدھی نہیں رہی لیکن دل چاہتا ہے کہ کسی سے کچھ سیکھوں لیکن صلاحیت نہیں رہی نہ ہی طاقت رہی ہے کہ کسی کی خدمت میں جا کر رہوں۔ نہ مالی حالت اجازت دیتی ہے۔ طبیعت اس قدر نازک ہو گئی ہے کہ چاہتا ہوں کہ طبیعت کو انتشار نہ ہو۔ میں کسی پر بار نہ ہوں مجھ پر کوئی بار نہ ہو۔ کسی نے مجھے مشورہ دیا ہے اور میرے دل کو بھی پسند آیا ہے کہ آپ کا پس خوردہ پانی دیر تک استعمال کرتا رہوں۔ تو بہت فائدہ ہوگا اسی طرح کھانے والی چیز پر آپ توجہ ڈال دیں یا کچھ پڑھ کر پھونک دیں تو اس سے بھی بہت فائدہ ہوگا۔ میرا دِل کہتا ہے کہ آپ کے پس خوردہ پانی وغیرہ سے اس شخص کا پرتو واثر تو ضرور زائل ہو جائے گا۔ (اس کا جواب بھی آگے مستقل ہے)

تحقیق: الجواب۔ السلام علیکم۔ پورا حال پڑھا۔ غالب یہ ہے کہ یہ سب فساد متخیلہ کا ہے جس کو وساوس کہہ سکتے ہیں اور ضعیف احتمال یہ بھی ہے کہ اس شخص کے متخیلہ کا اثر ہو جس کو تصرف نفسانی کہہ سکتے ہیں یہ تو حاصل ہے واقعات کا آگے درخواست کے متعلق عرض ہے کہ اس میں بعض اجزاء تو محض ناواقفی سے تجویز کیے گئے ہیں۔ جیسے دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دینا یہ کس کے اختیار میں ہے یا ایسے تصرف کی درخواست جس سے اثر زائل ہو جاوے یہ موقوف ہے مشق پر جس سے میں عاری ہوں، یا پس خوردہ پانی وغیرہ کا استعمال کہ ایسی برکت مجھ میں کہاں ہے۔

پس یہ تو کاتب کے اوہام ہیں۔ اب صحیح تدبیر یہ ہے کہ اوّل چندہ وغیرہ کر کے (جس میں مَیں بھی شریک ہو سکتا ہوں) اتنی رقم جمع کر لو کہ کم از کم دو ماہ تک تمہارے اور ایک رفیق کے ضروری اخراجات اور متوسط درجہ کی ادویہ کے لئے کافی ہو۔ پھر ایسی

جگہ قیام کرو جہاں طبیب حاذق بھی ہو اور عامل بھی ہو۔

اور شیخ مصلح شفیق بھی ہو اور اس مصلح کی رائے سے سب معالجات ایک دم سے جاری کئے جائیں اور اس کی پوری پوری اطاعت ہر اَمر میں کی جاوے اور اپنی رائے کو یا شک وشبہ واعتراض کو بالکل دخل نہ دیا جاوے۔ یہ تدبیر ہوگی اور ساتھ ہی دُعا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ سب شکایات زائل ہو جاویں گی باقی مدت واخراجات ابھی تخمینی ہیں ممکن ہے کہ کچھ اضافہ کی ضرورت ہو سو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے اُمید ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا بھی انتظام ہو جاوے گا۔

حوالت باخدا کردیم و رفتیم　　مراد مانصیحت بود و گفتیم

والسلام　　(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ ومحرم ۱۳۵۹ھ)

## وساوس کا علاج

حال: اب اخیر عمر میں دل میں فتنہ پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خداوند تعالیٰ ورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بے ادبی وسبّ وشتم کے وسواس آتے ہیں۔ اس میں اختیار کا بھی کچھ دخل سمجھتا ہوں۔ اگرچہ استغفار بھی کرتا ہوں اور عقلاً بڑی قباحت سمجھتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے۔ یہ کیا شامت میرے واسطے شیطان نے پیدا کی ہے آخر عمر میں کیا نتیجہ پیدا ہو۔ منافقت ہے یا نعوذ باللہ کوئی کفر کی حالت آنے والی ہے۔ علاج عطا فرمایا جاوے۔ اور دُعا بھی کی جاوے کہ مجھ کو نجات ہو۔

تحقیق: دُعا تو ہر حال میں مطلوب ہے مگر یہ خیال کہ یہ وساوس اختیار سے ہیں یا نعوذ باللہ کفر ومنافقت ہیں یہ خود ہی وسوسہ ہے جس کی طرف التفات کرنا کوئی معصیت نہیں۔ مگر موجب پریشانی ہے۔ سو اگر علاج سے مراد معصیت سے بچنا ہے تو وہ اب بھی حاصل ہے اور اگر مراد ہے پریشانی سے بچنا تو اس کا طریق عدم التفات ہے ایسا ہی ایک سوال مع جواب تتمہ اُولیٰ ''امداد الفتاویٰ ص ۱۲۹'' پر منقول ہے۔

(النور۔ ربیع الاوّل ۱۳۵۹ھ)

## خیال ہونا اور عمل نہ ہونا اس کیلئے ہمت کی ضرورت ہے

ایک بڑا عیب احقر میں یہ ہے کہ خیال وفکر تو ہر وقت اس بات کی رہتی ہے کہ آخرت کا سامان کرنا چاہئے لیکن صرف خیال ہی ہوتا ہے عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنے عیوب کا احساس تو بہت زیادہ ہے لیکن ان کی اصلاح کی کوشش نہیں ہوتی۔

تحقیق: خیال مقدمہ ہے عمل کا۔ مقدمہ کی توفیق بھی نعمت ہے۔ نعمت کا شکر کرنے پر مزید کا وعدہ ہے اور اُس مزید میں عمل بھی داخل ہے۔ مگر عمل چونکہ اختیاری ہے لہٰذا ضم ہمت کی بھی ضرورت ہے۔ اس شکر کا یہ اثر ہوگا کہ استعمال اختیار میں سہولت ہو جاوے گی مگر بدوں قصد اس مزید کا وعدہ نہیں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

## وسوسہ کا علاج

حال: ذکر کے وقت جی یہ چاہتا ہے کہ سوائے ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کے اور کوئی کلمہ نہ پڑھوں۔ چنانچہ درمیان میں کبھی کبھی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہوں۔ تو ایک وسوسہ ہوتا ہے کہ ذات باری کی یاد ومشاہدہ میں کیوں ہارج ہے۔ اس وسوسہ سے سخت کوفت ہوتی ہے علاج تجویز فرمایا جاوے۔

تحقیق: جس وسوسہ سے کوفت ہو وہ عفو ہے علاج اس کے معین ہونے کا اعتقاد و استحضار اور اُس کے اقتضاء پر عمل یعنی گاہ گاہ اس کا تکرار۔ اور معین ہونا ظاہر ہے۔ حضور ہی کی بدولت تو توحید نصیب ہوئی۔

حال: بعد نماز صبح عادت تلاوت کلام پاک ہے مگر کچھ عرصہ سے بعد نماز گھر میں آ کر ذکر شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً وقت کے خیال سے پاؤ یا آدھ پارہ پڑھ لیتا ہوں۔

تحقیق: کسی دوسرے وقت میں معتدبہ تلاوت کر لی جاوے۔

(النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ)

## وساوس کا علاج

حال: یہ عرض کرتے حیا بھی آتی ہے اور خوف بھی۔ حق تعالیٰ حضرت کے قدوم کی برکت سے مجھ پر رحم فرماویں کہ کچھ زمانہ سے کبھی کبھی حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی مشیت و ارادہ سب ہی مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔ عقلاً و استدلالاً نہیں بلکہ محض طبعاً و وجداناً دنیا کا نظام اور قانون بجائے ذات قدس جل مجدہٗ کے تحت امر و مشیت اور قصد و قدرت ہونے کے ایک عمومی حرکت طبعی و مادی اور محرکات اتفاقیہ سے زیادہ مہتم معلوم نہیں ہوتی۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ لیکن اس کے باوجود معصیت کی بھی جرأت نہیں۔ تجزیہ کرنے پر اس عدم جرأت کا منشاء محض رسم و عادت اور قلبی ضعف معلوم ہوتا ہے۔ بے حد تاسف کے ساتھ خیال ہوتا ہے کہ اے خدایا جس ہستی کی رہنمائی نے نصف صدی تک اُمتِ مرحوم کے قلوب کو آپ سے وابستہ کیا اور وہ وابستگی متجاوز ہو کر آفاق میں آج تک جاری ہے اور مخلوق کو آپ سے مربوط کئے ہوئے ہے (اراد بہ جدہ و کان کذالک) آج اس کی اولاد کے لئے کیا ہونے والا ہے۔ اور وہ کس مرکز پر جا کر رُکے گی۔ **اللھم ارحمنا واعف عنا واھدنا۔**

تحقیق: ایسے دشتِ پُر خار سے سب کو گذرنا پڑتا ہے اور جو علامت ہے قطع مسافت کی ورنہ خانہ نشین کو بجز ماموں دیواروں کے کیا نظر آوے گا۔ مگر اس خارستان سے گذرنے والے کو یہ دیا جاتا ہے۔

باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش بر جفائے خار ہجران صبر بلبل بایدش

کیا احادیث میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی کی امثال خطرات کے متعلق یہ عرض نہ کیا تھا کہ جل کر کوئلہ ہو جانا ان کو زبان پر لانے سے احب ہے اور کیا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے ان کی تشدید کے اُن کی تہوین کے لئے یہ نہ فرمایا تھا **الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسۃ** ۔ اور **ذاک صریح الایمان** ۔ اور کیا یہ تعلیم دفع الوقتی تھی یا مغز تحقیق تھی اور کیا وہ تحقیق منسوخ ہو گئی یا قیامت تک باقی

ہے۔ پھر بقاء کے بعد کیا سوال رہا۔ اگر اس سے زیادہ گندے وساوس غیر اختیاری ہجوم اور تصدیق کا اختیاری درجہ باقی ہو تو یہی فیصلہ ہوگا **لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرة الخبیث مع انضمام قولہٖ تعالیٰ و ان جندنا لھم الغالبون**۔ بالکل بے فکر رہیں یہ سب خودھبامنثوراً ہو جاوے گا۔

حال: ایسے تیرہ و تار حالات میں اپنی نظر صرف حضرت مدظلہٗ ہی پر جاتی ہے۔ کہ حضرت ہی مجھے اس دلدل سے نکالیں گے اور قلب کو شفا بخشیں گے ورنہ اپنا حال تو بد سے بدتر ہے۔

تحقیق: دلدل میں داخل ہی نہیں ہوئے جو نکلنے کی ضرورت ہو۔ قلب بیمار ہی نہیں ہوا جو شفاء کی ضرورت ہو، آئینہ کے اُوپر مکھی بیٹھ گئی اندر عکس نظر آنے لگا۔ آئینہ کی خاصیت معلوم نہ ہونے سے مکھی کو اندر سمجھ لیا۔

حال: حُبِّ دنیا اور افکار کا اس قدر غلبہ ہے کہ اس انہماک سے کوئی وقت فارغ نہیں۔

تحقیق: با ضرورت یا بلا ضرورت اوّل انہماک نہیں۔ ثانی کا ترک موجب ضرر نہیں ہے۔

حال: اس جنگ ہی کے باعث **اذا دخل الملوک فی قریة افسدوھا** کا خوف و مراقبہ سوہانِ رُوح ہے۔

تحقیق: اگر یہ اضطراراً ہے تو مجاہدہ ہے۔

حال: جی یہ چاہتا ہے کہ قلب ان سب ہی سے بے نیاز اور بیگانہ ہو کر صرف ایک لگن میں مستغرق ہو جاوے۔ تحقیق: کیا ہر تمنا خیر ہی ہے۔

حال: جو اپنی حالت تھی وہ اپنے وسیلۂ یوم و غد کی خدمت میں بے کم و کاست عرض کر دی جو ارشاد ہوگا ایک ایک جزو کی تعمیل کروں گا۔ دُعا فلاحِ دارین و عافیت کی التجا کرتا ہوں۔

تحقیق: دل و جان سے دُعا کرتا ہوں مگر وہ اتباع سے مغنی نہیں۔

حال: دمہ کی پرانی شکایت کا سلسلہ تو دو مہینہ سے چلا آرہا تھا اس طرف اسی سلسلہ میں

بخار آ گیا اور دو ہفتہ قریباً بالکل فریش رہا۔ اب بفضلہٖ اچھا ہوں مگر کمزوری بہت ہوگئی ہے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ قوت بخشے۔ (النور، شوال ۱۳۵۹ھ)

## جنت میں وسوسہ محبت اور خشیت ہونے کا جواب

حال: دوسرا وسوسہ مجھے یہ ہوا کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق جنت میں محبت کے ساتھ اہلِ ایمان میں خشیت بھی ہوگی تو اس کی تطبیق آیت کریمہ **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون و غیر ھا من الأیات الدالة علٰی عدم الخوف** سے کیونکر ہوگی۔ اس ہیچمدان کی فکر کاسد میں آتا ہے کہ عدم خوف زوال نعمت بہشت کا ہوگا اور خشیت جلالِ الٰہی سے ہوگی۔

تحقیق: ماشاء اللہ صحیح سمجھے۔ (النور، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

## وسوسہ کا علاج

حال: یہ تو عام حالت ہے اس کے علاوہ اکثر حضرت کی زیارت کا دل میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے اور طبیعت چاہتی ہے کہ اسی وقت تھانہ بھون پہنچ کر حضرت کی زیارت کروں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ بعض ایسے ایسے وساوس آتے ہیں کہ زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ نہ معلوم اب حضرت کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں۔ کبھی گمان ہوتا ہے کہ میرے جیسے گنہگار اس قابل کہاں جو ایسے بزرگوں کی زیارت کریں بلکہ مجھ ایسوں کو دیکھ کر تو ان کے نورانی قلوب تکدّر محسوس کرتے ہوں گے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ حضرت اکثر علیل رہتے ہیں اور ضعف و اضمحلال اب زیادہ ہوگیا ہے۔ نہ معلوم میرے پیچھے ہی کیا ہو جائے۔

غرض اس قسم کے بیسیوں وسوسے آ آ کر پریشان کرتے ہیں اور ایک بے خودی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ تو روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ جب بہت ہی بے چین ہوگیا اور صبر مشکل ہوگیا تو مولوی عبدالصمد صاحب

بنارسی (مجاز حضرت اقدس) کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے تسلی و تشفی کا خواہاں ہوا۔ انہوں نے بہت کچھ تسلی فرمائی دلاسے دیئے مگر اُس وقت تو عارضی سکون ہو گیا پھر وہی وسوسے اور خدشے پیدا ہو ہو کر فکر مند بنائے ہوئے ہیں۔

تحقیق: کلیہ ہے کہ جو حالت بلا اختیار ہو وہ محمود ہی ہے۔ خصوص غلبۂ محبت کی حالت کہ اس کے بعض افراد یا بعض آثار ناقص تو ہو سکتے ہیں مگر مذموم یا مضر نہیں ہوتے۔ اس سے بے فکر رہیں اور ناقص مقابل کامل کے ہے۔

سو کامل حالت وہ ہے کہ یہ عمل پر غالب نہ ہو۔ **کما کان علیها الصحابة رضی الله عنهم** ۔ سو اس کے لئے تدبیر دُعا ہے۔ کہ ہر حال میں طبع پر عقل اور دین غالب رہے۔ اس دستور العمل کے بعد اس پر اجماع ہے کہ ؎

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست　　برصراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

حال: چونکہ میں اس طریق سے قطعاً نابلد ہوں اس لئے یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ حالت محمود ہے یا غیر محمود۔ اگر محمود ہے تو اس کے استقرار و دوام کی دُعا فرما دیجئے۔

تحقیق: اُوپر محقق ہو چکا کہ محمود ہے گو کسی خاص لون یا اثر سے ناقص ہو اس لئے بجائے استقرار کے کمال کی دُعا کرتا ہوں جو صحابہ کو عطا ہوا تھا۔

حال: اور اگر محض قلب کی کمزوری اور بدگمانی ہی ہو تو کوئی علاج ارشاد فرما دیجئے تا کہ اُس پر عمل پیرا ہو کر اس قسم کے خطرات سے محفوظ رہ سکوں۔

تحقیق: کمزوری اور بدگمانی بھی ہو تو غایت مافی الباب نقص ہو گا لیکن مذموم یا مضر نہیں۔ وقیل عشق است و ہزار بدگمانی۔

حال: نیز اس ناکارہ کے حق میں حُبِّ الٰہی اور محبوبانِ الٰہی کی محبت پیدا ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔　تحقیق: دل سے۔ (النور، صفر المظفر ۱۳۶۲ھ)

## وساوس کا علاج

حال: بحمد اللہ حضرت والا کی دُعا سے معمولات پر بدستور عمل ہے۔

تحقیق: بارک اللہ تعالیٰ۔

حال: سفر نیز تبدیلی مقامات سے تقادیم و تاخیر ہو جاتی ہے وہ بھی جب بالکل مجبوری ہو جاتی ہے۔ تحقیق: ایسے تغیرات سے اکابر بھی خالی نہیں اس میں بھی حکمت الٰہیہ ہے کہ اپنے ضعف و عجز کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

حال: اللہ کا شکر ہے کہ امراض ظاہری میں نمایاں فرق ہو گیا ہے لیکن قلبی امراض کی حالت کچھ ایسی ہے کہ کمی و زیادتی کا فیصلہ بہت دُشوار ہے۔ کبھی کسی مرض میں کمی ہوتی ہے اور کسی میں زیادتی۔ تحقیق: مثال

حال: ۴۰ دن قیام تھانہ بھون کی واپسی کے بعد نیز دورانِ قیام میں ہر حالت بہتر تھی لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ حالت باقی نہیں رہی۔ تحقیق: مثال۔

حال: ادھر وساوس کی زیادتی ہے۔ نیز خلاف مزاج افعال پر قلب میں سخت چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وساوس بڑھ جاتے ہیں۔

تحقیق: غیر اختیاری حالات پر ملامت ہی نہیں اور اختیاری سے بچنا اختیار میں ہے اب کیا سوال رہا۔

حال: حضرت کا یہ ارشاد سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ طالب کے لئے محبت ضروری ہے عقیدت ضروری نہیں۔ میں حیران تھا کہ زبردستی کیسے محبت پیدا کی جاسکتی ہے لیکن دو مرتبہ کی حاضری میں یہ معلوم ہو گیا کہ حضورِ والا خود ہی محبت پیدا کر دیتے ہیں نہ صرف محبت بلکہ عقیدت واطاعت ہر چیز بحمد اللہ حضور کے قدموں کے نیچے حاصل ہو جاتی ہے۔

تحقیق: یہ تو مطلوب پر مزید ہے ضرورت تو محبت عقلی کی ہے جو اختیاری ہے۔ اگر طبعی بھی ہو تو گویا چراغ میں ایک بتی اور چڑھ گئی۔

حال: اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے میں تو ہر وقت خائف رہتا ہوں اور اُن کے قیام کی دُعا کیا کرتا ہوں۔

تحقیق: اس طریق میں خوف ہی امن ہے۔ (النور، صفر المظفر ۱۳۶۲ھ)

# انوار النظر فی آثار الظفر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

# انوار النظر فی آثار الظفر

## آثار غلبہ توحید وفناء وعبدیت وتمکین بعد التلوین وفرق مابین نسبت وملکۂ یادداشت وغیرہ

انوار النظر فی آثار الظفر چونکہ یہ ایک ہی ذکر کے متعدد خطوط تھے اور اُن میں بعض مضامین اہم اور نافع تھے لہٰذا ان کو سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے۔ اور ان کا ایک مستقل نام بھی رکھ دیا گیا۔۱۲۔ (مدیر)

### خطِ اوّل

حال: سیدی سندی مولائی متندی غیاث الطالبین عون المستر شدین لا زالت سحب الطافکم علینا ما طرۃ آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گذارش خدمت سراپا خیر وبرکت میں یہ ہے کہ آج کل بابرکت صحبت حضرت والا الحمد للہ اس احقر پر لقاء اللہ کا اشتیاق بہت غالب رہتا ہے کسی چیز کو دیکھ کر جی خوش نہیں ہوتا کہ جب تک دیدار حق نصیب نہ ہو لاکھ چیزیں دیکھ بھی لیں تو کیا۔

بعض مرتبہ قلب کو یہ بے چینی ہوتی ہے کہ اگر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ ہم سے بعید ہوتے تب بھی اس قدر اضطراب نہ ہوتا، افسوس تو یہ ہے کہ وہ قریب ہیں اور دُور میں ہی ہوں اس وقت اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

را اشد ما بمعنی المحب من الھوی قرب الحبیب ولا یکون بلاق

ہر وقت ایک دُھن لگی رہتی ہے (اللھم زدفزد) کہ لقاء رب کا کون سا وقت ہوگا، بعض دفعہ یہ بدن نظر میں خار معلوم ہوتا ہے، کہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو رُوح مجرد ہو کر لقاء

رب تعالیٰ حاصل کرتا پھر رضا اللہ تعالیٰ پر راضی ہوتا ہوں، کہ جب تک یہ قید مق
کر رکھی ہے بسر وچشم منظور ہے۔ مگر اس قید سے رہا ہو کر خدا کرے میں محجوبین م
سے نہ ہوں۔ استغفر اللہ واعوذ باللہ من ذلک۔ اِس خطرہ سے زیادہ مجھے کوئی خط
نہیں، کہ کہیں خدانخواستہ بعد موت کے حجاب نہ ہو جاوے۔

تحقیق۔ یہ خطرہ عین ایمان ہے، اور یہی بشارت ہے عدم حجاب کی قال تعالیٰ

**الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرہ و اجر کبیر۔**

حال۔ **اللھم ارزقنی لذة النظر الی وجھک الکریم و شوقا الی لقائک اللھم انی اعوذ بک ان تصدمنی وجھک یوم القیامة۔** (تحقیق) آمین۔

حال۔ حضرت میرے لئے دُعائے استقامت واستدامت، علی حب اللہ تعالیٰ و علی اطاعتہ فرمائیں۔

تحقیق: بدل وجان۔

حال: اور میرے حال زار پر توجہ فرمائیں۔

تحقیق: بلا درخواست ہی ہے۔

حال: میں کچھ نہیں واللہ کسی لائق نہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اَوّل آستانہ خلیل۔ پھر ایں آستانہ کی جبیبہ سائی نصیب ہوئی۔

تحقیق۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہاں استعداد قریب اور یہاں اُس کا ظہور ہوا۔ فذالک **کدرو رة الصدیق رضی اللّٰہ عنه وھذا کدورة الفاروق رضی اللّٰہ عنه وللاوّل فضل ظاھر علی الثانی وامر اللّٰہ تعالٰی باداء الا مانة یعنی اعطآء کل ذی حق حقه فیقدم المقدم و یؤخر المؤخر. والکل واحدٌ۔**

حال۔ اپنے حال زبوں سے روتا ہوں تو اس سے کسی قدر خوش بھی ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے واصلین سے وابستہ تو کر رکھا ہے **والحمد للّٰہ علی ذالک** کیا عجب ہے ایک دن اُن کی برکت سے مجھے بھی وصول ولقاء اللہ حاصل ہو جائے۔

بود موری ہوسے داشت کہ در مکہ رسد پائے بردستِ کبوتر زد و ناگاہ رسید
اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدائکن رحمے بمنِ سوختہ بے سروپائکن

آج کل ذکر میں تصور نور وغیرہ مجھ سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ اس سے طبیعت اُلجھتی ہے۔ صرف تصور ذات بسیط کرتا ہوں۔

تحقیق:۔ الحمد للہ۔ یہ عین مذاق حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور یہی بالکل میرا وجدان ہے۔

حال: اس کے بعد خود بخود بلا تصور قلب میں ایک سفید روشنی محیط سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق:۔ وہ مذاق اس کو بھی مغلوب کر دے گا۔

حال: بعد سحری کے قدرے گرانی معلوم ہوتی ہے تو آج کل ذکر نفی و اثبات کا وقت بعد مغرب قبل از طعام مقرر کر لیا ہے مگر مجھ میں تلون بہت ہے۔ اب رمضان میں وقت ذکر کا قدرے منضبط ہے، مگر شوال میں کارِ تعلیم میں مشغول ہو کر دیکھئے پھر کیا ہو، اور جو خدانخواستہ کوئی بیماری ہو جاوے پھر تو کوئی انضباط بھی نہیں رہتا۔

تحقیق:۔ کچھ فکر نہ کریں یوں ہی کئے جائیں، محرومی نہ ہوگی ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود
دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

حال: پہلے مجھے حضرت شیخ کے ساتھ اور کچھ عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غلبہ محبت رہا۔ حضرت شیخ کی صورت دیکھ کر تاب نہ رہتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر، رو دیا کرتا تھا اور درود شریف کا بہت خیال رہتا تھا۔ اب تو صرف تصور ذات بسیط میں دل لگتا ہے، دل میں اُسی کی دھن ہے سب محبتیں مغلوب معلوم ہوتی ہیں۔

تحقیق: مبارک ہو۔ یہی ہے غلبۂ توحید، یہی ہے غلبہ تنزیہ، اور یہ غلبہ ظاہراً تو اُن پہلی محبتوں کا ضعیف کرنے والا ہے۔ لیکن درحقیقت اُن محبتوں کا بھی قوی

کرنے والا ہے، چنانچہ مواقع امتحان میں اس کا امتحان ہوتا ہے، اور راز اس میں یہ ہے کہ وہی محبتیں تو موصل ہوئیں اس دولت کی طرف، اور ظاہر ہے کہ مقصود جتنا عظیم ہوگا اُس کے وسائل کی بھی اسی قدر وقعت ہوگی۔ البتہ خود مقصود کے مقابلہ میں وسائل مغلوب ہوں گے۔ پس مقصود کے اعتبار سے تو ضعیف اور وسائل کے تعلق سابق کے اعتبار سے اَب کا تعلق قوی۔

حال:۔ زیادہ کیا عرض کروں، دل بے چین ہے۔ وصال حق کی صورت نظر نہیں آتی۔

تحقیق:۔ اگر تشبیہ کا غلبہ ہوتا تو اسی وقت وصال کا اعتقاد اور حال ہوتا، گو وصال عُریاں نہ سہی اور یہ حالت ناقص ہوتی، وصال نظر نہ آنا علامت ہے غلبۂ تنزیہ کی جو مشرب ومسلک ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا اور ابلغ فی القرب ہے پس یہ عدم وصال ہی معنیً وصال ہے، پس اِس معنی کی جو صورت ہوگی وہ نہایۃ الوصال ہے گو عاجل نہیں، آجل ہے، مگر کامل ہے، اور اہل تشبیہ کا وصال جو نقد ہے وہ مشابہ وصال ہے وصال نہیں، اور جو آجل نہ ہوگا وہ ایسا کامل نہ ہوگا، پس یہ حق تعالیٰ کی تمام نعمت ہے۔

## خطِ دوم

حال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی غیاث الطالبین وعون المستر شدین ہادی الضالین۔ قطب الواصلین، لازالت بحار کرمکم زاخرۃ وشابیب فضلکم علی ماطرۃ آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، والا نامہ سامی بجواب عریضہ احقر صادر ہوا، جس کے پڑھنے سے بے اختیار بکا طاری ہوا نہ معلوم اُس کے حرف حرف میں کیسی آگ بھری تھی کہ دل کو اور بھڑکا دیا، اور پہلے شوق میں اور زیادتی ہوگئی بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

تحقیق: **بارک اللہ فی استعدادکم، فان القابل اذا کان کاملا فی قابلیۃ یتاثر من کل فاعل ولو لم یکن کاملا فی فاعلیتہ لکن اللائق بالقابل ان یعتقد الکمال فی الفاعل فانہ ینفعہ ھذا الا عتقاد۔**

حال:۔ کل ذکر کرتے وقت صاف یہ معلوم ہو رہا تھا کہ غالباً آج کل حضرت کے

قلب میں کوئی نئی بات پیدا ہو رہی ہے جس کا اثر بوجہ ضبط کامل کے حضرت پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور احقر پر اُس کا اثر پڑ رہا ہے کہ دل لقاء اللہ کے اشتیاق میں بے چین ہے۔

تحقیق: ماشاء اللہ نہایت صحیح ادراک ہے۔ مجمل عنوان اُس حالت کا مشاہدہ عجز و ضعف و غلبۂ انکسار و افتقار و فنائے دعویٰ حالاً ہے۔ جو اَسباب و نیز آثار میں عبدیت کے لیکن مفصل حقیقت و حکمت اُس کی بہت نازک ہے کہ ہر شخص اُس کے سمجھنے بلکہ سُننے کے بھی قابل نہیں، تم کو اپنا محرم سمجھ کر تم سے خود کہنے کو تھا مگر بعد رمضان، لیکن چونکہ تمہارے قلب کو بوجہ کمال تناسب اُس کا ادراک منجانب اللہ ہو گیا، اس لئے اَب جلدی ہی کہہ دوں گا اگر تم سے بھی احتمال غلط فہمی کا ہوتا تو تم سے بھی یہ نہ کہتا، مگر ایسا احتمال نہیں بلکہ اُس نازک حالت میں جو بعض غوائل محتملہ ہیں تم سے ظاہر کرنے میں انکا ارتفاع بھی متوقع ہے کہ تم اس ارتفاع کا واسطہ بن سکتے ہو۔ فانتم فیه مفتاح الخیر۔

حال:۔ آج کل حضرت کے قلب سے میرے قلب کی طرف فیضان ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے اور ذکر کے وقت اُس کا ظہور زیادہ ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حضرت کے قلب سے میرے قلب کی طرف آ رہی ہے۔

تحقیق: وہی حالت مذکورہ ہے مگر بہ تبدل لون حسب اختلاف المحال والاحوال۔

حال:۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت والا کو بہت بہت جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ اس بے چینی کے وقت دست گیری فرما رہے ہیں ورنہ نہ معلوم میرا کیا حال ہوتا، الحمد للہ وصال حق کے لئے دل میں بے چینی اور اشتیاق تو ہے مگر تقاضا اور عجلت کا مضمون نہیں۔

تحقیق: یہ برکت ہے اپنے اکابر کی تمکین کی، قال الشیخ عبدالحق الردولوی شیخ مشائخنا، منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد و اینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغے نزنند۔ (النور ص۲۴۹)

حال:۔ اگر حضرت حق کو اِسی بے چینی میں رکھنا منظور ہو تو بسر و چشم منظور ہے، راضی ہوں رضا کا طالب ہوں، اور اگر باب وصال مفتوح ہو جاوے تو زہے قسمت وہ

تو اصلی حالت ہے جس کی طرف فطرتاً دل کو میلان ہے کیونکہ پہلے تو وصال ہی وصال تھا۔ فراق کا نام نہ تھا یہ فراق بعد میں طاری ہوا، دیکھئے اس فراق کے بعد پھر وہ دولت وصال ونعمت حضور نصیب میں ہے یا نہیں۔

اگر بخشئے زہے قسمت نہ بخشئے تو شکایت کیا　　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

تحقیق: گو یہ حال خاصہ جس کا منشاء ہے غلبہ رضا فی نفسہ حالی ہے، مگر بعد انضمام اشتقاء کے اس لون سے اکمل دوسرا لون ہے۔

اگر بخشیں زہے یاری نہ بخشیں تو کروں زاری
کہ اس بندہ کی کیوں خواری مزاج یار میں آئی

حال۔ ثم اقول بقلب کیب وصوت حزین۔

تری هل یعور انشمل بعد تفرق　　مشتت قلب المستهام طویل
فیالیت امّی لم تلدنی اوا ننی　　شفیت بینبوع الوصال غلیلی

تحقیق۔ لیام حسن الظن بابداله هکذا۔

ارانی یعود الشمل بعد تفرق　　مشتت قلب المستهام طویل
فیاذرّ اُمّی ولدتنی لاننے　　سأشفی بینبوع الوصال غلیلی

حال:۔ اس وقت بجز ذکر وتلاوت قرآن کسی چیز کو جی نہیں چاہتا، نہ کتابت کو نہ اختلاط بالناس کو جو ارشاد ہو بجالاؤں۔

تحقیق: میں نے خود اس کو پسند رکھا ہے گو عمل کی ہمت نہ ہو تم کو اسکے خلاف کیا بتاؤں

حال: ایک بات قابل عرض یہ ہے کہ جن حالات پر حضرت کوئی بشارت تحریر فرماتے ہیں اُن کے اظہار ونقل فی کتاب التربیۃ سے قلب میں ندامت طاری ہوتی ہے اور شرم آتی ہے کہ کس منہ سے اس کو ظاہر کروں، ہائے میں تو کسی لائق بھی نہیں، واللہ کچھ نہیں، یہ حضرت کے کلمات بشارت سچ یہ ہے کہ محض فضلِ خداوندی ہے اور حضرت کی برکت۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل　　نسیم صبح تیری مہربانی

جی یوں چاہتا ہے کہ میری بلا اطلاع ۔۔۔ صاحب نقل فرما دیا کریں کہ اُن سے اس قدر حجاب نہیں آتا۔

تحقیق:۔ ہے تو بہت بہتر مگر وہ ذرا سُست ہیں لیکن تاکید کر کے نقل کرالیا کروں گا، جو جو تحریریں نقل نہ ہوئی ہوں مجھ کو دے دو میں ان کو نقل کیلئے دے دوں۔ (رمضان ۴۳ھ)

خط سوم

حال: اس وقت دو پہر کو بین النوم والیقظہ یہ معاملہ دیکھا کہ میں نے حضرت والا کو اپنا کچھ حال لکھ کر دیا ہے جس میں سے حضرت نے سب باتوں کا جواب تو عطا فرمایا ایک بات کچھ صاف لکھی ہوئی نہ تھی حضرت اس کا مطلب مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ اُس وقت میں ایک پُل پر کھڑا معلوم ہوتا ہوں، اور حضرت کے سامنے اُس بات کا مطلب عرض کر رہا ہوں کہ پہلے تو کچھ راستہ نظر بھی آتا تھا۔

اب تو میری ایسی حالت ہے کہ میں اپنے کو کافروں سے بدتر پاتا ہوں، اس وقت میرے بدن پر بہت سخت رعشہ طاری تھا اور بے تابی کی حالت میں یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ مجھے تو قرآن پڑھتے ہوئے ڈر لگتا ہے، حدیث سے ڈر لگتا ہے، کیونکہ سب میں کفار کی مذمت و وعید ہے اور میں اُن سے بھی بدتر ہوں۔

تحقیق: یہ غلبہ ہے عبدیت وفناء کا اور ظہور ہے اُس پہلے واقعہ کا کہ یہ معلوم ہوا تھا کہ احقر کے قلب میں کوئی کیفیت ہے اور وہ آنعزیز کی طرف منتقل ہو رہی ہے اور جواب میں اُس کیفیت کی یہی تعیین کی گئی تھی (ملاحظہ ہو رسالہ النور ماہ جمادی الاخری ۴۳ھ ص ۱۴، سطر ۶، کل ذکر کے وقت صاف یہ معلوم ہو رہا تھا الی آخر جوابہ، مدیر)

حال: اس کے بعد میں نے ایک ہندو لڑکے سے جو بہت ہی ذرا سا بچہ تھا کہا کہ وہ کتاب لے آؤ جس میں حالات نقل ہوتے ہیں، وہ لڑکا گیا اور بوجہ کتاب کے ثقیل ہونے کے روتا ہوا اُس کو لا رہا ہے اور حالانکہ اُس وقت میں اس کے قریب آ گیا مگر اُس نے وہ کتاب اُسی پُل کے قریب پہنچائی۔ اُس وقت میں نے بڑی زور سے چیخ

ماری کہ اس بچہ نے ایک بندہ کے کہنے سے اپنی ہمت سے زیادہ کام کیا۔ اور ہم نے خدا اور سول کے احکام سہلہ کو بھی نہ پورا کیا اور سب عہد و میثاق بھول گئے۔

تحقیق: ہندو کے لڑکے کو اس حالت میں دیکھنا غالباً بشارت ہے غلبۂ اسلام کی، اور اُپنے کو اس حالت میں دیکھنا وہی فناؤ عبدیت ہے۔

حال:۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ اس کو زیارت کراؤ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اس کو زیارت کراؤ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی، اس کو زیارت کراؤ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، یہ اسماء مبارکہ بالترتیب لئے گئے اور بالترتیب جلدی جلدی اِن سب حضرات کی زیارت نصیب ہوئی، والحمد للہ علیٰ ذالک۔ عجلت اس قدر ہوئی کہ حسرت ہی رہی کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دیر تک شرف زیارت حاصل ہوتا۔

تحقیق:۔ یہ زیارت اشارہ ہے سب حضرات کے مقامات کے حصول کی طرف اور جلدی جلدی ہونا اشارہ ہے اس حصول میں توقف نہ ہونے کی طرف، مبارک ہو۔

حال: زیارت کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس احقر کے پاس تشریف لائے اور دیر تک منظوم اشعار میں حضرت والا کی مدح فرماتے رہے اور عجیب بات یہ کہ اوّل تعریف شیخ کامل اور رہبر طریق ہونے کی فرمائی پھر حلیہ اور شمائل تک کی تعریف فرمائی۔

تحقیق: چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور احیاء سنت حکماً شہادت ہے جو اس وقت وقوع میں آیا نیز شہادت کے قبل مجاہدہ ہوتا ہے اور اس وقت کے واقعات سب مجاہدات ہیں۔ اس سبب سے غالباً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رُوح طیبہ سے کچھ مناسبت وقرب زیادہ ہوگیا ہو عجب نہیں اور رہبر طریق ہونے کے متعلق فرمانا شاید اس لئے ہو کہ اہلِ اعتراض کی باتوں سے کوئی شبہ نہ پڑ جاوے۔

حال: اس کے بعد میرے کان میں ایک بات فرمائی جو گویا خاص طور پر نصیحت تھی کہ گنگوہ والے پیر جی کی باتوں پر نہ جانا ان لوگوں کو نہ کشتی کا پتہ ہے نہ دریا کا اور تم بحر فنا

میں بدون کشتی کے تیرتے جارہے ہو۔

تحقیق: غالباً ان باتوں سے مُراد یہی حکایات وشکایات ہیں جن سے طبعاً دل گیری کا احتمال ہوسکتا تھا، اس میں تسلی کردی گئی، اور کشتی سے مراد وسائط موافقہ عرف اور یہاں یہ مرحلہ طے ہوا ہے وسائط مخالفہ عرف سے اس لئے بدون کشتی فرمایا گیا۔

حال:۔اس وقت دریائے فنا عجیب وسعت کے ساتھ مشاہد ہوا، اور میں نے اُپنے آپ کو اُس میں سکون واطمینان کے ساتھ تیرتا ہوا دیکھا۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: اُس دریا کے چہار طرف نیلگوں ابر سا محیط معلوم ہوا اور عجیب ٹھنڈک دل میں محسوس ہوئی۔ تحقیق: یہ سکینہ ہے جو قلب میں نازل ہوتا ہے نیلگوں رنگ طبعاً نظر کو فرحت بخشتا ہے، یہ اشارہ ہے اس سکینہ کے موجب فرح ہونے کی طرف، اور بشکل اَبر دیکھنا اشارہ ہے اس کے محیط ہونے کی طرف اور ٹھنڈک اُس کا اثر ظاہر ہے۔

## خط چہارم

حال: رات نوافل میں حضرت والا کے پیچھے چوتھی رکعت کے قعدہ میں کچھ غنودگی طاری ہوگئی تھی اس حالت میں ایک رقیق ابر محیط معلوم ہوا، اور اُس میں سے بارش کے قطرے میرے اُوپر گرے جن سے گھبرا کر میں نے آنکھیں کھول دیں کہ شاید بارش آ گئی مگر جب سلام کے بعد آسمان کو دیکھا تو بالکل صاف تھا بادل کا نام بھی نہ تھا۔

تحقیق: سکینہ غیبی تھا۔

غیب را ابرے وآبے دیگر ست　　　آسمانے آفتابے دیگر ست

حال: آج کل وہ بے چینی اور بے تابی جو پہلے تھی نہیں رہی سکون کے ساتھ حُب الٰہی دل میں بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔زادہ اللہ تعالیٰ۔

حال: پھنسی کی تکلیف میں ایک لطف اور حظ آتا ہے، سچ ہے:

دردِ از یارست و درماں نیز ہم دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

تحقیق: یہ دلیل ہے بفضلہٖ تعالیٰ حب الٰہی کی ۔ از محبت تلخہا شیریں بود

## خطِ پنجم

حال:۔ آج رات نماز اورذکر میں قلب کو بے حد سرور حاصل ہوا جس کا اثر اب تک بہت موجود ہے توجہ الی اللہ خاص طور پر رات بہت زیادہ تھی۔

تحقیق:۔ مبارک ہو۔

حال: حالت غنودگی میں ابر محیط کا منظر معلوم ہوتا تھا۔ کیا یہ انوار شبِ قدر کے تھے یا کوئی اتفاقی کیفیت تھی۔ (۲۹ رمضان المبارک ۳۴ھ)

تحقیق: دونوں احتمال ہیں شب کو وجدان ابتداء ہی سے شاہد تھا کہ آج شبِ قدر ہے۔ اگر شبِ قدر نہ تھی تو انوار قرآنیہ تھے۔

## خطِ ششم

حال: رات بعد مغرب میں ذکر حضرت والا کی مسند کے پاس بیٹھا ہوا کر رہا تھا کہ قلب میں بہت نور معلوم ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ثقیل چیز قلب میں آ گئی جو بہت کچھ موجب سرور ہوئی، والسلام۔

تحقیق: میرے وجدان میں یہ نسبت تمکین ہے جو بعد تلوین عطاء ہوتی ہے۔ مبارک ہو۔

## خطِ ہفتم

حال: حضرت اقدس سیدی مولائی ثقتی ورجائی دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

شکر فیض تو چمن چوں نکند ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست

میں حضرت والا کی توجہات کا شکر یہ کس زبان سے اور کس قلم سے ادا کروں۔

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

جب سے حضرت والا کی مبارک تحریر صادر ہوئی ایک اطمینان اور سکون کی کیفیت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور رغبت الی الطاعات ونفرت عن المعاصی قلب میں بہت زیادہ ہے۔ والحمد للہ علی ذالک پرسوں ذکر کے وقت شدید غلبہ کے ساتھ یہ بات قلب میں خود بخود آئی تھی کہ الحمد للہ نسبت قلب میں القا ہوگئی۔

تحقیق: یہ صحیح ہے۔

حال۔ مگر ایک حیرت سی تھی کہ یا اللہ کیا یہ دولت اس طرح بیگمان مجھ جیسے نالائق کو بھی حاصل ہو سکتی ہے یہ خیال بار بار عود کرتا اور میں اس کو بار بار دفع کرتا کہ ۔

چراغ مُردہ کجا نورِ آفتاب کُجا

بارے حضرت سے عرض کیا اور حضرت کے وجدان نے بھی اس خیال کی تصدیق فرمائی۔ حضرت والا کیا جس وصال کا میں متمنی تھا وہ مجھے نصیب ہوگیا۔

تحقیق: ہاں آگے اللہ تعالیٰ اُس کے درجات غیر متناہیہ میں ترقی فرمادے۔

حال: اِتنا اثر تو پاتا ہوں کہ دل میں سکون اور چین ہے بے تابی اور بے چینی نہیں۔ اس سے زیادہ یہ کہ قلب میں ایک نئی چیز پاتا ہوں جو پہلے نہ تھی، حضرت والا کیا اسی کا نام نسبت ہے۔

تحقیق: ہاں وہ یہی ہے جس کی طلب میں ایک عالم حیران و پریشان ہے۔

حال: پس بجز اس کے کہ شکر بجالاؤں اور اَپنے آپ کو محبوب میں فنا کردوں کیا کر سکتا ہوں۔

تحقیق: یہ بھی کوئی کیا کرے گا، یہ بھی وہی کریں گے جن کیلئے تم ایسا کرنا چاہتے ہو۔

حال: اُس وقت بے ساختہ یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے ۔

مجھ پہ لطفِ فراواں میں تو اس قابل نہ تھا
تیری اِس رحمت کے قرباں میں تو اس قابل نہ تھا
یہ تہی دست ازل تیرے در سے اے کریم

لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا

تحقیق: خدا کرے یہی اعتقاد عدم قابلیت مع المقبولیت مستمر رہے۔

حال: حضرت والا کی توجہات اس احقر کو تا اَبد یاد رہیں گی۔

تحقیق: میں کیا اور میری توجہ کیا یہ سب فضل حق ہے۔

حال: اور اس کے عوض بجز اس کے کہ اپنی ناچیز جان پیش کروں اور کچھ پاس نہیں پاتا۔ غلام ہوں، فرزند ہوں پروردۂ نعمت ہوں جب اور جس وقت جو ارشاد عالی ہو یہ غلام خدمت عالی میں جان و مال سے حاضر رہے گا۔

تحقیق: میں تو ان سب سے بڑھ کر چیز چاہتا ہوں، یعنی دُعا و سفارش بدرگاہ حق۔

حال: مگر حضور والا اس وقت مجھے پہلے سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے نسبت کی پختگی اور اس کی مقبولیت بھی برکت شیخ ہی ہوگی۔ میرا نہ حصول میں دخل تھا نہ آئندہ ہوگا۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں، باقی بڑی چیز جو اُس کی حافظ ہے ادامتِ عمل ہے۔

حال: حضرت والا کل سے جس وقت تحریر سامی صادر ہوئی کہ "میرے وجدان میں یہ نسبت تمکین ہے جو بعد تلوین عطاء ہوتی ہے۔ مبارک ہو، قلب پر ایک خوشی سی ہے یہ مذموم تو نہیں۔

تحقیق: قل بفضل الله و برحمته فبذالک فلیفرحوا، میں اسی خوشی کا خود اَمر ہے عجب اور چیز ہے جس کی ممانعت ہے، لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین۔

حال: غور کرتا ہوں تو عجب تو معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ واللہ میں اسے محض فضلِ الٰہی سمجھے ہوئے ہوں اپنی نا قابلیت سے بے خبر نہیں ہوں۔

تحقیق: ٹھیک ہے یہی معیار و مابہ الفرق ہے فرح شکر و فرح بطر میں۔

حال: واللہ یہ محض توجہ خلیلی و اشرفی فضل رب العالمین ہے، فله الحمد اولاً و آخراً و اشکره شکرا جزیلا متواترا، و صلی الله علی سیدالمرسلین و علی آله و صحبه اجمعین و جزی الله عنی سیدی و مرشدی مولانا الخلیل و سیدی و مولائی مولانا اشرف علی جزاء کاملا متوافرا و متکاثرا فی الدنیا و الدین۔ آمین۔

تحقیق: الف آمین۔

خطِ ہشتم

حال: حضرت اقدس سیدی سندی ومولائی مستندی ثقتی ورجائی لازالت شابیب۔ کرمکم علی ماطرۃ آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد تسلیمات بصد تعظیمات گذارش آنکہ الحمد للہ بہ برکت انفاس قدسیہ آنحضرت احقر کی حالت روبا صلاح ہے۔ آج کل بحمد اللہ مجھے کسی طاعت کے لئے قصد و اِرادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، دل میں خود بخود ہر کام کا تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کوئی تقاضا کرنے والا بیٹھا ہوا ہے۔ ہر کام میں بہت زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ پہلے قرآن شریف کی تلاوت میں اس قدر جی نہ لگتا تھا جس قدر ذکر میں لگتا تھا۔ اب الحمد للہ کہ تلاوت قرآن میں ایک خاص حلاوت پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ بھی اسی تمکین وانتہا کی علامات سے ہے اللہ تعالیٰ زیادہ رسوخ عطا فرمادے۔

حال: مگر اس کے ساتھ یہ کمی بھی محسوس کرتا ہوں کہ پہلے کسی چیز پر نگاہ پڑتی تو وہ ہیچ اور کالعدم معلوم ہوتی تھی اپنا جسم بھی بعض دفعہ خواب وخیال معلوم ہوتا تھا اور اپنے وجود کے تصور سے ندامت ہوتی تھی، اَب یہ حالت اس غلبہ کے ساتھ نہیں پاتا صرف ذوقاً و عقلاً ہر چیز کی فناءاضمحلال متصور ہوتی ہے وہ حال جو پہلے غالب تھا اُس میں کمی ہوگئی۔

تحقیق: چونکہ تمکین کے لئے نزول لازم ہے اور نزول میں بقاء بعد الفناء ہوتا ہے اور وہ پہلے آثار فنا کے تھے اور یہ آثار بقاء کے ہیں، اس لئے ایسا ہونا اِس وقت لازم ہے، یہ دوسری علامت ہے حصول تمکین کی۔

حال: الحمد للہ اخلاق رذیلہ اَب اَپنے اندر بہت کم پاتا ہوں، تکبر و رِیاء تو گویا بالکل نہیں رہے، الحمد لله علی ذالک۔

تحقیق: اللھم بارک۔

حال: اس وقت احقر کیلئے تکثیر ذکر زیادہ مناسب ہے، یا تکثیر تلاوت قرآن یا تکثیر نوافل دل بستگی قریب قریب سب میں یکساں ہے۔ اور سہل الحصول ذکر سب میں زیادہ ہے۔

تحقیق: غالب ذکر کو رکھو اور تلاوت اور نوافل کا حصہ بھی بقدر مسنون مقرر کرلو۔

حال: اس وقت مراقبات کی طرف طبیعت زیادہ راغب معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: تھوڑی دیر یہ بھی سہی۔

حال۔ اب تک مراقبہ پاس انفاس کرتا رہا، مگر اب انفاس کی طرف خیال کرتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ صرف کی جائے۔

تحقیق: الحمدللہ یہ خاص میرا ذوق ہے اور میں اس کو آثار غلبۂ توحید سے سمجھتا ہوں۔

حال: کوئی مراقبہ حضرت تجویز فرمادیں تو کرلیا کروں۔

تحقیق: مراقبہ مع الشغل کا ایک طریق سلطان الاذکار ہے وہ اچھا ہے اگر طریقہ معلوم نہ ہو زبانی پوچھ لیں۔

حال: ذکر لسانی جس قدر اب تک کرتا رہا اُسی قدر آئندہ بھی کیا کروں یا کچھ مقدار میں کمی بیشی کردوں، فقط اُمیدوار توجہات اشرفیہ کمترین غلامان۔

تحقیق: اتنا ہی مناسب ہے کمی کو تو دل نہیں قبول کرتا اور بیشی کا نباہ مشکل ہے۔

حال: مدرسہ کا افتتاح ہوگیا ہے اجازت ہو تو آج جانے کا قصد کرلوں۔

تحقیق: مبارک ہو۔

خط نہم

حال: کل دوپہر کو سلطان الاذکار کرکے میں سوگیا تو نیند میں بھی دل کی عجیب کیفیت رہی، قلب اس وقت بھی ذاکر معلوم ہوتا رہا سرور ونشاط کا چونکہ بہت غلبہ تھا اس لئے ایسی نیند آئی کہ مسجد مدرسہ میں جماعت ظہر بھی ہو چکی نیند ہی میں قلب پر یہ آیت وارد ہوئی، افلا یتوبون الی اللہ و یستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم O گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور دوسری مسجد میں جاکر جماعت سے نماز ادا کی اور توبہ واستغفار بھی کیا۔

تحقیق: یہی ہیں وہ مکالمات جو سالک وواصل کو نصیب ہوتے ہیں۔ مبارک ہو۔

حال: رات ذکر کرکے قبلہ کی جانب سے ایک روشنی مثل آفتاب کے چمکتی ہوئی

آئی اور قلب میں اور تمام بدن میں سرایت کر کے محیط معلوم ہوئی اس وقت قلب کو بہت ہی فرحت نصیب ہوئی۔

تحقیق: یہ انوار ہیں اعمال واذکار کے۔

حال: سلطان الاذکار کے وقت قلب پر نشاط و برودت بہت کچھ محسوس ہوتی ہے اور تصور ذکر قلب و بدن میں بحمد اللہ کامیاب ہو جاتا ہوں۔

تحقیق: الحمد لله اقاماها الله و ادامها۔

حال: یہ سب کچھ فضلِ حق تعالیٰ و برکت توجہات عالیہ ہے زیادہ بجز اپنی نا قابلیت کے کیا عرض کروں اپنی حالت پر نظر کر کے تو میں کامیابی سے مایوس تھا البتہ فضل حق سے بڑی اُمید تھی جو الحمد للہ پوری ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور مجھے اپنے اللہ سے ابھی بہت کچھ اُمید ہے۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ ؎

کوئے نو میدی مرو کامیدہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

خط دہم

حال، سیدی سندی مولائی مستندی لازالہم بتلک الفیوض العامہ سالمین دائمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، کل لوہاری کے سفر میں نسبت کو خاص قوت معلوم ہوتی تھی کہ باوجود مشغولی احادیث وقصص کے بحمد اللہ مشغولی عن الحق نہیں ہوئی، آج رات کو دل میں سخت تکلیف تھی نفس میں سُستی اور کاہلی پیدا ہوئی کہ تہجد آج نہ پڑھوں، آخر سنت ہی تو ہے کہ خواب میں حضرت والا کو دیکھا فرماتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ لینا تہجد نہ چھوڑنا۔ خواب میں یہ بات بھی دل میں آئی کہ بیٹھ کر ہی نماز پڑھ لیتا الحمد للہ کہ دو بجے اُٹھ بیٹھا اور تہجد ادا کی، بعد نماز صبح ذکر کرتے کرتے سو گیا، اَب آنکھ کُھلی خواب میں دیکھا کہ میں حیدرآباد کی ایک مسجد میں معتکف ہوں، اور ایک جماعت نیچریہ اور مبتدعین کی مسجد میں موجود ہے میں نے کھڑے ہو کر تقریر کی، کہ ہم

لوگ جماعت علماء ہیں ہم مجذوب ہیں ہم کو اپنی بھی حالت پسند ہے جس میں ہم ہیں ہمیں تمہاری ترقی کی ضرورت نہیں، ہم اپنے طریقے سے ان شاء اللہ کبھی نہ ٹلیں گے تم کو سو بار غرض ہو ہمارا مسلک اختیار کرلو، باقی ہم سے یہ اُمید نہ رکھو کہ ہم تمہارے خیالات میں کسی قسم کی تمہاری موافقت کریں گے۔

مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس تقریر سے مجمع مرعوب سا ہو گیا۔

تحقیق: السلام علیکم! اس سے پہلے پرچہ میں بندہ نے لکھا تھا۔

سوئے تاریکی مرد خوشید ہاست کوئے نو میدی مرد کامید ہاست

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دکھلا دیا وہ خورشید ہا اور امید ہا یہی ہیں اور اور بھی ہوں گے اور خصوصیت کے ساتھ اس خواب میں اس کی بھی بشارت ہے کہ آنعزیز سے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی واوفی ہدایت کا ظہور ہوگا میرے نزدیک تم اس کے اہل ہو کہ تم کو تعلیم تلقین و بیعت لینے کی اجازت دی جاوے۔ اگر یہ اجازت دینا موہم تصرف فی ملک الاکابر نہ ہوتا تو میں اجازت دے دیتا، اور زیادہ کیا لکھوں۔

## خط یازدہم

حال۔ حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی و رجائی لازالت سحب الطافکم علی ماطرۃ آمین، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ، بعد تسلیمات بصد تعظیمات گذارش خدمت سراپا برکت آنکہ دو والا نامے بجواب عریضہ ہائے احقر صادر ہوئے دل کی عجیب کیفیت ہوئی، ندامت و خجالت سے آنسو آ گئے۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

ناچیز ......اور یہ بارِ امانت، اللہ کی شان اور اُس کا محض فضل واحسان بس اور کیا عرض کروں۔ میں نہ کچھ تھا نہ ہوں، البتہ۔

جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

عجز وانکسار کے ساتھ اس فضل خداوندی کا شکر ادا کرتا ہوں اللھم ما اصبح بی

من نعمة او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر ۔

بارہا گفتہ ام و بارد گری گویم کہ من دل شدہ ایں رہ نہ بخود بپویم
درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

اگرچہ میں کچھ نہیں اور واللہ کسی قابل نہیں مگر الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مجھے جامع نسبتین (نسبت رشیدیہ خلیلیہ نقشبندیہ) و (نسبت امدادیہ اشرفیہ چشتیہ) بنادیا فللہ الحمد ولہ الشکر۔

یک جہاں بارِ امانت نتو انست کشید قرعہَ فال بنامِ مَن دیوانہ زدند

امیدوار توجہات عالیہ کم ترین۔

تحقیق: اس کا جواب بجز ہزاراں ہزار مبارکباد کے کیا ہوسکتا ہے۔ رہا قصہ استخلاف کا جس میں تصرف فی ملک الاکابر کا مجھ کو وہم تھا اب یوں سمجھ میں آیا کہ ایک نسبت کا استخلاف میں نافذ کردوں دوسری نسبت میں تصرف نہ کروں۔ فانفذتہ توکلا علی اللّٰہ و افوض امری و امرک الی اللّٰہ ۔

خط دوازدہم

حال:۔ حضرت سیدی سندی مولائی مستندی لازالت سحب افضالکم علی ماطرۃً ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، آج رات عشاء کی نماز کے بعد تسبیحات اور ذکر کرتے کرتے غنودگی آ گئی اور سو گیا، نیند میں کسی نے تنبیہ کی کہ سنتیں کیوں مؤخر کیں اس کے بعد میں نے حضرت والا کو خواب میں دیکھا احقر نے عرض کیا کہ حضرت دیکھئے میری تو یہ حالت ہے کہ سنتیں چھوڑ کر سو گیا آپ نے مجھے نہ معلوم کس لئے خلافت دے دی میں تو ہرگز اس قابل نہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں تو تیری اس حالت کا منتظر تھا کہ تو سنتیں چھوڑے اور تنبیہ کی جائے اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور اُٹھ کر سنتیں اور وتر پڑھے۔

تحقیق: معنی اس کے یہ ہیں کہ میں اس کا منتظر تھا کہ یہ معلوم ہو کہ تم مرید ہو یا مراد ہو اور ایسے مواقع پر تنبیہ ہونا اور متروک نہ ہونا علامت ہے مرادیت کی سو مقصود خود

ترک سنن نہ تھا بلکہ مرادیت کا معلوم ہونا گو اس علامت خاصہ سے ہو۔ اور جس طرح یہ تنبیہ علامت ہے مرادیت کی۔ اسی طرح یہ اس میں بھی مؤثر ہے کہ آئندہ کو خاص اہتمام کیا جاوے کہ شرائع میں کوتاہی واقع نہ ہو۔

حال: کل سے بعض حضرات میرے سامنے استخلاف وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مجھے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مذاق کر رہے ہیں قلب میں بجائے خوشی کے ایک رنج پیدا ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ ایک آدمی کا مذاق اُڑانے سے ان صاحبوں کو کیا نفع ہوتا ہے پھر صبر کرتا ہوں، اور کہتا ہوں ۔

اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال    مرغِ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

تحقیق: الحمد للہ یہ علامت ہے عدم عجب کی حق تعالیٰ اس میں ترقی فرماویں کہ اپنے کو کبھی اہل نہ سمجھیں لیکن اس حالت میں یہ مزید شکر کا سبب ہونا چاہئے کہ باوجود نااہلی کے حق تعالیٰ نے یہ نعمت دی، اور اس کو فال نیک سمجھنا چاہئے، عطائے اہلیت کی، ونعم ما قیل۔

داد اور اقابلیت شرط نیست    بلکہ شرط قابلیت داد اوست

(شوال ۱۳۳۴ھ)

## خط سیزدہم

سوال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی ثقتی ورجائی لازالت بحار کرمکم ذاخرۃ آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ چند اُمور دریافت کرنا چاہتا ہوں مگر ساتھ ہی خائف بھی ہوں کہ چھوٹا منہ بڑی بات، کچھ اُمور تو اپنی حالت کے متعلق دریافت طلب ہیں ان کے دریافت کی اجازت تو دربار والا سے ہمیشہ سے ہے، ایک دو بات اپنی بساط سے زیادہ دریافت کرتا ہوں اور گستاخی کی معافی چاہتا ہوں وہ یہ کہ :

(۱) نسبت اور ملکۂ یادداشت دونوں ایک ہیں یا ان میں آپس میں کچھ فرق ہے۔

جواب:۔ نسبت ملزوم اور ملکۂ یادداشت لازم ہے۔ دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے نسبت نام ہے خاص تعلق کا جس پر دوامِ امر کا ترتب لازم ہے ایک کثرت ذکر جس کی

دوسری تعبیر ملکۂ یادداشت ہے، دوسرے دوام طاعت جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جاوے تو اس تعلق عشقی میں دو امر لازم ہیں ایک تو یہ کہ معشوق اکثر اوقات ذہن سے نہیں اُترتا، دوسرے عاشق عمداً اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

سوال: (۲) **اللّٰہ معکم اینما کنتم** میں بظاہر معیت ذاتیہ مراد ہے اس معیت کا انکشاف سالک کو بھی ہوتا ہے یا نہیں اور مصاحبت و معیت حق، حضور و یادداشت ہی کا نام ہے۔ یا اور کسی دوسری کیفیت کا۔

جواب: یہ معیت ذاتیہ ایک قرب خاص ہے جو وجداناً مدرک ہوتا ہے اور جو حضور و یادداشت کا ثمرہ ہے نہ کہ اس کا عین۔

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کے وقت میرے لئے کون سا مراقبہ مناسب ہے حضرت نے بعض ذاکرین کے لئے یہ مراقبہ تجویز فرمایا تھا کہ اپنی تلاوت کو یوں تصور کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ تلاوت فرمارہے ہیں اور تم سُن رہے ہو، مجھے اِس تصور سے بوجہ حدوث صوت و تعاقب و توالی الفاظ سخت توحش ہوتا ہے، اَب تک تو میں یہ تصور کرتا رہا ہوں کہ یہ کلام الٰہی ہے حق تعالیٰ کو اس کی تلاوت محبوب ہے، اور نہایت محبت سے تلاوت کے وقت توجہ فرماتے ہیں، میں حق تعالیٰ کو یہ کلام سنا رہا ہوں اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا تصور مناسب ہو تو ارشاد فرمایا جاوے۔

جواب: تمہاری حالت کے مناسب یہی دوسرا تصور ہے۔

سوال: نماز و ذکر کی حالت میں پھنسی کی طرف خیال چلا جاتا ہے، یہ منافی حضور تو نہیں، اس تکلیف کے خیال کے بعد بعض دفعہ دیگر خیالات ازخود آجاتے ہیں۔

جواب: حضور کا منافی خود مضر نہیں البتہ استحضار کا منافی مضر ہے سو خیال خود چلا جانا استحضار کے منافی نہیں۔

حال: پہلے پہل تو مجھے کچھ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نئی چیز میرے قلب میں ہے اَب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجھ میں کچھ بھی نہیں، حق تعالیٰ سے تعلق

سب کو ہے میرے اندر کون سی نئی چیز ہے، نہ وہ ولولہ نہ جوش، جس طرح اوراو
عبادت کرتے ہیں، میں بھی کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ نزول ہے جو انتہا کے بعد عطا ہوتا ہے، اور یہ وہی ہے جس کو حضرت جنید
رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کے جواب میں کہ ما النھایۃ فرمایا تھا:

**العود الی البدایۃ** مبارک ہو۔ (شوال ۱۳۳۴ھ)

## خط چہاردہم

حال: حضرت سیدی سندی مولائی مستندی، لازالت سحب الطافکم علی ماطرۃ آمین،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج شب کو ذکر میں تمام بدن منور معلوم ہوتا تھا۔

تحقیق: یہ انوار ذکر ہیں۔

حال: دل یوں چاہتا ہے کہ بے کیف حضور ہوا نوار کے ساتھ جو حضور ہوتا ہے قلب
میں خود بخود یہ بات آتی ہے کہ یہ حضور کامل نہیں۔

تحقیق: فی نفسہ یہ امر صحیح ہے لیکن جس وقت مربی حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اُس
وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہئے۔

حال: آج رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ حضرت والا کے ساتھ یہ احقر بھی ہے
جمعہ کا وقت آ گیا تو خطبہ اس احقر نے پڑھا اور نماز حضرت والا نے پڑھائی، پہلا خطبہ
میرا ہی گھڑا ہوا تھا، دوسرا خطبہ خطب مشہورہ میں سے تھا۔ پھر خواب ہی میں یہ آیت
قلب پر وارد ہوئی، **و ان تعدوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا** پھر تہجد کیلئے آنکھ کھل گئی۔

تحقیق: خطبہ خطاب ناس ہے، اور نماز مناجات خالق ہے۔ تم لوگوں کا وقت ارشاد
قالی کا ہے، میرا وقت تربیت حالی کا ہے اور یہ دونوں اپنے اپنے درجہ میں نعمت ہیں۔

حال۔ تہجد کے بعد پھر اخیر شب میں سو گیا تھا تو پھر خواب دیکھا کہ ایک بہت اُونچا
تخت ہے اس پر میں اور برادر مرحوم مولانا ............ صاحب لیٹے ہوئے ہیں وہ تخت
دیوار سے ذرا اُٹھا ہوا تھا تو اس درمیانی حصہ میں جانور آ کر اپنی کمر اس تخت سے

رگڑتے تھے میں نے اس تخت کو دیوار سے ملا دیا کہ اَب کسی جانور کے آنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر نماز کے لئے ہم دونوں اس تخت سے اُترے، مجھے بہت فکر تھا کہ اتنے اُونچے سے کس طرح اُتریں گے۔ قدرتی طور پر ایک ٹیلہ سا اس کے قریب پیدا ہوگیا، اس پر پیر رکھ کر اُتر آئے۔ اس تخت کے نیچے کنواں تھا اس سے لوگ پانی بھرتے تھے۔ بھائی صاحب مرحوم تخت سے اُتر کر بھاگے اور کہا کہ میں تو بھیگ گیا اس وقت بارش ہورہی تھی میں نے چھتری جا کر دی پھر آنکھ کھل گئی۔

تحقیق: ملکوت میں بعضے واقعات ناسوت کے پہنچتے ہیں جس سے رُوح متاثر ہوتی ہے مثلاً واقعہ حال میں بعض عارضی پریشانیاں، بعضے بہائم سیرت لوگوں کی ہرزہ بیانیاں جو ان کے اظہار سے اپنے ضمیر کو راحت دیتے ہیں جو مشابہ ہے جانوروں کے کمر رگڑنے کے اور ان قصوں کا تعلق مختلف وجوہ سے دونوں بھائیوں سے تھا اور بھیگنا بھی اسی تاثر کی صورت ہے اور چونکہ شریعت کے موافق سب کا اِنسداد ہوگیا یہ مشابہ ہوگیا تخت کا رخنہ بند کردینے کے اور اس سے جو اِس تاثر کی اِصلاح ہوئی ہے وہ مشابہ ہے چھتری لگا دینے کے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اِن پریشانیوں سے رُوح متاثر تھی اور اصلاحوں سے اس کو راحت ہوئی بعض اجزاء کی تو یہ تعبیر ہے، اور باقی اجزاء ثمرات ہیں اعمال صالحہ کے۔

حال: صبح کو نماز کے بعد قرآن شریف پڑھ کر پھر سو گیا، خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب حضرت والا سے فرما رہے ہیں کہ یہ (میری طرف اشارہ کر کے) کب جائیں گے سہارن پور۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ منگل کو جائیں گے۔ خواجہ صاحب اس قدر جلدی جانے پر تعجب کرنے لگے کہ میں تو چاہتا تھا کہ یہ یہاں رہ کر حضرت سے بخاری شریف پڑھ لیں۔ پھر خواجہ صاحب خود ہی کہنے لگے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بخاری شریف وہ شخص حضرت سے پڑھے جو پہلا پڑھا ہوا بھول گیا ہو۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ پھر اَیسے تو میاں...... ہیں، خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ یہ بھی تو اَیسے ہی ہیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں ان کا آفتاب ابھی روشن ہے اس کے نمبر حدیث میں بہت اَچھے

تھے۔ ایک مولوی...... سے تو کم تھے باقی سب جماعت سے اس کے نمبر زیادہ تھے۔ مولوی...... صاحب بردوانی جو فخر بنگال ہیں ان سے بھی ان کے نمبر زیادہ تھے۔ والسلام

تحقیق: اس میں بشارت معلوم ہوتی ہے کہ میاں...... کے لئے بھی اس طرف توجہ ہے اور ان میں بھی صلاحیت ہے اور تمہارے لئے فعلیت کی بشارت ہے۔ (شوال ۱۳۲۲ھ)

## خط پانزدہم

حال: حضرت اقدس سیدی مولائی ثقتی ورجائی لازالت بحار کرمکم ذاخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اے لقائے تو جواب ہر سوال

حضرت نے حضور بے کیف کی تمنا سے بظاہر تو منع فرمایا تھا مگر غالباً بباطن ضرور توجہ فرمائی ہوگی کہ بحمد اللہ رات بہت زیادہ حضور بے کیف ہوا۔ ذکر کرتے ہوئے بھی قرآن کی تلاوت میں بھی جاگتے بھی، سوتے بھی، تلاوت و ذکر میں ایسا حضور ہوا کہ بے ساختہ رَبِّ اَرِنِیْ انظر اِلَیْکَ عرض کرنے کو جی چاہتا تھا۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: رات خواب میں دیکھا کہ احقر ایک سڑک پر کھڑا ہوا محبت الٰہی کا وعظ کہہ رہا ہے اور مجھ پر کیفیت بکا طاری ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں تب بھی مجمع ساتھ ہی رہتا ہے تو میں پھر دوبارہ کھڑا ہو جاتا ہوں اور وعظ کہتا ہوں۔ جہاں تک کہ میں ایک زینہ میں پہنچا، جو ایک تہ خانہ میں پہنچتا تھا تو اس وقت لوگوں سے کہا کہ اب وعظ ختم ہو گیا اَب آپ لوگ رخصت ہوں تب سب نے مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے۔ اور میں اس تہ خانہ میں ہو کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ مظاہر العلوم میں پہنچ گیا، مہتمم صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ آنعزیز سے فیض حالی و علمی پہنچنے والا ہے۔

حال: رات قرآن شریف سے اور درود شریف سے ایک خاص محبت میرے قلب

میں ذکر کے وقت اور تلاوت کے وقت القاء ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ تلاوت اور درود شریف پڑھتے ہوئے حق تعالیٰ شانہٗ کی خاص توجہ محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق: یہی ہیں وہ واردات جو بعد وصول عطاء ہوتے ہیں۔ (شوال ۱۳۳۴ھ)

(از رسالہ النور ص ۲۴۹)

حال: حضرت والا! کل رات گذشتہ کو تہجد میں ایک حالت بے خودی کی ایسی طاری ہوئی کہ نہ تو منہ سے الفاظ نکلیں اور نہ دُعا مانگی جائے بلکہ نماز سے ہی دل ایسا برداشتہ ہوا کہ مشکل سے نماز تہجد پوری کرنی پڑی اور ایسا خیال غالب ہوا کہ عبادت سے تو غیریت ثابت ہوتی ہے۔ حال آنکہ بجز ذات حق کے کوئی نہیں اور ساتھ ہی نماز کی فرضیت اور اپنی عبدیت بھی پیش نظر تھی اور یہ ہی پیش نظر تھا کہ دُعا مانگنا عبادت ہے مگر کچھ نہ ہوتا تھا اور اطمینان ایسا تھا کہ کسی کا وہم وخیال گماں نہ تھا یہی حالت صبح تک رہی سارا دن بدن پر ایک بے خودی ولرزش محسوس ہوتی رہی، دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ فنائے تام عطا فرماوے آمین۔

تحقیق: السلام علیکم! توحید کا غلبہ تھا اور اُس سے عالی حالت اس کے بعد اُس کا مغلوب (یعنی معتدل) ہو جاتا تھا کیونکہ اوّل حالت آثار ولایت سے تھی اور دوسری آثار نبوت سے **والثانی افضل من الاوّل**۔ (النور ص ۱۶۵)

# متقدمین اور محققین کے طریق سلوک میں فرق اور محققین کے طریق کو ترجیح

سوال: ایک گمنام کم ترین خدام بحضور ماوا وملجائے بیکساں رہنمائے گمراہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ عرض رسا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامد ومصلیاً۔امابعد۔آج احقر کچھ عرض حال کی اجازت چاہتا ہے۔گو وہ حالات نہایت گندے اور قابل شرم ہیں نیز حرج اوقات گرامی بھی ہے۔مگر کیا کیا جاوے **انماء شفاء العی السوال** ﴿ ناواقف کا علاج صرف پوچھنا ہے ﴾ اور حق تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ہاتھ میں وہ کیمیا دی ہے۔

گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنند

اُمید ہے کہ بندگان والا، **احسن کما احسن اللہ الیک** ﴿ دوسروں کے ساتھ بھلائی کر جیسا کہ تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی۔۱۲ منہ ﴾ پر نظر فرما کر حرج کو گوارا فرماویں گے احقر کو ذات والاصفات سے بڑی بڑی اُمیدیں ہیں۔

خواہی کہ خدائے بر تو بخشد ۔۔۔ با خلق خدائے کن نکوئی

جناب کو معلوم ہے کہ احقر نے بُری بھلی تعلیم پائی ہے۔اور بفضلہٖ تعالیٰ بزرگان کی کفش برداری سے بھی کچھ حصہ ملا ہے۔اسی کی بدولت بندہ کی قلبی حالت معمولی طور پر اَچھی تھی۔ہر بات صحیح سمجھ میں آتی تھی۔اور وعظ ونصیحت اور تلاوت قرآن وغیرہ کا اثر

ہوتا تھا۔ ہر بات کی تہ تک نظر پہنچتی تھی۔ اب سے چھ سات سال پہلے کا ذکر ہے کہ ذرا دیر بھی اگر کسی بُری صحبت میں شرکت کا اتفاق ہوتا تھا تو معاً قلب کو انکار اور نفرت محسوس ہونے لگتی تھی۔ اور نیک صحبت اور اچھی بات سے فوراً طبیعت میں بشاشت اور نشاط پیدا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی کے یہاں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اس سے پہلے میں حافظ صاحب سے اچھی طرح واقف بھی نہ تھا لیکن قلب میں ایسا ایک نیک اثر محسوس ہوا جس سے میں نے پہچان لیا کہ حافظ صاحب مرد صالح ہیں اور ان کی صحبت صحبت نیک ہے۔ چنانچہ اُس کے بعد ہر طرح تحقیق کیا اُس کو صحیح پایا۔ علیٰ ہذا ایک مرتبہ دہلی میں شہر کے باہر ایک مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مسجد سے ملا ہوا ایک مزار تھا۔ اُس کی طرف خواہ مخواہ قلب کو ایسا میلان ہوا کہ بے اختیار اُس کے پاس گیا اور وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہا۔ اُس کا کتبہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ غرض ہر چیز اچھی اور بُری کا احساس بہت ہی صحیح ہوتا تھا۔ ہر بات کا خیر و شر گویا رائی یعنی دودھ کا دودھ پانی کا پانی نظر آجاتا تھا۔ بہت سے مواقع ایسے ہوئے کہ جہلاء اور عوام سے کسی بات میں تقریر کرنے کا اتفاق ہوا تو اُس کی کنہ بندہ نے ایسی بیان کی جس سے مخالف و موافق دونوں کو اتفاق ہوا۔ اور حقیقت حال عیاں ہو جانے سے ثابت ہو گیا کہ نزاع لفظی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں اس پر بحث تھی کہ مزامیر بہت سے امراض کے لئے علاج ہیں۔ ایسی چیز منع کیوں ہو۔ میں نے کہا کہ یہ غور کرنا چاہئے کہ مزامیر سے نفع کیوں ہوتا ہے۔ مزامیر سے آواز پیدا ہونے کی اصلیت یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی روح ہے۔ اُس کو آج کل لوگ بجلی کہتے ہیں اُس کو خاص صورت سے حرکت ہوتی ہے اور اُس کی حرکت سے ہوا میں یا ہوا کی بھی بجلی میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ روح انسانی کو کچھ نہ کچھ جمادی روح سے مجانست ہے یا یوں کہئے کہ بدن انسان میں بجلی ہے اس واسطے اُس کو بھی میلان خارج کی طرف ہو جاتا ہے اسی کا نام سرور اور

انعاش حرارت غریزی ہے۔اور چونکہ انسانی روح اشرف ہے، اس واسطے روح اس
اس ہوائی علاقہ سے کھنچ کر روح انسانی میں شامل ہو جاتی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ
روح انسانی میں رفتہ رفتہ کثافت بڑھتی چلی جاتی ہے۔اور وہ نورانیت نہیں رہتی جو
انسانی روح میں ہونی چاہئے۔آثار اس کے یہ ہیں کہ علوم عالیہ سے مناسبت کم ہو جاتی
ہے اور دناءت بڑھ جاتی ہے۔افعال و عادات وغیرہ سب میں لطافت کی جگہ کثافت
آجاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ روح سے تجاوز کر کے جسم پر اثر پڑتا ہے۔ایسے لوگوں کو
امراض دموی اور صفراوی بہت کم ہوتے ہیں۔بلغمی اور سب سے زیادہ سوداوی ہوتے
ہیں۔(اس کا تجربہ شاہد ہے کہ فی زمانہ دموی مزاج ہی باقی نہیں رہے۔زیادہ تر
سوداوی ہو گئے ہیں) تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ مزامیر کسی مرض کا علاج ہیں۔صرف تحریک
روح پا کر جسے دوسرے لفظ میں سرور کہا گیا۔ایسا خیال کر لیا گیا ہے۔ورنہ انجام ان کا
افساد روح و بدن ہے بلکہ قلب ماہیت جیسا کہ شراب میں ہے کہ نباتات کا سریع النفوذ
مقطر جوہر روح میں شامل ہو کر تخلخل پیدا کر دیتا ہے۔روح بوجہ زیادتی حجم خارج کی
طرف متوجہ ہوتی ہے۔اسی کا نام انعاش حرارت غریزی ہے۔اور اسی کو جاہل لوگ
قوت سمجھتے ہیں۔لیکن جو روح دماغ میں کام کرتی تھی اس میں اجنبی اجزاء شامل
ہونے سے افعال میں اُن کا اثر آ جاتا ہے۔اور افعال انسانی نہیں رہتے۔بمقدار اُن
اجزاء کے افعال میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔اسی کا نام نشہ ہے۔چند روز تک پینے
سے روح انسانی کثافت میں مستقر ہو جاتی ہے۔اور اختلال افعال طبیعت ثانیہ بن
جاتا ہے۔اور اُن علوم سے جو مناسب طبیعت انسانی ہیں بالکل اجنبیت ہو جاتی ہے۔
کہا تو جاتا ہے کہ شراب مقوی جملہ قوی ہے۔اس کا تو مقتضیٰ یہ تھا کہ شرابیوں میں
دماغی ترقی زیادہ ہوتی۔مگر مشاہدہ اور آخری نتیجہ اس کے خلاف ہے۔انگلستان میں
جہاں شراب بہت با قاعدہ اور احتیاط سے پی جاتی ہے وہاں سے تحقیق سے ثابت ہوا
کہ دیوانے زیادہ ہوتے ہیں۔فی ۱۸۳ ایک دیوانہ کا اوسط ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ

یہ سرور اور قوت دھوکا ہے حقیقت اس کی صرف قلقل روح ہے۔ اور در حقیقت لا شفاء فی الحرام بالکل صحیح ہے۔ ان چیزوں کے استعمال سے انسانی طبیعت بدل کر غیر انسانی بن جاتی ہے اور اخلاط میں بھی غلبہ سوداء کو ہو جاتا ہے۔ اس تقریر کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اور کہا بالکل ٹھیک ہے: جو لوگ اس کا خاص مشغلہ رکھنے والے ہیں۔ وہ سوداویت کا منبع ہیں۔ (کسبیان وغیرہ) اسی طرح بہت باریک باریک باتوں میں بارہا تجربہ ہوا لیکن بڑا شکر اس کا ہے کہ قول اساتذہ کا کان میں پڑا ہوا تھا۔ کہ یہ باتیں قابل التفات نہیں۔ اس واسطے کبھی ان کو کچھ کمال نہیں سمجھا۔ اگر یہ حاصل ہوئیں الحمد للہ کہا اور نہ ہوئیں تو پروا نہ کی۔ مگر تقریباً تین برس کا عرصہ ہوا کہ قلب میں ان کی ضد پیدا ہوئی۔ اُس حالت محمودہ کا ہونا یا نہ ہونا تو کچھ قابل التفات نہ تھا۔ مگر ضد پیدا ہونے سے وہ بے چینی ہوئی کہ نعوذ باللہ اب یہ حالت تھی کہ بری باتوں میں بھلائی اور بھلائی میں برائی اسی طرح نظر آنے لگی جیسا پہلے اس کا عکس تھا۔ الحمد للہ کبھی مغلوب ہونے کی نوبت تو نہیں آئی۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ اچھی بات مکرر سننے سے بھی مطلق اثر نہیں ہوتا تھا اور بُری بات کی ہوا بھی لگ جانے سے اثر ہوتا اور اُس طرف طبیعت کو انجذاب بے اختیار ہو جاتا تھا۔ رسوم کفار کی خوبیاں اور ضرورت سائنس حال کی تحقیقات پر فریفتگی ہر بات میں نیچری خیالات کی طرف داری۔ حق بات کا قلب پر اثر نہ ہونا۔ اور باطل کا فوراً اثر ہونا۔ علی گڑھ کے طلبہ کی نظر میں وقعت اور اسلامی مدارس کے طلبہ کی کم وقعتی۔ امراء کی طرف انجذاب قلب۔ غرباء سے کشیدگی۔ عزت کی خواہش اور ضرورت بعض شرعی مسائل پر نعوذ باللہ اعتراض اور اُن کی ترمیم کی ضرورت۔ ترقی کے وہی معنی جو ابناء زبان لیتے ہیں۔ یہ سب باتیں بار بار ذہن میں آتی تھی اور اس درجہ مدلل اور واضح ہو کر کہ بعض وقت شرح صدر کا سا مرتبہ ہوتا تھا اور اس کے مقابل کا کوئی ثبوت ذہن میں نہ رہتا تھا۔ الحمد للہ کہ رہا یہ سب کچھ وسوسہ ہی کے مرتبہ میں اور اُس کو بندہ نے ہمیشہ خطرناک سمجھا۔ اور بالاختیار اُس کے دفعیہ کی اور

افعال تک اُس کا اثر نہ آنے کی کوشش کی مثلاً سوائے علماء صلحاء کے۔ عوام سے بھی مِ
ترک کیا (ایک بات یہ عجیب دیکھی کہ اس حالت کو اغیار سے ملنے سے نقصان کم پہنچ
تھا۔ اور شناساؤں سے زیادہ اس واسطے شناساؤں سے زیادہ عزلت کر دی) حالانکہ یہ
میرے پیشہ کے لئے معز ہے۔ اخبار کا دیکھنا بھی بالکل چھوڑ دیا۔ آنے والوں سے کہہ
دیتا کہ سوائے اپنی ضروری باتوں کے کوئی گفتگو نہ کریں۔ اسی عزلت کی تکمیل کے لئے
اچکن تک پہننا ترک کر کے طلبہ کی وضع اختیار کی۔ کہ لوگوں کو خصوصاً امراء کو خودی
کشیدگی ہو جاوے۔ اس کا یہ اثر تھا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارنے لگے۔
اور دیگر الفاظ میں تامل کرتے تھے۔ پیشے کو جو کچھ اس سے ضرر پہنچنے کا احتمال تھا اُس کی
پروانہ کی۔ اس سے پہلے چونکہ قلب میں سلاست تھی اس وقت اگرچہ حالت معکوس تھی
مگر باطل کی طرف میلان ہوتے وقت اتنی بات ضرور محسوس ہو جاتی تھی کہ یہ احساس
اُس احساس کے خلاف ہے۔ جو پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا اُس کی طرف سے خیال کو
بالقصد پھیر لیتا تھا۔ اور دوسرے کسی خیال میں لگ جاتا تھا۔ اور جب کسی طرح وہ
خیال نہ بھولتا تو کسی دنیاوی کام میں مثلاً خطوط نویسی یا بات چیت میں لگ جاتا تھا۔
اور اگر اس سے بھی کچھ نہ ہوتا تو آخری علاج یہ تھا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا مانگتا۔
**اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک** بفضلہٖ تعالیٰ اس سے ضرور نفع
ہوتا تھا۔ کبھی آخری علاج یہ تھا کہ دل میں کہتا کہ حق تعالیٰ کے احکام کے لئے کسی دلیل
کی ضرورت نہیں لاتا۔ نہ احکم الحاکمین بحمد اللہ یہ مضمون احقر کے قلب میں زمانہ طالب
علمی سے ایسا بیٹھا ہوا ہے۔ کہ گویا بداہت کا مرتبہ ہے۔ اس میں کسی قسم کا خطرہ تک
نہیں۔ رسوم کفار کی اگرچہ معقول تردید اس وقت ذہن میں نہ آتی۔ لیکن اُس کے
فراموش کرنے کے لئے بالقصد اُس کے خلاف پر زبان سے تقریر کرتا۔ ایجادات حال
کو اپنے پاس نہ آنے دیتا۔ حتیٰ کہ گھڑی کو بلا ضرورت جیب میں نہ ڈالتا۔ نیا چرہ کی
تصانیف سے بالکل اجتناب باوجود عدم تاثر عن الحق وعظوں میں ضرور شریک ہوتا۔ علی

گڑھ کے طلباء سے اگر ملاقات ہوتی تو بے التفاتی سے پیش آتا۔ اور طلبہ مدارس اسلامی سے بتکلف ملتا اور اُن کے دُکھ درد میں شرکت کرتا۔ غرباء کو بتکلف امراء پر ترجیح دیتا۔ بعض دفعہ اتفاق ہوا کہ ایک امیر آدمی کے یہاں بلایا گیا اور اُسی وقت ایک بیوہ عورت کے یہاں جانے کی ضرورت تھی اوّل اُس کے یہاں گیا۔ بعدازاں وہاں حب جاہ کا ایک علاج یہ رہا کہ بعض جگہ کسی مشورہ کے لئے مجھ کو اور میرے ہم پیشہ دوسرے کسی کو بھی بلایا گیا۔ تو باوجود اس کی تجویز اپنے نزدیک خلاف اور غلط ہونے کے اسی کو ترجیح دی۔ اور کام اُسی کے سپرد رکھا۔ اگر بہت بے قاعدگی دیکھی تو اس کو مشورہ دے دیا مگر کام میں اپنا نام نہ آنے دیا۔ اس سے اپنا مالی نقصان بھی ہوا مگر پروا نہ کی۔ بعض احباب کے ساتھ کبھی کبھی شکار کو جانے کا اتفاق ہوتا ہے، پھر شکار کرنے کا پہلا نمبر میرا ہوتا تھا۔ اُس کو ہٹا کر اپنا نمبر سب سے اخیر رکھا۔ اُمور شرعیہ میں جہاں کچھ اختراع کا وسوسہ پیدا ہوتا تھا۔ ان کو بجز قلب سے بُھلا دیا۔ اور بے دلیل مان لیا اگر زیادہ ہجوم ہوا تو قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا اور کسی کام میں لگ گیا۔

اس میں بفضلہٖ تعالیٰ پوری کامیابی رہی۔ کبھی مغلوبیت کی نوبت نہیں آئی۔ وسوسہ کا بھی ادنیٰ ہی درجہ رہا ہوگا۔ اساتذہ کی صحبت سے یہ بات ذہن میں اچھی طرح بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ حاکم مطلق ہیں۔ کسی قانون اور کسی مصلحت سے مجبور نہیں۔ ان واردات مذمومہ کے خطروں سے حفاظت کے لئے یہ سب علاج پابندی اور نہایت نگرانی کے ساتھ کئے ان میں اگر کچھ کوتاہی ہو جاتی تو استغفار سے کام لیتا۔ مگر باوجود اس سب اہتمام کے قلب میں استعداد ان کی ایسی پیدا ہوگئی تھی۔ کہ جب ذرا سی ان معالجات سے غفلت ہوئی تو معلوم ہوتا تھا کہ قلب ایمان سے خالی ہے۔ اور جب ذرا سا بھی گناہ یا خلاف اَولیٰ کوئی کام ہو گیا تو گویا یہ سب محنت رائیگاں گئی۔ اور قلب کی وہ حالت ہوگئی جو ایک گرم توے کی ہوتی ہے۔ جس پر گیلا کپڑا رکھا گیا ہے۔ کہ جب تک کپڑا گیلا ہے، ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے۔ اور ذرا نمی کم ہوئی اور کپڑا تک

بھی جل گیا۔ اور وہ حالت حقیقت شناسی کی تو کوسوں دور ہوگئی جو اس سے پہلے تھی،
اس حالت کی تمنا تو نہ تھی کیونکہ یہ شعر کان میں پڑا ہوا تھا۔

گر بعلم آئم ما ایوان اوست　　　در بجہل آئیم ماز ندان اوست

مگر یہ اندیشہ تھا کہ نہ معلوم اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اس اثناء میں بارہا جناب والا کا وعظ سننے کا اتفاق ہوا۔ مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مضامین دل کے اُوپر سے گذرتے چلے جاتے ہیں۔ اور مطلق اثر نہیں بلکہ ہر ہر مضمون کی تردید بالبدیہہ دل پر گذرتی جاتی اور اس کا اثر ہوتا اور باقی رہتا باطل کا اثر بد تو تھا ہی حق سے بھی۔ اثر بد ہی ہوتا تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔ ایک مرتبہ احقر نے تھوڑی دیر ریل کا سفر جناب والا کے ساتھ کیا اور یہ حال مختصراً عرض کیا۔ تو جناب نے ارشاد فرمایا کہ تشویش کی بات نہیں یہ یا تو تحزین من الشیطان ہے یا کوئی حالت محمودہ بہت اعلیٰ درجہ کی پیدا ہونے والی ہے۔ اور کوئی علم القا ہونے والا ہے۔ اس سے بہت اطمینان ہوا۔ لیکن اس کو بھی عرصہ گذر گیا۔ اور وہ حالت کچھ بڑھتی ہی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ نعوذ باللہ دین اسلام ایک خیالی ڈھکوسلا دکھائی دیتا تھا۔ اور دیگر جملہ مذاہب اُس سے کچھ نہ کچھ اچھے معلوم ہوتے تھے۔ ہندو مذہب کی خوبیاں ذہن میں آتی تھیں۔ (اب وہ ذرا بھی یاد نہیں) اور سب سے زیادہ دہریت حق معلوم ہوتی تھی۔ اور علیٰ قدر مراتب جملہ باطل فرقے حق کے مقابلے میں اچھے معلوم ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ سُنیوں سے شیعہ اور مقلدین سے غیر مقلدین اور مانعین بدعت سے بدعتی خاص کر اہل تصوف سے زیادہ اجنبیت تھی مگر الحمد للہ اتنا ہوش تھا۔ کہ میرا مذاق منعکس ہوگیا ہے۔ اس واسطے یہ یقین کر لیا تھا کہ جو اس وقت جتنا بُرا نظر آتا ہے وہ اتنا ہی اچھا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل گذارش ہے کہ اس حالت کو تین چیزوں سے بڑا فرق ہوتا تھا۔ (۱) تہجد سے اور (۲) تلاوت قرآن سے۔ خواہ کیسی ہی سرسری اور بے توجہی کے ساتھ کیوں نہ ہو (۳) اور جناب والا کی صحبت سے جس روز تہجد یا تلاوت قضا ہو جاتی تو میری موت تھی۔ اور چوتھی نہایت مفید چیز شجرہ

مشائخ چشتیہ پڑھنا تھا۔ اس کے پڑھتے ہی ایک عجیب حالت ہوتی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دل پر سے کوئی چیز چھیل دی گئی۔ اور وہ خیالات سب کے سب کچھ دیر کے لئے زائل ہو گئے۔ میں اُس حالت کو بیان اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ دنیا سے ایک دم بے رغبتی ہو جاتی تھی۔ اس حالت میں تقریباً تین سال گذر گئے۔

بزرگوں سے یہ سُنے ہوئے تھا کہ واردات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ نہ اچھے کا نہ بُرے کا، اس واسطے گونہ اطمینان تھا لیکن کتاب امداد السلوک میں ایک دفعہ نظر پڑا کہ وساوس کی مثال تبخیر کی سی ہے کہ بہت پریشان کرنے والی چیز ہے۔ لیکن خود کوئی مرض نہیں نہ اس کے انسداد کی تدبیر سے کچھ نفع ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے مادّہ ہوتا ہے۔ جس سے یہ پیدا ہوتی ہے تاوقتیکہ اُس کا اخراج نہ ہو یہ موقوف نہیں ہو سکتی اُس مادہ کی تلاش اور اخراج میں سعی کرنا مردانِ خدا کا کام ہے۔ اس تحریر کے بموجب ان خطرات کے مواد کی تلاش میں سعی کی مگر جن جن چیزوں سے نقصان پایا باوجود اُن کے ترک کے نفع عاجل کے سوا کچھ نہ تھا اس سے یہ وحشت ہوئی کہ آخر کیا ہونا ہے۔ کیا میری ترقی کی راہ مسدود ہی ہوگئی۔ اگر ایسی حالت میں موت آگئی تو کیسی ہوگی۔ ایک مرتبہ ایک مہینے کے قریب شیعوں کی صحبت رہی اُس سے یہ حالت بہت ترقی کر گئی۔ حتیٰ کہ آثار ضعف اعضاء میں ظاہر ہونے لگے۔ ریل کی آواز سے اختلاج محسوس ہوتا تھا۔ اس کے بعد میں ایک دن کے لئے ڈپٹی خواجہ عزیز الحسن صاحب کے یہاں مقیم ہوا۔ معلوم نہیں ان کی ایک دن کی صحبت سے کیا اثر ہوا کہ بہت سکون ہوا۔ یہ اختلاج وغیرہ مطلق نہ رہا۔ یہ سکون کچھ دنوں تک باقی بھی رہا۔ مگر پھر وہی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتا تھا۔ کہ یا اللہ یہ وہی نظر ہے جو ہر چیز کو سیدھا دکھاتی اور تہ تک پہنچ جاتی تھی۔ یا اب بالکل برعکس کام کرتی ہے۔ مخلوط باتوں میں سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتی تھی۔ یا اب الگ کرنا تو درکنار پانی کو دُودھ اور دُودھ کو پانی دکھاتی ہے۔ اس اثناء میں پھر ایک مرتبہ میں نے بمقام تھانہ بھون حضور عالی میں اپنی یہ حالت

عرض کی۔ تو جناب والا نے پوچھا کہ کیا کسی جدید کتاب کے دیکھنے کا اتفاق ہوا یا کوئی صحبت بُری رہی میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں۔ میں تو حتی الامکان ان سے بالقصد اجتناب کرتا ہوں۔ اخبار تک نہیں دیکھتا۔ ذرا تامل کر کے جناب نے فرمایا اس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ عنقریب یہ حالت خود رفع ہو جاوے گی۔ اس ارشاد والا سے بہت تسلی ہوئی۔ اس کو غالباً سات آٹھ ماہ ہوئے ہوں گے۔ تھوڑے عرصہ تک اطمینان رہا۔ بعد ازاں پھر وہی سوداء شروع ہوا۔ اس وقت میں نے یہ احتیاط کی کہ اپنے فہم کو بالکل غیر معتمد قرار دیا حتیٰ کہ کوئی فقہی مسئلہ بھی پوچھتا تو کسی دوسرے سے پوچھنے کو کہہ دیتا۔ گائے کے متعلق جو کتاب بندہ نے لکھی ہے وہ اُسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس پر بندہ کو اس وجہ سے اطمینان نہیں کہ یہ زمانہ قلب فہم کی لکھی ہوئی ہے، خدا جانے کیا حق ناحق قلم سے نکل گیا ہو۔ بہت سی جگہ اس میں نشان لگا دیئے ہیں جہاں کھٹکا ہوا کہ یہ مضمون غلط ہے اسی ضرورت سے جناب والا کو مذہبی حصہ اُس کا کل سنایا تھا۔ بندہ کا ارادہ اس کا طبی حصہ سنانے کا بھی تھا مگر زیادہ حرج اوقات مناسب نہ سمجھا۔ بایں خیال کہ اگر طبی مضمون میں غلطی بھی ہوگی تو کون سا گناہ لازم آجائے گا۔ اُس حالت کے تفصیلی واقعات کہاں تک عرض کروں۔ وعظ سننے اور کتاب دیکھنے سے بچتا تھا۔ کہ جو اچھی بات کان میں پڑتی ہے اُس سے اور زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کبھی بُری سے بُری بات بھی سُن کر نفع ہی ہوتا تھا۔ کئی مرتبہ جناب والا کے وعظ سُننے کا اتفاق ہوا جن کا یہ اثر ہوتا کہ وہی پُرانی باتیں ہیں جو مولوی لوگ کہا کرتے ہیں، میں اُس حالت کو مختصراً ظاہر کر سکتا ہوں۔

تو بس اس طرح کہ جو بات محسن الملک اور دیگر اہل دُنیا کے قلب میں تھی۔ وہی میرے دل میں اُتر آئی تھی۔ ہاں اتنا فرق تھا کہ بفضل خدا دعائے بزرگان میں اُس سے مغلوب نہ ہونے پایا۔ جیسے وہ لوگ ہو گئے۔ فالحمد لله علی ذلک اتنا ہوش برابر رہا کہ یہ حالت حالت منکسرہ ہے جہل مرکب سے بچا رہا۔ بہت سوچا کہ کس

معصیت کا یہ وبال ہے۔مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔اب ایک نیا کرشمہ سُنیئے۔

جناب والا کا ایک وعظ مسجد خیر نگر میرٹھ میں اس آیت پر ہوا۔ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ. وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ۔جس میں بخل کی مذمت اور ترکی چندہ کی تحریک تھی۔بندہ کی عادت ہمیشہ یہ ہے کہ بیان کو اپنے حالات پر منطبق کرتا جاتا ہے۔جو حال بیان کے خلاف پایا اُس کو خصوصیت کے ساتھ ذہن میں محفوظ کرلیا۔باقی مضامین معمولی طور سے سُن لئے اگر ایسی باتیں زیادہ ہوگئیں تو ان میں سے جتنی محفوظ ہوسکیں کرلیں۔باقی کو چھوڑ دیا۔اس نظر سے کہ ساری کے پیچھے آدھی بھی نہ جاتی رہے۔

بنابریں اس وعظ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مجھ میں صفت بخل ہے۔اُس کو اس وقت اچھی طرح محفوظ کرلیا۔اور کئی دن تک غائر نظر سے تحقیق کیا۔تو ثابت ہوا کہ یہ خیال صحیح ہے اور بخل معمولی نہیں حدافراط تک پہنچا ہوا ہے۔حتیٰ کہ پہننے کے کپڑے صدقہ کرنا تو درکنار خود پہنتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ پہنوں گا تو میلے ہوجاویں گے۔گو اس خیال کا اثر عملاً ظاہر نہ ہوتا ہو۔لیکن یہ خیال آتا ضرور تھا۔اس کو ہمیشہ ایک معمولی بات سمجھا گیا۔اب آنکھ کھلی کہ یہ وہ شعبۂ بد ہے کہ جو جہنم میں جڑ رکھتا ہے۔کپڑا اگر کوئی محتاج مانگتا تو سخت گراں گذرتا۔ بلکہ دوسرے کسی کو دیتے دیکھتا تو تعجب ہوتا۔جب کوئی چندہ دینا پڑتا تو گو یہ نہ ہوا کہ دیا نہ ہومگر ناگوار ضرور ہوتا اس کو میں غلطی سے یہ سمجھتا رہا کہ باعث زیادتی ثواب ہے۔کہ باوجود ناگواری کے دیتا ہوں اس کی طرف کبھی خیال نہ کیا کہ اس کا منشاء بخل ہے۔زیور کی زکوٰۃ واجب فی الذمہ تھی اور دو برس سے آل ٹال رہی۔جس کی وجہ صرف سہل انکاری ہے۔غرض غور سے ثابت ہوا کہ صفت بخل میرے اندر موجود ہے۔وعظ مذکور کے سننے کے بعد میری حالت میں ایک ایسا تغیر پیدا ہوا جو میرے بیان میں نہیں آتا۔اضطراب قلب عجیب طرح کا عارض ہوا۔اور یہ معلوم ہوا کہ قلب ایمان سے خالی ہے۔مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی

محسوس ہوتا تھا کہ یہ حالت اس سے پہلی حالت سے ضرور اچھی ہے۔

اگر اس کی مثال میں دے سکتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ جیسے ایک سرسام کے مریض کا تنقیہ کیا جاوے تو اس کا اختلال حواس وغیرہ جاتا رہتا ہے۔ مگر ضعف بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اُٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ اس سے خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کو آرام نہیں ہے۔ مگر درحقیقت یہ ضعف اُس قوت سے اچھا ہے جس سے وہ اُٹھ اُٹھ کر بھاگ رہا تھا۔ اس ضعف کی حالت میں اس کی طبیعت ........... بحال ہوتی جاتی ہے۔ اور افعال صحیح ہوتے ہیں۔ گو ناقص ہیں۔ ایسے ہی مجھ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ قلب ایمان سے خالی ہے۔ مگر جانے کیا بات ہے کہ طبیعت اندر سے کھنچی جاتی ہے اور یہ حالت اُس حالت سے ضرور اچھی ہے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اُسی فساد ذوق کا کوئی شعبہ ہے۔ یا اس کی کچھ اصلیت ہے۔ غرض اُسی قول بزرگان کو یاد کر کے کہ واردات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اُس کے حُسن و قبح سے قطع نظر کر کے یہ قرار دیا کہ بلا سے قلبی حالت کچھ بھی ہو مرض بخل سے نجات حاصل کرنا ضرور ہے اس میں اختیار کو دخل ہے۔ اس کا میں مکلف ہوں۔ اور اُس کے علاج کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بہ تکلف خرچ کرنا شروع کیا۔ خانگی اخراجات میں تنگی کر کے زکوۃ ادا کرنا شروع کی تھوڑے ہی دنوں میں پچاس روپے نکال دیئے۔

اتفاق سے جنگ روم و بلقان کا زمانہ تھا۔ اس سب رقم کی تملیک کر کے اس چندہ میں دلوادی، کچھ روپیہ اس سے پہلے میں دے چکا تھا۔ یہ سب ملا کر سو روپیہ کے قریب ہو گئے۔ جس دن زکوۃ ادا ہو چکی یکلخت یہ معلوم ہوا کہ وہ کیفیت قلبی ایسی پلٹ گئی جیسے کسی کی آنکھ موتیا بند کے پانی سے اندھی ہو گئی ہو۔ اور وہ برسوں تک نابینا رہ کر بصارت سے ناامید ہو چکا ہو پھر ایک دم ڈاکٹر اُس کی آنکھ میں سے پانی نکال دے کہ بلا مبالغہ نیا جنم اس کو نصیب ہو جاتا ہے اور بجائے اندھیرے کے نور کے عالم میں آ جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ قلب میں مطلق تشویش نہیں اور ایک سکون محض ہے۔ سب

باتیں سیدھی سمجھ میں آتی ہیں۔مگر ایک قسم کا تکان ضرور ہے۔

جیسے کہ سرسام کے مریض کو بحران جید ہو کر ایک دم صحت ہو جاوے۔ کہ اس کے افعال میں صلاحیت تو پیدا ہو جاتی ہے۔مگر ضعف رہتا ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی حالت گو اچھی حالت ہے لیکن اس سے گونہ اجنبیت ہے۔ جیسے کہ کسی کی کوئی چیز عرصہ سے کھوئی ہوا ایک دم مل جاوے۔تو اس کو اس کے پہچاننے میں قدرے تامل ضرور ہوتا ہے۔ یا جیسے کوئی سخت اندھیرے میں دیر تک رہنے کے بعد یک لخت روشنی میں نکل آوے تو اس کی آنکھ خیرگی کرنے لگتی ہے۔اوّل تو یہ خوف ہوا کہ یہ کوئی اور اُس سے بھی برتر حالت نہ ہو جس کو میں نے پہچانا نہ ہو۔مگر دو ایک دن کے بعد بداہۃً محسوس ہوا کہ ان شاءاللہ یہ حالت محمودہ ہی ہے۔تاہم میں نے کچھ نفلیں پڑھ کر اور سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر دُعا مانگی: رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔

(......ترجمہ: ''اے اللہ داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچائی کا اور نکال مجھ کو نکالنا سچائی کا۔اور کر میرے واسطے غلبہ امداد دینے والا''۔)

اور اس خوف سے کہ مبادا کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں۔ میں نے چنداں اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ہاں یہ غور کرتا رہا کہ یہ نفع کس چیز سے پہنچا۔بعد غور بسیار یہی سمجھ میں آیا کہ وہ وبال تاخیر زکوٰۃ اور بخل کا تھا۔اور زکوٰۃ ادا ہونے سے حق تعالیٰ نے یہ فضل کیا اور اُس وقت اس آیت کے معنی سمجھ میں آئے۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ: ''اور خرابی ہے مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔اور وہ آخرت کے منکر ہیں''

اس کے شکریہ میں مَیں نے پچاس روپے اور تر کی چندہ میں دینے کا قصد مصمم کر لیا اور اگرچہ صدقہ میں اخفاء افضل ہے مگر اس چندہ کے لئے اعلان کو زیادہ اچھا سمجھا تاکہ تحریک و تحریض ہو۔ اور ایک تقریب میں بجائے دیگر اخراجات مروّجہ کی یہ رقم

اظہار کے ساتھ دی اور اہل جلسہ سے کہا کہ میں تقریب میں یہ رقم اس واسطے دیتا ہوں کہ آپ لوگ بھی تقریبات میں اس کو رواج دیں۔ اس وقت میرے عزیز واقارب اور ہم پلہ لوگ وہ موجود تھے جن کو معلوم تھا کہ میں عسرت سے بسر کرتا ہوں۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ان کے سامنے یہ رقم چندہ میں دینے سے ان کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ یہ مال دار ہے۔ اور ہم سے اخفاء کرتا رہا ہے۔ نیز یہ خیال ہوا کہ اس وقت یہ رقم میرے پاس موجود بھی نہیں ہے۔ واجب فی الذمہ کر لینا ٹھیک نہیں۔ ادا ہو یا نہ ہو۔ تیسرے یہ لوگ شاید تعریف کریں اور اس سے عجب پیدا ہو۔ لیکن میں نے کہا کہ جب میں دل میں نیت کر چکا ہوں تو اس کے خلاف کرنا کہیں اس کا مصداق نہ ہو جاوے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔

یہ آیت بعض منافقین کی شان میں ہے۔ ترجمہ یہ ہے: (''بعض اُن میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو مال عطا کرے گا تو ہم خیرات کریں گے، اور نیکوکار رہیں گے۔ بس جب ان کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو انہوں نے بخل کیا۔ اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی پاداش میں اُن کے دِلوں میں نفاق ڈال دیا اس وقت تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے۔ (یعنی ملاقات کے وقت تک) اس وجہ سے کہ اللہ کے ساتھ عہد شکنی کی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے۔۱۲)

اور آج خدا خدا کر کے جس قید سے میں نکلا ہوں کہیں اس میں پھر نہ پھنس جاؤں۔ اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صاف ہونا چاہئے۔ عزیز واقارب مال دار ہی سمجھیں گے تو کیا اور عجب وغیرہ سب نفس کی شرارتیں اور تخویفات ہیں۔ اس وقت اگر چوک گیا تو سوائے ندامت کے اور کچھ نہ ہوگا، تحریک چندہ ترکی کا اَمر کیسے پورا ہوگا۔ غرض ان سب مواقع کو خداع نفس سمجھ کر اور وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ

حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ۔ (جوکوئی اللہ سے ڈرے گا تو نکالے گا اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے کوئی سبیل اور رزق دے گا اس جگہ سے کہ اس کو گمان بھی نہ ہوگا'') پر نظر کر کے بلا پس وپیش اعلان کے ساتھ پچاس روپیہ اپنے ذمہ کرلیا۔ اس میں قدرتی بات یہ پیش آئی کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ نئی بات ہوئی اور چندہ کے لئے مفید ہے تو اکثر نے واہ واہ کی جس سے عجب کے خیال کی تصدیق ہوئی اور مجھے خیال ہوا کہ کسی تقریب میں دس پانچ روپے سے زیادہ ترکی چندہ میں کوئی نہیں دیتا۔ میں نے پچاس کی رقم دی اگرچہ میں نے اس خیال کی مطلق پرواہ نہیں کی اس وجہ سے کہ یہ خیال عارض بعد الاعطاء تھا نہ کہ مبنی اعطاء کا۔ مگر شکر خدا ہے کہ قدرتی علاج اس خیال کا بھی پیدا ہوا وہ یہ کہ اسی وقت مجمع میں سے ایک شخص بولے یہ کوئی بات نہیں۔

ابھی ایک قصبہ میں ایک رئیس کے یہاں کوئی تقریب تھی۔ جس میں مٹھائی کا خرچ پانچ سو روپیہ تخمینہ کیا گیا، انہوں نے مٹھائی کو مطلقاً موقوف کر کے پورا پانچ سو روپیہ ترکی چندہ میں دے دیا۔ نیز ایک قدرتی علاج یہ پیدا ہوا کہ اُسی وقت ایک بیوہ عورت نے پندرہ روپے بھیجے۔ ان دونوں رقموں کے سامنے میری رقم کچھ بھی چیز نہ تھی۔ کماً اور کیفاً میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اب بخل بہت کم ہے۔ اور جس طرح طبیعت خرچ کرنے سے رُکا کرتی تھی۔ اب نہیں رُکتی۔ ایک روز میں مسجد سے آرہا تھا ایک شخص نے سوال کیا کہ میں ننگے پاؤں ہوں میں نے فوراً اپنے پیر کا جوتہ اُس کو دے دیا۔ اور غور کیا کہ طبیعت رکتی ہے یا نہیں سو اب الحمدللہ رکاوٹ نہ تھی۔ ایسے متعدد موقعوں پر طبیعت کا امتحان کیا۔ اب وہ بات نہیں ہے اور اگر کچھ بخل باقی رہا بھی ہوگا تو میں اس سے ان شاء اللہ غافل نہیں ہوں۔ ایک علامت فارق بین الصحتہ والسقم بندہ کے ذہن میں حرص طعام تھی۔ بموجب حدیث شریف المؤمن یاکل فی معًا واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء (مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں سے) بہت جگہ غور کر کے دیکھا جس قوم

میں کھانے کے انواع متنوع اور اہتمام زیادہ پایا اُن کی حالت کبھی اچھی نہیں پائی۔ علی گڑھ کالج اور مدارس اسلامیہ میں اس میں بین امتیاز موجود ہے۔

ایک سفرائی بیرسٹر سات سو روپیہ ماہوار کھانے میں خرچ کرتا ہے بندہ نے بہت دفعہ غور کیا۔ حالت سابقہ میں کھانے کی حرص اور اُس کے اہتمام کی ضرورت گویا بداہتہ کے مرتبہ میں ذہن میں آتی تھی اور اُن صلحاء پر ایک گونہ اعتراض رہتا تھا۔ جن کے قصے قلت اُکل کے مشہور ہیں۔ جیسے خواجہ علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ اس سے بندہ جانتا تھا کہ قلب میں کفر کا تخم ہے۔ الحمد للہ اب وہ نہیں ہے۔ اب اگر دستر خوان پر پلاؤ، قورمہ اور دال دونوں چیزیں ہوں تو دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ اور طبیعت شکم سیر ہونے سے کم کھانے کو ترجیح دیتی ہے۔ اب وہ وجوہات بھی یاد نہیں جو اس وقت میں کثرت اُکل کے لئے ذہن میں تھیں۔ الغرض جب سے بندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگئی حالت بھی پلٹ گئی۔ اب بحمد اللہ بات سیدھی سمجھ میں آتی ہے اور اچھی اچھی اور بُری بُری معلوم ہوتی ہے۔ اہل علم کی طرف رغبت اور اُمراء سے بے رغبتی ہے۔ اب بری صحبت یا اخبار بینی سے بھی وہ اثر نہیں ہوتا جو پہلے ہوتا تھا۔ بلکہ بُری صحبت سے بھی بعض دفعہ اچھی بات حاصل ہو جاتی ہے (اس کے معنی یہ نہیں کہ اب میں بُری صحبت سے بچنے کو ضروری ہی نہیں سمجھتا۔ ضروری پہلے سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں۔ یہ اَمر واقعی کا بیان ہے) کہ پہلے کبھی اگر بے اختیار بھی صحبت بد کا اتفاق ہو جاتا تھا۔ تو بجلی کی طرح اثر بد سرایت کر جاتا تھا۔ اور اُس پر اپنا اثر تو کہاں اُس سے متاثر نہ ہونا بھی ناممکن تھا۔ اور اب بحمد اللہ صحبت بد سے ایسا نہیں ہوتا۔ تاثر تو بالکل نہیں ہوتا۔ کبھی اپنا ہی اثر آ جاتا ہے۔ اور طبیعت حق بات کو لے لیتی۔ اور باطل کو چھوڑ دیتی ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے اس کا عکس ہو گیا تھا۔ تو اب بحمد اللہ وہ حالت عود کر آئی جو اُس بُری صحبت سے پہلے تھی۔ مع اپنے اضافہ کے کہ پہلے شر کا علم نہ تھا اب شر کا علم بھی ہے۔ **و بضدها تعرف الاشياء و من لا يعرف الشر من الناس يقع فيه**

۔اس تطویل سے اپنا یا جناب والا کا وقت ضائع کرنا مقصود نہیں۔ تین ضرورتوں سے اس کی جرأت کی گئی ایک یہ کہ اس خوشی میں جس کو میرا دل ہی جانتا ہے۔ آپ جیسے مربی کو کیسے شریک نہ کروں کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست اور **مَنْ لَم یشکر النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہ** کو کس طرح بھول جاؤں، میں بے رو دریا عرض کرتا ہوں کہ جناب والا کا شکریہ میں اس سے زیادہ ادا نہیں کرسکتا۔

از دست گدائے ناتواں یا بدہیچ　　　جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

وہ وقت بھی مجھ کو یاد ہے جبکہ زیادہ پریشانی ہوتی تھی۔ اور کچھ بن نہیں آتی تھی تو بے اختیار یوں دُعا مانگتا تھا: **اللّٰھُم اَرْحَمْنِیْ بحق اشرف علی و بحق امداد اللہ و بحق رشید احمد و بحق و اولیاء ک و بحق حبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم** ۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ مجھ کو بتلایا جاوے یہ خیال میرا صحیح ہے یا نہیں۔ کہ ایتاء زکوٰۃ اس کا سبب تھا ایسا نہ ہو کہ سبب کچھ اور ہو جس کی مجھے خبر نہ ہو اور یہ نفع عارضی ہو اور بوجہ بقاء سبب مرض پھر عود کر آئے۔ تیسری ضرورت یہ ہے کہ بندہ کو خیال ہوا ہے کہ جب زکوٰۃ کا ادا نہ ہونا جو ایک عمل ظاہری ہے یہ اثر رکھتا ہے۔ تو اعمال قلبی جو اس سے بہت زیادہ مؤکد ہیں کیا اثر رکھتے ہوں گے۔ میں جناب والا کا دامن پکڑتا ہوں۔ کوئی طریقہ ایسا بتلایا جائے کہ میں معلوم کرلوں کہ کیا کیا مرض میرے اندر موجود ہیں۔ اور اُن کے علاج کیا ہیں تا کہ اُن کے دفعیہ کی کوشش کروں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنا عیب اپنے آپ کو نظر آنا مشکل ہے اور اقران و رفقاء کی عادت ہے کہ کسی بات پر تعریف تو منہ پر کردیں لیکن عیب ظاہر نہیں کرتے۔

وہ اپنے نزدیک اس کو عیب پوشی سمجھتے ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ دوستی نہیں ترک اصلاح ہے کوئی شاذ نادر ایسا بھی رفیق ملا جس نے مجھ کو کسی بات پر ٹوکا اور میں نے غور کیا تو وہ عیب واقعی مجھ میں موجود تھا اور اس کی اصلاح کرلی۔ میں نے رفاقت حقیقی اسی کو سمجھا۔ جب اقران اور رفقاء کی یہ حالت ہے تو اپنا عیب کیونکر معلوم ہو۔ اس کے لئے

میں نے قرائن سے لوگوں کے خیالات اپنی طرف معلوم کئے۔ کہ گو مُنہ پر نہ کہیں لیکن درحقیقت اُن کے خیالات کیا ہیں۔ تو بعض لوگوں کا خیال تو میری نسبت یہ ثابت ہوا کہ مجھ کو متکبر سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بعض میرے عزیز واقارب کا ہے۔ میں نے اس میں جہاں تک غور کیا تو یہ ثابت ہوا کہ اس کی اصلیت کم گوئی اور کسی کی شکوہ وشکایت میں شامل نہ ہونا اور اپنے معمولات کی پابندی میں اتنا اختلاط لوگوں سے نہیں ہوسکتا جتنا وہ چاہتے ہیں اور کسی کے بُرے بھلے میں پڑنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کسی کی بے جا شکایت کو صحیح کہو یا اُس کی مخالفت کرو صحیح کہنا جھوٹ ہے اور کسی کی غیبت یا بہتان کو متضمن ہے اور مخالفت اگر اپنے برابر کے ساتھ ہے تو عادۃً بے سود ہے اور اگر اپنے بڑے کے ساتھ ہے تو بے سود ہونے کے ساتھ ترک ادب بھی ہے۔ اور مخالفت کی صورت میں بھی بات کہیں سے کہیں پہنچ کر غیبت اور بہتان اور بہت سے مفاسد تک پہنچ ہی جاتی ہے اور اس عرصہ میں چونکہ تجربہ ہوا کہ شناساؤں سے اُس حالت منکسرہ کو زیادتی ہوتی تھی، اور اغیار سے نقصان کم پہنچتا تھا۔ اس وجہ سے بھی شناساؤں سے بانسبت علیحدگی رہی۔ اس وجہ سے اُن کو یہ خیال ہوا مگر میں نے اس کی زیادہ پروا نہیں کی۔ اس وجہ سے کہ اصلیت اس کی یہ سمجھ چکا ہے۔ اور زبان کسی کی کہاں تک پکڑی جاسکتی ہے۔ اُن سے علیحدگی میں اس سے زیادہ کیا نقصان ہے۔ کہ متکبر کہہ لیں گے۔ اغیار سے چونکہ نقصان کم پہنچتا ہے اس وجہ سے اُن سے بولنے چالنے ملنے میں فراخ دلی رہتی ہے۔ اس واسطے یہ لوگ مجھ کو متکبر نہیں کہتے۔ بلکہ غرباء مجھ سے زیادہ مانوس ہیں۔

بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جن سے مجھ کو بارہا تکلیف پہنچی۔ مگر میں نے اُن کی کبھی برائی تک بھی نہیں کی وہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور میں اُن کے پیچھے برابر نماز پڑھتا ہوں۔ غرض اغیار مجھ کو متکبر نہیں کہتے۔ نہ معلوم کون سا خیال صحیح ہے۔ یہ تو ایک ایسا مرض ہوا جس کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ میں ہے اور میرا خیال ہے کہ نہیں ہے، اور ایک مرض ایسا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ میں نہیں ہے اور میرا خیال

ہے کہ ہے۔ وہ مرض حسد ہے۔ جب کسی کو اپنے اقران میں سے کوئی نعمت ملتے دیکھتا ہوں تو کسی قدر ناگوار ہوتا ہے، یہ خیریت ہے کہ فوراً یہ بھی محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ حسد ہے اور اس کا علاج میں یہ کرتا ہوں کہ بجائے اس کے میں اُس نعمت کے اُس شخص کو حاصل ہونے میں مخل ہوں اگر میرے اختیار کو کچھ دخل ہو تو اُس کے واسطے اس کے حصول میں ساعی ہو جاتا ہوں۔ اس حد تک کہ میرا کچھ نقصان اور حرج بھی ہو جاوے۔ اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس میں مَیں نے نفس سے دھوکا کھایا ہوتا ہم خیال ہے کہ دل پر اتنا بھی اثر کیوں ہوتا ہے۔ اگر یہ حسد ہے تو اس کا کوئی معقول علاج ارشاد ہو۔ اس قبیل سے ایک مرض احقر میں عجب ہے جو لوگوں کو معلوم نہیں۔ اور مجھے معلوم ہے جب کوئی کام اپنے ہاتھ سے اچھا بن جاتا ہے تو خواہ مخواہ دل چاہتا ہے کہ کوئی دیکھے اور تعریف ہو۔ اس کا علاج تو حتی الامکان کرتا ہوں۔

مگر بعض صورتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ علاج سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً میرا ایک ہم پیشہ جب کام میں غلطی کرتا ہے اور میں صحیح کرتا ہوں تو ضرور اپنی طرف اچھا خیال ہوتا ہے اور جبکہ بداہۃً وہ غلطی کر رہا ہے تو اپنے کام کو غلط اور اُس کو صحیح کیسے کہہ دوں۔ اتنا جب بھی کرتا ہوں کہ اگر میرا ہم پیشہ مشورہ میں شریک کیا گیا۔ اور اُس سے غلطی ہوئی تو اگر زیادہ فاش غلطی نہ ہو جس سے صریح نقصان کا اندیشہ ہو تو اپنے کام کو غلط اور اُس کو صحیح کہتا ہوں۔ اور خود دست کش ہو کر کام اُس کے سپرد رکھتا ہوں۔ یہ میرے پاس انتہائی علاج ہے۔ اس میں مالی نقصان بھی ہوتا ہے مگر اُس پر بھی خیال یہ ہے کہ جب اپنے کام کو صحیح اور اُس کے کام کو غلط قرار دے لیا تو عجب تو ہو ہی گیا۔ مالی نقصان بھی ہوا۔ اور اصل علت باقی رہی۔ ان چند امراض کا حس تو مجھ کو ہوا ہے وعلم الامراض عند طبیبہا۔ میں جناب والا کی ذات پر بڑا بھروسہ رکھتا ہوں اس مرتبہ بھی کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ عنقریب تھانہ بھون حاضر ہوں گا۔ یہ میری حاضری صرف زیارت کے لئے نہ ہوگی بلکہ طالب علمانہ ہوگی ارادہ عیدالفطر کے قریب سے حاضری کا ہے زیادہ تر دیر

عریضہ ہذا ہی کے لکھنے میں لگی۔ اس وقت جو کچھ اُلٹا سیدھا خیال میں آتا گیا قلمبند کر کے روانہ کرتا ہوں عبارت اور ارتباط سے قطع نظر فرما کر ملاحظہ فرماویں ایسے بُرے حالات کے اظہار سے بھی شرم آتی ہے مگر کیا کروں نتواں نہفتن درداز طبیباں۔

زانکہ تو ہر خار را گلشن کنی دیدۂ ہر کور را روشن کنی

وھا انا اختم الکلام واقتصر علی السلام و افوض امری اللہ الملک العلام والصلوۃ والسلام علٰے خیر الانام و آلہٖ واصحابہ الکرام. (۱۵؍ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ از میرٹھ)

الجواب: بعد حمد و صلوٰۃ جواباً عرض ہے کہ مقصود اصلی طریق میں صرف رضا اور قرب حق ہے۔ اور جتنے اُمور کو ان میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے مامور بہ ہیں۔ اور درجہ دخل کا بتلانا صرف درجہ شارع کا ہے، خواہ صراحۃً بتلائیں یا دلالۃً جس کا ظہور قیاس صحیح سے ہوتا ہے اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے القیاس مظہر لا مثبت۔ اسی طرح مجتنب عنہ اور مذموم اصلی سخط و بعد عن الحق ہے۔ اور جتنے اُمور کو اس میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے منہی عنہ ہیں۔ خواہ صراحۃً یا دلالۃً جیسا اُوپر مامور بہ میں مذکور ہوا۔ ایک مقدمہ قابل استحضار کے یہ ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جتنے اُمور کو قرب یا بعد میں دخل ہے وہ سب اُمور اختیاریہ ہیں۔ ان میں کوئی اَمر غیر اختیاری نہیں۔ اور یہی معنی ہیں "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا" (اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔)

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ اُمور اختیاریہ عام ہیں اُمور ظاہرہ قالبیہ و باطنہ قلبیہ کو اور تتبع نصوص و رجوع الی الوجدان سے یقیناً ثابت ہے کہ اُمور ظاہرہ اعمال جوارح ہیں۔ حسنہ یا قبیحہ۔ اور اُمور باطنہ دو قسم کے ہیں عقائد صحیحہ یا باطلہ اور اخلاق محمودہ یا مذمومہ۔ پس جن اُمور کو قربِ حق میں دخل ہوگا۔ وہ یہ ہیں اعمال حسنہ اور عقائد صحیحہ اور اخلاق محمودہ اور یہی مامور بہا بھی ہوں گے۔ اور جن اُمور کو بعد عن الحق میں دخل ہوگا وہ یہ ہیں۔ اعمال قبیحہ اور عقائد باطلہ۔ اور اخلاق مذمومہ اور یہی منہی عنہا ہوں گے۔

چوتھا مقدمہ جو دوسرے مقدمہ سے لازم آیا۔ اور بدلیل مستقل بھی ثابت ہے کہ جو

اُمور اختیار سے خارج ہیں ان کو نہ قرب میں دخل ہے نہ بعد میں۔ اس لئے نہ وہ مامور بہ ہوں گے اور نہ منہی عنہ ہوں گے۔

پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ اُمور غیر اختیاریہ اقسام کثیرہ ہیں۔ لیکن جن پر بعض کو اشتباہ موجب قرب و بعد ہونے کا ہو جاتا ہے۔ وہ صرف چند قسم کے ہیں۔ ایک احوال محمودہ اور کمالات وہبیہ باب قرب میں اسی طرح وساوس و خطرات یا اقسام قبض یا کسی معصیت کی طرف میلان ضعیف یا قوی درجہ تقاضا میں باب بعد میں اور ان اقسام اُمور غیر اختیاریہ پر قرب و بعد کے مرتب ہونے کی نفی کرنے سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ بھی قرب و بعد پر مرتب نہیں ہوتے۔ یہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی کو عمل یا محض فضل سے مقرب بنایا ہو۔ پھر اُس کو بعض کمالات وہبیہ کے ساتھ موصوف کر دیا ہو۔ اسی طرح ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی کو عمل مذموم سے (نہ کہ بلا عمل) مطرود بنایا ہو پھر اُس کو بعض بلیات غیر اختیاریہ میں مبتلا کر دیا ہو۔ مگر یہ بلیات سبب بعد نہ ہوں گے گو سبب عن البعد ہوں جن کا تدارک صرف اعمال مبعدہ کے تدارک سے ہو سکتا ہے۔ ان مقدمات کے بعد جاننا چاہئے کہ خلاصہ آپ کی سرگذشت کا چند مضامین ہیں:

(۱) ادراک صحیح ہونا۔ (۲) اُمور نافعہ سے انفعال ہونا۔ (۳) حقائق و اسرار کا منکشف ہونا۔ مگر اس کو کمال نہیں سمجھا۔ (۴) اس کے بعد اچھی باتوں میں بُرائی اور بُری باتوں میں بھلائی نظر آنے لگنا۔ گو اس سے مغلوبیت نہیں ہوتی۔ (۵) اچھی باتوں سے اثر نہ ہونا اور بُری باتوں سے اثر ہونا۔ اس طرح سے کہ اُدھر انجذاب ہونے لگا۔ آگے اس کی کچھ مثالیں ہیں۔ (۶) مگر ساتھ ہی اس کو وسوسہ و خطرناک سمجھنا اور اُس کے دفع کی کوشش کرنا۔ اور اس کے بعد طرق دفع کی کچھ تفصیل ہے۔ جس میں خیال کے پھیرنے میں مبالغہ سے کام لینا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس مبالغہ کی کچھ جزئیات لکھی ہیں۔

(۷) لیکن ذرا معالجہ سے غفلت ہو جاتی تو یہ سب محنت رائیگاں ہوتی۔ (۸) باطل حق نظر آتا تھا۔ (۹) یہ فکر کہ ترقی کا راہ بند ہو گیا۔ (۱۰) اس کے بعد کچھ آثار اختلاج و ضعف

قلب کے ذکر کئے ہیں۔(۱۱)اچھی بات کان میں پڑنے سے زیادہ نقصان ہوتا تھا۔

(۱۲) بخل کا اپنے اندر معلوم ہونا۔(۱۳)اس کا علاج انفاق سے کرنا۔

(۱۴) اُس علاج کا بخل کے ساتھ دوسرے امراض عارضہ کے لئے شفاو نافع ہونا۔(۱۵) اس کے نفع شکریہ میں اور انفاق کی نیت کرنا۔اور باوجود منازعت نفس کے اس پر عمل کرنا۔(۱۶) بعض واقعات جن سے مرض بخل کا زوال معلوم ہوتا ہے۔

(۱۷) قلت حرص سے بھی صحت باطن پر استدلال۔(۱۸)عود حالات سابقہ۔

(۱۹)ترقی در علم بہ علم باشر۔(۲۰) بعض عنایات اظہار سرگذشت مفصل۔

(۲۱) استفسار حقیقت حال خود مع علاج خصوص حسد و عجب میں نے ان سب مضامین کو نہایت دلچسپی اور بہت تعمق سے ایک ایک حرف کر کے بلکہ اکثر مقاموں کو مکرر پڑھا۔ میں جو کچھ اس باب میں سمجھا ہوں اور وہی لکھنا بھی چاہتا ہوں اس کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرسکتا اور نہ کرتا ہوں کہ بس صحیح وہی تشخیص اور وہی تجویز ہے۔لیکن انتہائی خیر خواہی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔کہ جس قدر سمجھ میں آوے اُس کے پیش کرنے میں دریغ نہ کرے اور جو اپنے لئے پسند کرے وہی اُس کے لئے پسند کرے۔ پس جس طرح طب میں مسالک مختلف ہیں۔اور آپ مثلاً طبیب ہیں مرض کے لئے خصوص مریض محبوب کے لئے وہی طریقہ برتیں گے جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ راجح اور نافع ہو۔بس اسی اصل کے موافق میں بھی لکھنا چاہتا ہوں: فاستمعوا و ان رضیتم فاتبعوا (پس غور سے سنو اور اگر پسند آوے تو اس کے کاربند ہو۔۱۲)

عارفین کا ارشاد ہے **طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق۔**

(وصول الی اللہ کے طریقے اتنے کثیر ہیں جتنی مخلوقات کی سانس۔۱۲)

اسی لئے ہر زمانہ میں گو کلیات اصلیہ تو اس طریق وصول کے نہیں بدلے مگر باوجود حفاظت کلیات ان کلیات کے بہت سے جزئیات طریق معالجات میں حسب اختلاف مذاق و استعداد و اسباب عارضہ ہر زمانہ میں اور ہر شخص کے لئے بے حد

متبدل ہوتی رہیں۔ پس میں نے جو طریق اپنے مرشد علیہ الرحمۃ سے سمجھا اور اس کو صدہا مریضوں کے لئے بچشم خود نافع دیکھا جس سے اس کو مجرب المجرب کہنا میرے نزدیک بالکل صحیح اور یقینی ہے۔ اس کا حاصل صرف وہی ہے جو اجمالاً مقدمات خمسہ مذکورہ بالا سے۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ سمجھ گئے ہوں گے مگر تتمیماً وتعمیماً وتسہیلاً وتکمیلاً للفائدۃ۔ کسی قدر تفصیل سے بھی گو مختصر ہی ہو عرض کئے دیتا ہوں۔ جو جو مضائق و مصاعب وعقبات وبلیات آپ نے لکھے ہیں یہ تو سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں ۔ جو جو بعض کو پیش آتے ہیں۔ (اس وقت مجھ کو بعض کے احوال یاد آگئے اور سر سے پاؤں تک اُس نے مجھ کو ہلا دیا ہے۔ کہ مشکل سے اپنے کو سنبھال کر لکھنے کو موقوف نہیں کیا۔) مگر وہ ان سب پریشانیوں کو محبوب کی نعمت سمجھ کر بزبان حال مترنم ہوتے ہیں ؎

خوشا وقت شوریدگان غمش　　اگر ریش بینند وگر مرہمش

دما دم شراب الم درکشند　　اگر تلخ بینند دم درکشند

اور صبر کر کے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اور اپنے انجام کار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور کچھ تدبیر نہیں کرتے۔ اور یہی بے تدبیری ہزاروں تدبیر سے بڑھ کر کام دیتی ہے۔ اور انجام کار اس تفویض کی برکت سے وہ نصیب ہوتا ہے کہ **مَالَا عَیۡنٌ رَاَتۡ ولا اُذنٌ سَمِعَت ولا خطر علٰی قَلۡبِ بَشَر اَیِ ممن لا یفعل کذلک**۔ (وہ چیز کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گذرا۔ اقتباس ہے حدیث **اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر** سے) مگر یہ جواب خاص اہل حال کے مذاق کا ہے۔ اہل استدلال کو اس کے بعد بھی انتظار تحقیق کا رہے گا اس لئے اس کی شرح اُصول علمیہ بھی کرتا ہوں۔ گو اس کا مرجع بھی اخیر میں ذوق ووجدان فطری ہی ہے اور ہر استدلال کا اخیر فطرت ہی ہوتی ہے جیسا کہ معلوم ہے۔ وہ شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرۃً ہر بشر میں کم وبیش دو چیزیں

ایسی پیدا کی ہیں کہ عمر بھر بھی زائل نہیں ہوتیں۔ ایک خیال علوم کے متعلق دوسرے میلان نفس اعمال کے متعلق۔ نہ ان کا حدوث اختیاری ہے نہ ان کا بقاء۔ اور اس کیلئے ان کا انسداد یا ازالہ بھی اختیاری نہیں۔

**حتی وردفی الحدیث قصه قوله علیه السلام ان الذی معها مثل الذی معها و حتی قال علیه السلام انی بشر النسی کما تنسون واغضب کما تغضبون او کما قال الحدیث و حی کان علیه السلام یهم ان یقردی من الجبل فی زمان فترة الوحی الحدیث**۔ اتنا فرق ہے کہ عوام کو بعض خیالات ووساوس کے ہجوم کی اور میلان وداعیہ معاصی کے غلبہ اور تقاضے کی نوبت آجاتی ہے۔ خواہ عمل کرے یا نہ کرے۔ اور خواص کو جو کہ مجاہدہ کر چکے ہوں یا مجاہدہ کے قائم مقام کوئی حال استغراق وغیرہ اُن پر غالب کر دیا جاتا ہے یا قوی طبعیہ ان کے ضعیف کر دیئے جاتے ہیں ہجوم اور تقاضے کی نوبت نہیں آتی۔ یا شاذ و نادر آتی ہے۔ مگر گزرتا ہوا یا تھوڑی دیر ٹھہرتا ہوا خطرہ اور خفیف اور ضعیف سا میلان معصیت کا پیدا ہوتا ہے مگر عمل سے بچنے کے لئے اس کو بھی ہمت اور قصد ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح صدور پر بھی قدرت رہتی ہے۔ البتہ عامی غیر مجاہد کو اُس کی مخالفت و دفع کے لئے زیادہ تعب وتکلف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مجاہد حقیقۃً یا حکماً کو آسانی سے اس دفع ومخالفت میں کامیابی ہو جاتی ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ بات بلا مجاہدہ محض موہبت سے عطاء ہو جاتی ہے۔ باوجود یکہ کبھی وہ کسی حال سے مغلوب نہیں ہوتے۔ نہ اُن کے قویٰ طبعیہ میں کوئی ضعف ہوتا ہے۔ اور مادہ منازعت نفس کا دست قدرت سے اُن میں سے نکال دیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کے قصہ میں جس جزو کا قلب مبارک سے خارج کیا جانا مذکور ہے وہ یہی ﴿ قولہ یہی یعنی مادہ منازعت نفس ﴾ معلوم ہوتا ہے۔ اور انبیاء ﴿ ☆ ۲..... قولہ اور انبیاء علیہم السلام الی قولہ طریق ہو جملہ معترضہ ہے۔ لہٰذا قولہ اور حدیث نعم ولکن اسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے ﴾ علیہ

السلام میں ممکن ہے اس کا دوسرا طریق ہو اور حدیث نعم ولکن اسلم کی بناء یہی ﴿قولہ یہی یعنی مادہ منازعت نفس کا نکال دیا جانا﴾ معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی ﴿قولہ اور یہی حاصل ہے یعنی مادہ منازعت نفس کا نکال لیا جاتا۔۱۲﴾ حاصل ہے مسئلہ عصمت کا اور یہ نہیں کہ بچنے کے لئے قصد کی ضرورت نہ ہو۔ اور فعل پر قدرت نہ رہے۔ جیسا ﴿قولہ جیسا کہ اوپر الخ یعنی جیسا کہ خواص مجاہدین کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے عمل سے بچنے کے لئے قصد ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے انبیاء علیہم السلام کو بھی باوجود اخراج مادہ منازعت نفس اختیار سلب نہیں ہو جاتا تو قصد سے عمل سے بچتے ہیں۔۱۲﴾ کہ اُوپر خواص مجاہدین کے حال میں بیان کیا گیا ہے۔ غرض عامی کے قلب میں وسوسہ زیادہ ٹھہرتا ہے۔ اور میلان معصیت کا بدرجہ تقاضا ہوتا ہے اور خواص میں سے یہ دونوں درجہ مجاہدہ حقیقۃً یا حکماً سے جاتے رہتے ہیں۔ یعنی غالب احوال میں ان کا تحقق نہیں ہوتا۔ اور شاذ و نادر سے وہ بھی خالی نہیں۔ **و یبقی هذا الا حتمال فی کل حین الی ان یموتوا**۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے بلا اکتساب ان کی نفی کر دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اب طرز سالکین وشیوخ تربیت کا مختلف ہے بعض تو ہر ہر وسوسے کے دفعیہ کے لئے اور ہر ہر خلق ذمیم کے (جس سے داعیہ معصیت ظاہری یا باطنی کا پیدا ہوتا ہے۔ قلع کے لئے تفصیلی معالجات کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں اور ہر وقت قلب اور نفس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی مرض دیکھتے ہیں پھر تجدید معالجہ کی کرتے ہیں اور احیاء العلوم کتب وغیرہ سلوک کا حاصل یہی ہے اور آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے اس سے آپ کی پریشانی شدید اور ماجرا طویل ہو گیا مگر الحمدللہ کامیابی ہوئی اور اس کامیابی کا مقتضاء یہ تھا کہ اس خط کے جواب میں طویل نہ کرتا کیونکہ جو شکایت جاتی رہی اس کی تحقیق اَمر زائد ہے۔ صرف دو اخیر کے مضمون یعنی نمبر ۲۰، نمبر ۲۱ کے متعلق مختصر سا لکھ کر ختم کرتا۔ لیکن چونکہ مجھ کو آئندہ کے متعلق دستور عمل بتلانا ہے اس لئے اس تمام تر تطویل کی حاجت ہوئی۔

غرض ایک طریق سلوک و تربیت کا یہ ہے اور ظاہر ہے۔ آپ نے تو مشاہدہ بھی فرمایا کہ اس میں کس قدر تعب ہے اور اس تمام تر تعب کے بعد بھی راحت نہیں ملتی کیونکہ یہ اندیشہ عود امراض کا لگا ہوا بلکہ عود سے متجاوز ہو کر خود بعض امراض کے وجود کا بھی خلجان اور اُس کے ساتھ ماضی پر حسرت الگ۔ غرض ہر وقت تین سوہانِ روح تیار۔ (۱) ماضی ﴿ترجمہ اور یہ احتمال یعنے وسوسہ کا زیادہ ٹھہرنا اور میلان معصیت بدرجہ تقاضا ہونا ہر وقت میں باقی رہتا ہے یہاں تک کہ موت آجاوے﴾ کی حسرت حال (۲) کے شبہات مستقبل (۳) کا خوف جب محققین۔ مجتہدین۔ مجدّدین فی الطریق نے (**و منهم اکملهم مرشدی رحمه الله والفضل بيد الله يؤتيه من يشاء**) دیکھا بلکہ حق تعالیٰ نے الہاماً ان کو دکھلا دیا کہ اس طریق میں تعب شدید اور حصول ثمرہ تربیت میں ضرورت زمان مدید کے بعض اوقات مصرع مشہور ہی کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ؎

تا تو بمن مبرسی من بخدا میرسم

پھر قوی اہل زمانہ کے ضعیف اور ہمم قاصر۔ ان سب اُمور پر نظر کر کے بالہام حق ایک دوسرا طریق تربیت کا اختیار فرمایا وہ یہ کہ یہ سب ماضی و مستقبل حجاب عن الحق ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے مشاہدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ نہ کہ ماضی مستقبل کے مطالعہ کے لئے۔ **و لنعم ما قال الرومی ماضی و مستقبلت پردہ خدا است** ۔البتہ توبہ کی ضرورت سے ماضی پر اور عزم علی التقویٰ کی ضرورت سے مستقبل پر نظر ضروری تھی۔ لیکن الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ

کے قاعدہ سے اس نظر میں ضرورت پر اکتفا کرے۔ یعنی گزشتہ گناہوں سے خوب توبہ بشرائطہا کر کے پھر بار بار اُس کا سبق دل میں تکرار نہ کرے۔ اور اجمالاً مستقبل کے لئے توکلاً علی اللہ قصد کرے۔ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر یہ گناہ نہ کروں گا۔ بس اس کے بعد ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگا رہے۔ اس سے زیادہ دوسرا کام ہے جس کو حدیث میں ان لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ ﴿ضروری چیز کا اندازہ ضرورت کی مقدار سے ہوتا ہے﴾

رَاقب اللّٰہ تجدہٗ تجاھک (ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے دھیان لگا کر اس کو تو اپنے سامنے پائے گا۔) اس میں مشغول ہونا چاہئے۔ یعنی ذکر اور فکر اور اوقات عمل میں عمل کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرب کو مقصود سمجھے۔ اور جو اُس کے لئے طریق موضوع ہے یعنی بعد تصحیح عقائد کے اعمال اختیاریہ جس وقت میں جو عمل ہو خواہ یہ ظاہری ہو مثل صلوۃ وزکوۃ خواہ باطنی ہو جیسے خوف ورجاء و شکر و صبر وغیرہ اور ذکر و فکر کہ وہ بھی فرد عمل کی ہے اکثر اوقات میں بس اس میں مشغول رہے اور جو اسباب بعد کے ہیں یعنی معصیت ظاہری یا باطنی اس سے مجتنب رہے۔ نہ اُس کی ضرورت کہ اسباب قرب میں بلکہ پیدا کرنے کی فکر کرے۔ اور نہ اس کی حاجت کہ اسباب بعد کے مادّہ کو منقلع کرے۔ اُمور اختیاریہ میں سے جس میں کوتاہی ہو جاوے اس کو مضر اور مہتم بالشان سمجھے۔ اور اُس کی اصلاح کرے اور اُمور غیر اختیاریہ کے وجود عدم پر التفات ہی نہ کرے۔ اور اُس اصلاح میں بھی زیادہ کاوش نہ کرے۔ مثلاً اگر کسی ضروری عمل میں خلل ہو گیا اُس کی قضاء کر لے۔ اگر کوئی اَمر منکر صادر ہو گیا اس سے استغفار کر لے۔ اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاوے۔ اُسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جاوے۔ کہ ہائے یہ کام مجھ سے کیوں فوت ہوا۔ یا یہ کام مجھ سے کیوں صادر ہوا۔ اُس کو یہ لوگ غلو اور مبالغہ سمجھتے ہیں۔ جس سے کتاب وسنت نے منع فرمایا ہے۔

لا ﴿دین میں غلومت کرو﴾ تغلوا فی دینکم من ﴿جو کوئی اپنے کو مشقت میں ڈالے حق تعالیٰ اس پر مشقت ڈال دیں گے اس لئے کہ نباہ نہ ہو سکے گا﴾ شاق شاق اللّٰہ علیہ سدّ ﴿ٹھیک ٹھیک چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور جمے رہو۔ اور دین کو انتہاء تک کبھی احاطہ نہ کر سکو گے۔ یعنی اگر یہ ہوس ہے کہ دین پر تم غالب آجاؤ اور کوئی دقیقہ اس کا تم سے نہ رہ جاوے تو ہرگز ہرگز نہ کر سکو گے﴾ دُوا وقاربوا واستقیموا. ولن تحصوا من ﴿جس پر نیند غالب آنے لگے وہ لیٹ رہے﴾ غلبہ النوم. فلیرقد لا تفریط ﴿نیند کی حالت میں کچھ قصور نہیں۔ تقصیر بیداری کی حالت میں ہے﴾ فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ

حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں۔ سخت میگرد جہاں بر مرد مان سخت کوش اور اس غلو اور مبالغہ کا اثر خصوص اس وقت کے قوی اور ہم پر یہ ہوتا ہے۔ کہ بہت جلد مایوسی اپنا رنگ لاتی ہے اور سالک کو معطل کر دیتی ہے۔ اور کبھی جان پر اور کبھی ایمان پر اس کا اثر پہنچتا ہے۔ جان پر تو یہ کہ صحت خراب ہو جاتی ہے۔ کثرت تخیلات وافکار سے سودا بڑھ جاتا ہے۔ اور ایمان پر یہ کہ باوجود مبالغہ فی العمل والمعالجہ کے کامیابی مزعوم یعنی شفاء مطلق کے نہ ہونے یا دیر میں ہونے سے یا ہو کر پھر زائل ہو جانے سے اور امراض کے بار بار عود کر آنے سے حق تعالیٰ سے تنگی اور شکایت پیدا ہو کر کیفیت کراہت اور ناراضی کی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ ہم کو اتنے دن سر مارتے ہو گئے۔ مگر والذین ﴿ جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا (ترجمہ: جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھلائیں گے۔۱۲﴾ کے وعدے خدا جانے کہاں گئے ہزاروں آدمی جان یا ایمان سے اس طریق میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور ایک مرض ہر وقت اس کو یہ گلو گیر رہتا ہے کہ اپنے عمل کو بالغ اور اپنی سعی کو سائع سمجھ کر ہر وقت ثمرات کا منتظر رہتا ہے۔ پس اپنے عمل کا پلہ عطاء حق سے بڑھا ہوا سمجھتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کبھی اپنے کو کامیاب نہیں سمجھتا۔ اس لئے ناشکری ہی میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اگر بزعم خود کامیاب بھی ہو گیا اگر وہ کامیابی پھر زائل ہو گئی کیونکہ ایسے انقلاب عمر بھر رہتے ہیں، پھر وہی تنگی اور پریشانی شروع ہوئی تو اس کا سلسلہ عمر بھر بھی منقطع نہیں ہوتا۔ اس کا یا اُس کو دیکھ کر دوسرے کا نفس کہتا ہے۔ کہ اس راہ خدا سے خدا کی پناہ جس میں بجز مصیبت کے راحت کا نام ہی نہیں۔ تو دیکھ لیجئے کتنا بڑا خطرناک طرز ہے۔ اور خطرہ لازمی بھی اور متعدی بھی۔ پس اس غلو کے یہ مضار مفاسد دیکھ انہوں نے یہ تجویز کیا کہ ان تدقیقات وتعمقات کو اصلاً نظر انداز کر دے۔ اگر کوئی وارد محمود آوے نہ اُس کو کمال سمجھے نہ اُس کے بقاء کی تمنا کرے۔ نہ اُس کے فوت پر حسرت کرے۔ اگر کوئی وسوسہ پیدا ہو اس کی دفع میں تن دہی نہ کرے۔ ذکر

کی طرف بہت مبالغہ سے نہیں بلکہ سرسری طور پر متوجہ ہو جاوے۔ خواہ وہ دفع ہو یا نہ ہو۔ اور اس سے دفع ہو ہی جاتا ہے۔ مگر اس شخص کو دلیر ہو کر اس پر بھی آمادہ رہنا چاہئے کہ گو دفع نہ ہو یعنی ذکر بقصد قرب کرے نہ بقصد دفع وسوسہ۔ اگر قبض پیش آوے اُس کو مذموم نہ سمجھے۔ اس کے رفع کی نہ فکر کرے نہ تمنا کرے۔

خلاصہ یہ کہ طالب رضاء حق وہارب عن سخط الحق رہے۔ جس اَمر کو رضا میں دخل ہو **و هو منحصر فی المامور به وجوبا او ندبًا**۔ اس پر عمل رکھے۔ اگر فوت ہو جاوے قضا کرے **و هو** ﴿**یسیر کل الیسر لا عسر فیه** (اور یہ نہایت ہی آسان ہے۔ اس میں کچھ بھی دُشواری نہیں۔۱۲)﴾ **قال تعالیٰ وما جعل علیکم فی الدین من حرج** ﴿ترجمہ: ''اور نہیں کی تمہارے اُوپر دین میں کچھ تنگی۔۱۲﴾

اور جس اَمر کو سخط حق میں دخل ہو وہ **هو منحصر فی المنهی عنه** اُس سے اجتناب رکھے۔ **و هو ایضاً یسیر بالدلیل المذکور**۔ اگر اس کا صدور ہو جاوے استغفار کرے۔ نہ اپنے کو خواص میں سمجھے کہ احوال عامیہ سے گھبراوے۔ نہ ثمرات کا عاجلہ میں اور نہ مراتب علیا کا آجلہ میں طالب رہے۔ بس اس کی دُعا کرتا رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اعمال کی توفیق اور آخرت میں جنت عطا فرماوے اور دوزخ سے نجات بخشے۔ بس ہو گیا مسنون سلوک اور اگر اس پر یہ شبہ ہے کہ اگر وساوس یا میول معاصی مضر نہیں۔ محض عمل مضر ہے تو یہ بات تو بلا مجاہدہ بھی میسر ہو سکتی ہے۔ پھر مجاہدہ کیوں کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ واقعی اس کے لئے مجاہدہ فرض وواجب نہیں صرف اُس میں یہ نفع ہے کہ میل الی المعصیت کے مقابلہ میں زیادہ تعب نہیں ہوتا۔ آسانی سے نفس پر غالب آجاتا ہے اور غیر مجاہد دُشواری سے آسکتا ہے۔ بس یہ فائدہ ہے مجاہدہ میں باقی یہ نہیں کہ میل ہی جاتا رہتا ہو۔ میں اس کی مثال دیا کرتا ہوں کہ گھوڑا شائستہ ہو کر بھی کبھی کبھی شرارت وشوخی کرتا ہے۔ مگر بوجہ شائستگی کے جلدی رام ہو جاتا ہے بخلاف غیر شائستہ کے کہ اُس کے رام کرنے میں بہت مشکل لاحق ہوتی ہے۔ اب

بعض منافع ومصالح ووساوس وبعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت کے سالک ۔
حق میں بیان کر کے اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں اس میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں
کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بے ساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی حاصل کرلے گا۔

اَلَا لَا یَجَارَنَّ اَخُو البَلِیّه فَلِلرَّحمٰن الطاف خَفِیّه

(ترجمہ: ''خبردار نالہ وفریاد نہ کرے مبتلائے مصیبت کیونکہ خدائے مہربان کے
یہاں بہت سی پوشیدہ رحمتیں ہیں۔۱۲)

(نمبر۱) اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا، سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

(نمبر۲) ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میرا علم؛ عمل وحال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

(نمبر۳) اگر یہ عقبہ پیش آ چکتا ہے، شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا۔ کہ اس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے۔

(نمبر۴) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا۔ اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے۔ اگر اس وقت بھی ایسا ہوا پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا۔ اطمینان ومحبت حق میں جان دے گا۔

(نمبر۵) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلاء کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے۔

(نمبر۶) ہر وقت اپنے اُوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے۔ کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

(نمبر۷) اس حدیث کے معنی برائ العین دیکھ لینا ہے کہ مغفرت عبد کے عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی۔ **و غیر ذلک مما لا یحصیٰ**۔ اور میں نے اسی مجموعہ کو کہا تھا کہ کوئی حالت محمودہ پیدا ہونے والی ہے۔ اُمید ہے کہ باوجود بے ارتباطی

عبارت کے آپ اس مضمون کو اپنے مضمون کے اجزاء پر منطبق کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ سب مشکلیں حل کر لیں گے۔ ہر ہر تحریر پر منطبق کرنے کی مجھ کو ضرورت نہیں البتہ صرف اخیر کے دو مضمون یعنی نمبر ۲۰، نمبر ۲۱ کہ یہی مقصود بالسوال بھی ہیں۔ دو چار جملے بالتخصیص والتعیین لکھ دینا مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

قولہ۔ دوسری ضرورت الخ اقول نہ سبب کی فکر کیجئے اور نہ عود سے اندیشہ کیجئے۔ نفس کو ان عدتم عدنا کہہ دیجئے۔

(ترجمہ: ''اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی علاج کریں گے)

قولہ تیسری ضرورت الخ اقول نہ امراض کی فکر میں پڑے نہ مفصل معالجات کی

قولہ اس میں تکبر ہے الخ وقولہ حسد ہے۔ وقولہ عجب ہے۔ اقول اس کی فکر ہی چھوڑیئے۔ اگر بالفرض ہو بھی تو ان اخلاق کے مادّہ کا ہونا مضر نہیں۔ ان پر عمل مضر ہے۔ اور عمل بھی وہ جو قصد سے ہو۔ ورنہ وہ وسوسۂ عمل ہے عمل نہیں ہے۔

**وھاانا اختم الکلام وافوضکم وافوض نفسی الی اللّٰہ ذی الجلال والاکرام ونرجوان شاء اللّٰہ تعالیٰ لنا ولکم حسن الختام و ھو المفضال المنعام فی کل مقال و مقام کتبہ اشرف علی فی جلسہ واحدۃ کانت قدر ثلث ساعات۔**

(من ۱۸ محرم ۱۳۳۲ھ)

# دفعِ بعض شبہات
## متعلقہ مسلکِ حضرت جی

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

## مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

# دفع بعض شبہات متعلقہ مسلک حضرت حاجی صاحب مرحوم وخلفائے ایشاں

سوال: بخدمت ذوالمجد والکرم مولانا ومقتدانا مولوی اشرف علی صاحب مدفیوضہم، پس از سلام مسنون معروض آنکہ اگرچہ میں ایک شخص اجنبی ہوں لیکن بعض اعتبارات سے اپنے آپ کو زمرۂ خدام میں تصور کرتا ہوں، اور اس بناء پر بے تکلفانہ ایک تکلیف خاص دینے کی جرأت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مجھ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بعض وجوہات سے ہمیشہ سے ایک عقیدہ قلبی ہے، اور جو حضرات حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ واسطہ وارادت رکھنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی دلی اخلاص ہے اور بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہم العالی کے ساتھ جن کے محامد خود حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں بالتخصیص ارقام فرمائے اور اپنے معتقدین کو ان کی جانب رجوع دلانے کی ہدایت فرمائی ہے ایک خاص ارادت ہے، لیکن بعض اوقات بعض مخالفین اور مبتدعین کے بعض اعتراضات اور شبہات کی وجہ سے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض معمولات اور معتقدات کے مختلف فیہ ہونے کے بارہ میں کیے جاتے ہیں اور جن کا جواب معقول اپنے آپ سے بن نہیں پڑتا، طبیعت کو ایک خلجان پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان شبہات کا دفعیہ مخالفین کے جواب اور نیز اپنی تشفی قلب کے واسطے آپ کے ذریعہ سے کروں، کیوں

کہ اوّل تو مخالفین کو ایسے شبہات پیدا کرنے کے لئے جو زیادہ جرأت اور قوت ہوگئی ہے وہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی اشاعت ہے اور یہ رسالہ آپ ہی کا شائع کیا ہوا ہے۔ اگر آپ نے اس کے ساتھ ایک مضمون بطور ضمیمہ کے بھی اضافہ فرمایا ہے جو صرف ہم جیسے معتقدین کے لئے فی الجملہ باعثِ طمانیت ہوسکتا ہے، لیکن تاہم وہ مضمون اس اصلی تحریر کے مطلب پر کافی وافی اثر پیدا نہیں کرسکتا، اور مخالفین اس کو نظر تام سے دیکھتے اور قابل قبول قرار نہیں دیتے بلکہ اس تقریظ کے مضمون سے جو رسالہ در منظّم اور مؤلفہ شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمائی ہے، اس اصلی مضمون رسالہ فیصلہ کی تائید ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ جناب کی تحریرات جس قدر اس وقت تک میرے مطالعہ سے گذری ہیں ان کو تعصب وتشدد ونفسانیت سے مبرّا اور انصاف اور حقانیت اور معقولیت سے مملو پایا، جو مخالف کو موافق اور حق ناشناس کو حق پسند بنانے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ تیسرے یہ کہ غالبًا آپ کو ان فتاویٰ کا حال بھی معلوم ہوگا، جو اہل ہند نے کسی کسی مسئلہ مختلف فیہ کی نسبت مکہ معظمہ سے طلب کئے تھے، اور اس کا جواب بعض مخالفین کی حسب منشاء ملا اور جن پر مخالفین حضرت حاجی صاحب کی مہر اور دستخط ہونا بھی بیان کرتے ہیں، چوتھے یہ کہ جہاں تک مجھ کو تحقیق ہوا ہے آپ اسی کارِ خیر کے متعلق عرائض کے جواب دینے اور اپنے اوقات عزیز کے صرف کرتے ہیں بخیال اصلاح حال اور وقال مؤمنین و حقوق المسلمین دریغ بھی نہیں فرماتے ہیں، لہٰذا وہ شبہات ذیل میں گذارش کرکے اُمیدوار ہوں کہ بمقتضائے شفقت و ہمدردی اسلامی تفصیلی جواب ان کا مرحمت ہو، تاکہ آئندہ کے لئے اس قسم کے خلجان سے جو وسواس شیطانی کہے جانے کے لائق ہیں طبیعت محفوظ رہے اور مخالفین کو جواب دے کر ساکت کرنے کا موقع ملے۔

شبہ اوّل یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض معتقدات و معمولات جو ان کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے یا تقریظ مندرج رسالہ در منظّم سے یا

بعض دیگر فتوے، ہم مضمون رسالہ مذکورہ پر دستخط اور مہر ہونے سے یا ان معتقدات اور معمولات کی نسبت بعض اشخاص معتمد کی چشم دید اور گوش زد احوال واقوال بیان کرنے سے ثابت ہوتے ہیں آیا واقعی تھے، یا یہ اقوال وافعال بخلاف اپنے ذاتی عقیدہ کے کسی مصلحت پر مبنی تھے۔ وبرعایت شریف واہالیان مکہ معظمہ وغیرہ حضرت سے سرزد ہوتے تھے، اگر بخلاف عقیدۂ واقعی کے تھے تو یہ صورت تقیہ کی اور شعار روافض ہے، جو حضرت کے کمالات ظاہری و باطنی کے بالکل منافی ہے۔ اور اگر موافق عقیدۂ واقعی تھے تو ان حضرات کے جو حضرت سے واسطے ارادت اور خلافت رکھتے ہیں ان معتقدات اور معمولات کو بدعت اور ضلالت کہنے کا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اُوپر کیا اثر ہوا، اوران حضرات کے حق میں کیا نتیجہ پیدا ہوا؟

دوسرا شبہ یہ ہے کہ آیا مرید اور خلیفہ کو من کل الوجوہ اتباع شیخ کی ضرورت ہے یا نہیں، اور اگر نہیں ہے اور صرف اوراد واَشغال متعلقہ طریقت میں اتباع کافی ہے اور دیگر مسائل شرعیہ میں اپنے علم اور اجتہاد سے کام لینے کا مجاز حاصل ہے، تو اس صورت میں احکام شرعیہ میں شیخ کے عمل بالخلاف سے مرید کے قلب میں عظمت شیخ جیسا کہ چاہیے تام نہیں رہ سکتی، بلکہ شیخ کے عقائد اور اعمال بزعم مرید خلاف شرع اور سنت ہوں گے تو شیخ کے ساتھ ارادت بھی کسی طرح باقی نہیں رہ سکتی اور ایسی حالت میں خود شیخ لائق مشیخت متصور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جب شیخ کو قطع نظر علم ظاہری کے اپنے کشف باطنی اور نورِ عرفاں سے بالخصوص ایسے مسائل میں جو ان کے اوران کے مریدوں کے فیما بین مابہ الاختلاف ہوں، حق و باطل۔ اباحت وضلالت میں تمیز نہ ہو سکے تو وہ بھی ترقی مدارج وطے منازل الی اللہ کا ذریعہ کیونکر بن سکتا ہے یا کیونکر بنایا جاسکتا ہے اور وہ کامل مکمل کیونکر متصور ہوسکتا ہے، اور اگر یہ کہا جاوے کہ ایسے مسائل فرعیہ کا اختلاف قدیمی بات ہے، اوراس سے معاملات طریقت میں کچھ حرج متصور نہیں ہے تو اَوّل تو یہ اختلاف ایسا ادنیٰ درجہ کا نہیں ہے، دوسرے اس کے تسلیم کرنے

میں طالبانِ حق کو کسی عالم وکامل متبع سنت شیخ کی تلاش کرنے کی، جو ایک ضروری بات قرار دی گئی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ہر صوفی مشرب ان اشغال معینہ ومعمولات کی تعلیم اور بذریعہ بیعت داخل سلسلہ کرنے کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

اور اگر مرید اور خلیفہ کو اتباع کامل کی ضرورت ہے، اور مرشد کے ساتھ ہم خیال و ہم عقیدہ وہ ہم عمل ہونا ضروری ہے تو بوجہ اختلاف مسائل معلومہ متذکرہ شبہ اوّل ان حضرات کے اندر ان کا فقدان ظاہر ہے پس ایسی حالت میں ان حضرات کی خلافت خلافت راشدہ کیونکر تسلیم ہو، اور اگر نہ تسلیم ہو تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فرمان جو بالتخصیص حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے حق میں نافذ ہوئے ہیں کیا معنی رکھتے ہیں، اور کس بناء پر ہیں، اور اگر ہر دو حضرات کے معتقدات اور معمولات یکساں قرار دیئے جائیں تو تطبیق کس طریقہ سے کی جاوے، اور قطع نظر دیگر مضامین کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے لئے ایک شرح پُر از تاویلات کثیرہ مطلوب ہوگی۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں باعتبار اختلاف بعض معتقدات ومعمولات معلومہ کے دو فریق ہیں اور ہر فریق علماء کا ہے جن میں ایک فریق مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اور شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی، مولوی عبدالسمیع صاحب میرٹھی وغیرہ کا ہے، جن کے معتقدات ومعمولات مثل حضرت حاجی صاحب ودیگر متقدمین صوفیاء کرام پیشوایان سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے ہیں، اور دوسرا فریق مولوی رشید احمد صاحب ومولوی اشرف علی صاحب ومولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کا ہے، جو ان معتقدات ومعمولات کو بدعت وضلالت بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر کہتے ہیں، کہ نوبت شرک وکفر پہنچاتے ہیں، پس ان ہر دو فریق میں سے خلافت راشدہ کس فریق کی متصور ہوسکتی ہے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایسے دو مختلف العقیدہ والعمل اشخاص کو خلافت عطاء فرمانا کیسا عمل ہے؟

پس یہ ہیں وہ اعتراضات وشبہات جن کے جوابات معقول دینے میں اور مخالفین نامعقول کو معقول کردینے میں مجھ جیسے بعض کم علم محبان خانوادہ امدادیہ کو دُشواری ہوتی ہے پس اگر والا جناب توجہ فرماویں اوران اُمور کا جواب مفصل تحریر فرماویں تو قطع نظر اس کے کہ مخالفین کے جواب دینے میں سہولت ہو جاوے بمصداق لیطمئن قلبی کے موافقین کے انشراح خاطر کے لئے بھی بے غایت بکار آمد اور مفید ہوزیادہ بجز نیاز کے کیا عرض کیا جاوے۔

فقط والسلام

الجواب:۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہٗ

بعض اُمور فی نفسہٖ مباح وجائز ہوتے ہیں مگر مفاسد عارضہ سے قبیح ہوجاتے ہیں، جیسے اعمال متنازع فیہا فی زمانناً مثل مجلس مولد شریف وفاتحہ وگیارہویں ونحوہا ان میں دوطرح کا اختلاف ہوسکتا ہے، اوّل یہ کہ ان مفاسد کو قبیح نہ سمجھے یہ اختلاف ضلالت و معصیت ہے۔ دوم یہ کہ ان مفاسد کو قبیح سمجھے اوران مفاسد کے ساتھ ساتھ ان اعمال کی بھی اجازت نہ دے مگر بوجہ حسن ظن اور عوام الناس کے حالات تفتیش نہ کرنے سے یہ سمجھ کر کہ لوگ ان مفاسد سے بچتے ہوں گے یا بچ جاویں گے، اجازت دے دی سو یہ اختلاف فی الواقع مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے، اوراس سے عظمت یا شان یا کمال اورقرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں آتا انتم اعلم باموور دنیا کم خود حدیث میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا باوجود صدورحکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درباب اجراءحدزنا ایک جاریہ کے زچہ ہونے کی وجہ سے تعمیل حکم میں التواء کرنا اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پسند فرمانا خود احادیث صحیحہ میں آیا ہے، اُمید ہے کہ میرے اس مختصر مضمون سے سب شبہات حل ہوگئے ہوں گے مگر احتیاطاً کسی قدر مفصل بھی عرض کرتا ہوں۔

شبہ اوّل کا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہل حق کے ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ان اعمال میں شریک ہونا یا تحریراً وتقریراً اذن فرمانا نعوذ باللہ منی فساد عقیدہ پرنہیں ہے، نہ تقیہ پر ہے، بلکہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہیں ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے، اور کہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین یا مخاطبین یا حاضرین مجلس بھی ان مفاسد سے مبرا ہوں گے تو بعض جگہ یہ گمان صحیح تھا اور بعض جگہ حُسن ظن کا غلبہ تھا، اور یہی صورت اکثر تھی اور جو لوگ بدعت اور ضلالت کہتے ہیں نفس افعال کونہیں کہتے کہ حضرت پر اثر پہنچے، بلکہ مفاسد کو کہتے ہیں، جس سے حضرت خود بری ہیں، پس حضرت رحمہ اللہ کے قول وفعل کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ افعال بلا مفاسد جائز ہیں۔ اور فتویٰ علماء کا حاصل یہ ہوا کہ یہ افعال مع الفاسد ناجائز ہیں۔ سواس میں کچھ اختلاف نہ ہوا البتہ یہ اَمر کہ آیا اکثر مواقع میں یہ مفاسد موجود ہیں یا نہیں اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کا اختلاف رہا ہے سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے، جیسے زید کے کھڑے ہونے میں اس میں اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح خبر تحقیق نہ ہو تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام وملامت نہیں اور نہ اختلاف کرنے والوں کو اس کے خلاف سے کوئی ضرر۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ جو اَمر یقیناً خلاف ہو اس میں شیخ کا اتباع مرید کو ضرور نہیں اور جو اَمر ایسا ہو کہ شیخ کا عقیدہ اس میں صحیح ہے اور کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے عمل خلاف مصلحت ہو گیا، چونکہ فی نفسہٖ وہ اَمر خلاف شرع نہیں، حسن عقیدہ ونیت سے شیخ نے کیا ہے، وہ خلاف شرع نہیں ہے۔ اس لئے شیخ کی عظمت مرید کے قلب سے ذرّہ برابر نہیں گھٹ سکتی، مثلاً اگر کسی شخص نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت خبر نہ ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلب سے یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر نوش فرمایا ہرگز عظمت کم نہیں ہو سکتی بلکہ یہی کہا جاوے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کھانا حلال نوش فرمایا ہے، مگر زہر کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہوئی، ورنہ ہرگز نوش نہ

فرماتے اوراس بناء پر مرید افعال شیخ کو خلاف شرع نہ سمجھے گا جوعظمت کم ہواور کشف باطن اورنور عرفان سے حق و باطل کا انکشاف کسی درجہ میں مسلم سہی، مگر یہاں تو حق و باطل میں شیخ کوالتباس ہی نہیں جوانکشاف کی حاجت ہو، اس کا انکشاف تو حاصل ہے کہ فلاں طور پر حق ہے اور فلاں طور پر باطل ہے صرف ایک واقعہ جزئیہ اس کی نظر سے مخفی ہے جس کا مخفی ہونا انبیاء علیہم السلام سے بھی مستبعد نہیں۔

خود حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں بشر ہوں، شاید کوئی شخص اپنے دعویٰ پر حجت شرعیہ قائم کر کے مقدمہ جیت لے اور اس کا حق نہ ہو اور میں اسے دِلا دوں تو وہ دوزخ سے حصہ لے رہا ہے، ظاہری حجت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما دیتے تھے اور بعض اوقات احتمال ہوتا تھا کہ شاید دوسرے کا حق ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرگز کوئی طعن نہیں ہوسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حق ہی فیصلہ فرمایا مگر چونکہ واقعہ کی تحقیق صحیح نہ ملی، اس لئے صاحب حجت کو غالب فرمادیا، ایسی حالت میں کامل مکمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، بخلاف اس شیخ کے جس کے عقائد یا مسلک میں غلطی یقینی ہو وہ البتہ قابل شیخ ہونے کے نہیں اور اُوپر معروض ہو چکا ہے کہ حضرت کے عقائد یا مسلک میں خلاف نہیں، صرف ایک واقعہ کی تحقیق صحیح نہیں پہنچی، پس نہ حضرت پر کوئی شبہ رہا، نہ خلفاء کی خلافت راشدہ میں کوئی قدح رہا، سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے خلیفہ کا سماع سے منکر ہونا شیخ کے روبرو مشہور ومعروف ہے، اور فہیم آدمی کے لئے خود فیصلہ ہفت مسئلہ کی عبارت میں جا بجا تقید کو مرتبہ ضرورت میں سمجھنے کی مذمت مشرح کافی ہے، اور مخاصم کے حق میں دفاتر ودساتیر بھی کافی نہیں۔

تیسرے شبہ کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت کے تمام خدام کی خوش اعتقادی کا دعویٰ ہم نہیں کر سکتے، یقیناً بعض اہل علم کو بعض اُمور میں لغزش واقع ہوئی ہے۔ بعض کو تو مسائل میں غلطی ہوگئی ہے، جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بالکل مبرا ومنزہ ہیں، اگر وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی سند لادیں تو بہت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ

انہوں نے حضرت کے ارشاد کو نہیں سمجھا یا حضرت نے غلبۂ حال میں کوئی اَمر فرمایا جو تاویل کے قابل ہوتا ہے، اوران صاحبوں نے اس کو ظاہر پر محمول فرمالیا، چنانچہ اس ناکارہ کے روبروغلبۂ حال میں بعض اُمور غامضہ فرمائے۔ اور خود حضرت کی حالت سے معلوم ہوگیا کہ اس وقت غلبہ ہے، مگر ممکن ہے کہ اس کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی ہو اوراس نے اس کو غلبہ حال نہ سمجھا ہو، اس لئے وہ غلطی میں مبتلا ہوگیا ہو، یوں بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طرز کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہواور اگر غلطی بھی نہیں تو عوام ان کے فعل سے ضرور سیر باد ہوئے، سو چونکہ ان صاحبوں کو غلبۂ حال ہی نہیں اور عوام کے حال سے بھی علماء کو بوجہ اختلاط عوام کے اطلاع زیادہ ہوتی ہے، اس لئے ان صاحبوں کی غلطی تحقیق واقعہ میں یا غلبۂ حال کے ارشادات نقل کردینے میں قابل معذوری نہیں، اور مشائخ میں یہ دونوں عذر صحیح ہیں، اور مسئلہ کی یقینی غلطی تو کسی کے لئے بھی عذر ہیں، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سے بالکل بَری ہیں، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلافت عطاء فرمادینا کسی مبتلائے غلطی کو بناء برعدم اطلاع کسی شخص کی غلطی کے ہے، جس کا خلاف شان نہ ہونا اُوپر ظاہر ہوچکا ہے، اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو بے تکلف اظہار فرمادیا جاوے، میں ایک ضرورت سے دوسری جگہ آیا ہوں، شاید دوچار روز اور رہنا ہو۔ والسلام

راقم اشرف علی عفی عنہ (امداد، ج:۴، ص:۶۰)

مستفتی کا دوسرا خط جس میں اس نے پہلے خط کے جواب پر کچھ شبہات کئے ہیں، اجوبۂ مذکورہ پر بعض شبہات اوران کے جوابات

سوال: بخدمت فیض درجت جامع کمالات صوری و معنوی مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت فیوضہم، پس اَز سلام مسنون عقیدہ مشحون، معروض آنکہ افتخار نامہ بجواب عریضہ صادر ہوکر کاشف اسرار ہوا، اس میں شک نہیں کہ جناب نے بطریق تمہید جواب جو کچھ اجمالاً تحریر فرمایا ہے، وہ مخلصین کے اطمینان قلب کے لئے کافی و

وافی ہے، لیکن منکرین کے لئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے، جس کو جناب کے اس ارشاد کی تعمیل میں (کہ اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو تو بے تکلف اظہار کر دیا جاوے) ذیل میں گذارش کرتا ہوں، اور اُمید ہے کہ اس مرتبہ کافی اور مفصل جواب کے بعد اس معاملہ میں ضرور تصدیعہ باقی نہ رہے گی۔

ہر دو روایات مشورہ کتمان بشارت اور التواء اجرا احد زنا کو تفصیل کے ساتھ ارقام فرما دیجئے اور خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ العزیز کی مخالفت بمعاملۂ سماع کا قصہ بھی مفصل مع حوالہ کسی کتاب کے اور نیز اسی قسم کی دیگر روایات اگر مستند کتابوں سے بہم پہنچ سکیں رقم فرمایئے۔ اس لئے کہ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ دلائل و براہین عقلی و نقلی کے گزشتہ واقعات کی تمثیل متصوفین زمانۂ حال میں زیادہ اثر پیدا کرتی ہے۔ بنظر علم شبہات جوابات سابقہ عریضہ سابقہ مع سامی نامہ ہمرشتہ عریضہ ہذا مرسل ہوتا کہ جواب میں سہولت ہو، ایک اَمر محض بہ نظر اطلاع پیش کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ اس عریضہ میں میری نظر سے ایک تحریر مولوی احمد حسن صاحب کانپور کی گذری ہے جس میں رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت یہ تحریر تھی (ہفت مسئلہ میں جو ضمیمہ لگایا گیا ہے، اس کی عدم رضا حضرت کی طرف سے ثابت ہے مولوی شفیع الدین صاحب سے بتاکید آپ نے فرمایا ہے کہ اشتہار دو اس اَمر کا کہ ضمیمہ ہمارے خلاف ہے)

اب اصل مطلب عرض کیا جاتا ہے، اور بطریق مدعیانہ شبہ اوّل کے جواب میں آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہیں ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے اور کہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین ومخاطبین وحاضرین مجلس ان مفاسد سے مبرا ہوں گے۔ اس موقع پر اس کی تحقیق مطلوب ہوئی کہ وہ مفاسد کیا ہیں جن سے حضرت مبرا تھے۔ اور دوسروں کا مبرا ہونا اپنے حُسن ظن سے فرماتے تھے، جہاں تک خیال کیا جاتا ہے مفاسد وہی اُمور قرار دیئے گئے ہیں جن کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مصالح پر مبنی نہ ہونا ارشاد فرمایا ہے۔

اگر یہ کہا جاوے کہ یہ اُمور فی نفسہ جائز ہیں، اور تبدیل نیت اور عقیدہ سے ناجائز ہو جاتے ہیں اس کے بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اوّل تو نیت وعقیدت کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ دوسرے باستثنائے جہال وعوام عموماً تعلیم یافتہ اور خواص نیک نیتی وخوش عقیدتی کے ساتھ محض ان مصالح پر نظر کر کے جو سلف سے منظور نظر ہیں اس قسم کے اعمال کرتے ہیں اور ان اعمال کے ترک کو بھی صرف بخیال فوت ہو جانے ان مصلحتوں کے یا ترک اقتداء بزرگان پیشین کے مذموم تصور کرتے ہیں۔

پھر ایسی حالت میں عام طور پر بلا کسی استثناء کے ان علماء کی ممانعت حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے خلاف کیوں نہ سمجھی جاوے، کیا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو محفل میلاد شریف ہوتی تھی یا جن محافل کے اندر ہندوستان میں یا مکہ معظمہ وغیرہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شرکت کا اتفاق ہوا ہوگا ان محافل میں تداعی اور کثرت روشنی اور استعمال خوشبو واہتمام فروش وجائے نشست ذاکر کو بلند وممتاز قائم کرنا اور قیام بالتخصیص عندذکر الولادۃ اور اجتماع ہر خاص وعام کو نہ ہوتا تھا، نہیں ضرور ہوتا تھا، پس وہ کون سے مفاسد تھے جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو عدم واقفیت ولاعلمی تھی، اور وہ کون سے واقعات تھے کہ جن سے حضرت بے خبر تھے، کہ جس کی بنیاد پر واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہونا تسلیم کیا جاسکے۔

شبہ دوم: چونکہ شبہ اوّل پر مبنی ہے، اس لئے اس کے جواب کا بھی وہی انداز قائم کیا گیا کہ کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے کوئی عمل خلاف مصلحت مرشد سے سرزد ہو جاوے تو اس سے عظمت شیخ کی بابت کوئی ناقص خیال پیدا نہیں ہوسکتا۔

اوّل تو حسب اقوال واعمال متصوفین سابقین شیخ کے حق میں یہ کلام وگمان بھی کہ عمل خلاف مصلحت ہوا سوءِ ادبی ہے، کیوں کہ باوجود علم واحتمال ایسے اختلافات عظیم کے ایسے شیخ سے عمل خلاف مصلحت ہو جانا اس کی شان میں فرق ڈالنے والی بات ہے، دوسرے یہ اَمر دریافت طلب ہوا کہ وہ کون سے ایسے واقعات تھے جن کی خبر صحیح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو

نہ پہنچی تھی، جہاں تک خیال کیا جاتا ہے اس اَمر کا ثابت کرنا سخت متعذر معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس کے خلاف شہادتیں تحریری وتقریری ہندوستان میں اکثر موجود ہیں۔

شبہ سوم کا جواب بھی بطرزِ سابق یہ ارقام ہوا ہے کہ حضرت کا خلافت عطاء فرمادینا کسی مبتلائے غلطی کو بناء برعدم اطلاع اس شخص کی غلطی کے ہے۔ جس کا خلاف شان نہ ہونا اُوپر ظاہر ہو چکا اس معاملہ میں اَوّل تو اس بات کا مان لینا کہ حضرت ان کو ان اشخاص کے احوال واقوال وعقائد اور اعمال کی اطلاع نہ ہو سخت دشوار بلکہ بداہت کا انکار ہے، اور کسی طرح قرین عقل نہیں کہ جو لوگ مدتوں خدمت وصحبت میں حاضر رہے ہوں۔ اور نزدیک ودُور سے فیضان باطنی سے مستفیض ہوتے رہے ہوں ان کے معتقدات اور معمولات سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بے خبر رہیں۔ اور اگر العیاذ باللہ بہ تمثیل منافقان اوائل زمانہ رسالت بے خبری تسلیم بھی کی جاوے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا الزام یہ عائد ہوگا کہ بلا اطمینان تصحیح حال واعمال خلافت کیوں عطاء فرمادی۔ اس لئے کہ یہ اَمر خلافت تو کوئی دنیا کا کام نہ تھا، یا کوئی عبادات یا معاملات کا مسئلہ یا استفتاء نہ تھا کہ جس کی بابت یہ حجت کی جاسکے کہ واقعات وحالات سے بے خبر رہنے کی وجہ سے حکم یا عمل خلاف واقعہ یا مصلحت صادر ہو گیا، بلکہ یہ معاملہ تو بالکل نورِ باطن وتصفیہ قلب وعرفان سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر کیوں ان ذریعوں سے مثل بزرگان سلف مریدین کے حالات کو دریافت نہیں کیا تا کہ وہ غلطیاں جن میں بعض خلفاء مبتلاء تھے، آئندہ سلسلہ میں سنت پیر یا عمل شیخ قرار پا کر شائع نہ ہونے پائیں۔ کیوں مرأۃ قلب حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں ان خلفاء کے بعض عقائد واعمال فاسدہ کا عکس جیسا کہ اکثر بزرگواروں کے حالات میں مذکور ہوتا ہے منعکس نہیں ہوا، اب ان اُمور کا جواب بعد ملاحظہ وتوجہ تحریر اَوّل کے ارشاد فرمایا جاوے۔ اور پہلے پتہ کے موافق ارسال فرمایا جاوے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس فضول کام میں جناب کے اوقات عزیز کا صرف کرانا نہایت بے موقع تصدیعہ دہی ہے مگر بمقتضائے ضرورت نظر بہ اشفاق عمیم جناب والا مجبوراً تکلیف دی گئی، فقط زیادہ نیاز۔

**الجواب: از خاکسار اشرف علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ**

میں ہنوز چرتھاول میں ہوں، اس لئے آپ کا خط دیر میں ملا، آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ منکرین کے لئے ہنوز گنجائش کلام باقی ہے سو احقر نے پہلے بھی منصفین کے لئے لکھا تھا، اور اب بھی اسی غرض سے لکھتا ہوں منکرین کے لئے پہلے ہی خط میں لکھ چکا ہوں کہ دفاتر بھی کافی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ تحقیق حق مقصود ہے مناظرہ مقصود نہیں، نہ آج کل اس سے کوئی نفع لہٰذا اتمام تر تحریرات میں اس کا منکرین سے قطع نظر کر لیجئے۔ اپنے شبہات کو البتہ رفع کر لیجئے۔ دوسروں سے اگر گفتگو ہو تو وہ اگر منصف ہوں تو ان کو علماء کا حوالہ دیجئے، خود وہ اپنے شبہات رفع کر لیں، آپ کیوں فکر فرماتے ہیں اور اگر وہ معاند ہوں جانے دیجئے۔ ان کے ساکت کر دینے کا کوئی شرعاً مکلّف نہیں، پھر تعب برداشت کرنا ایک فضول اَمر کے لئے کس کو ضرورت پڑی ہے۔

مشورہ کتمان بشارت مشکوٰۃ کی کتاب الایمان میں موجود ہے، التواء حد زنا کا قصہ مسلم و ابو داؤد و ترمذی شریف میں موجود ہے، **ھکذا فی التیسیر فی کتاب الحدود**، اور مسلم میں ایک اور قصہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک شخص کی گردن مارنے کا حکم فرمایا چونکہ وہ شخص کسی اُم ولد کے ساتھ متہم کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مجبوب پا کر چھوڑ دیا، اور آپ نے تحسین فرمائی۔ معاملہ خلیفہ سلطان جی کا غالباً انوار العارفین میں مذکور ہے، دیگر روایات کی تلاش کی، چونکہ ضرورت نہیں اسی لئے اس کا قصد نہیں کیا گیا، جب کہ ایک دلیل بھی کافی ہے، اگر یہ اَمر قابل اطلاع تسلیم بھی کر لیا جاوے تو بھی مضر نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ضمیمہ اس طرح اور ایسے عنوان سے پیش کیا گیا ہو کہ حضرت مظنہ انکار نفس اعمال یا مع القیود والمباحہ بلا لزوم المفاسد کا ہو گیا ہو، اس بناء پر اظہار مخالفۃ مانعین کو مضر نہیں ہے۔ جو مفاسد آپ نے دریافت فرمائے ہیں اگر آپ اصلاح الرسوم کی مفصل بحث میلاد شریف یا رسالہ طریقہ مولد شریف از تالیف اَحقر ملاحظہ فرما دیں، تو ان مفاسد کا بخوبی انکشاف ہو جاوے مگر یہاں بھی ان کا خلاصہ واصل الوصول عرض کئے دیتا ہوں۔

وہ مفسدہ یہی تبدیلی نیت وعقیدہ ہے، اور اس پر جو شبہ لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عقیدہ ونیت کا حال بلا اظہار البتہ معلوم نہیں ہوسکتا، مگر جب اہل عقیدہ اپنے قول سے یا اپنے فعل سے اس کا اظہار کردیں تو معلوم ہوجاوے گا، چنانچہ ان صاحبوں کی مجموعی حالت سے اعتقاد کا حال صاف صاف ظاہر ہوتا ہے، مختصر امتحان یہ ہے کہ اگر یوں مشورہ دیا جاوے کہ جو قیود فی نفسہا مباح اور جائز الفعل والترک ہیں ان کو دس بار کرتے ہیں تو دس بار ترک بھی کردو، تاکہ قولاً وفعلاً اباحت ظاہر ہوجاوے تو اس قدر شاق ہوگا کہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہوجاویں گے، اگر سچ مچ ان اُمور کو ضروری نہیں سمجھتے تو اس شاق گذرنے کی کیا وجہ، اکثر عوام کا تو یہی حال ہے، اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ بھی ہو تو غایت مافی الباب اس کے لئے علت ممانعت یہ نہ ہوگی۔ مگر یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری علت سے بھی منع نہ کیا جاوے اگر کوئی دوسری علت منع کی پائی جاوے گی تو ان کو بھی روکیں گے وہ علت ایہام جاہل ہے، یعنی خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بہ ترک مباح ہوں گے۔ شامی محشی درمختار نے بحث کراہت تعیین سورۃ میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جہاں تغیر مشروع ہو یا ایہام جاہل ہو وہاں کراہت ہوگی۔ پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہیں اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہیں، اکثر مفاسد نیات وعقائد وعوام کے بزرگان واکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز وشب مشاہدہ میں آتے ہیں۔

شبہ دوم کا جواب بھی اسی تقریر سے نکل آیا، سوءِ ادب کا شبہ اہل فہم سے نہایت بعید ہے جب انبیاء علیہم اسلام سے زلت کے صدور کے معتقد وقائل ہونے میں سوءادب لازم نہیں آتا تو اولیاء کرام کے حق میں کون سی بات سوءاَدب کی ہے، ہاں سوءاَدب ایک طرح ہے بھی کہ بلاضرورت ان زلات کو گاتا پھرے، اور جو شخص مقام تحقیق احکام شرعیہ میں ان زلات کا ذکر کرے درباب احکام کے ان کا حجۃ نہ ہونا بیان کرے، یہ ہرگز بے ادبی نہیں،

بلکہ عین ادائے مامور بہ ہے اور یہ اَمر دریافت طلب کہ وہ کون سے واقعات تھے اس کی تحقیق اُوپر ہو چکی ہے، اور وہاں یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ ایسے مفاسد دقیقہ عوام کا خواص سے مخفی رہنا شب وروز مشاہدہ میں آرہا ہے، اور ایک شہادت تحریری یا تقریری بھی اس کے خلاف پر قائم نہیں، البتہ اس کی موافقت میں بے شمار شہادتیں ہیں۔

شبہ سوم کا جواب بھی مضامین مذکورہ بالا میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے، یعنی اُوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ مفسدہ دو ہیں، تغیر مشروع اور ایہام جاہل، سو ایک عالم کے عقائد میں ایسا فساد کہ تغیر مشروع کی نوبت آوے اگر مستبعد بھی ہو مگر ایہام جاہل یعنی ان کے عمل سے عوام مبتلاء فساد ہو جاویں ہرگز مستبعد نہیں، اور چونکہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے تک نہ ان صاحبوں کو ان اعمال کے مستقل اہتمام کا موقع ملا، نہ وہاں کی حاضری میں مقتدا ہونے کا خاص موقع ملا، البتہ ہندوستان میں پہنچ کر شان پیشوائی ظاہر ہوئی، ان اعمال کا اہتمام بھی کیا، معتقدین کا ہجوم بھی ہوا، ایہام کی نوبت بھی آئی تو اس ایہام کا زمانۂ حاضری میں مشاہدہ کب ہو سکتا تھا، پھر مخفی رہنے میں کوئی استبعاد نہیں، اب شبہ تمثیل منافقان وعطائے خلافۃ بلاتحقیق سب زائل ہو گیا، اور یہ سوال کہ نورِ باطن سے حضرت کو کیوں نہ معلوم ہو گیا، یا کیوں نہ معلوم کر لیا، اس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کو کشف کیوں نہ ہوا، یا آپ نے قوتِ کشفیہ کو کیوں نہ استعمال کیا، سو جو لوگ اس فن سے واقف ہیں ان کے نزدیک اس کا جواب بدیہی ہے کہ کشف اَمر اختیاری نہیں، نہ اَمر دائمی ہے، اس لئے یہ سوال ضعیف ہے، اس پر جو تفریعات کی ہیں وہ بھی سب اسی طرح مدفوع ہیں۔

اب آخر میں یہ عرض ہے کہ اگر کوئی نیا شبہ ہو تو تحریراً طے فرمانے کا مضائقہ نہیں، اور اگر مثل خط دوم کے پہلے ہی شبہات کا اعادہ اور ان کے جوابوں کی توضیح کا لکھنا مدنظر ہو تو اس تطویل سے بہتر ہوگا اگر خود تشریف لا کر فیصلہ فرمالیں کیونکہ تحریر میں بہت سے اُمور مفصل ومشرح ہو جانے سے رہ جاتے ہیں، اور غیر ضروری اَمر میں وقت صرف کرنا دریغ وشاق معلوم ہوتا ہے۔ فقط والسلام۔ (امداد، ج:۴، ص:٦٦)

# الرّقیمُ الجلیل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار التی منہا ر الجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

# الرقیم الجلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ! متعدد روایات سے معلوم ہوا کہ عام طالبین، محی السنۃ حکیم الامت، مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کے ملفوظات کو اپنے لئے زیادہ نافع سمجھتے ہیں چونکہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے اکثر مکتوبات بھی ملفوظات کے ہم رنگ ہوتے ہیں۔

اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ایسے مکتوبات کو بھی منضبط کرلیا جائے جو کہ اب تک ضبط نہ کئے گئے ہوں۔ صرف بعض مکتوبات جن کی خاص اور ممتاز شان تھی حسن العزیز میں شائع ہوئے تھے۔

چنانچہ ۱۳۵۵ھ کے ختم پر ایسے مکتوبات کے ضبط کا بھی کام شروع کردیا اور الرقیم الجلیل کے لقب سے اس کو ملقب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اہل طریق کے لئے نافع اور جامع کے لئے ذخیرہ آخرت فرماویں۔ آمین۔

کتبہ الاحقر جلیل احمد عفی عنہ علی گڑھی

# ضابط ملفوظات القول الجلیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال (۱) ایک دیوبندی مولوی صاحب یہاں مدرسہ میں ہیں ان کو حضرت والا سے بھی عقیدت ہے مگر فلاں مولوی صاحب ان کے بہت دلدادہ وعاشق ہیں۔ اگرچہ جولاہے ہیں مگر علمی ادراک ان کا بہت اچھا ہے۔ اگر حضور والا حکم دیں تو میں بخاری شریف ان سے پڑھ لیا کروں ورنہ صرف خود مطالعہ کرلیا کروں۔

جواب: بہتر ہے بشرطیکہ احادیث سے تحریک حاضرہ کے مسائل مستنبط نہ کریں۔

سوال (۲) احقر جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو ان میں مختلف خیالات و توہمات آتے ہیں جس کی وجہ سے نماز میں خلل آجاتا ہے لہٰذا اگر یہ برا ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے کوئی تدبیر ودعا عنایت فرمادیں۔

جواب: یہ کہاں لکھا ہے کہ غیر اختیاری خیالات سے نماز میں خلل آجاتا ہے۔

سوال (۳) حضور کی تصنیف قصد السبیل میں عالم مشغول کا جو دستور العمل مرقوم ہے بندۂ کمترین اس عمل کی تعلیم اور اجازت چاہتا ہے۔

جواب: کس مقصود کے لئے؟

دوسرا خط (۴) حضور اس عمل سے مقصود تو رضاء حق ہی ہے اور امید یہ ہی ہے کہ اس عمل کی تاثیر حصول رضاء حق کی زیادتی اطاعت اور محبت میں معین اور مددگار ہو۔

جواب: معین کی ضرورت تو اصل تدبیر کے بعد ہوتی ہے وہ اصل تدبیر کیا ہے؟ اور آپ نے اس کا کیا اہتمام کیا؟

سوال(۵) میرا دل خدا کی یاد سے غافل ہے کوئی تدبیر بتادیں کہ دل ذاکر ہو جائے؟

جواب: اختیاراً یا اضطراراً اور کیا ہر غفلت معصیت ہے؟ اور کیا غیر معصیت کا علاج بھی ضروری ہے؟

سوال(۶) برائے مہربانی وکرم گستری اس ناکارہ کو بیعت فرمالیجئے۔

جواب: کیا ترتیب اصلاح میں یہ سب سے مقدم ہے؟

سوال(۷) دیگر عرض یہ ہے کہ پانولی گادر سے ایک حافظ صاحب جو قریب ستر سال کی عمر کے ہیں ان کا خط آیا ہے کہ ان کا ارادہ جناب والا سے بیعت ہونے کا ہے۔لیکن چونکہ وہ اردو لکھ نہیں سکتے اس لئے مجھے جناب والا کے اوپر ان کی بیعت کی درخواست عرض کرنے کو فرمایا ہے۔ان کا نام موسیٰ ہے جناب والا جو جواب ارشاد فرما دیں گے اس کی اطلاع ان کو کر دوں گا۔

جواب: اس کا یہ طریقہ ہے کہ وہ خود جو زبان جانتے ہیں۔اس میں خط لکھیں اور کسی سمجھدار معتمد اردو دان سے اردو میں ترجمہ کرا کر خود بھیجیں میں مناسب جواب دوں گا۔

سوال(۸) ولی سے لے کر جناب رسول اکرمؐ تک جو ۱۴ درجے ہیں یعنی ولی سے اوپر کون؟ اور عارف کے اوپر کون؟ اور مجدد کے اوپر کس کا درجہ؟ اس طرح کے جو ۱۴ درجے ہیں تحریر فرمادیں۔ جواب: تم کو کسی کے درجوں سے کیا بحث! اپنا درجہ سمجھو کہ کیا ہے؟ وہ بتلاتا ہوں وہ درجہ فضول گوئی ہے اس کا علاج کرو۔

سوال(۹) احقر کی دلی تمنا یہ ہے کہ اگر حضرت اجازت عنایت فرمادیں تو تعطیل عید میں خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کی زیارت اور ارشادات سے مستفیض ہو اور اگر ارشادات نہ ہوں تو محض زیارت بابرکت سے مستفیض ہو کر تسلی حاصل کرے۔

جواب: زیارت کی کیا غایت ہے اور اگر کوئی غایت مقصود نہ ہو تو آنے کی اجازت ہے بشرطیکہ مخاطبت ومکاتبت نہ ہو۔

سوال(۱۰) پرسوں ہفتہ کے روز ایک جوابی تار جناب کی خدمت میں ارسال کیا

مگر اس کے جواب سے بھی بدقسمتی سے محروم ہوں۔ جواب: اپنے ہاتھوں محروم ہو یہ بھی سوچا کہ جواب میں جو پیسے خرچ ہوں گے وہ کسی کے ذمہ ہیں۔

سوال (۱۱) قدرت تو ہے (یعنی ترک معاصی پر جس کا ذکر اس سے قبل لکھا گیا تھا) لیکن ایسی ہے جیسے قدرت ہے ہی نہیں۔

جواب: وہ کون سی قدرت ہے جو عدم قدرت کے حکم میں ہے۔

سوال (۱۲) عرض ہے کہ یہاں پر جمعہ وعیدین کے خطبہ میں آلہ مکبر الصوت لگایا جاتا ہے ایسی حالت میں جامع مسجد اور عیدگاہ میں نماز ادا کی جاوے یا کسی دوسری مسجد میں جس میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے جمعہ وعیدین ہوتی ہیں اس میں ادا کیا جائے۔

جواب: جس میں فتنہ نہ ہو البتہ اگر تکبیرات صلوۃ کی تبلیغ بھی اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہو تو ایسی تکبیر کا اتباع مفسد صلوۃ ہے۔

سوال (۱۳) باوجود ان حالات کے (جو اوپر کی عبارت میں مذکور ہیں) گو عربی کا سبق اور تہجد میں اشغال واذکار ناغہ نہیں ہوتے مگر طبیعت پر کسی قدر بار محسوس ہوتا ہے۔

جواب: تو اور زیادہ اجر ملے گا کہ مجاہدہ ہے۔

بقیہ سوال (۱۴) اور بجائے اس کے کہ محض خوشنودی اللہ تعالیٰ کیلئے ہو زیادہ خیال اس کا ہوتا ہے کہ اگر تہجد ناغہ ہوگئی تو دن بھر مغموم رہوں گا پریشان ہوں گا۔ سکون نہیں رہے گا۔

جواب: لیکن وہ ناغہ کا غم اور پریشانی بھی اسی لئے ہے کہ ایک عمل حق تعالیٰ کی خوشنودی کا فوت ہوگیا تو یہ عین خوشنودی ہی کی طلب ہے جو اس کے منافی نہیں۔

سوال (۱۵) معمولات اشرفی میں جو ہے کہ بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں وہ کیا ہیں؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ خاص ترویحات میں جو اذکار مسنونہ وارد ہوئے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ترویحات میں کوئی خاص اذکار منقول نہیں اور جو مروج ہیں وہ سنت میں وارد نہیں اس لئے ان مروج اذکار کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ جن اذکار کی

بلا تخصیص وتقیید سنت میں فضیلت وارد ہے ان کو ادا کیا جاتا ہے۔

سوال (۱۶) حضرت والا! احقر ایک امر یہ دریافت کرتا ہے کہ باہر پھرنے والی عورتوں سے پردہ دار عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہے اس میں بڑی قباحت ہے خادمائیں جو ملتی ہیں وہ زیادتی سے باہر کی پھرنے والی عورتیں ملتی ہیں پردہ دار خادمائیں نہیں ملتیں ان سے کس طرح سے بچاؤ کیا جاوے۔

جواب: ایسا حکم تو نہیں البتہ کافر عورت کے سامنے بجز چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی تک اور دونوں پاؤں ٹخنے سے نیچے تک اور کسی عضو کا جیسے سر گلا وغیرہ کھولنا جائز نہیں اس میں بھنگن اور چماری اور ترکاری بیچنے والیاں سب آ گئیں۔

سوال (۱۶) پہلے خط میں بندہ کی طرف سے یہ عرض تھا کہ غیبت کبھی قصد واختیار سے صادر ہوتی ہے اور کبھی بلا قصد وبلا اختیار۔ اس کے جواب میں حضور سے یہ ارشاد صادر ہوا تھا کہ ''تو کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ بعض غیبت کا گناہ بھی نہیں ہوتا یعنی جو بلا مقصد ہوتی ہے اگر یہ اعتقاد ہے تو پھر علاج کس چیز کا پوچھتے ہو''

اب حضور سے یہ التماس ہے کہ میرا یہ اعتقاد ہے کہ جو غیبت بلا قصد ہوتی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بندہ کے اختیار سے باہر ہے اس کے علاج کی بھی حاجت نہیں لیکن جو غیبت اختیار سے ہوتی ہے اس کی بابت میری عرض ہے کہ حضور اس کا علاج فرما کر بندہ نادان کو ہدایت کا وسیلہ کریں۔

جواب: اب یہ سوال ہے کہ کیا غیبت بلا اختیار بھی ہوتی ہے کیا کوئی کتاب یا کوئی عالم تمہاری موافقت اس دعوے میں کر سکتا ہے۔

سوال (۱۷) عرصہ ہوا کہ خادم خطبات الاحکام جو حضور والا کی تصنیفات سے ہے بروز جمعہ اس میں سے خطبہ پڑھتا تھا مصلیان مسجد نے خواہش کی کہ ان خطبوں کا ترجمہ لکھا ہوا ہے پانچ منٹ قبل اذان خطبہ سے ترجمہ سنا دیا جاوے تاکہ سب مصلیات کے کان میں احکام شریعت پہنچتے رہیں۔ خادم نے ممبر سے علیحدہ رہ کر پانچ منٹ قبل اذان

خطبہ کبھی ترجمہ کبھی بہشتی زیور کبھی دوسری کتاب تصنیف حضور والا اور کبھی ناغہ کر کے سنانے لگا تو مولوی مظہر احمد صاحب نے اعتراض کر کے منع فرمایا' خادم نے سنانا بند کر کے حضور میں عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سنانا بند نہ کیا جاوے اذان خطبہ سے پہلے منبر سے علیحدہ سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خادم پھر سنانے لگا۔ ادھر مصلیان مسجد نے بھی دیو بند استفتا بھیجا وہاں سے علماء وقاضی صاحب ریاست بھوپال کے دستخط ہو کر فتویٰ آیا کہ نماز کے قبل منبر سے علیحدہ رہ کر ترجمہ سنانا کچھ حرج نہیں رکھتا۔

اب مولوی مظہر احمد صاحب نے ایک کتاب اشرف الذکر جس میں نماز پڑھنے کا طریقہ لکھا ہے اس میں صفحہ ۱۴ نمبر ۶ پر نماز جمعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ترجمہ جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھنا یا سنانا بدعت ہے ترجمہ سنانے سے نماز میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور مفسد نماز ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو حضور والا کے ارشاد اور علماء دیو بند کے فتووں سے بھی آگاہی تھی لیکن پھر نہ معلوم کیوں کتاب میں لکھ کر شائع کرا دیا۔ مولوی شفیق احمد صاحب جو میرے دوست مکرم ہیں مولوی صاحب موصوف نے ان سے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی نے یہ کتاب ملاحظہ فرمالی ہے اور بعد شائع ہونے کے ایک جلد حضرت کی خدمت میں بھیج دی ہے۔ حضور اس کتاب کے شائع ہونے سے مصلیان میں فتنہ سا پھیل رہا ہے کہ ہماری نمازیں فاسد ہو گئیں اور خادم نے بھی ترجمہ مسائل سنانا بند کر دیا ہے۔ بعض احباب مصلیان درخواست کرتے ہیں کہ ہماری وہ نمازیں جو اس امام کے پیچھے پڑھی ہیں جنہوں نے خطبہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھا وہ فاسد ہو گئیں۔ اگر فاسد ہو گئیں تو ان کو کس طرح لوٹائیں مولوی صاحب کی کتاب کی عبارت سے دونوں صورتیں یعنی قبل اذان خطبہ ترجمہ سنانا اور خطبہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھنا مفسد نماز ہیں اس کے متعلق جیسا ارشاد ہو مصلیان کی تسلی کی جاوے اور خادم کو قبل اذان خطبہ جمعہ ترجمہ خطبہ و دیگر مسائل سنانے کے متعلق جیسا کہ مصلیان درخواست کرتے ہیں حضور والا جیسا ارشاد فرمائیں تعمیل کی جاوے۔

جواب: میں نے اشرف الذکر کو دیکھا اس میں یہ عبارت ہے خطبہ ملکی زبان میں پڑھنا یا اس کا ترجمہ ملکی زبان میں خطبہ یا جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھنا یا سنانا بدعت ہے" اور اس سے چار سطر کے بعد یہ عبارت ہے "ملکی زبان میں خطبہ پڑھنے سے یا اس کا ترجمہ سنانے سے نماز میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور مفسد نماز ہے"

عبارت دونوں جگہ کی تنگ ہے ضرورت تفصیل کی ہے عبارت اولیٰ کا اگر یہ مطلب ہے کہ اذان جمعہ کے بعد غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا خطبہ عربی ہی میں پڑھے لیکن اس کا ترجمہ ملکی زبان میں پڑھنا خواہ خطبہ سے پہلے ہو خواہ خطبہ کے بعد ہو مگر نماز سے پہلے ہو یہ بدعت ہے اور ہر حال میں اذان جمعہ کے بعد ہو سو اگر یہ مطلب ہے تو صحیح ہے اور چونکہ اکثر جگہ اذان کے بعد ہی معمول ہے۔ اس لئے غالباً یہی مراد ہے اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو ظاہر کر کے سوال کیا جائے۔

غرض اس میں بعد اذان کی قید ہونا چاہئے۔ اسی طرح عبارت ثانیہ سے اگر یہ مراد ہے کہ ملکی زبان میں خطبہ پڑھنے سے یعنی اس طرح کہ عربی میں بالکل نہ ہو صرف ملکی زبان میں ہو یا مفسد نماز ہے اس لئے کہ خطبہ شرط ہے صحت نماز جمعہ کے لئے اور غیر عربی خطبہ ہی نہیں اس لئے اس صورت میں نماز بلا خطبہ ہوگی تو یہ صحیح نہ ہوگی اور اگر خطبہ عربی میں ہو مگر اس کے ساتھ ترجمہ بھی ہو تو نماز میں فساد نہ ہوگا مگر خلاف سنت ہونے سے کراہت ہوگی تو صحیح ہے لیکن وہ کراہت نماز تک متعدی نہ ہوگی صرف یہ فعل مکروہ ہوگا اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو ظاہر کر کے سوال کیا جائے اور آپ اذان سے پہلے ترجمہ سناتے ہیں اس لئے وہ ان صورتوں سے علیحدہ ہے البتہ اگر اس سے اذان میں تاخیر ہو اور اس سے نمازیوں کو تنگی ہو تو تاخیر سے منع کیا جائے گا۔

سوال (۱۸) چند روز سے احقر کی ایک حالت ہو رہی ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وسوسہ دل میں آتا ہے جس کی وجہ سے نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے اور حضور (قلب) نہیں ہوتا۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں لیکن دل جمتا نہیں۔ لہٰذا حضرت والا

کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حالت کیسی ہے؟ جو حضور فی الصلوٰۃ مطلوب ہے اس کے منافی ہے یا نہیں؟ اگر منافی ہے تو زوال کی صورت کیا' اور تدبیر کیا اور طریقہ کیا اور اصل حضور جو مطلوب فی الصلوٰۃ ہے وہ کیا ہے ارشاد سے سرفرازی فرمائی جاوے۔

جواب: اصل مامور بہ احضار قلب ہے اس پر جس قدر حضور مرتب ہو جائے کافی ہے خواہ حضور تام ہو جو تمام خطرات سے مانع ہو جائے اور یہ مرتبہ جلدی نصیب نہیں ہوتا خواہ حضور ناقص ہو جس کے ساتھ دوسرے خطرات بھی بلا قصد مجتمع ہو جائیں وہ منافی کمال صلوٰۃ نہیں البتہ قصداً دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ چاہئے کہ احضار مامور بہ کے خلاف ہے۔

سوال (۱۹) اب احقر کی ایک حالت ہے کہ جب کسی بے نمازی کو دیکھتا ہے یا کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو داڑھی منڈاتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس سے بات چیت نہ کروں اور سلام نہ کروں بلکہ دل میں ایک نفرت سی پیدا ہوتی ہے اب حضور والا کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حالت کیسی ہے اور واضح ہو کہ حالت مذکورہ کے وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں اس شخص سے اچھا ہوں چونکہ وہ اس برے فعل میں مشغول ہے اور میں نہیں احقر کی یہ حالت کیسی ہے؟ ارشاد سے ممنون فرماویں۔

جواب: یہ خیال کہ میں اس سے اچھا ہوں کبر ہے' اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت قصداً اس کا استحضار کرے کہ گو یہ خاص فعل اس شخص کا برا ہے لیکن ممکن ہے کہ اس کے دوسرے افعال و احوال جن کا مجھ کو علم نہیں ایسے ہوں جن کی وجہ سے یہ فاعل عنداللہ مجھ سے اچھا ہو تو اس استحضار سے کبر نہ رہے گا پھر اس کی غیر مشروع حالت سے نفرت مذموم نہ ہو گی۔

سوال (۲۰) میں نے اس پرچہ میں اپنے مرض کو ظاہر کیا جو میرے بدخیالات خوبصورت لونڈوں پر جاتے ہیں اب گزارش ہے کہ آپ حضرت مجھے اس مرض کا علاج عنایت فرماویں۔

جواب: داعیہ کو مرض سمجھتے ہو یا اس پر جو فعل مرتب ہو وہ مرض ہے؟

پھر دوسرا خط آیا۔

سوال (۲۱) میرا جو خوبصورت لونڈوں پر بدخیالی کی خواہش ہوتی ہے یعنی داعیہ کو میں مرض سمجھتا ہوں۔　　جواب: اگر چہ اس پر عمل نہ ہو نہ عمل کا ارادہ ہو اگر یہی عموم مراد ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

سوال (۲۲) میں ایک جاہل نومسلم سن رسیدہ ہوں اور آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں تاکہ تعلق مع اللہ حاصل ہو۔

جواب: کیا بدوں مرید ہوئے تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوتا؟

سوال (۲۳) مخدوم کو اس نالائق نے لمبے لمبے خطوط لکھ کر تکلیف پہنچائی جس سے حضور کو میری طرف سے انقباض ہوا۔ کوئی بھی اب تک ایسا خط میں نے نہیں ڈالا جس میں میرے سے کوئی نہ کوئی تکلیف حضور کو نہ پہنچی ہو اس لئے حضور سے خدا کے واسطے یہ عرض ہے کہ میری ان تکالیف دہی کو معاف فرما دیں اور یہ میری بدتمیزی اور بدطینت کی وجہ سے ہوئیں۔　　جواب: تو تمیز سیکھو اس کے بعد خط و کتابت کرو اگر تمیز سیکھنے کا طریقہ معلوم نہ ہو کسی عاقل سے پوچھو۔

بقیہ سوال: میرا سوائے آپ کے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اگر درگاہ اشرفی سے راندہ بھی جاؤں تو اس در کو نہ چھوڑوں گا جوتیاں کھانے کو سر حاضر ہے لیکن مجھے ڈوبنے مت دیں میری تعلیم فرمائیں؟

جواب: بدوں تمیز کے تعلیم کے درخواست سے بھی تکلیف دو گے۔

بقیہ سوال: حاضری خدمت اقدس کی اجازت عطا فرمائیں۔

جواب: کس غرض سے آنا چاہتے ہو وہ غرض لکھتے تو جواب دیتا۔

پھر دوسرا خط آیا۔

سوال (۲۴) حضور نے تعلیم فرمائی ہے کہ تمیز سیکھنے کا طریقہ کسی عاقل سے پوچھو سو عرض اس نالائق کی یہ ہے کہ اہل اللہ کے ہاں سے زیادہ آداب اور تمیز کسی دوسری جگہ نہیں

ہے اور حضور حکیم الامت اور اہل اللہ ہیں آپ کے دربار کی جبیں سائی چھوڑ کر کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں اور یہ مخدوم کی جوتیوں کے صدقے ہی میں ملے گی۔

جواب: مگر مجھ سے پوچھا کہاں؟

بقیہ سوال: نیز حاضری کی غایت دریافت فرمائی ہے اب لئے اس غایت بھی یہی ہے کہ تمیز سیکھ کر تعلیم حاصل کروں اس لئے استدعا خدمت عالی میں کہ مخدوم اب اس غایت کے لئے ہی حاضری کی اجازت عطا فرمادیں۔

جواب: حاضری سے تمیز کس طرح آئے گی اور کتنے دنوں کی حاضری کو اس مقصود کے لئے کافی سمجھتے ہو۔

سوال (۲۵) کیا آپ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے تنزلات خمسہ یا مراتب ستہ کا ذکر بالتفصیل فتوحات مکیہ میں یا اپنے کسی اور رسالہ میں جو مل سکتا ہو کس جگہ کیا ہے؟

جواب: مجھ کو معلوم نہیں۔ نہ میری نظر ہے کتابوں پر۔

بقیہ سوال: آپ نے اپنے ایک رسالہ تعلیم الدین میں بالا جمال اس کا ذکر فرمایا ہے جس سے بات تو سمجھ میں آجاتی ہے مگر میں اس مسئلہ میں ابن عربی کا بیان چاہتا ہوں امید ہے کہ جلد جواب سے سرفراز کیا جاؤں گا۔

جواب: جواب سے زائد تبرعاً عرض کرتا ہوں کہ ان تحقیقات سے فائدہ ہی کیا؟

سوال (۲۶) ازراہ مہربانی بندہ کو بذریعہ خط بیعت فرما کر ممنون فرمادیں۔

جواب: کس فائدہ کے لئے اور کیا وہ فائدہ بیعت پر موقوف ہے۔

(دوسرا خط) التزام احکام واہتمام اعمال ظاہری وباطنی بیعت پر موقوف ہے۔

جواب: بالکل غلط اگر اسی دعوے کو صحیح سمجھتے ہو تو دلیل پیش کرو۔

سوال (۲۷) میں ایک ماہ قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ہفتہ تک مجلس میں شریک ہوتا رہا ایک روز آپ سے فلاح دارین کی دعا کرا کر حافظ محمد ضامن شہید

علیہ الرحمتہ کے مزار پر فاتحہ دینے کی غرض سے خانقاہ کے باہر نکلا ہی تھا کہ میرا قلب جاری ہو گیا' اور الحمدللہ اب تک جاری ہے مگر اس میں دوام نہیں جس کے باعث مجھے قلق ہوتا ہے کہ اتنا طویل عرصہ کیوں غفلت میں گزرا ہے اسی مرض کے ازالہ کے لئے عید کے موقعہ پر حاضر خدمت ہو کر تحریری طور پر یہ عرضداشت پیش کیا تھا جس کے جواب میں مستقر پر پہنچ کر تحریر کو بھیجنے کی اجازت ملی۔ اب میں دیوبند سے اپنی درخواست ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ ذکر اللہ میں دوام پیدا کرنے اور غفلت سے بچنے کے لئے صورتیں بتلا کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب: پہلے اس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ قلب کے جاری ہونے کے کیا معنے اور کیا وہ مطلوب ہے۔

سوال (۲۸) خادم ذی علم نہیں اور اپنے دانست میں یہی سمجھتا رہا کہ بلا بیعت باطنی فیض کم پہنچتا ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو اصلاح فرماویں۔

جواب: تو اول اس کا غلط صحیح ہونا تحقیق کرو اس کے قبل اس کی درخواست ہی نہ کرو۔

دوسرا خط: خادم درخواست کرتا ہے کہ آپ حضور اس خادم کو اپنے سلسلہ مبارک میں داخل فرمائیں۔ جواب: کس فائدہ کے لئے اور کیا وہ فائدہ اس پر موقوف ہے۔

سوال (۲۹) اگر قربانی کرنے والے نے کسی غنی کو قربانی کا گوشت یا اس کی کھال ہبہ کر دیا تو اب یہ غنی اس گوشت یا کھال کو درہم یا دنانیر کے بدلہ فروخت کر کے اس کی قیمت کو خود اپنی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں اور کیا اس کی قیمت کا تصدق ویسا ہی ضروری ہے جیسا خود قربانی کرنے والے پر ضروری ہے۔

جواب: یہ احکام خود قربانی کرنے والے کے متعلق ہیں جب دوسرے کو لحم یا جلد صدقتہً یا ہبتہً دے دیا اس کے متعلق یہ احکام نہیں اس کو بیع کر کے قیمت اپنے صرف میں لانا بلا تکلف جائز ہے تبدل ملک سے تبدل حکم کا محل ایسے ہی مواقع ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکِ صدقتہ ولنا ہدیتہ اس کی صریح دلیل ہے۔

سوال (۳۰) کیا میری سالی (بیوی کی حقیقی بہن) میری بیوی کی ہمراہی میں میرے ساتھ سفر کرسکتی ہے؟　　　جواب: نہیں۔

بقیہ سوال: اور کیا وہ مکان میں میری بیوی کی موجودگی میں رہ سکتی ہے۔

جواب: صاف واقعہ لکھنا چاہئے کیا اس رہنے میں کوئی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ بیوی اس مکان یا اس درجہ میں نہ ہو جس میں سالی ہے۔

سوال (۳۱) حضرت والا وہ طریقہ ارشاد فرمائیں جس سے باہم مناسبت پیدا ہو۔

جواب: مدت معتد بہا تک اصلاح کے متعلق مکاتبت جاری رہے اور تعلیم پر عمل اور اس عمل کی اطلاع ہوتی رہے اور بیعت کی درخواست نہ کی جاوے اس طرح مناسب کی امید ہے۔

سوال (۳۲) بندہ کے نفسانی حالات بہت کچھ اصلاح طلب ہیں۔ اکثر اوقات طبیعت پریشان رہتی ہے بعض دفعہ اسی وجہ سے عقائد و اعمال میں بہت کچھ نقص واقع ہو جاتا ہے۔ حضرت والا سے التجا ہے کہ فقیر کو اجازت فرمائی جاوے کہ وقتاً فوقتاً اپنے عیوب و اصلاح طلب امور آنجناب کی خدمت میں تحریر کردیا کروں تاکہ دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہو۔

جواب: دنیا کی بھلائی کیسی!

بقیہ سوال: اور یہ پریشانی دور ہو۔

جواب: پریشانی کس طرح دور ہو جائے گی۔

دوسرا خط (۳۳) بندہ کا دنیا کی بھلائی سے مطلب دنیا میں بھلائی مقصود بہ فلاح آخرت ہے۔　　　جواب: اس کو کون سمجھ سکتا ہے پہلے ہی یہ عبارت کیوں نہ لکھی۔

سوال (۳۴) پریشانی کے دور ہونے کی خواہش میرے نفس کی خواہش ہے اس خواہش کے مناسب یا نامناسب ہونے کی مجھے سمجھ نہیں ہے اس کے متعلق سمجھنا چاہتا ہوں۔

جواب: اس سے بحث نہیں کہ خواہش مناسب ہے یا نامناسب سوال یہ ہے کہ اس سے پریشانی کیسے دور ہو جائیگی۔ یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ اپنے مطلوب کو سمجھ لو۔

سوال (۳۵) عرصہ سے میری تمنا تھی کہ جناب والا کی زیارت کروں خدا خدا کر

کے اس قابل ہوا ہوں کہ بلا زیر باری یہ سفر کرسکوں لہٰذا بصد ادب درخواست ہے۔ براہ کرم مجھ کو حاضری کی اجازت عنایت فرمائی جاوے بلا اجازت ان شاء اللہ نہ وہ بات عرض کروں گا نہ کوئی تحریر پیش کروں گا۔

جواب: اس عبارت سے تو مفہوم ہوتا ہے کہ اب یہ بھی احتمال ہے کہ شاید بات کرنے یا تحریر کے پیش کرنے کی اجازت مل جائے سو اس کی بالکل امید نہ رکھیئے اور نہ اجازت کی درخواست کی جاوے نہ اجازت ملنے کا کوئی قاعدہ۔ اب لکھیئے جو لکھتا ہو اور یہ بھی لکھیئے کہ ایسی ملاقات سے کیا فائدہ؟

دوسرا خط (۳۶) میرا مطلب سوائے زیارت کے کچھ نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بالکل خاموش بیٹھا رہوں گا کوئی تحریر نہ پیش کرنے کا ارادہ تھا نہ ہے مجھ کو افسوس ہے کہ میں نے ایک غلط جملہ لکھ کر بلا وجہ جناب والا کو تکلیف دی براہ خدا معاف فرمادیں۔

۲) اس ملاقات سے کیا فائدہ مجھ کو ہوگا وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر ایک بزرگ کی زیارت اور وہ بھی جس کا میں ایک عرصہ سے متمنی ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی زیارت سے نفع ہی حاصل ہوگا۔ جواب: کیا اس نفع کا کچھ نام نہیں اور اگر وہ نفع نہ ہوا تو کیا سفر کے ضائع ہونے پر افسوس نہ ہوگا۔

سوال (۳۷) قلب پر منجانب اللہ حضرت والا کی ذات بابرکات کے متعلق یہ بات آتی ہے کہ حضور اقدس راہ سلوک کے عظیم الشان سالک ہیں۔

جواب: محبت کی رنگین عینک ہے اسلئے کبھی دوسری بے رنگ چیز رنگین نظر آنے لگتی ہے۔

سوال (۳۸) غیر عورت کی طرف نظر بہت اٹھتی ہے اور دل میں طرح طرح کا خیال پیدا ہوتا ہے گو زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شرعاً حرام ہے طبیعت پر بہت ملال ہوتا ہے اس فعل سے دل متنفر ہو جائے تو بہتر ہے۔

جواب: عبد تنفر کا مکلّف ہے یا کف کا۔

بقیہ سوال: حضرت! قلب کے جاری ہونے اور اس کی اصل سے جہاں تک

میری مراد کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میرے قلب میں سے حضرت کی دعا اور ... کے
کے بعد سے اللہ ہو اللہ کی صدا نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور یہ آواز کسی کام میں مشغول
رہتا ہوں تو بھی نکلتی رہتی ہے۔ جواب: یہ اصل ہی بے اصل ہے۔

بقیہ سوال: اور باقی مطلوب ہونا میرے دانست میں یہی مقصود حیات ہے بس اسی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا امید ہے کہ ذکر اللہ میں دوام پیدا کرنے اور غفلت سے بچنے کے لئے صورتیں بتلا کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب: خلط کر دیا گیا جریانِ اصطلاحی اور چیز ہے اور دوام ذکر اور چیز ہے۔

سوال (۳۹) حضور عالی کی توجہ فرمانے کی برکت سے اضطراب میں کمی ہے۔ خیالات فاسد اول تو کم آتے ہیں اگر آتے ہیں تو بہ کوشش ان کو جلد دفع کرتا ہوں قلب کی نگرانی کا خاص خیال ہے لیکن جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے اور حضور عالی سے ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے اس کا بے حد ملال اور اضطراب ہے۔

جواب: یہ ملال اور اضطراب خود محبت کاملہ کی دلیل ہے ورنہ اس کی کمی پر اضطراب ہی کیوں ہوتا تو یہ عدم خاص وجود خاص پر دال ہے۔

سوال (۴۰) غیر عورت کی طرف نظر بہت اٹھتی ہے۔

جواب: اٹھتی یا اٹھائی بھی جاتی ہے۔

بقیہ سوال: اور دل میں طرح طرح کا خیال پیدا ہوتا ہے گو زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شرعاً حرام ہے طبیعت پر بہت ملال ہوتا ہے اس فعل سے دل متنفر ہو جائے تو بہتر ہے۔

جواب: تنفر مامور بہ ہے یا تحرز جوارح اور قلب دونوں سے۔

سوال (۴۱) یہ خاکسار کئی دفعہ آنحضرت کی خدمت بابرکات میں آرزو عرض رسانی کرنے کا ارادہ ہوا وجہ یہ ہے کہ مدت کی آرزو و شوق کے بعد یہ خاکسار آپ کی مصنفہ ترجمہ مناجات مقبول مع حزب البحر و دلائل الخیرات وظائف وغیرہ منگا لیا ہے۔ ہنوز آنحضرت کی ارشاد اجازت نامہ پر موقوف رکھا گیا لہٰذا دست بستہ عرض رسانی ہے کہ

ازراہ کرم اس خاکسار کو ایک اجازت نامہ ارشاد فرمائیں تاکہ باعثِ خیر برکت ہو۔

جواب: اس کی مصلحت سمجھ میں نہیں آئی اور برکت دعا میں زیادہ ہے سو دعائے برکت کرتا ہوں۔

سوال (۴۲) حضرت مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض یہ ہے کہ خادم نے ایک خواب دیکھا جس کو حضور میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مسجد ہے اور اس کے دروازہ پر کچھ لوگ کھڑے ہیں اور یہ خادم بھی کھڑا ہے اور حضور پرنور سرور کائنات ﷺ مسجد کے اندر بیچ کے در میں قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ دو زانوں نماز کی طرح۔ ایک شخص باہر سے آیا غصہ میں اور بہت سخت الفاظ کہتا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اور اندر گھس گیا۔ جب حضورؐ کے قریب پہنچا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور اندھا ہو گیا تو ایک دوسرے شخص نے تلوار اٹھا کر اس کو دے دی وہ دینے والا مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ پھر باوجود اندھے ہونے کے حضور پر کئی حملے کئے پھر غصے میں حملہ کرنے کے بعد باہر کی طرف نکلا اور میرے بائیں گھٹنے میں ایک ٹھوکر زور سے ماری کہ تم بھی یمنی ہو اور ایک دوسرے شخص کو بھی زور سے دھکیل دیا اور غصے میں بڑبڑاتا ہوا چلا گیا اور یہ سمجھا کہ میں نے حضور کو شہید کر دیا میں بہت پریشان ہوا اور اس کے بعد جاگ اٹھا سخت پریشان ہوں کہ اس کی کیا تعبیر ہے حضور سے استدعا ہے کہ خادم کو اس کی تعبیر سے آگاہ فرماویں تاکہ پریشانی رفع ہو۔

جواب: السلام علیکم۔ مجھ کو تعبیر سے مناسبت تو نہیں مگر بے ساختہ جو سمجھ میں آیا وہ عرض کرتا ہوں اس وقت کفار عموماً دین اسلام کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بعض مسلمان ان کی اعانت کرتے ہیں خواب اسی واقعہ کی تصویر ہے۔

سوال (۴۳) خادم کے پدر بزرگوار جنہیں حضور سے شرف بیعت حاصل ہے کئی یوم سے اتفاقیہ علیل ہیں۔ محلّہ کے ایک حکیم صاحب فی الوقت معالج تھے۔ کل بسلسلہ تذکرہ بزرگان دین والد صاحب نے حکیم صاحب سے یہ کہہ دیا کہ مولانا فضل

الرحمٰن شاہ صاحب گنج مرادآبادی عالم تھے لیکن انہیں روحانیت سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس جملہ پر کافی عرصہ بحث رہی لیکن کچھ طے نہ ہوسکا۔ چنانچہ والد صاحب نے کمترین کو یہ حکم دیا کہ معاملہ زیر بحث حضور والا کی خدمت میں بذریعہ عریضہ پیش کر کے اطمینان حاصل کرلیا جاوے صرف اتنی بات کہ آیا مولانا فضل الرحمٰن صاحب مرحوم مرادآبادی حکیم روحانی تھے یا نہیں اور ہم خادمان آستانہ آنحضور کا یہ عقیدہ کہ مولانا موصوف میں روحانیت مطلوب صحیح ہے یا غلط۔ جواب: فیصلہ وہ کرے جو ان سے بڑا ہو آپ لوگ ان سے بڑے ہوں گے مگر میں تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا ہوں۔

سوال (۴۴) حضرت والا عرض یہ ہے کہ اکثر نفس کا عیب معلوم کرنے میں دھوکہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کبھی کسی پر غصہ آتا ہے تو نفس یہ کہہ کر تسلی دیتا ہے کہ یہ غصہ اللہ واسطے کچھ برا نہیں اگر اپنی کوئی خوبی یا کمال کسی پر ظاہر کرتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اظہار کمال اپنی بڑائی کے لئے ہو تو واقعی برا ہے لیکن یہ تو میں اس لئے ظاہر کر رہا ہوں کہ لوگوں کو اس کی رغبت ہو اور اقتدار کریں اسی طرح ہر عیب کو خوبی بنا کر ظاہر کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ عیب کا عیب ہونا اس طرح معلوم ہو جائے کہ نفس کی ایک بھی نہ چلنے پائے۔ جناب والا جو بھی مناسب سمجھیں تجویز فرمائیں۔

جواب: احتمال کو بھی حقیقت سمجھو بس یہی علمی علاج ہے پھر اس کا عملی علاج کرو۔

سوال (۴۵) درستی نفس سے میرا مفہوم یہ ہے کہ خواہشات نفسانی مغلوب ہو جائیں اور اتباع شریعت وھدیٰ غالب ہو۔

جواب: یہ تو اصلاح نہیں اصلاح کا اثر ہے اور اثر بھی غیر لازم۔

سوال (۴۶) عرض یہ ہے کہ اتنے روز تک اس احقر کو یہ خیال تھا کہ میرے اندر تکبر نہیں ہے کیونکہ اگر کسی کے اندر احقر کے ذہن کے مطابق کوئی بری بات معلوم ہو تو یہ سمجھتا تھا کہ اگرچہ اس خاص بات میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص اس میں مبتلا ہے لیکن اس کے علاوہ اور تمام باتوں میں تو وہ اچھے ہیں اور میں اگرچہ اس خاص بات

میں اچھا معلوم ہوں لیکن اس کے علاوہ ہزاروں بری باتیں میرے اندر ہیں جو میں نہ
جانتا ہوں اور بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو میں نہیں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتے
ہیں چنانچہ روز بروز منکشف ہو رہی ہیں۔ و نیز اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی تو قادر ہے کہ
اس میں مجھ کو مبتلا کر دے بہر حال میں اس سے بُرا ہی ہوں غرض اب تک یہ خیال اور
طرز عمل رہا لیکن حضرت والا سے کیا عرض کروں اب معلوم ہوتا ہے کہ احقر کا یہ خیال
کہ میرے اندر تکبر نہیں ہے'' یہی عین تکبر تھا اور اتنے روز احقر جہل مرکب میں مبتلا تھا
ایک نیا واقعہ یہ ہوا کہ ایک صاحب نے احقر سے ایک خط لکھوایا تھا اور اس خط میں ایک
جگہ احقر کی تغلیط کی اور وہ امر کہ احقر کے نزدیک صحیح تھا تو احقر نے بھی ان کے لکھے
ہوئے خط میں سے ایک جگہ ان کی تغلیط کی۔ بعد میں افسوس ہوا کہ میرے ذمہ میں تو
صرف اپنی تحریر کی تصحیح کرنی کافی تھی اگر وہ ماننے والے ہوتے ورنہ سکوت اولیٰ تھا
بجائے اس کے ان کی تغلیط کرنی یہ تکبر کی وجہ سے ہوا ہے اب حضرت والا سے عرض یہ
ہے کہ از روئے شفقت تکبر کا معالجہ فرما کر احسان کامل فرماویں و نیز اتنے روز تک احقر
نے تکبر کے لئے جو علاج اختیار کر رکھا تھا وہ صحیح ہے یا نہیں بیان فرماویں۔

جواب: کیا دوران علاج میں اتفاقی بداحتیاطی نہیں ہو جاتی کیا اس سے علاج کے بیکار ہونے کا گمان کر لیا جائے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ آئندہ اس بداحتیاطی سے بچا جاوے اور علاج کو جاری رکھا جاوے۔

سوال (۴۷) عرض آنکہ بیعت سے غایت تو اصلاح نفس ہی ہے اور وہ تعلیم پر بھی عمل کرنے سے ہو سکتی ہے لیکن بہشتی زیور حصہ ہفتم کے مطالعہ سے یہ فوائد اور برکات معلوم ہوئے ہیں اسی لئے حضور والا میں بیعت کی درخواست کی ہے اول بسا اوقات دل کو سنوارنے میں انسان کم سمجھی کی وجہ سے غلطی کرتا ہے۔ پیر صاحب اس کو ٹھیک کر دیتا ہے دوم بسا اوقات کتاب کے پڑھنے سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ پیر صاحب کے بتلانے سے ہوتا ہے۔ سوم پیر سے اعتقاد اور محبت ہو جاتی ہے اور یوں دل چاہتا ہے کہ پیر کے

طریقہ کے موافق ہم بھی چلیں۔ چہارم پیر اگر نصیحت کرنے میں سختی یا غصہ کرتا ہے تو ناگوار نہیں ہوتا اور پھر اس نصیحت پر عمل کرنے کی زیادہ کوشش ہو جاتی ہے۔

جواب: ان فوائد کی ایک شرط ہے اور وہ باہمی مناسبت ہے اور وہ ابھی حاصل نہیں ہوئی۔

سوال (۴۸) ایک امر قابل تحقیق ہے وہ یہ کہ زید سنی ہے وہ کہتا ہے کہ شیعوں کے سب امام برحق ہیں اور ہم کو بھی ان کو اپنا امام ماننا چاہئے۔ یہ عقیدہ کس حد تک درست ہے آیا سنی لوگ جائز طور پر ان کو اپنا امام مان سکتے ہیں یا نہیں اور اس میں مذہب شیعی سے تشبہ تو واقع نہیں ہوتا۔ صحیح مذہب کیا ہے۔ بینوا توجروا

جواب: امام کی تفسیر بھی سوال میں لکھنا چاہئے تا کہ ان حضرات میں اس معنے کا تحقق یا عدم تحقق دیکھا جاوے۔

سوال (۴۹) گرامی نامہ ملا۔ جواباً عرض ہے کہ خیال اضطرار سے پیدا ہوتا ہے۔

جواب: غیر اختیاری چیز کے علاج کی ضرورت نہیں۔

بقیہ سوال: دراصل میرا دلی ارادہ ریاکاری یا ناموری کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ خواہ مخواہ دل میں خیال پیدا ہو جاتا ہے جس سے طبیعت پر ایک قسم کا بوجھ سا پڑ جاتا ہے اور میں باوجود کوشش کے بھی اس خیال کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

جواب: تو دینی ضرر کیا ہوا؟

دوسرا خط (۵۰) میں اب اضطراری خیال کی بات کوئی فکر نہیں کرتا اور خیال نہ کرنے سے ایسے خیالات بھی دل میں کم پیدا ہوتے ہیں۔ گرانقدر نصیحت کا مشکور ہوں۔

جواب: اللہ تعالیٰ ہمیشہ مطمئن رکھیں۔

بقیہ سوال: اب دوسری عرض ہے میرا عقیدہ ہے خدا تعالیٰ نے شروع میں سب واقعات لکھ دیئے اور سب باتیں اس شروع کے لکھے کی مطابق ہو کر رہیں گی کسی طرح ٹل نہیں سکتیں انسان خواہ لاکھ کوشش کرے جو بات ہونی ہے ضرور ہو کر رہے گی" اس کی بابت پہلے عرض یہ ہے کہ آیا یہ عقیدہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

جواب: بالکل ٹھیک۔

بقیہ سوال: اگر ٹھیک ہے تو اس میں شک نہیں کہ مجھے اس سے بہت سے معاملات میں مدد بھی ملتی ہے لیکن بعض باتوں میں شبہ بھی ہے مدد تو یہ ملتی ہے کہ مجھے کسی بات میں گھبراہٹ نہیں ہوتی اور یہی خیال کر لیتا ہوں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا پھر گھبرانے اور فکر کرنے کی کیا ضرورت۔

جواب: ماشاء اللہ بڑی دولت ہے۔

بقیہ سوال: لیکن شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب میں کسی بات کے لئے خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں تو دل میں یہ بات آتی ہے کہ جب واقعات پہلے ہی فیصلہ ہو چکے ہیں تو دعا کیا اثر کرے گی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دعا نہیں کرتا)۔

جواب: تو کھانا کیوں کھاتے ہو جب سب فیصلہ ہو چکا ہے کہ پیٹ بھرے گا یا نہیں پھر کھانے سے کیا فائدہ۔

بقیہ سوال: (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اسی خیال کے مطابق میرا تعویزات وغیرہ پر بھی بہت کم یقین ہے اور اسی طرح کئی باتیں ہیں۔

جواب: دوسرے اسباب پر کیوں یقین ہے وہ تقریر تو سب جگہ چلتی ہے مثلاً اس خط میں شبہ کا جواب پوچھا ہے کیا اس کا فیصلہ نہیں ہو چکا پھر کیوں پوچھا۔

بقیہ سوال: ہاں میرے دل میں اس بات کا ایک جواب آتا ہے اور اس کے تحت میں اپنے دل کی تسلی کرتا ہوں وہ یہ کہ جس طرح خداوند کریم نے اور واقعات پہلے سے فیصلہ کر دیئے اسی طرح انسان کے لئے یہ بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ فلاں بات ایسی ہوگی پھر انسان دعا کرے گا اور اس کو ایسا بدل دیا جائے گا۔

جواب: بدلنے کی کیا ضرورت ہے یہی لکھا ہوا ہے کہ فلاں حادثہ کے لئے دعا ہو گی اور دعا کے بعد اس طرح ہو جائے گا۔

بس یہ مجموعہ لکھا ہوا ہے پھر بدلنے کا کیوں قائل ہو۔

بقیہ سوال: میں نہیں جانتا کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔

جواب: اوپر لکھ دیا۔

بقیہ سوال: آپ مہربانی سے اس کی بابت مجھے صحیح عقیدہ تلقین فرما کر ممنون فرما دیں جیسا حکم ہوگا تعمیل کی جائے گی۔

جواب: میرا کیا حکم ہوتا حقیقت نقل کردی حقیقت بیان کردی۔

سوال (۵۱) احقر کے اندر یہ مرض زیادہ گوئی اختیاری ہے لیکن میں اس کے دفعیہ کے لئے بہت کوشش کرتا ہوں۔ ہمیشہ خیال کرتا ہوں کہ زیادہ بات نہ کروں لیکن جب بات شروع کرتا ہوں تو زیادہ بات کر لیتا ہوں اور نفس شیطان پر غالب نہیں آ سکتا لہٰذا امید کامل ہے کہ حضرت والا ایسی کوئی تدبیر عنایت فرماویں جس سے عمل کرنے سے اس مرض ''زیادہ گوئی سے'' اللہ تعالیٰ شفا دے عین شفقت پدری ہوگی۔

جواب: پیر کو دوسو روپیہ تنخواہ پر نوکر رکھ لو وہ ہر وقت پاس رہا کرے جب حد سے بڑھنے لگو وہ ہاتھ سے تمہارا منہ بند کردے اگر دوسو روپیہ ماہوار موجود نہ ہوں تو بھیک مانگ کر کم از کم ایک سال کے لئے چوبیس سو روپیہ جمع کرلو۔

سوال: (۵۲) میں خط و کتابت کے ذریعہ سے اصلاح کرانا چاہتا ہوں اور میں اپنے عیوب کو ایک ایک کر کے حضرت کے پاس لکھتا رہوں گا میں یہی سمجھتا ہوں باقی حضرت والا کی مرضی۔ جواب: کیا اس جملہ سے درخواست کمزور نہیں ہوگئی۔

سوال (۵۳) بعض وقت دل پر بڑے بڑے وساوس شیطانی گزرتے ہیں گو کہ وہ غیر اختیاری ہیں لیکن طبیعت پریشان ہوجاتی ہے حضور اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: اگر کل کو خط آوے کہ بعض اوقات پیٹ میں درد بہت ہوتا ہے گو کہ وہ غیر اختیاری ہے لیکن طبیعت پریشان ہوجاتی ہے حضور اس کا علاج ارشاد فرمائیں تو کیا یہ درخواست آپ کے نزدیک معقول ہوگی دونوں میں فرق کیا ہے۔

سوال: (۵۴) عرض پرداز ہوں کہ حضور اقدس مرشدنا حضرت مولانا محدث گنگوہی

رحمۃ اللہ اور آپ سے بندے کو جو تعلیم وتربیت وارشادات عطا ہوئی اس میں سے انتخاب کر کے حسب استعداد واردات و حالت میرے آل وعیال کو (جو آپ سے شرف بالبیعت ہیں) تعلیم وتربیت کرتا رہوں گا۔ بشرطیکہ آپ سے اجازت مل جاوے۔

جواب: جب تک مجھ کو یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ آپ اس منصب تعلیم کے اہل ہیں میں کیونکر اجازت دے سکتا ہوں۔

سوال (۵۵) خط سابق میں جو حضور نے دریافت فرمایا کہ خشوع کی حقیقت کیا ہے تو خشوع کی حقیقت میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ نماز میں طبیعت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی طرف رجوع نہ ہو۔

جواب: غلط بلکہ کسی طرف خود رجوع نہ کرے۔

بقیہ سوال: اگر ہو تو فوراً اس خیال کو چھوڑ دینا چاہئے۔

جواب: چھوڑ دینا اختیاری ہے۔

بقیہ سوال: لیکن فدوی کی حالت یہ ہے کہ ساری نماز میں طبیعت دوسرے خیالوں میں رہتی ہے۔ جواب: رکھنے سے یا بے رکھے۔

بقیہ سوال: نماز میں طبیعت گھبراتی ہے۔

جواب: خشوع کی جو حقیقت لکھی ہے کیا گھبرانا اس کے منافی ہے۔

بقیہ سوال: جی چاہتا ہے کہ نماز جلد ختم ہو۔

جواب: اس میں بھی وہی سوال ہے۔

سوال (۵٦) بندہ نے اپنی بے عقلی کی وجہ سے حضرت والا کے وقت عزیز کو ضائع کر کے حضرت والا کو بے حد رنج وتکلیف دیا لا جرم صد گوشمالی کھا کر توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس قسم کی بے عقلی نہ کروں گا۔ ان شاء اللہ بندہ کی اس بے عقلی کو معاف فرما کر بندہ کو قلق و بے چینی سے رہا فرمادیں اور بندہ کے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ عقل صحیح عطا فرمادیں۔

جواب: جب دنیوی انتقام پر قدرت نہیں اور آخرت کا انتقام گوارا نہیں تو

معاف نہ کروں گا تو کیا کروں گا۔

دوسرا خط (۵۷) حضرت والا نے بندہ کو معاف فرمانے سے بندہ کے دل بے چین کو قرار ہوا اکثر اوقات حضرت والا کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے آج رات دو مرتبہ نصیب ہوئی۔ یا اللہ بیداری میں بھی نصیب فرما۔

احقر کا دلی تقاضا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں کچھ نقد ہدیہ پیش کروں محض محبت کی بنا پر نہ کوئی دنیاوی غرض سے نہ وسعت سے زائد ہے اور نہ پابندی ہے نہ پہلی ملاقات میں اس لئے کہ بندہ پندرہ برس سے حضرت والا سے تعلق رکھتا ہے اور کچھ دن خانقاہ شریف میں بھی رہ چکا ہے لاآن بصد عجز و نیاز گزارش ہے کہ حضرت والا اجازت سے سرفراز فرماویں۔

جواب: جب عقل نہیں نہ شرائط ہدیہ کے معلوم' پھر کبھی ایسا مضمون نہ لکھنا۔

سوال (۵۸) مصدر فیوض حکیم الامت جناب مولانا صاحب دام ظلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جواب: السلام علیکم۔

بقیہ سوال: دست بستہ و مؤدبانہ التماس خدمت ہے کہ احقر قصبہ سید پور ضلع غازی پور کا باشندہ ہے۔ شرف قدم بوسی سے محروم رہ کر غیر شناس ہے لیکن ایک مدت سے عقیدت رکھتا ہے۔ حضوری خدمت سے مستفیض ہونے کی نیت و تمنا ہے مگر افسوس تہی دستی اور ناداری ایسی غالب ہے کہ درِ اقدس تک پہنچنے میں مجبوری ہے۔

بالآخر مجبور ہو کر تحریری عرضی پیش خدمت کرنے کی جرات کی۔ امید کہ بعد ملاحظہ عریضہ ہذا شفقت کریمانہ سے تشفی فرمائیں گے عرصہ سے ارادہ ہے کہ ظل عاطفت میں ہو کر رضائے حق کی تعلیم حاصل کروں۔

جواب: میں کنایات و استعارات سے ناآشنا ہوں مقصود واضح الفاظ میں لکھنا چاہئے۔

بقیہ سوال: اب تک جو وقت گزرا وہ سراسر نادانی اور معصیت شعاری میں ختم ہوا نہ تو دنیا حاصل ہے اور نہ آخرت۔ لہٰذا خاکسار کو بھی آغوش محبت میں جگہ دے کر

معرفت الٰہی کی تعلیم فرمائیں۔ جواب: اس میں بھی وہی عرض ہے۔

بقیہ سوال: عمر ناچیز کی ۴۴-۴۵ کی ہے شروع سے اوراب تک چند مجبوریوں سے بلاعقدو نکاح ہوں کبھی عقد کا ارادہ ہوتا ہے اور کبھی طبیعت رکتی ہے کچھ عجب ضیق ہے ہمہ وقت فضول تفکرات کا ارتکاب ہے لہٰذا توجہ فرمایئے اوراحقر کو بیعت کیجئے۔

جواب: پہلے ہی سے اس طرح کیوں نہ لکھا۔ یہ ایک مستقل سوال پیدا ہو گیا اول اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

سوال: (۵۹) احقر کے اندر مرض کثرت کلام کی ہوس اور فضول گوئی زیادہ ہے۔

جواب: اختیاراً یا اضطراراً

دوسرا خط (۶۰) حضرت والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

احقر نے مرض کثرت کلام کی ہوس اور فضول گوئی کی اصلاح کے لئے لکھا تھا حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اختیاراً یا اضطراراً۔ لہٰذا ہوتا تو ہے اختیار ہی سے لیکن عادت پڑجانے کی وجہ سے اضطراراً سا معلوم ہوتا ہے۔

جواب: تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے اس کو اختیار کرو۔ جب اس ضد کی عادت ہو جائے گی وہ بھی اضطراری جیسی معلوم ہونے لگی گی۔

سوال (۶۱) جناب کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ دلی آرزو تھی کہ جناب کے زیر سایہ اپنی اصلاح کروں گا میری بدقسمتی ہے کہ جناب نے قبول نہیں کیا۔

جواب: میرا وہ خط دکھلایا جاوے تاکہ دیکھوں کہ بدقسمتی ہے یا بدفہمی۔

سوال (۶۲) حضور پچھلے گناہوں کی اصلاح کس طرح کرنا چاہئے۔

جواب: ہر گناہ کی اصلاح جدا ہے۔ بدوں تعین جواب نہیں ہوسکتا۔

سوال (۶۳) میری ایک اسلامی بہن ہے جن کے شوہران سے عرصہ تقریباً ایک سال سے بہت بے توجہ ہورہے ہیں۔ (آگے تعویذ وغیرہ کی درخواست لکھی تھی)

جواب: انکا آپ سے کیا تعلق۔ کیا ان کے کوئی بھائی یا باپ یا ماں یا کوئی محرم چچا یا ماموں نہیں۔

سوال (۶۴) اب یہ حالت ہے کہ نماز کے اندر طبیعت بہت گھبراتی ہے وسوسات بہت ہوتے ہیں نماز تہجد ونفل روزے کی بھی ہمت نہیں ہوتی اس سے طبیعت سخت پریشان ہے جو کچھ حالت ہے عرض کیا جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

جواب: یہ حالت معصیت ہے یا نہیں۔

دوسرا خط (۶۵) خط سابق میں حضور نے جو دریافت فرمایا تھا عرض ہے نماز میں طبیعت کا گھبرانا وساوس کا ہونا۔ نوافل صوم وصلوٰۃ کی ہمت نہ ہونا معصیت تو نہیں ہے لیکن فدوی کو نہایت شوق ہے کہ نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہو۔

جواب: کیا یہ حالت خشوع کے خلاف ہے اور خشوع کی کیا حقیقت ہے۔

بقیہ سوال: عبادت کرنے میں ہمت بڑھے کمترین ملتجی ہے کہ حضور والا توجہ فرمائیں البتہ کبر ایک مرض معلوم ہوتا ہے۔ فدوی اس سے زیادہ پریشان ہے اس لئے استدعا ہے کہ حضور والا اس کا علاج تجویز فرماویں۔

جواب: ایک ایک چیز کا فیصلہ کرو۔

سوال (۶۶) دیگر ۱۱ جمادی الاخری بدھ وجمعرات کی درمیانی شب کے تخمیناً ۳ بجے ایک خاص قسم کی روشنی محسوس نظر آئی جس سے درودیوار چمک اٹھے اور دور دور تک اجالا ہو گیا۔ جس کو ہمارے شہر میں بعض شب بیدار مستورات اور مردوں نے دیکھا بلکہ بعض پر ہیبت طاری ہو گئی اور دیر تک سربسجود رہے صبح کو میرے پاس کیا گیا۔ میں نے عوام کے چرچے سے بچنے کے لئے اس کو چنداں وقعت نہیں دی جمعہ کے روز بعض دیہاتی صلحاء بھی ملے انہوں نے بھی بعینہ اس وقت روشنی مذکور کا دیکھنا ظاہر کیا۔ غرض بہت سی خبروں سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خیالی تو ہے نہیں اب رہی اس کی حقیقت سو بجز حضرت والا کے اس کو کون حل کر سکتا لہٰذا ارشاد فرما کر مطمئن فرما دیا جائے۔

جواب: جو کے اندر بعضے ایسے مادے ہوتے ہیں جو اسباب خاصہ سے مشتعل ہو جاتے ہیں یہ بھی احتمال ہے باقی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

بقیہ سوال: نیز اگر آئندہ ایسا واقعہ پیش آئے تو کیا عمل کرنا نافع تر ہے۔
جواب: جو کچھ بھی ہو آیات میں سے ہے خواہ ارضی یا سماوی اور آیات کے مشاہدہ کے وقت فافزعوا الی ذکر اللہ وارد ہے ذکر ہے۔
سوال (۶۷) احقر حذا المحض شرف زیارت سے مشرف ہونے کی امید رکھتا ہے اور اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنے فضل وعنایت سے آنحضرت سے مناسبت پیدا کر دے کچھ مدت تک خدمت مبارک میں قیام کا بھی ارادہ ہے۔
باقی حضرت والا کو میں کسی بات کا ذمہ دار نہیں بناتا محض اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر بھروسہ کرتا ہوں وہاں رہ کر بغیر اجازت حضرت والا کے نہ مکاتبت کروں گا نہ مخاطبت میں ان دونوں سے دست بردار ہوتا ہوں الا بالاجازۃ الشریفہ۔
جواب: اس سے ایہام ہوتا ہے کہ اجازت کی بھی توقع ہے سو یہ توقع واجب المحو ہے۔
سوال (۶۸) اس وقت یہ آرزوئے ذکر وشغل حضور کی خدمت میں رجوع کر کے امید عاجزی متمنی ہے کہ از روئے مہربانی بندہ پر توجہ مبذول فرما کر اس کے باطن کی اصلاح کے لئے کچھ ذکر وشغل کی تعلیم فرمائیں گے۔
جواب: یہی خیال غلط ہے کہ ذکر وشغل سے باطن کی اصلاح ہوسکتی ہے۔
سوال (۶۹) نوٹ: ایک صاحب نے بغرض اصلاح حضرت والا کی خدمت میں قیام کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔
جواب: بعد تجارت طویلہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جب تک دور سے مکاتبت طویلہ کر کے مناسب پیدا نہ کرلیں یہاں قیام کر کے مخاطبت ومکاتبت مفید نہیں۔
سوال (۷۰) ایک صاحب کے گھر میں آسیب کا اثر تھا۔ انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ میرے گھر میں آسیب ہے۔ کوئی تعویذ آسیب کا مرحمت فرمایا جاوے۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمادیا کہ یہ کام عامل کا ہے میں عامل نہیں دعا کرتا ہوں اور پوچھنے پر عامل کا پتہ بتلا سکتا ہوں۔

اس پر انہوں نے دوسرے خط میں تحریر کیا کہ میرے آقا و مرشدی السلام علیکم میں عامل کا نام دریافت کرنا نہیں چاہتا ہوں میں خدا کو گواہ کر کے عرض کرتا ہوں کہ میں غیر خدا غیر شیخ مرشدی دوسری جگہ جانا نہیں چاہتا ہوں۔

جواب: تو اگر کسی کو بخار ہو جائے کیا نسخہ لینے بھی طبیب کے پاس نہ جاؤ گے۔ عامل اور طبیب میں فرق کیا ہے یہی غلو کہلاتا ہے۔

سوال (۱۷) درخواست ہے کہ حضور والا اجازت فرمائیں تا کہ اس وقت بھی حاضر ہو سکوں۔ جواب: کس غرض سے۔

دوسرا خط: حضرت والا میری غرض حاضری سے کوئی نفع عاجل نہیں صلحا سے ملنا عبادت ہے۔

جواب: میں تو اپنے نزدیک صالح نہیں تو اس کی بنا پر کیسے اجازت دوں۔

بقیہ سوال: تو حضور والا تو مصلح ہیں۔

جواب: تو کیا مصلح سے ملنا بھی عبادت ہے اگر چہ ملنے سے اصلاح نہ ہو۔

بقیہ سوال: خواہ اصلاح مرتب ہو یا نہ ہو حضور خدا کے واسطے مجھ جاہل کے الفاظ کو معاف فرمائیں میرا پیشہ طبابت کا ہے۔ مصروفیت زیادہ رہتی ہے اس لئے عام اجازت مرحمت فرمائیں جب وقت ملے حاضر ہو جاؤں گو ایک ہی دن کو ہو اب ارادہ ہے کہ سال میں کئی بار حاضر ہوا کروں۔

جواب: غایت کی تصحیح مقدم ہے پھر اجازت ہو سکتی ہے۔

سوال (۳۷) حضور کا گرامی نامہ صادر ہوا۔ حضور کا غلام پر بڑا احسان ہے۔

تلاش شیخ کے بارے میں حضور نے فرمایا ہے کہ جو مرض یا بہ لفظ دیگر ہیئت طلب تمہارے اندر پیدا ہو رہی ہے اس کے لئے قلیل مدت کافی نہیں بلکہ اضاعت وقت ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے صحبت ایسے شخص کی جس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ اعتماد ہو گو اجمالاً ہی ہو اور صرف صحبت ہی نہیں بلکہ اس کے اتباع کی بھی افعال و اقوال و احوال میں گو بتکلف ہی سہی اگر ایک کافی مدت تک شفا نہ ہو تو پھر دوسرے شخص کی

اسی طرح صحبت اختیار کی جاوے۔ اگر طلب ہے تو کوئی عذر مانع نہیں ہوسکتا اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور کی اجازت کا طالب ہوں۔

تو اب حضور نے پوچھا ہے کس چیز کی اجازت تو حضور میری گزارش ہے کہ میں اس چیز کی اجازت کا طالب ہوں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور کے افعال واقوال واحوال میں حضور کی اتباع کروں (جتنے کا بھی باری تعالیٰ مقدور دیں) اپنے آقا سے بڑھ کر غلام کو کس پر زیادہ اعتماد ہوسکتا ہے۔

جواب: شاید اس کا مطلب مخفی رہا ہو اس لئے دوبارہ لکھتا ہوں کہ شیخ کے افعال واحوال مراد نہیں بلکہ طالب کے یعنی اپنے تمام امور میں شیخ کے مشورہ وتعلیم کا اتباع کرے لیکن جب تک مناسبت نہ ہوگی اس وقت تک کچھ مخاطبت یا مکاتبت کی اجازت نہ ہوگی خاموشی کے ساتھ رہنا ہوگا اب رائے قائم کریں۔

بقیہ سوال: حضور یقین فرمائیں کہ اب تو طبیعت بہت ہی بے چین سی رہتی ہے۔ حضور کی شفقت ومحبت کے لئے دل بے قرار ہے۔ کوئی تسلی دینے والا مل جائے۔ بس کسی کے اوپر اپنے دل وجان کو قربان کردوں اپنے کو کسی کے ہاتھ بیچ دوں۔ میں اپنا نہ رہوں میں اپنے آپ سے عاجز آ گیا ہو۔ لیکن میری جو حالت ہے ایک پاگل، دیوانہ سودائی دنیا بھر کے گیا گزرا ایک ایسے شخص کو کوئی لے کر کیا کرے گا لیکن حضور کے بھکاری تو حضور ہی سے آس لگائے بیٹھے ہیں جیسے کچھ بھی ہیں حضور ہی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ہی کے پاس اب تو بھیج دیا ہے۔ انہیں حضور ہی سے ہماری پیاس بجھوانی منظور ہے اس لئے اب حضور نا امید نہ کریں۔

جواب: یہ فضول باتیں لکھیں جو طریقہ تھا لکھ دیا۔ اب خود اپنی مصلحت ووسعت وہمت دیکھیں میں اس کا نہ دعویٰ کرسکتا ہوں نہ وعدہ کہ میری صحبت ضرور تسلی بخش ہوگی۔ اگر نہ ہو تو پھر دوسری جگہ یہی طریقہ اختیار کیا جاوے حتیٰ کہ تمام عمر پھر محرومی نہ ہوگی۔

سوال (۴۷) نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ براہ نوازش اصلاح نفس کے

لئے احقر کو ہدایات فرمائیں۔ جواب: اگر کوئی مریض طبیب سے کہے کہ
میری اصلاح بدن کے لئے کچھ ہدایات فرمائیں تو وہ کیا جواب دے گا۔

بقیہ سوال: جس سے میرا مدعا ناقص الفاظ میں یہ ہے کہ میرا ظاہر و باطن عین
شریعت کے مطابق ہو جاوے۔ جواب: خود یا طالب کے کرنے سے۔

بقیہ سوال: ایمان و اطمینان حاصل ہو۔

جواب: ایمان تو حاصل ہے پھر اس کے کیا معنے اور اطمینان کے کیا معنے۔

بقیہ سوال: اور تا کہ شاید اس زمانہ کی پرآشوب فضا میں صراط مستقیم سے بھٹک
جانے سے بچ جاؤں۔ جواب: کس طرح سے۔

بقیہ سوال: حضرت میں اس بات میں بالکل عاجز ہوں کہ اس کا طریق اور
ترتیب عرض کرسکوں۔ جواب: بدوں اس کے آگے نہیں بڑھ سکتے
جو نہ معلوم ہو معلوم کرنا چاہئے تا کہ مطلوب اور اس کی تدبیر متعین ہو۔

بقیہ سوال: میں تو بس آپ کے ارشادات کا منتظر ہوں۔

جواب: بس اول مشورہ یہی ہے کہ مطلوب اور اس کی تدبیر متعین ہو۔

سوال (۷۵) جلوت میں نماز کے سنن و مستحبات کے جس قدر رعایت ہوتی ہے
خلوت میں نہیں ہوتی اور یہ فعل ہے اور فعل قصداً ہی ہوتا ہے مگر ہمیشہ ایسا ہوتے ہوتے ایک
قسم کا رسوخ پیدا ہو گیا ہے اور اس کے خلاف کرنے میں نفس پر سخت گرانی معلوم ہوتی ہے۔

جواب: کیا گرانی عذر ہے کیا گرانی سے قدرت زائل ہو جاتی ہے۔

بقیہ سوال: اب خلوت و جلوت دونوں حالت میں نماز کے سنن و مستحبات کی برابر
رعایت کرنے کی بندہ کوشش کر رہا ہے مگر گرانی معلوم ہوتی ہے اور بندہ حضرت والا سے
دفع گرانی کا علاج مانگتا ہے۔ براہ کرم بندہ کو علاج مرحمت فرما کے ممنون فرمائیں۔

جواب: کل کو معدہ کی گرانی کا علاج پوچھنا۔

دوسرا خط (۷۶) بندہ نے اس کے پہلے خط میں عرض کیا تھا کہ جلوت میں نماز

کے سنن و مستحبات کی جس قدر رعایت ہوتی ہے خلوت میں نہیں ہوتی۔ اور اس کے خلاف کرنے میں نفس پر گرانی معلوم ہوتی ہے اور حضرت والا سے دفع گرانی کا علاج مانگا تھا۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا ( کہ کیا گرانی عذر ہے کیا گرانی سے قدرت زائل ہو جاتی ہے کل کو معدہ کی گرانی کا علاج پوچھنا) حضرت والا کی اسی تعلیم و تنبیہ سے نادان کو تنبہ ہو گیا کہ واقعی گرانی عذر نہیں کیونکہ گرانی سے قدرت زائل نہیں ہوتی۔

گرانی تو ایک امر طبعی ہے۔ امور شریعہ کی ادائیگی میں خصوصاً ہم جیسوں کو ضرور ہوگی باوجود اس کے ہمت سے کام لینا چاہئے اور طبیعت کے خلاف کرنے پر کوشش کرنی چاہئے کوشش کرتے کرتے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گرانی کو دور کر دیوے اور اگر نہ کرے پھر بھی کیا حرج جبکہ اس سے قدرت زائل نہیں ہوتی واقعی اس نالائق کا اس گرانی کا دفع کا علاج پوچھنا معدہ کی گرانی کا دفع کا علاج پوچھنا جیسا ہے جو اپنی عین حماقت کی وجہ سے ہے۔ احقر نے اپنے ناقص فہم میں جو کچھ آیا لکھا اگر اس میں کوئی غلط واقع ہو تو حضرت والا سے اصلاح کی درخواست کرتا ہے۔

جواب: موجودہ حالت مرقومہ میں ماشاء اللہ کوئی غلطی نہیں۔

سوال (۷۷) احقر کے قلب میں علاج دیگر امراض کے تین چار ماہ سے ایک سختی اور پیچش پیدا ہوگئی ہے اب نہ کسی بیماری سے نہ کسی کی زیست سے کوئی اثر ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک بھانجا بعمر دس سال جو پار سال بھی مفرور ہو گیا تھا اس مرتبہ پھر مفرور ہوا اور ایک ہفتہ بعد دہلی سے ملا۔ ہمشیرہ نے اطلاع بھیجی تو تحریر کر دیا کہ صبر کرو اور پھر خیال بھی آیا کہ یہ سختی ہے۔ اس سے قبل جب دل گھبراتا تھا مدرسہ مظاہر العلوم چلا جاتا تھا۔

اگرچہ وہاں کے حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں مگر خود جانے کو خیال بھی نہیں آتا البتہ تعلیم عربی جاری ہے اصول الشاشی قریب ختم کے ہے۔ ہدایہ میں باب الصلوٰۃ ختم ہوا ہے اگر یہ مرض ہے تو تدبیر فرمائی جاوے۔

جواب: اگر کسی واجب شرعی میں خلل پڑے تو مرض ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی رحمت

ہے کہ تعلق طبی کو اپنے ناسور سے مضمحل کر دیا صرف تعلق عقلی (جو کہ مبنیٰ ہے عمل کا اور عمل ہی مقصود ہے اور مقصود کا مقدمہ بھی مقصود ہے) باقی رکھا البتہ عمل مطلوب میں کوتاہی نہ ہو اور اس کے رحمت ہونے کا راز یہ ہے کہ تعلق طبعی کے بعد جو عمل ہوتا ہے چونکہ اس کا داعی طبیعت بھی ہے اس لئے اس میں مجاہدہ ضعیف ہے بخلاف اس عمل کے جس کا داعی صرف عقل اور دین ہو اس میں مجاہدہ قوی ہے کہ طبیعت بھی تقاضا نہیں کرتی پھر بھی حکم سمجھ کر کرتا ہے اور مجاہدہ روح ہے اعمال کی اس لئے یہ حالت بشرط مذکور رحمت ہے۔

سوال (۷۸) جملہ معمولات کی پابندی کر رہا ہوں مگر تہجد کے وقت اٹھنے میں بہت گرانی ہوتی ہے لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ حضرت والا کو صحیح باتوں کی اطلاع دینی ہے اگر تہجد کی پابندی نہ کی تو کیا اطلاع دے گا۔ بس یہ خیال آتے ہی فوراً اٹھ جاتا ہوں جس وقت یہی نفس کاہلی کرتا ہے بس حضرت کا خیال آتے ہی اٹھ جاتا ہوں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اسی خیال کے سبب سے روزانہ پابندی ہو رہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ تہجد خالصاً لوجہ اللہ نہ ہوئی اس لئے کہ یہ اٹھنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوا بلکہ حضرت والا کے خیال سے اٹھتا ہوں کہ جب معمولات پر پابندی ہی نہ ہو گی تو کس منہ سے کیا لکھوں گا یہی خیال بعض وقت پریشانی بھی بن جاتا ہے کہ جب اخلاص ہی نہ ہو گا تو عمل کس کام کا مگر الحمد للہ کبھی ترک کی نوبت نہیں آئی۔ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ اگر یہ خطرہ شیطانی ہے تو اصلاح فرما دیں ورنہ جو مناسب ہو تا کہ یہ پریشانی رفع ہو۔

جواب: موٹی بات ہے کہ اگر کسی مخلوق کے خیال سے اٹھنا ہو مگر اس کا خیال خدا تعالیٰ کے تعلق کے سبب ہو تو اصل خیال خدا ہی کا ہوا پھر اخلاص میں کیا خلل ہوا۔

سوال (۷۹) گزارش خدمت یہ ہے کہ کسی نماز کے اندر اور کبھی یوں بھی قلب اللہ اللہ کرتا معلوم ہوتا ہے اس کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے اللہ اللہ۔

ایک روز احقر نے اس دل کی آواز کو دن بھر غور کیا تو نماز میں بڑا جی لگا اور

وسواس یکدم غائب ہو گئے۔ اس لئے گزارش ہے کہ اگر حضرت والا اجازت بخشیں تو جب لوگوں کے درمیان بیٹھا ہو یا جب ذکر لسانی نہ کرتا ہو کو یاد کرے۔

جواب: کیا حرج ہے مگر نماز میں اس کا قصد نہ کرے لعدم درود الامر۔ اگر بلا قصد اس کی طرف التفات کا مضائقہ نہیں لعدم درود النہی اور خارج نماز قصد مضائقہ نہیں۔

سوال (۸۰) احقر نے اپنے عجز اور فسخ عزائم کا پیہم مشاہدہ کرنے کی وجہ سے قبل از وقت کسی کام کا کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

جواب: ایسا نہ کیجئے۔ قصد کیجئے اور ٹوٹنے نہ دیجئے۔

گو بعض کی حالت کے مناسب وہ بھی ہے جو آپ نے تجویز کیا ہے۔

سوال (۸۱) ایک ہندو کا خط آیا جو مع جواب حسب ذیل ہے۔

افضل واکرم واشرف السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ میرا نام فلاں ہے۔ جٹ شام پور میں مکان ہے۔ کرم سے ذیل کے سوال کا جواب عنایت فرمائیں یہ کہ ہندوستان میں کون ایسا شخص ہے جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے علوم ظاہر و باطن حاصل ہو جائیں۔

مابعد باوجب جواباً عرض ہے۔ قضیہ مسلمہ ہے۔ ولی راولی میشناسد چونکہ میں خود اس درجہ کا نہیں اس لئے ایسے شخص کو پہچانتا بھی نہیں۔

سوال (۸۲) اس سے قبل ایک عریضہ میں تحریر کیا تھا کہ دنیا کی سرد مہری نظر آنے لگی ہے۔ ۶، ۷ ماہ ہوئے بیوی اور جوان لڑکی کا انتقال ہوا صدمہ ضرور ہوا لڑکی کے انتقال پر تنہائی میں رویا بھی مگر الحمد للہ پریشانی نہیں تھی مگر پرسوں بڑا لڑکا علی گڑھ کالج سے آیا کہ اس کو کالج سے بلا قصور سال بھر کے لئے خارج کر دیا گیا اور اس طرح پر ایک سال کا صرفہ اور اس کی عمر ضائع ہوئی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک معمولی واقعہ سے قلب پر اس قدر اثر ہوا کہ دعا وغیرہ میں رونا آنے لگا خیال یہ ہے کہ قلب چونکہ کمزور ہو گیا اس لئے ذرا سی بھی ناگواری کا بہت اثر ہوتا ہے اس کو ایک طرح میں دنیا اور اس کے لوازمات کی پوری بحث خیال کرتا ہوں۔

جواب: اس سے استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں تو دوسرے شخص کا ضرر ہوا ہے اور اپنے پر اثر نہ ہونا سلامت فطرت کے خلاف ہے بقول شیرازی۔

چو از محنت دیگران بےغمی نہ شاید کہ نامت نہد کردی

بقیہ سوال: اور اس سے یہ خیال ہے کہ آزمائش سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں تھا وہیں کا وہیں ہوں۔

جواب: سمجھنا یہ چاہئے کہ اس سے خدا تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوتا ہے۔

بقیہ سوال: حضرت اقدس میرے لئے و نیز لڑکے کیلئے دعا فرمائیں وہ بھی بے حد پریشان ہے۔

بقیہ سوال جواب: دل سے دعا کرتا ہوں کیا اپنے طور پر تعلیم میں ترقی نہیں کر سکتے۔

بقیہ سوال: میرا ارادہ تعطیل میں حاضری کا ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ بخیر ملا دے۔

سوال (۸۳) بصد عجز و نیاز حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ چونکہ احقر نے اپنے کو حضرت اقدس کی ذات مبارک سے وابستہ رکھنے کا قصد کرلیا ہے۔ اس لئے اپنے معاملات حضور والا کی خدمت میں عرض کر کے حضرت اقدس کے ارشاد عالی اور فیصلہ کا طالب ہوں۔ حضرت اقدس کی تصنیفات اور تالیفات کا مطالعہ کرتے رہنے کی وجہ سے اب میں اپنے دل میں علوم دینیہ کے حاصل کرنے کی رغبت اور شوق بہت زیادہ پاتا ہوں اور حضرت کے تجویز فرمودہ نصاب عربی جو رسالہ تلخیصات عشر کے شروع میں بصورت نقشہ مندرج ہے بتوفیق اللہ جل شانہ شروع کر دینے کا قصد کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ برکت دعائے حضرت اقدس اللہ تعالیٰ مجھ کو استقلال عنایت فرمادیں اور حصول مقصد میں کامیابی بخشیں۔ آمین۔ مگر کچھ عرصہ سے چونکہ بیعت کے خیال میں بہت ہی منہمک رہتا ہوں اور ہمہ وقت اس الجھن میں گرفتار ہوں خصوصاً نماز میں اس کے متعلق اتنی کثرت کے ساتھ خیالات آتے ہیں اور ان میں اس قدر انہماک ہو جاتا ہے کہ بجائے خضوع وخشوع

کے یہی سوچتا رہتا ہوں کہ اس طرح حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھوں اور یہ مضمون لکھوں اور فلاں اپنے باطنی مرض کو بیان کروں اور اس کا علاج دریافت کروں نماز کا ہوش مثل سابق کے بھی نہیں رہتا دوران نماز میں متعدد بار یہ خیالات یکسر منقطع ہو جاتے ہیں اور یہ دھیان دل میں ہو جاتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑا یا بیٹھا ہوں مگر پھر تھوڑے وقفہ کے بعد انہیں خیالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نماز ختم ہو جاتی ہے اور پھر دل میں یہ افسوس ہوتا ہے کہ ساری نماز انہی خیالات میں ختم ہوگئی اپنی اس پریشانی قلب کو دور کرنے کے لئے حضرت اقدس کے ارشاد عالی اور فیصلہ کا طالب ہوں کہ آیا میں فی الحال اس خیال بیعت کو ملتوی کر دوں اور بعد تکمیل درس مذکورہ اس امر کی جانب رجوع ہوں یا پہلے اس مرحلہ بیعت ہی کے طے کرنے میں کوشاں ہوں اور اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہو کر درس مذکورہ کی تکمیل میں ساعی بنوں تا کہ ساتھ ہی ساتھ باطنی اصلاح بھی کرتا رہوں۔ اب جو حضور والا اس احقر کے حق میں ارشاد فرماویں بسر وچشم اس پر عمل کروں زیادہ کیا عرض کروں۔

جواب: کیا اس مقام پر یہی دو شقیں ہیں ایک تیسری شق بھی تو ہے اس کو بھی تو ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ سرے سے بیعت ہی ضروری نہیں نہ آگے نہ پیچھے صرف اصلاح ضروری ہے اور وہ اس کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

سوال (۸۴) اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ ہاتھ اٹھا کر پڑھی جاوے؟

جواب: دلیل حکمی ہونے کا یہی مقتضا ہے۔

بقیہ سوال: یا بغیر ہاتھ اٹھائے۔

جواب: دلیل جزئی کے نہ ہونے کا یہی مقتضا ہے اب دونوں شقوں میں اختیار ہے۔

بقیہ سوال: دن کے دو بجے سے چار بجے تک مجھے فرصت کا وقت ملتا ہے اس کے لئے کوئی شغل بتا دیجئے۔ ذکر اللہ تورات کو کر لیتا ہوں۔

جواب: تلاوت کا شغل رکھئے۔

بقیہ سوال: ایک بدعتی نہایت پریشان حال ہے اس کی حالت دیکھ کر میرا دل دکھتا ہے۔ اس کی مالی امداد کروں یا نہیں۔

جواب: ضرور۔ بدعت اس سے کیا مانع ہوتی جب کفر بھی مانع نہیں۔

سوال (۸۵) بفضلہ تعالیٰ و بدعائیں حضور اعلیٰ ماہ رمضان شریف سے آج تک یاد موت دائما۔ شوق وذوق عبادت۔ لذت ذکر و محبت و تصور حضور حرکت وحرارت ذکر در جسم برابر وغیرہ حاصل ہے۔

جواب: ان چیزوں کو کس نے مقصود کہا ہے یعنی تصور و حرکت وحرارت۔

سوال (۸۶) کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب ونسب میں نقص نکالنا اور مانند اس کے حضور احقر تو معلوم کرتا ہے یہ سب غیبت میں داخل ہے مگر بعض وقت نفس و شیطان احقر پر ایسا غالب آتا ہے کہ احقر اس غیبت مذکور سے پرہیز کرنا احقر کی طاقت میں نہیں رہتا۔

جواب: بالکل غلط اگر طاقت نہ رہے تو پھر گناہ ہی نہ ہو۔

دوسرا خط (۸۷) احقر نے جناب والا کی خدمت شریف میں لکھا تھا کہ احقر اگر کسی کی غیبت کرنا شروع کرتا ہے تو اس وقت نفس وشیطان احقر پر ایسا غالب آتا ہے کہ احقر اس سے پرہیز کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ جناب والا نے ارشاد فرمایا کہ (بالکل غلط اگر طاقت نہ رہے تو پھر گناہ ہی نہ ہو) حضور احقر تسلیم کرتا ہے کہ احقر کی وہ بات غلط ہے کیونکہ انسان جتنے کام کرتا ہے وہ بدوں قصد واختیار کے نہیں ہوسکتے اگر کاموں میں اختیار کا دخل نہ ہوتا تو گناہ ہی نہ ہوتا تو حضور کبھی احقر بے خیالی کے سبب سے غیبت کرتا ہے اور کبھی غیبت سے پرہیز کرنے کی احقر کی ہمت نہیں ہے۔ حضور احقر کی اس مرض کو از روئے شفقت ورحمت جناب والا کے اصلاح فرما کر دعائے خیر فی الدارین فرمادیں تا کہ بفضل تعالیٰ احقر اس مرض عظیم سے خلاص پاکر کامیابی فی الدارین حاصل کرے۔

جواب: خیال اور ہمت دونوں اختیار میں ہیں ان سے کام لو۔

سوال (۸۸) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''بیعت کس فائدہ کے لئے ہے''
جواباً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور کوئی غرض نہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ کیا وہ فائدہ بیعت پر موقوف ہے جواباً عرض ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر ہوتی ہے اور مرید کو پیر کا حکم ماننے کا زیادہ خیال رہتا ہے۔

جواب: سب کو یا کسی کسی کو۔

سوال (۸۹) حضرت کمترین اپنے اوراد ہمیشہ پورے ادا کرتا رہتا ہے کبھی چھوڑتا نہیں مگر آج کل طبیعت عجب رنگ پر ہے کہ ہر وقت الجھن میں رہتی ہے کسی چیز میں طبیعت نہیں لگتی تفکرات حد سے زیادہ پیدا ہوتے ہیں خیالات بدگھیرے رہتے ہیں کمترین کی حالت بہت بدتر ہے دن بدن خراب ہی ہوتی جاتی ہے حضور ہی دستگیری فرمادیں تو سنبھل سکتی ہے۔

جواب: میں کیا دستگیری کروں یہ بھی خبر ہے کہ میرا کام کیا ہے؟

بقیہ سوال: حضرت کمترین کو صحبت نیک بہت مفید ہے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے جو یہاں میسر نہیں کیا صورت اختیار کی جاوے جو حضور تجویز کریں اس پر عمل کیا جاوے۔

جواب: نیک لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرو یہ اس کا بدل ہے۔

سوال (۱۹۰) مولائی مدظلہ علینا وعلی من لدینا السلام علیکم۔

الجواب: السلام علیکم

بقیہ سوال: گزارش خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ عرصہ سے جناب والا کی خدمت میں عریضہ بھی ارسال نہ کرسکا اسی اثناء میں دنیاوی امور سے سخت پریشانی رہی اور اب تک ہے۔ امید ہے کہ حضور والا اس گنہگار کے لئے دعا فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ ان پریشانیوں کو دور فرما کر اپنی سچی محبت عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب: آج سے کوئی مریض علاج شروع کرے اور بجائے علاج کے مدتوں کے بعد دعا کی درخواست کرے کیا اس نے اپنے منصب کا حق ادا کردیا۔

سوال (۹۱) احقر میں ایک حالت پیدا ہوئی کہ نماز میں دل لگتا نہیں طبیعت کو مجبور کرتا ہوں۔ نماز پر لیکن طبیعت اٹھ جاتی ہے کسی دن تو بہت لگتا ہے مگر پھر یہ حالت ہوتی ہے۔ لہٰذا خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ احقر کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے اور اس کے زوال کی صورت وطریقہ ارشاد فرما کرشاکر و احسان فرماویں۔

جواب: تو ضرر دینی کیا ہے اور کیا دل لگنا مامور بہ ہے یا لگانا۔ خواہ لگے یا نہ لگے۔

دوسرا خط (۹۲) حضرت والا کا خط احقر کو ملا احقر سمجھ گیا کہ نماز میں دل نہ لگنا یا کوئی دینی ضرر نہیں نماز میں دل لگنا مامور بہ نہیں بلکہ لگانا ہے احقر اسی طرح سے نماز کی طرف خیال کر کے پڑھتا ہے بفضلہٖ تعالیٰ احقر کو بہت فائدہ محسوس ہوا۔

جواب: بارک اللہ۔

بقیہ سوال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ علم وعمل کی توفیق عطا کریں اب حضرت والا کی خدمت میں اور ایک عرض پیش کرتا ہوں کہ احقر چند لڑکوں کے ساتھ ایک حجرہ میں رہتا ہے اور یہ سب لڑکے ہم وطنی ہیں بلکہ بعض تو اقارب میں بھی ہیں اور احقر کی حالت یہ ہے کہ ان لڑکوں سے بات چیت کرنا اور ان سے محبت کرنے کو دل بہت چاہتا ہے ادھر سے اگر چہ بالفعل دل میں کوئی خرابی نہیں لیکن ممکن ہے کہ آئندہ دل میں کوئی خرابی پیدا ہو اور کسی فتنہ میں گرفتار ہوں لہٰذا حضرت والا کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ احقر کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ان سے تعلق رکھنا کیسا ہے اور احقر کو ان سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے جو ارشاد ہو احقر تکمیل کے لئے تیار ہے۔

جواب: ان سے بالکل جدا ہو جاؤ۔

ہرگز بگندمی گون لاتقربوا کہ زہرست حال پدر بہ یادازام الکتاب دارم

سوال (۱۹۳) ماہ ذوالحجہ کے الفرقان میں ایک مضمون لکھا گیا تھا۔

’’موجودہ سیاسی خلفشار میں خاص ہماری جماعت کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے‘‘

غالباً ملاحظہ گرامی سے گزرا ہوگا۔

جواب: دیکھا تھا۔

بقیہ سوال: اگر نہ ملاحظہ فرمایا گیا ہو تو بشرط فرصت اب ملاحظہ فرما لیا جاوے۔

جواب: احتیاطاً دوبارہ دیکھا۔

بقیہ سوال: اس میں جس فتنے کا میں نے خطرہ ظاہر کیا ہے اس کے انسداد کی ایک صورت یہ ذہن میں آئی ہے کہ خود حضرات اکابر دامت برکاتہم سے اس کے متعلق تحریری بیانات حاصل کر لئے جاویں اور اس کو شائع کر دیا جاوے تاکہ غلط فہمیوں کی اساس ہی باقی نہ رہے۔ آج تیسرا دن ہے اتفاق سے میں دیوبند پہنچ گیا تھا وہاں میں نے حضرت مولانا صاحب مدظلہ سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا حضرت ممدوح نے اس کو پسند ہی نہیں بلکہ ضروری فرمایا اور اسی وقت سوال و جواب کی شکل میں حضرت والا کے متعلق ایک مفصل بیان لکھ کر میرے حوالہ کیا۔ جس میں حضرت اقدس کی جناب میں کامل عقیدت کا اظہار اور حضرت والا کی جلالت قدر و عظمت شان و افضلیت علمی و عملی کا پورا پورا اعتراف بلکہ اعلان کیا ہے۔ ساتھ ہی سیاسیات میں اپنے اختلاف کا ذکر بھی کر دیا ہے اور حضرت سے سوء ظن کو بھی ناجائز لکھا ہے (اگر ارشاد گرامی ہو تو اشاعت سے پہلے ہی اس کی نقل بھیج دوں ورنہ ان شاء اللہ الفرقان کے آئندہ نمبر میں وہ شائع ہو جائے گا)

جواب: اس کی اشاعت میں جلدی نہ کیجئے جب تک سب خطرات زائل نہ ہو جائیں۔

بقیہ سوال: (دوسرے) مولانا صاحب سے بھی میں نے اس تجویز کا ذکر کیا تھا انہوں نے بھی بہت پسند کیا اور وہ خود بھی اس بارہ میں کچھ لکھ رہے ہیں۔

جواب: لکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل چیز برتاؤ ہے اور تحریر اس کے تابع۔

بقیہ سوال: پس اگر حضرت والا کے نزدیک بھی یہ مناسب ہو اور کوئی زحمت نہ ہو تو چند سوال حاضر ہیں ان کا جواب کسی قدر تفصیل سے ارقام فرما دیا جاوے ان شاء اللہ جماعت ایک بڑے فتنہ سے بچ جائے گی جو بالکل سر پر پہنچ چکا ہے۔

جواب: اور یہ بھی احتمال ہے کہ فتنہ شدید ہو جائے گا۔

بقیہ سوال: میں نے خود بعض بے باکوں سے ایسے کلمات سنے ہیں جو تفسیق کے حدود سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور اگر ہمارے اکابر کو ان کا علم ہو تو یقیناً بہت زیادہ اذیت اور کلی تکلیف ہو۔

جواب: اس کا انسداد اس تجویز کردہ تدبیر سے نہ ہوگا بلکہ برتاؤ سے ہو سکتا ہے اور ایسے برتاؤ کی امید نہیں مجالس میں زبان نہیں رکتی۔ خواہ دونوں طرف یا ایک طرف۔ تو حقیقی نزاع اور لفظی اجتماع زیادہ خطرناک اور مضر ہے۔

ملخص جواب: یہ ہے کہ یہ اختلاف اجتہادی نہیں رہا۔ میرے اعتقاد میں ان کا مسلک معصیت میں داخل ہے اور ان کے اعتقاد میں میرا مسلک۔

جب ایسا اختلاف ہے تو اس صورت میں ایسی پالیسی اختیار کرنا جس سے مسلمان معصیت میں مبتلا ہو سکیں نہ ان کے لئے جائز نہ میرے لئے جائز۔ مدت دراز تک صبر کے ساتھ سکوت کیا مگر میں نے جب دیکھا کہ اس سکوت کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور دوسرے مسلک حق ہونے کا بھی ان کو احتمال ہو رہا ہے لہٰذا میں نے قطع تعلق کا ایک اعلان لکھ کر ان کو بھی مطلع کر دیا اور اس کو شائع بھی کر دیا مگر اتنا ادب کیا کہ اپنی ذات کی طرف نقص کو منسوب کیا یہ سب اسی لئے کہ لوگوں کو اس شبہ تعلق سے غلط فہمی نہ ہو۔ اگر اب ان سوالوں کا جواب حسب مصلحت ہو تو وہی غلط فہمی کا خطرہ پھر عود کر آئے گا۔ البتہ اس کا بے حد اہتمام ہے کہ اپنی زبان کسی گستاخی سے ملوث نہیں کرتا اور قلب کو ان کی بدنیتی و خودغرضی کے احتمال سے ملوث نہیں کرتا مگر صرف حسن نیت معصیت سے مانع نہیں ہوتی آپ کو مخلص سمجھ کر اتنا لکھ دیا اگر اس میں کوئی شرعی گنجائش ہو تو بے تکلف ظاہر فرما دیجئے میں سمجھنے کے بعد اتباع کے لئے تیار ہوں۔

سوال (۹۴) کاش اللہ تعالیٰ حضرت ہی کی دعا و صدقہ سے اپنی محبت سے ہی اس ویرانہ کو آباد فرما دیتا۔ جواب: فرما تو دیا اب بقا کی دعا کی ضرورت ہے۔

بقیہ سوال: ورنہ خود اپنے پاس تو نہ اخلاص کا سرمایہ ہے نہ کوئی پیش کرنے کے لائق عمل۔

جواب: اس طریق میں اعتقاد نفی ہی دلیل ہے ثبوت کی۔

نوٹ: حضرت مولانا اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بردوانی موٹر کی زد میں آ کر جاں بحق ہو گئے تھے اس حادثہ کے بعد ان کے ایک عزیز کا یہ خط آیا جو ذیل میں درج ہے۔

سوال (۹۵) مودبانہ عرض ہے کہ مولانا مرحوم کی زبان مبارک میں ہمیشہ ورد قرآن جاری رہتا تھا۔ خاص کر جب چلتے تھے اور پھر نماز ہی کے لئے تشریف لے جاتے تھے اس بنا پر فرشتے ان کی حفاظت ضرور کرتے تھے پھر اس سانحہ جان لیوا کی کیا وجہ ہے۔ حضور اگر کچھ توجیہ بیان فرمادیں تو دل کو کچھ اطمینان ہو۔

جواب: وہ تو مقبول و محبوب تھے حفاظت تو سب کی کی جاتی ہے خواہ مومن بھی نہ ہو آیت **له معقبٰت** سورۂ رعد کی اس عموم میں نص ہے تو یہ سوال ہر شخص کے اعتبار سے ہو سکتا ہے اس میں مقبولین کی کیا تخصیص ہے اور جواب یہ ہے کہ ہر بلا سے حفاظت نہیں کی جاتی بلکہ جس سے حکم ہوتا ہے ورنہ کسی پر کوئی بلا ہی نہ آوے مگر ایسا نہیں حتیٰ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کفار کے ہاتھ سے قتل تک ہو گئے اور عدم حفاظت موقع ہوتا ہے جہاں نزول بلا میں کوئی حکمت ہو دنیوی یا اخروی اور ان حکمتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا غیر مقبولین کے لئے اور حکمتیں ہیں اور مقبولین کے لئے اور۔

سوال (۹۶) احقر کی خواہش ہے کہ حضور کی خدمت میں چند دن کے لئے کسی طرح وقت نکال کر کے حاضر ہوں اور تعلیم سے فیض یاب ہوں کیونکہ حضور کی خدمت میں ۴۶ھ میں حاضر ہوا تھا اگر چہ چند دن رہا مگر قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی اور وہ عرصہ تک رہی مگر اب وہ کیفیت بالکل زائل ہو گئی اس لئے اگر حضور اجازت دیں تو احقر حاضر ہو۔

جواب: خط کشیدہ عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ شاید اس کیفیت کی توقع میں آنا چاہتے ہیں سو خوب سمجھ لیجئے کہ کوئی خاص کیفیت نہ مقصود ہے نہ اختیاری ہے اگر یہ عبارت نہ ہوتی تو مناسب جواب دیتا۔

سوال (۹۷) مطالعہ مواعظ و ملفوظات کا التزام رکھتا ہوں گاہ گاہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ تہجد دوازدہ تسبیح و تلاوت قرآن یک منزل بھی پابندی کیساتھ کرتا ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔

جواب: افسوس اب تک مقصود وغیر مقصود کی تعیین بھی نہیں ہوئی۔

بقیہ سوال: اگر حضرت والا مناسب سمجھیں تو کچھ اور ارشاد ہو تو اس پر عمل کرے۔

جواب: اس کا کیا مطلب کیا اوراد معمولہ سابقہ قلیل ہیں اس لئے کثرت مقصود ہے یا وہ مقصود کے لئے مفید نہیں اس لئے دوسرے مفید اوراد کی ضرورت ہے افسوس بارہ برس دہلی میں رہے اور بھاڑ جھونکا۔

سوال (۹۸) ایک خط آیا جس میں اپنی بدآوازی کی شکایت اور اپنی بی بی کے احتباس طمث کی شکایت لکھ کر تدبیر پوچھی تھی اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

جواب: مجھے یہ درخواستیں مصلح سمجھ کر کی گئی ہیں یا طبیب سمجھ کر یا عامل سمجھ کر؟

سوال (۹۹) بندہ کی ناقص عقل میں آتا ہے کہ تعلیم سلوک کی منظوری سے ممنون کرم فرمائیں۔　　جواب: بیعت کی درخواست تو نہ کرو گے۔

دوسرا خط نمبر ۱۰۰۔ بیعت کی درخواست نہیں کروں گا۔

جواب: اب یہ لکھو کہ سلوک کیا چیز ہے جس کی تعلیم چاہتے ہو۔

سوال (۱۰۱) خط سابقہ میں حضور نے خوف عقل کی یہ تعریف فرمائی کہ یہ احتمال ہونا کہ شاید معصیت پر عذاب ہو اور بدوں عذاب کے معافی نہ ہو بفضل اللہ ایسا خوف اپنے اندر پاتا ہوں لیکن ہمیشہ ذہن نشین نہیں رہتا خوف خدا ہمیشہ ذہن نشین رہنے کے لئے حضور علاج مرحمت فرماویں۔　　جواب: کیا ہر وقت استحضار مامور بہ ہے یا بوقت ضرورت استحضار کافی ہے اور کیا یہ بھی نہیں ہوتا۔

سوال (۱۰۲) خادم بابرکت دعائے حضرت والا اپنے کام میں برابر کوشاں ہے مگر باوجود یہ کہ وقت میں بھی تنگی نہیں اکثر کلام مجید وغیرہ پڑھا ہی نہیں جاتا غور کرتا ہوں کہ یہ فعل اختیاری ہے مگر کاہلی کچھ نہ معلوم کہاں سے پیدا ہوگئی ہے۔

حضرت والا کی خدمت پر ہی کچھ طبیعت کو غیر معمولی بھروسہ ہوگیا ہے اور یہ خیال کہ حضرت والا ہمارے موجود ہیں پھر کیا ہے۔

جواب: میرا کام صرف دعا کرنا اور استفسار پر مشورہ دینا ہے آگے آپ کا کام ہے۔

سوال (۱۰۳) خط مبارک پہنچ کر سب کچھ ملاحظہ کیا لیکن آپ کے جواب میں بیعت ہی ضرور نہیں کی عبارت سے میری ناقص عقل میں کچھ وجہ معلوم نہ ہونے سے بڑی پریشانی میں مبتلا ہوں مغموم ومحزون ہوں۔

جواب: اور کیا بیعت کے ضروری ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ وہ کیا ہے؟ اور اگر وہ بھی معلوم نہیں تو اس سے پریشانی کیوں نہ ہوئی؟

سوال (۱۰۴) بندہ ڈھائی سال سے حاضر خدمت نہیں ہوسکا اب اس وقت موقع ملا گیا ہے اگر حضور والا اجازت عطا فرمائیں گے تو دو تین روز کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔

جواب: وہ کون سا موقعہ ہے جو ڈھائی سال تک نہ ملا تھا۔

سوال (۱۰۵) میں نے سب سے پہلے لکھا تھا کہ میرا خیال تھا کہ دنیا میں پیری مریدی کی ضرورت نہیں جبکہ ہر چیز اختیار میں ہے لیکن جب عمل کرنے لگا تو مشکل نظر آیا کیونکہ تشخیص مرض آسان نہیں اور پھر علاج غیر معلوم اس لئے میں اس کا قائل ہو گیا اور اپنے لئے حضور کو منتخب کیا تو مجھے قوی امید ہے کہ جناب مجھے سلسلہ بیعت میں ضرور داخل کریں گے۔ اس کا حضور والا نے یہ جواب دیا کہ آپ بھی سمجھتے ہیں۔ تھوڑی سی کسر رہ گئی اس سے تو اتباع تعلیم کی ضرورت ثابت ہوئی نہ کہ بیعت کی اس پر ضرورت بیعت کی تفریع کیسی؟ پھر میں نے لکھا کہ بیعت محمود ہے مقصود نہیں۔ تو حضور والا نے یہ فرمایا کہ ''بلا کسی شرط کے یا کسی شرط سے۔ کیا اگر نماز فرض ہے اس میں کوئی شرط نہیں؟'' پھر میں نے یہ لکھا اطلاع واتباع کی شرط کے ساتھ۔ حضور والا نے یہ فرمایا کیا بس صرف یہی شرط ہے اور کچھ نہیں۔

اس کے بعد میں نے یہ لکھا کہ اصلاح نفس کے لئے مجھے دو شرطیں معلوم ہیں۔ ان کے علاوہ مجھے علم نہیں حضور ہی بتلا دیں۔ معلوم ہونے کے بعد ضرور عمل کروں گا مجھے حضور کی ذات پر پورا بھروسہ ہے اور آپ پر عقیدہ بھی ہے اس لئے للہ میری

دستگیری کیجئے اور ضلالت سے نکالئے میں عمل ضرور آپ کی تجویز پر کروں گا۔

جواب: بیعت کے نافع ہونے کے لئے تو باہمی مناسبت شرط ہے اور صرف اصلاح کے لئے اطلاع واتباع کافی ہے اب لکھئے کیا کہنا ہے۔

سوال (۱۰۶) احقر کا معمول یہ ہے کہ غصہ کے وقت اس غصہ پر عمل کرنے سے پہلے (باستثناء اس موقعہ کے کہ جب یاد نہ رہے) یہ سوچتا ہے کہ اس غصہ پر یا اس قدر غصہ پر عمل کرنا مناسب ہے یا نہیں اور جب اس کے خلاف ہوا تو نفس کو سزا دی گئی مگر بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ سوچنے کے بعد جب یہ معلوم ہو گیا کہ مناسب ہے اور اس غصہ پر عمل بھی کر لیا گیا تو پھر غصہ کر چکنے کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ مناسب نہ تھا تو گو اس وقت توبہ استغفار کر لیا گیا۔

جواب: ایسا شاذ و نادر ہے نادر کا اعتبار نہیں طریق یہی ہے اور سب طرق ناکافی ہیں۔ اصل طریق یہی ہے اگر اس میں کوتاہی ہو گئی اور بعد میں مناسب نہ ہونا سمجھ میں آیا تو استغفار کافی ہے۔

بقیہ سوال: (۱) مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ غصہ اترنے سے پہلے سوچنا کافی نہیں بلکہ غصہ اتر جانے کے بعد (خواہ غصہ اسی دن اترے یا اس دن کے بعد اترے) سوچنا چاہئے کہ یہاں غصہ یا اس قدر غصہ مناسب ہے یا نہیں اور جب اس کیخلاف ہو تو نفس کو سزا دی جائے۔

(۲) مگر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ روزمرہ کی باتوں میں اگر اس پر عمل کیا گیا یعنی غصہ کو آئندہ پر ملتوی کر دیا گیا تو پھر نہ وہ غصہ کا واقعہ پورے طور پر یاد رہے گا اور نہ غصہ کرنا یاد رہے گا تو جہاں غصہ کرنے کی ضرورت ہے وہاں اگر غصہ نہ کیا گیا تو یہ بھی مناسب نہیں اور اگر یہ لکھ لیا جایا کرے (کہ غصہ اترنے کے بعد سوچوں گا کہ یہاں غصہ مناسب ہے یا نہیں) تو بوجہ کثرت مشاغل بار بار لکھنے سے بہت دقت پیش آئے گی اور دوسرے ضروری کاموں میں حرج ہو گا لہٰذا غصہ اترنے سے قبل ہی سوچ لینا کافی ہے۔

(۳) اور ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے (گو وہ خیال بہت ضعیف درجے کا ہے جس کے صحیح ہونے کا درجہ وہم میں احتمال ہے) کہ خیال نمبر ا پر یعنی اس خیال پر کہ غصہ اتر جانے کے بعد

سوچنے کی ضرورت ہے) کچھ دنوں عمل کر کے تجربہ کرلیا جائے کہ دقت ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر دقت ہوتو پھر خیال پر عمل نہ کیا جائے لہٰذا دست بستہ عرض ہے کہ براہ کرم اس سے مطلع فرمایا جائے کہ ان تینوں خیالوں میں سے کون سے خیال پر احقر کے لئے عمل مناسب ہے۔

جواب: اس صورت میں غلطیاں زیادہ ہوں گی' پہلے طریق میں کم ہوں گی اس لئے پہلا ہی طریق اسلم ہے اور سب احتمالات اوہام ہیں۔

## ایک خاتون کے خطوط

سوال (۱۰۷) ازطرف خادمہ...... بعد سلام مسنون دست بستہ عرض ہے کہ خادمہ نے آج شب ایک خواب دیکھا ہے یعنی خادمہ نے آج خواب میں حق تعالیٰ شانہ کو دیکھا کہ میرے سامنے تشریف رکھتے ہیں' بس ایک صورت ایسے انسان کی ہے کہ جو نہ زیادہ بوڑھا ہو نہ زیادہ جوان' اور وہ یعنی حق تعالیٰ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تم جنت میں نہ جاؤ گی'' پس خادمہ کو ایسے خواب سے تو بہت خوشی ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوئی' مگر اس ارشاد کو سن کر آج مجھ کو سخت وحشت ہے اور دل گھبرا رہا ہے اور روئی بھی ہوں اور کسی کام میں جی نہیں لگتا کہ نہ معلوم اس ارشاد کا کیا مطلب ہے!

جواب: جو خواب شرع کے موافق نہ ہو اس میں تاویل ہوتی ہے' اور شرع کا قانون ہے کہ ہر مومن جنت میں جائے گا' نیز کسی خاص شخص کی نسبت یہ اعتقاد کہ جنت میں نہ جائے گا' بدوں وحی کے محض خواب پر یہ بھی شرع کے موافق نہیں اس لئے اس خواب کی تاویل یہ ہے ''تم خود نہیں جاؤ گی بلکہ اللہ تعالیٰ لے جائے گا'' واقعی جو جائے گا خود کیا جاتا اللہ ہی لے جائے گا۔

سوال (۱۰۸) ازطرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ خادمہ نے دو خواب دیکھے ہیں اطلاعا عرض کرتی ہوں۔

(۱) کچھ سوتی ہوں کچھ جاگتی اس حالت میں اپنے آپ کو مدینہ منورہ میں روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جانب جہاں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں بیٹھا ہوا دیکھا'

روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ تھا اور دائیں جانب میری تھوڑے فاصلہ سے بہت عورتیں ہیں اور یک بی بی صاحبہ میرے سامنے بیٹھی ہیں' ان کے متعلق ان عورتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' اور ان بی بی صاحبہ کا رخ میری طرف ہے یعنی وہ قبلہ رخ تشریف رکھتی ہیں' تو ان بی بی صاحبہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم جنت میں جاؤ گی' اس کے بعد وہ اٹھیں اور لوٹا لے کر بیت الخلاء کی طرف تشریف لے گئیں میں پیچھے پیچھے چلی پھر آنکھ کھل گئی۔

جواب: کھلی بشارت ہے اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ پر استقامت بخشے کہ یہ بشارت اسی کا ثمرہ ہے۔

بقیہ سوال: (۲) اور دوسرا خواب یہ ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کے دروازے بھی بہت ہیں وہاں بہت سی عورتیں ہیں مگر میرے پیچھے ایک سانپ آ رہا ہے میں اسے بھاگتی پھرتی ہوں اور چھپتی پھرتی ہوں مگر جہاں میں بھاگ کر جاتی ہوں اور چھپتی ہوں' سانپ بھی وہیں پہنچتا ہے مگر میرے کاٹتا نہیں۔

جواب: یہ نفس ہے کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ ہے کہیں جائے' مگر یہ بھی دکھلا دیا کہ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

سوال (۱۰۹) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا دوپہر کے وقت خاکسار کے دل میں یکا یک یہ بات آئی کہ تجھے اپنے اس بچہ کو (اس وقت بچہ کی عمر دس ماہ کی ہے) دین کے لئے وقف کر دینا چاہئے تو حضور والا اب میں اس خیال پر عمل کروں یا نہیں' باقی دنیا کا کام جہاں تک ہو سکے میں اس سے خود نہیں کرانا چاہتی۔

(۲) دوسرے یہ بات دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اس بچہ کو دین کے لئے وقف کر دینے کے بعد اس بچہ سے اپنا دنیا کا کام کرانا مجھ کو جائز ہے یا نہیں۔

جواب: یہ نیت مبارک ہو' مسجد وقف ہوتی ہے مگر اس میں بیٹھ کر دنیا کا مباح کام کر لینا جائز ہے بشرطیکہ خاص اس کی نیت سے مسجد میں نہ گئے ہوں بلکہ عبادت کے لئے گئے ہوں پھر وہاں کھانا آ گیا تو کھانا بھی کھا لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وقف

للدین سے دنیا کا کام لینا قصداً نہ چاہئے مثلاً اس کو پرورش اس نیت سے کریں کہ ہمارے دین کے کام آئے لیکن تبعاً دنیا کا کام لینا کچھ حرج نہیں۔

سوال (۱۱۰) ازطرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ خاکسار کے اندر غصہ کا مرض ہے' خاص کر اپنے خاوند پر غصہ مجھ کو بہت آتا ہے۔ پھر بعد میں پشیمان ہوتی ہوں اور بعض مرتبہ روتی بھی ہوں اور میرے خاوند نے شروع میں مجھ کو اجازت دے دی تھی کہ میری اجازت ہے کہ تم مجھ پر غصہ کر لیا کرو' اب خواہ ان کو گوارہ ہو یا ناگوار ہو لیکن خاکسار اب یہ چاہتی ہے کہ خاکسار غصہ بالکل نہ کیا کرے لہٰذا براہ کرم میرے اس مرض کا علاج فرمایا جائے۔

جواب: السلام علیکم! غصہ کا آجانا خصوصاً بے تکلفی کی جگہ پر غیر اختیاری ہے' مگر اس کا چلانا یہ اختیاری ہے' اس کی تدبیر بجز صبر اور ضبط کے کچھ نہیں' گو نفس کو کلفت ہو ہمت سے برداشت کیا جائے' اور اس ہمت کی تقویت کے لئے حسب ذیل تدابیر سے مدد لینا چاہئے۔

۱۔ اپنا درجہ سوچنا چاہئے کہ ہم کم درجے کے ہیں۔

۲۔ غصہ کر کے پچھتانے کو یاد کرنا چاہئے۔

۳۔ فوراً کسی کام میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

۴۔ نظر سے اوجھل ہو جانا چاہئے۔

۵۔ یہ سوچنا چاہئے کہ شاید حدود سے باہر ہو اور اس پر پکڑ ہو۔

یہ پرچہ ایسی جگہ رکھو کہ غصہ کے وقت فوراً سامنے رکھ لو۔

سوال (۱۱۱) ازطرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ دو خواب عرض کرتی ہوں۔......(۱)۔ ایک خواب تو یہ ہے کہ بندی اکثر اپنے آپ کو کشتی یا کھٹولے پر سوار سمندر کے اوپر تیرتا ہوا دیکھتی ہے' اور غرق ہو جانے کا بھی ڈر لگتا ہے مگر ڈوبتی نہیں' کبھی ایسے خواب میں رات نظر پڑتی ہے' کبھی دن نظر پڑتا ہے۔

جواب: اکثر اہل تعبیر دریا کی تعبیر طریقت سے دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس

سے پار ہو جاؤ گی کام میں لگی رہو۔

سوال (۱۱۲) (۲) دوسرا خواب یہ ہے کہ خاکسار ایک بہت بڑے میدان میں ہے وہاں ایک عمدہ باغیچہ اور پختہ مکان ہے، وہاں میرے کچھ عزیز بھی ہیں جن میں ایک تو زندہ ہیں آج کل، بقیہ عزیزوں کو میں پہچانتی نہیں ہوں، ایک کھٹولا آسمان سے اترا، اس کھٹولے پر ایک جوان شخص بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ چلو، اتنے میں دو عورتیں آئیں اور کہا کہ ہم کو لے چلو۔

چنانچہ وہ صاحب ان دونوں عورتوں کو اس کھٹولے میں بٹھلا کر اوپر کو لے گئے اور نظر سے غائب ہو گئے، تھوڑی دیر بعد ان کو لے آئے میرے دریافت کرنے پر ان دونوں عورتوں نے بتایا کہ ہم اپنے لڑکے کی شادی کرنے گئے تھے، مگر ہوئی نہیں، اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے کہا کہ اب تم چلو، اور میں اس وقت وضو کر رہی تھی، یا نماز پڑھ رہی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی اور ان دونوں عورتوں کو میں پہچانتی نہیں نہ ان کو کبھی دیکھا، یہ خواب خاکسار نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا۔ ایک ماہ ہوا جب دیکھا تھا، بعض مجبوریوں سے اب تک خدمت شریف میں عرض نہ کر سکی۔

جواب: شادی کے لائق ہونا لڑکے کا، قرینہ اور اشارہ ہے بالغ اولاد کی طرف جو جوانی میں مر جائے اس پر بھی والدہ کو اجر ملتا ہے مگر چونکہ ابھی اس کا ہی معاملہ مکمل نہیں ہوا ہے اس لئے اتنا اجر نہیں ملتا جتنا نابالغ کے مرنے پر۔ اللہ تعالیٰ نے بچی کے انتقال پر بشارت و تسلی دی ہے کہ اس کا اجر زیادہ ہے اور وہ جوان فرشتہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

# النکت الدقیقة
## مما یتعلق بالحقیقة

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

# النكت الدقيقة
# مما يتعلق بالحقيقة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ ہر علم وعمل جب کہ اس کو شریعت کے ساتھ موازنہ کیا جائے تین قسم سے خالی نہیں، ایک قسم یہ ہے کہ شریعت اس کا اثبات کرے، دوسری قسم یہ ہے کہ شریعت اس کی نفی کرے، تیسرے یہ کہ شریعت اس کے اثبات ونفی سے ساکت ہو، اول کو مدلول شرعی کہیں گے، دوسرے کو مردود شرعی، تیسرے کو نہ مدلول شرعی نہ مردود شرعی بلکہ نظر بقاعدہ کلیہ مرویہ۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ، والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ (ای شرعہ) وماسکت عنہ فھو عفو. (رواہ ابن ماجۃ والترمذی[1]) ماذون شرعی کہیں گے۔

صوفیاء کے علوم واعمال بھی انہیں اقسام پر منقسم ہیں جن میں سے قسمیں اولین کا ایک معتد بہ ذخیرہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں مدون کردیا گیا ہے اور چوں کہ قسم ثالث استدلال جزئی کا نہ محل ہے اور نہ محتاج، اس لئے رسالہ اس سے خالی رہا اور بوجہ اس کے قواعد شرعیہ کلیہ اس کی اباحت پر دال ہیں دلائل جزئیہ کا اس پر دال نہ ہونا کچھ مضر نہیں، مثال کے لئے ایک مسئلہ علمیہ اور ایک عملیہ فرض کرتا ہوں مثلاً لطائف جو عالم امر سے ہیں ان کا تعلق جسد کے خاص خاص مقامات سے بتلایا جاتا ہے، اور مثلاً ایک شغل میں نظر پردہ بینی پر جمائی جاتی ہے، سو اس علم کے لئے کشف اور اس عمل کے لئے تجربہ کافی ہے، کیوں کہ یہ کشف وتجربہ بوجہ مصادم دلیل شرعی نہ ہونے کے ایسا ہے جیسے زید کے آنے کا علم اور حب ایارج کا

---

[1] ترمذی: اللباس، لبس الفراء، رقم: ۱۷۲۶، وقال: حدیث غریب لانعرفه الا من هٰذا الوجه. ابن ماجة: الأطعمة، أكل الجبن والسمن، رقم: ۳۳۶۷، كلاهما عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنه ـ كذا فی "تحفة الأشراف" (۴۴۹۶)۔ لاعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه

استعمال جس کے لئے نص شرعی کی حاجت نہیں، بلکہ ایسے امور تو اگر کسی مصلحت وضرورت معتد بہا کی بناء پر دوسری قوموں سے بھی ماخوذ ہوں، بشرطیکہ ان کا شعار نہ ہو تب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ حاشیہ بخاری میں (ہب) سے کہ رمز مواہب کا ہے۔ منقول ہے: قال سلمان الفارسی یا رسول اللہ انا کنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علینا فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحفرہ. الحدیث[1] لیکن اگر ایسے امور کو کسی نص کے مدلول سے کسی درجہ میں گو وہ بعید ہی ہو اتفاقی توافق ہو جائے ایک گونہ تائید سے خالی نہیں، گو اس توافق کو استدلال نہ کہیں گے، جس طرح قسمین اولین کے اثبات ونفی کو کہا جاتا ہے، مگر استیناس کہنا بیجا نہ ہوگا اور اہل ظاہر میں بھی یہ طرز بلانکیر جاری رہا ہے۔

ہدایہ کے قول متعلق بدفن المیت بوجہ الی القبلۃ کے تحت میں صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں، "ویستانس لہ بحدیث أبی داؤد والنسائی ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر فقال: ھی تسع الی ان قال واستحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا"[2] پس قریب ختم رسالہ حقیقۃ الطریقۃ کے خیال میں آیا ہے کہ اگر نمونہ کے لئے بعض ایسے امور بھی جن کی طرف احادیث میں مرتبہ استیناس میں تلویح واقع ہے وارد کر کے اس کو رسالہ کا تابع بنا دیا جائے تو اہل نظر کے لئے ایک گونہ لطف وحظ سے خالی نہیں، نیز اس نمونہ پر بقیہ امور کے لئے مناسبات کا تتبع سہل ہو سکے گا، اس لئے ان اوراق میں مثال کے طور پر چند ایسے ہی مضامین وارد کرتا ہوں، اس طرح کہ اول وہ مضمون کسی کتاب فن سے نقل کروں گا اور پھر اس حدیث مناسب کو لکھوں گا اور چونکہ ایسے مضامین محض نکات ولطائف ہوتے ہیں جو کہ توابع حقیقت ہیں نہ کہ عین حقیقت اور مدلولات تحقیقیہ، اس لئے اس حصہ کا نام "النکت الدقیقۃ مما یتعلق بالحقیقۃ" رکھتا ہوں، اور اسی فرق کی وجہ سے جو کہ سبب ہوا ہے نام جداگانہ رکھنے کا، اس کی ترتیب بھی اصل سے بدل دی ہے کہ وہاں حدیث مقدم تھی اور مسئلہ مؤخر، اور یہاں اس کا عکس تا کہ اصل اور

---

[1] تاریخ الطبرانی ٩١/٢، فتح الباری، باب غزوۃ الخندق. [2] أبو داؤد: الوصایا، التشدید فی اکل مال الیتیم، رقم: ٢٨٧٥، نسائی: (٨٩/٧) عن عبید بن عمر عن ابیہ.

تابع میں خوب تمایز رہے، اور وجہ استدلال یا استیناس یہ بضرورت دونوں جگہ مؤخر ہے:
البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مضمون استدلالی بوجہ خفاء استدلال کے اس حصہ میں آ جائے جیسا یہ ممکن ہے کہ کسی اشتباہ کے سبب کوئی مضمون استیناسی حصہ حقیقت میں آ گیا ہو۔ وانی اتوب الی اللہ من کل خطل وذلل وھو ولی کل علم وعمل"

مضمون اول فی ضیاء القلوب: اندک سر را بجانب پشت کج کردہ تصور کند کہ ہمہ خطرات ماسوی اللہ را پس پشت انداختم (یعنی سر کو پیٹھ کی جانب جھکا کر یہ تصور کرے کہ ماسوا اللہ کے تمام خطرات کو میں نے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے)

حدیث: عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا. (رواہ ابو داؤد[1])

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا (یعنی تشہد) کے وقت اپنی انگلی سے (توحید کا) اشارہ فرماتے تھے۔

ف: پشت کو کج کرنا اس تصور کی شکل بنانا ہے کہ ہمہ خطرات را پس پشت انداختم اسی طرح اشارہ بالسبابہ اس اعتقاد و توحید کی صورت بنانا ہے پس دونوں میں ہیئت جسمانیہ سے مافی القلب پر دلالت کرنا امر مشترک ہے۔

## مضمون دوم: فیہ ایضا۔ بر فضاء دل ضرب کند

## (دل پر ضرب لگانا)

حدیث: عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل، فلما رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماقد غشیتی ضرب فی صدری ففضت عرقاً. (رواہ مسلم)[2]

ترجمہ: حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں (جو کہ اصل رسالہ میں نمبر: ۲۸۲ میں گزر چکی ہے) مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی، (یعنی وسوسہ تکذیب) آپ صلی اللہ علیہ

---

[1] ابوداؤد: الصلاۃ، الاشارۃ فی التشھد، رقم: ۹۸۹، قلنا: واخرجہ النسائی، الصلاۃ، باب بسط الیسریٰ علی الرکبۃ، رقم: ۱۲۷۱. [2] مسلم: صلاۃ المسافرین (فضائل القرآن) بیان ان قرآن أنزل علی سبعۃ احرف وبیان معناھا، رقم: ۲۷۳ (۸۲۰)

وسلم نے میرے سینے میں ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔

ف: ضرب میں ذکر کی اہمیت یہی ہے کہ قلب میں اثر پہنچے، حدیث میں بھی اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی غرض تھی اور اس میں کوئی معتد بہ فرق نہیں کہ اپنی ضرب سے قلب میں اثر پہنچے یا دوسرے کی ضرب سے۔

مضمون سوم: فیہ ایضاً۔ لفظ الا اللہ را بشدت وقوت مادم گوید۔ (الا اللہ کو طاقت وقوت کے ساتھ کہتا رہے)

حدیث: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکة قولہ علیہ السلام "ولا یختلیٰ خلاھا" فقال العباس: یا رسول اللہ الا الاذخر فانہ لقینھم وبیوتھم فقال: "الا الاذخر". (متفق علیہ[1])

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس خطبہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پڑھا ہے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: "اس کا (یعنی حرم شریف کا) گھاس نہ کاٹا جائے"، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مگر اذخر (یہ ایک گھاس ہے) کہ لوہاروں کے اور گھروں (کی عمارت) کے کام آتا ہے، آپ نے فرمایا کہ: "خیر مگر اذخر"۔ (یعنی انہوں نے اس کے مستثنیٰ کرنے کے درخواست کی آپ نے مستثنیٰ فرمادیا)

ف: صرف الا اللہ کے ذکر پر بعض کا یہ اعتراض ہے کہ مستثنیٰ بدون مستثنیٰ منہ اور عامل کے، عبارتِ بے معنی ہے، ایسا ذکر بے معنی نہ معتد بہ ہے نہ موجب اجر، پس عبث ہوا پھر کیوں اختیار کیا گیا؟ سو حدیث سے جواز حذف عامل و مستثنیٰ منہ کا وقت قیام قرینہ کے معلوم ہوتا ہے، جس طرح کہ کبھی اس کا عکس بھی مستعمل ہوتا ہے، یعنی صرف مستثنیٰ کو حذف کردیا جائے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صحبت حکام کی مذمت میں ارشاد ہے۔

حدیث: "کذٰلک لایجتنی من قربھم الا" کانہ یعنی الخطایا. (مشکوٰۃ[2])

جس کی تفسیر محمد بن الصباح نے کی ہے، کانہ یعنی الخطایا سے۔

---

[1] أخرجه البخاري: في المغازي، باب بلا ترجمة، رقم: ۴۳۱۳) أخرجه مسلم: في الحج، تحريم مكة، وتحريم صيدها، وخلاها......، رقم: ۴۴۵ (۱۳۵۳) [2] أخرجه ابن ماجة: في المقدمة، الانتفاع بالعلم والعمل به ۲۵۵، قال البوصيري في الزوائد: فيه عبيدالله بن أبي بردة وهو لايعرف.

پس الا اللہ میں بھی اگر اس قرینہ سے کہ اس کے قبل لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہو چکا ہے یا بقرینہ عقیدہ ذاکر کے مستثنیٰ منہ اور عامل محذوف کر دیا تو کیا حرج ہوا۔

اور ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے قبل جو لا الٰہ الا اللہ کہا گیا ہے اس میں صرف الا اللہ کو تاکید کے لئے مکرر لایا گیا، پس اس کا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہوگا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے کوئی دلیل اس کی تحدید پر قائم نہیں جس قدر اہتمام ہوگا اتنا تکرار مستحسن ومقتضائے مقام ہوگا چنانچہ بعض روایات میں بعض مضامین کی نسبت ہے،

فما زال یکررھا حتٰی وددنا انہ سکت او نحوہ.

## مضمون چہارم: فیہ أیضا بعد از اں ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ الخ

حدیث: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لاتقوم الساعۃ حتی لایقال فی الارض اللہ اللہ" وفی روایۃ. قال: "لاتقوم الساعۃ علٰی احد یقول اللہ اللہ". (رواہ مسلم[1])

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایسی حالت ہو جائے گی کہ دنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا"، اور ایک روایت میں ہے کہ: "قیامت ایسے کسی شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا"۔

بعض کا اس طریق ذکر پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ لفظ مفرد ہے، اس لئے نہ کسی معنی خبری کو مفید ہے نہ معنی انشائی کو پھر اس ذکر بے معنی سے کیا فائدہ مگر حدیث[2] میں خود اسی افراد کے ساتھ اس پاک نام کو معقول بنایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اس کا تکرار بھی مشروع ہے اور معنی کچھ خبر اور انشاء میں منحصر نہیں، اگر اس سے تبرک و استحضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہوگا، ارشاد خداوندی:

﴿اذکر اسم ربک﴾ ظاہر الفاظ محض اسم کے ذکر کو بھی عام ہے۔

---

[1] مسلم فی الایمان: ذھاب الایمان فی اخر الزمان، رقم: ۳۷۴. [2] وغیرہ یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ حرف ندا محذوف ہو وحذفہ شائع یکون النداء الشوق والتلذ ذبالاسم لنا فاللہ ۱۲

مضمون پنجم: فیہ ایضا۔ پاس انفاس این است کہ مکان و زماں رادر یابد یعنی دربر آمدن نفس و فرورفتن نفس طالب ذاکر باشد وچنداں مشغول باشد کہ دم ذاکر گردد۔

(پاس انفاس یہ ہے کہ زمان ومکان کی حفاظت کرے یعنی سانس کے آنے اور جانے میں سالک ذاکر رہے اور اتنا مشغول ہوجائے کہ سانس ہی ذکر کرنے لگے)

حدیث: عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی شان أھل الجنۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "تلھمون التسبیح والتحمید کما تلھمون النفس". (رواہ مسلم[1])

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل جنت کے حال میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ان کو تسبیح وتحمید کا اس طرح القاء واجراء ہوگا جس طرح تم کو سانس کا القاء واجراء ہوتا ہے"۔ (یعنی بلا قصد وبلا تکلف)

ف: حدیث میں مدح ہے اہل جنت کی کہ ان کو ذکر اللہ سانس کی طرح جاری ہوجائے گا، تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پاس انفاس سے یہی کیفیت ذکر اللہ کے جاری ہونے کی ہوجاتی ہے، کیوں کہ جب کثرت مشق سے ہر سانس کے ساتھ عادت ذکر کی ہوگئی اور سانس ہے اضطراری اور دونوں کی مقارنت بوجہ عادت کے مثل امر طبعی کے ہوگیا، پس جب سانس آئے گا اضطراراً ذکر بھی صادر ہوگا، اور گو مطلق کثرت سے بھی یہ امر ہوجاتا ہے، مگر پاس انفاس سے بأسہل واحسن واوکد وجوہ حاصل ہوتا ہے، پس حدیث کی رو سے اہل جنت ومشاقین پاس انفاس کی حالت باہم نہایت مشابہ ہے۔

## مضمون ششم: فیہ ایضا، حبس دم در ذکر الخ
## (ذکر میں سانس روکنا)

حدیث: عن مطرف بن عبداللہ بن الشخیر عن ابیہ قال: اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی. (رواہ النسائی[2])

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ رہے

---

[1] رواہ مسلم: فی الجنۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا، فی صفات الجنۃ وأھلھا، وتسبیحھم فیھا بکرۃ وعشیاً. ۵۸۳۵. [2] النسائی: السھو، البکاء فی الصلاۃ رقم: ۱۲۱۵.

تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے، آپ رور ہے تھے۔ (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر:۲۷۲ میں گزری ہے)

ف: تجربہ سے معلوم ہے کہ یہ کیفیت غلبۂ بکاء اور اس کے ضبط سے ہوتی ہے اور یہ بھی تجربہ اکثر یہ سے ثابت ہے کہ غلبہ کے وقت ضبط کرنے سے سانس رک جاتا ہے، پس جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے لازم آ گیا اس کے محمود و نافع ہونے میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا، پس اگر کوئی اس کا تحصیلاً و اکتساباً التزام و اہتمام کرے تو کیا حرج ہے۔

**مضمون ہفتم: فیہ ایضاً**۔ شغل سلطانا نصیرا، طریقش آنکہ نظر بر پردۂ بینی خود دارد الی قولہ طریق شغل سلطانا محمودا، دریں شغل نظر خود را درمیان فرق ہر دو ابروی خود میدارند۔ (شغل سلطانا نصیرا: اس کا طریقہ یہ ہے کہ نگاہ اپنی ناک کے کنارے پر جمائے۔ شغل سلطانا محمودا: اس شغل میں اپنی نگاہ کو دونوں بھنوؤں کے درمیان مانگ کی سیدھ میں رکھے)

**حدیث:** عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "یا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اجعل بصرک حیث تسجد". (رواہ النسائی[1])

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انس! اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو۔" (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر:۲۷۵ میں گزر چکی ہے)

ف: سجدہ میں موضع سجود سے ناک اور پیشانی مماس ہوتی ہے اور دو مماس جسموں میں سے جب ایک پر نظر کرو گے لامحالہ دوسرے پر بھی نظر واقع ہوگی جبکہ سجدہ میں بھی موضع سجود پر نظر کی گئی تو ناک اور پیشانی پر بھی نظر پہنچے گی تمام یا ناتمام، اور ناک کی ابتداء پردۂ بینی سے اور پیشانی کی ابتداء میان دو ابرو سے ہے، پس ان دونوں پر اصل اعضاء سے پہلے نظر پڑے گی، اشغال مذکورہ میں یہی دو موقع ہیں نظر کرنے کے جب ایک خاص حالت میں حدیث سے مشروع ہے تو دوسرے اوقات میں قیاس سے مشروع ہوئی اور فقہاء نے بھی سجدہ میں پردۂ بینی پر نظر رکھنے کو لکھا ہے، کذا فی الدر المختار۔

**مضمون ہشتم: فیہ ایضاً**، طریق شغل سلطان الاذکار، از سرتا قدم بہر بن موئی وجود خود بجمع ہمت متوجہ شود، یعنی بداند کہ در آمد، رفت نفس از ہر بن موئی اللہ ہو جاری ست الیٰ قولہ در چند

---

[1] رواہ البیہقی فی السنن: الصلاۃ، لایجاوز بصرہ موضع سجودہ ۲/۲۸۴.

عرصہ ذکر اللہ از ہر بن موئی جاری شود۔ (سر سے پیر تک انسان کا بال بال، اور اس کا پورا وجود مکمل طور پر متوجہ رہے، یعنی یہ جانے کہ ہر ہر سانس کے آنے جانے کے وقت ہر ہر بال کی جڑ سے اللہ ہو جاری ہے یہاں تک کہ کچھ دنوں میں ہر بال کی جڑ سے اللہ ہو جاری ہو جائے گا)

**حدیث: عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الدعاء، وفیہ: "ان ترزقنی القرآن العظیم والعلم وان تخلطہ لحمی ودمی وسمعی وبصری". الحدیث (رواہ رزین)[1]**

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ دعا سکھلائی اور اس دعاء میں یہ بھی ہے کہ: "مجھ کو قرآن مجید اور (اس کا) علم عطا فرمائیے اور اس کو میرے گوشت اور خون اور گوش اور چشم میں پیوست اور مخلوط کر دیجئے" (رحمۃ مہداۃ: ۱۲۵۔۱۲۶)

**حدیث دیگر: عن ھانیٔ بن ھانیٔ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "ملئ عمارٌ ایماناً الیٰ مشاشہ" (رواہ ابن ماجۃ[2])**

ترجمہ: حضرت ہانی بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: "عمار ہڈیوں کی جڑ تک ایمان سے پُر ہے۔"

ف: حدیث اول میں دعا ہے "**تخلیط القرآن بجمیع الأعضاء والأجزاء**" کی، اور حدیث میں ہے "**ان اللہ لایستجیب الدعاء عن قلب لاہ**" پس اس حدیث سے اس دعاء کے وقت اس خلط کا تصور و استحضار ضروری ہوا، اور اللہ کا کلام اور اس اللہ کا نام اس تصور میں مساوی ہیں، پس ہر بن مو سے "اللہ ہو" کے جاری ہونے کا تصور اس سے نافع ہونا ثابت ہو گیا جو طریقہ ہے اس شغل کا، اور حدیث دوم سے ایمان کا رگ و ریشہ میں سرایت کرنا مذکور ہے، آثار ایمان حکم ایمان میں ہیں اور ذکر اللہ آثار ایمان سے ہے، پس اس کی صحت سرایت بھی اس سے ثابت ہوئی جو کہ ثمرہ ہے اس شغل کا جو اس عبارت میں مذکور تھا، ذکر اللہ از ہر بن مو جاری شود، فافہم۔

مضمون نہم: فیہ ایضاء طریق شغل سرمدی، چشم و گوش را از انامل بند نماید الخ۔ (آنکھ اور کان کو انگلیوں سے بند کر لے)

---

[1] الجامع الأخلاق الراوی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نحوہ ۲/ ۳۶۱.

[2] ابن ماجۃ: فضل عمار بن یاسر رقم: ۱۴۷.

حدیث: عن نافع قال: کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی طریق فسمع مزمارا، فوضع اصبعیہ فی اذنیہ، ونأی عن الطریق الی الجانب الآخر، ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع! ھل تسمع شیئا؟ قلت: لا، فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال: کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ماصنعت قال نافع: وکنت اذا ذاک صغیراً. (رواہ احمد وابوداؤد[1])

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ راستہ میں تھا، اتنے میں انہوں نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھ لیں اور راستہ سے دوسری جانب کو دور ہٹ گئے، پھر دور جا کر مجھ سے کہا کہ اے نافع اب بھی کچھ سنائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں پر سے اٹھالیں، اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بانسری کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا، نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت کم سن تھا۔

ف: باجے کی آواز آنے کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا واجب نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کہ وہ آپ کے ہمراہ تھے اس کا حکم نہیں فرمایا، البتہ یہ واجب ہے کہ قصداً ادھر کان نہ لگائے اور دل سے برا سمجھے، صرف کانوں میں انگلیاں اس وجہ سے دیں کہ اس سے قلب کی جمعیت اور حضور میں خلل نہ آئے اور تشویش نہ پیدا ہو، پس اسی غرض کے لئے شغل میں حواس بند کئے جاتے ہیں کہ جمعیت اور حضور میسر ہو اور مدرکات مختلفۃ الانواع سے جو تشویش ہو جاتی ہے، اس کا انسداد ہو، اور کان کا بند کرنا جب ثابت ہے تو دوسرے حواس کو اس پر قیاس کر لیا جائے گا کہ علت مشترک ہے۔

مضمون دہم: فیہ ایضا، لطائف شش اند یعنی شش موضع اند در جسم انسان کہ پرفیوض وپرانوار ومشتمل بر بسیار برکات اند، اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دوانگشت فروتر زیر پستان چپ است الخ وفیہ پنج ازاں عالم امر کہ قلب وروح وسر وخفی واخفی اند الخ۔ (لطائف چھ ہیں: یعنی انسان کے جسم میں چھ مقامات فیوض وانوار اور بہت ساری برکات سے پر ہیں اول لطیفۂ قلب، کہ اس کا مقام بائیں پستان

---

[1] اخرجہ ابوداؤد: فی الأدب، کراھۃ الغناء الزمر ۴/۳۶۷، رقم: ۴۹۲۴، واحمد: ۲/۸، ۲۸، قال المنذری: قال أبو علی اللؤلؤی: سمعت أبا داؤد یقول: وھو حدیث منکر.

سے دو انگشت نیچے ہے، اور پانچ ان میں سے عالم ارواح، قلب، روح، سر، خفی اور اخفی پر مشتمل ہیں)

حدیث: عن النعمان بن بشیر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "الاوان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله، واذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب". (اخرجه الخمسة)[1]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ قلب ہے۔" (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر: ۲۱۴ میں گزر چکی ہے)

ف: یہ مسئلہ تو مکشوف ہے کہ انسان کے بعض اجزاء مجرد عن المادہ بھی ہیں عالم امر سے جو کہ عبارت فارسیہ بالا میں واقع ہے یہی مراد ہے، اور یہ اجزاء مجردہ لطائف کہلاتے ہیں، اور یہ مکشوف ہے کہ ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد مادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے چنانچہ لطیفہ قلب کا تعلق مضغہ قلب سے ہے۔ وعلیٰ ہٰذا۔

حدیث میں قلب کو مضغہ جسد یہ فرمانا اس تعلق مذکور کے حکم کا مؤید ہے بعض اجزاء حکم کشفی کا مؤید بالنص ہو جانا قرینۂ غالبہ سے ہے بقیہ اجزاء کی صحت پر۔

مضمون یازدہم: فیہ ایضاً طریق دفع مرض تصور کند کہ مرض می گیرد و می کشد و برزمین می افتد۔ (مرض کو دور کرنے کا طریقہ: تصور کرے کہ مرض کو پکڑتا ہے، کھولتا ہے اور زمین پر دے مارتا ہے)

حدیث: عن ابی امامة بن سهل بن حنیف فی قصة اصابت عین عامر بن ربیعة سهل بن حنیف قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعامر: "علام یقتل احدکم اخاه الا برکت علیه". (رواه فی شرح السنة)[2]

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصہ کے ضمن میں

---

[1] بخاری: الایمان فضل من استبرأ لدینه، رقم: ۵۲، مسلم: البیوع، أخذ الحلال وترک الشبهات. رقم: ۱۰۷ (۱۵۹۹) أبوداؤد: البیوع، اجتناب الشبهات. رقم: ۳۳۲۹، ولیس فیه: "الاوان فی الجسد مضغة......" ترمذی: البیوع، ترک الشبهات، رقم: ۱۲۰۵ مثل أبی داؤد رقم: ۴۴۵۸ قلنا: وأخرجه ابن ماجة، الفتن، الوقوف عند الشبهات رقم: ۳۹۸۴.

[2] رواه فی شرح السنة: الطب والرقی، مایرخص فیه من الرقی: ۲۶۲/۶، رقم: ۳۱۳۸. وأخرجه الحاکم فی المستدرک: وقال هذا حدیث صحیح الاسناد.

جس میں عامر بن ربیعہ کی سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی تھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر سے فرمایا: ''کس لئے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ (جس وقت تم نے ان کو نہاتا ہوا دیکھ کر ان کی لطافت جسم کی تعریف کی تھی جس سے نظر لگ گئی اس وقت) تم نے ان پر بارک اللہ کیوں نہیں کہہ دیا تھا'' (کہ نظر نہ لگتی کذا فی المرقاۃ)

ف: سلب مرض قوت نفسانیہ سے کیا جاتا ہے سو اس کا مؤثر ہونا خود نظر لگنے سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سے سلب مرض کی صحت عقلیہ ثابت ہوتی ہے اور ''بارک اللہ علیک'' اس کے روکنے کے لئے کہنا یہ بھی درحقیقت استعمال ہے قوت نفسانیہ کا کہ اس میں بلا واسطہ کھلانے، پلانے، جھاڑنے، پھونکنے کے دور ہی سے اثر ہوا، یہی قوت نفسانیہ ہے، اس کلمہ دعائیہ سے اس کی فاعلیت اور قوی ہوگئی، اور جس ضرر کا انسداد جائز ہے اس ضرر کا دفع بھی بالا ولیٰ جائز ہے، اس سے اس تصرف سلب کی صحت شرعیہ ثابت ہوتی ہے، پس سلب مرض کی صحت عقلیہ وصحت شرعیہ ہر دو اس حدیث سے ثابت ہو گئیں۔

مضمون دوازدہم: وفیہ ایضاً طریق دریافتن خطرہ نفس، خودرا از حدیث نفس از ہر خطرہ خالی ساختہ بدل بسوئے قلب او متوجہ شود ہر چہ از خیر وشر خاطر خطور کند پس بداند کہ از دست۔ (اندیشہ نفس کو معلوم کرنے کا طریقہ: اپنے کو اپنے وسوسے سے اور نفس کو ہر وسوسے سے خالی کر کے دل سے اس کے قلب کی طرف متوجہ ہو، اچھائی برائی میں سے جو بھی دل میں آئے اسے یہی سمجھے کہ اسی کی طرف سے ہے)

**حدیث: عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی صلوٰۃ الصبح، فقرا الروم فالتبس علیہ، فلما صلی قال: "ما بال اقوام یصلون معنا لایحسنون الطہور، فانما یلبس علینا القرآن اولٰئک". (رواہ النسائی[1])**

ترجمہ: ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ روم پڑھی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشابہ لگا، جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور وضوء بھی اچھی طرح نہیں کرتے سو ان ہی لوگوں کی وجہ سے ہم کو قرآن میں تشابہ لگتا ہے۔''

ف: غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شخص کا وضوء اچھی طرح نہ کرنا، اس قصہ میں

[1] رواہ النسائی: فی کتاب الافتتاح، القراءۃ فی الصبح بالروم ۹۴۸.

وحی صریح سے معلوم نہیں ہوا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متشابہ لگنے سے استدلال فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضوء کی کدورت نے آپ کے قلب کو خلجان وتشویش میں ڈالا، پس ثابت ہوا کہ ایک جلیس کو جب کہ وہ صافی القلب ہو کسی تعلق وقرب سے دوسرے جلیس کا خیر وشر بدون اظہار معتقد مدرک ہوسکتا ہے، دریافت خطرہ کا یہی مبنیٰ ہے گو کسی وقت توجہ کی بھی ضرورت ہو، اور گو کسی وقت جسمانی قرب بھی نہ ہو، مگر اس قسم کے تصرفات کا جیسے دفع مرض یا دریافت خطرہ اہل کمال قصد کم کرتے ہیں، کذا فی ضیاء القلوب۔

مضمون سیزدہم: فیہ ایضا، طریق تلاوت قرآن شریف، دل را از جمیع خطرات خالی کردہ درحین قرأت خیال کند کہ زبان دہن ولسان دل صنوبری ہر دو برابر تلفظ می کنند بعدازاں تصور کند کہ ہر بن موی جسد قاری برائے قرأت قرآن زباں گردیدہ واز ہر بن موالفاظ می آیند، دریں ملاحظہ درحین قرأت مستغرق گردد چوں دریں ملکہ حاصل آید بعدازاں دروقت قرأت تصور کند کہ حق تعالیٰ بزبان قاری میخواند واو می شنود۔ (قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ: دل کو تمام وسوسوں سے خالی کر کے تلاوت کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ زبان ودل دونوں برابر تلفظ کر رہے ہیں، اس کے بعد یہ تصور کرے کہ پڑھنے والے کے بدن کا ہر ہر بال تلاوتِ قرآن کے لئے زبان ہلا رہا ہے، اور ہر ہر بال سے الفاظ نکل رہے ہیں، تلاوت کے وقت اس خیال میں ڈوب جائے، جب یہ ملکہ حاصل ہوجائے اس کے بعد تلاوت کے وقت تصور کرے کہ باری تعالیٰ پڑھنے والے کی زبان میں پڑھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں)

**حدیث: عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یقول اللہ تعالیٰ: من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین". (أخرجہ الترمذی[1])**

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: "حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اس کو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کردے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جس قدر اور سائلوں کو دوں گا اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا" (یہ حدیث اس رسالہ میں نمبر: ۲۳ میں گزری ہے)

**حدیث: عن ان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ﴿لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ﴾**

---

[1] ترمذی: فضائل القران، باب......، رقم: ۲۹۲۶، وقال: حدیث غریب.

قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل شدۃ وکان مما یحرک شفتیہ...... فانزل اللہ تعالٰی: ﴿لاتحرک بہ الیٰ قولہ فاذا قراناہ فاتبع قرانہ﴾ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک اذا اتاہ جبرئیل استمع[1] فاذا انطلق جبرئیل قراہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قراہ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں "لاتحرک" الخ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ قرآن کے وقت بڑی تکلیف اٹھاتے تھے یعنی (ان الفاظ کو سن کر ان کو ضبط کرنے کے لئے) اپنے لبوں کو (اور زبان) کو حرکت دیتے تھے، (یعنی خود بھی ساتھ پڑھتے جاتے تھے، کہ خیر ایک بار زبان سے کہہ لوں گا تو یاد ہو جائیں گے، ورنہ شاید بھول نہ جاؤں ادھر سننا ادھر دہرانا تکلیف ظاہر ہی ہے) پس اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اس میں عجلت کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے (اس مضمون تک کہ) جب ہم قرآن پڑھا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ ہمارے حکم سے پڑھا کرے) اس کے بعد جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ غور سے سنتے، اور جب وہ چلے جاتے تو اسی طرح پڑھتے جس طرح انہوں نے پڑھا۔ تو آپ اس کے پڑھنے کی طرف دل سے لگے رہا کیجئے۔ (خود اعادہ کی ضرورت نہیں)

ف: دعاء کی فی نفسہ عبادت ہے جب قرآن والے کے لئے کثرت تلاوت سے ادھر متوجہ نہ ہونا بروئے حدیث اول محمود ہوا تو اور خیالات وامور مباحہ سے معرض ہونا تو بدرجہ اولیٰ محمود ہوگا، پس تلاوت میں اس قدر غرق ہو جانا یہی حاصل ہے طریق اول کا دل را از جمیع خطرات الی قولہ مستغرق گردد۔

اور دوسری حدیث میں جو آیت میں ﴿فاذا قراناہ﴾ اس میں قرأت جبرئیل کو حق تعالٰی کی طرف منسوب کیا گیا، چنانچہ اذا أتاہ جبرئیل استمع سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاری جبرئیل تھے تو وجہ اس نسبت کی ان کی قرأت کا باذنہ تعالٰی ہونا ہے پس ہر قاری جب ماذون من اللہ ہے کما دلت علیہ النصوص پس اپنی قرأت کے منسوب الی الحق ہونے کا تصور اس کو جائز ہوگا اور یہی حاصل ہے طریق اخیر کا چوں دریں ملکہ الخ۔

[1] بخاری: بدء الوحی، کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

مضمون چہاردہم: فی خلاصۃ اربع انہار، بعضے اولیاء زیر قدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہیں ان کو محمدی المشرب کہتے ہیں، اسی طرح آدمی المشرب وابراہیمی المشرب و موسوی المشرب اور بعضے تحت قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کا نام عیسوی المشرب ہے۔

**حدیث: عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "احب شیء الی اللہ الغرباء" قیل: ومن الغرباء؟ قال: "الفرارون بدینهم یبعثهم اللہ یوم القیامة مع عیسیٰ بن مریم". (رواہ ابو نعیم فی الحلیة)** [1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "سب اشیاء سے زیادہ پیارے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو غرباء یعنی بے یارو بے مددگار ہیں"، پوچھا گیا یا رسول اللہ! بے یارو مددگار کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے دین کو لئے ہوئے (اس کو بچاتے ہوئے) بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، (تو جہاں جائیں گے ظاہر ہے کہ اجنبی پردیسی ہوں گے جو اصل معنی ہیں غرباء کے اور پردیسی اکثر بے یارومددگار ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت کے روز حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ اٹھائے گا۔"

ف: اولیاء میں سے کسی کے موسوی المشرب کسی کے عیسوی المشرب ہونے کے جو حاصل معنی ہیں وہ اس حدیث سے بخوبی ثابت ہیں یعنی مناسبت فی الصفات اور یہ سب باعتبار امت ہونے کے محمدی ہیں۔

مضمون پانزدہم: رسم الباس خرقہ وقت عطاء خلافت۔

**حدیث: عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا عثمان ان ولاک اللہ هذا الامر یوماً فارادک المنافقون ان تخلع قمیصک الذی قمصک اللہ فلا تخلعه" (رواہ ابن ماجة)** [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تم کو اس حکومت کا کسی وقت اختیار دے پھر منافقین تم سے وہ پیراہن اتروانا چاہیں جو تم کو اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہو تو تم اس کو مت اتارنا" (مطلب

---

[1] ابو نعیم فی الحلیة: ۱/۵۷، حدیث: ۵۵، الزھد للامام احمد: ۱۴۹۔
[2] رواہ ابن ماجة: فی المقدمة، فضل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۱۲۔

یہ ہے کہ وہ تم سے خلافت کے چھوڑ دینے کی درخواست کریں تو تم خلافت مت چھوڑ دینا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہو گئے مگر اس ارشاد کے پابند رہے)

ف: ولی امر ہونے کو قمیص سے تعبیر کرنا جس مناسبت پر مبنی ہے اس سے اس کی شرعیت بھی نکلتی ہے کہ امورِ دینیہ کی تولیت عطا کرنے کے وقت قمیص حسی پہنا دیا جائے جیسا کہ بعضے بزرگوں کا معمول ہے کہ خلافت دینے کے وقت خرقہ و پیراہن پہناتے ہیں، اور درۃ المعارف میں طبرانی سے عمامہ باندھنے کی اصل منقول ہے، "**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايولى واليا حتى يعممه ويرخى سدلها من جانبه الايمن نحو الاذن**[1]".

مضمون شانزدہم: علامت خاص مقرر نمودن برائے اہل سلسلہ خود چنانکہ معمول بعضے بزرگان شنیدہ شد۔

**حدیث: عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: العمائم يتجان العرب. (رواه أبو داؤد[2])**

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عمامے عرب کا تاج ہیں۔

ف: اس میں ترغیب ہے عمامہ باندھنے کی عرب اور منتسبین الی العرب کو ایک خاص عنوان سے کہ وہ عرب کی علامت خاص ہے، پس اس علامت کو محفوظ رکھنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص طریق کے لوگ بمصلحت باہمی شناخت اور بقاء اتحاد و اختصاص کے اپنے مجمع کی کوئی خاص علامت مقرر کر لیں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے خارج نہ ہو تو جائز ہے، ایک بزرگ ہمارے نواح میں ابھی گزرے ہیں انہوں نے اپنے سلسلہ والوں کے لئے ایک خاص طور کا رومال رکھنا مقرر فرمایا تھا چنانچہ اب تک ان صاحبوں میں معمول ہے۔

**مضمون هفدهم: وحدة الوجود بالتفسير الذى ذكر فى مفتتح كليد مثنوى تحت شعر مولوى رحمة الله:**

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ　　زندہ معشوق ست و عاشق مردہ

---

[1] المعجم الكبير للطبرانى: ۱۴۴/۸ حديث: ۷۶۴۱. قال الهيثمى: فيه جميع بن ثقت وهو متروك. [2] قلت: لم أجده فى ابى داؤد، انما اورده السيوطى فى الجامع الصغير، وعزاه الى الديلمى وصححه.

حدیث: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید: الاکل شیء ماخلا اللہ باطل". (متفق علیہ[1])

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "شعراء کے تمام کلاموں میں سب سے زیادہ صحیح لبید کا قول ہے، الاکل شیء الخ" یعنی یاد رکھو! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں، (تفسیر اس کی محشی نے لکھی ہے أی فان مضمحل)

ف: فانی ہونے کے معنی تو ظاہر ہیں کہ آئندہ معدوم ہو جائیں گے اور مضمحل ہونے کا باعتبار حالت موجودہ کے بھی حکم کر سکتے ہیں یعنی جو موجود کالمعدوم ہو اور باطل کا عمل اس معنی پر کچھ بعید نہیں یہی حقیقت ہے وحدۃ الوجود کی، شرح عقائد نسفیہ میں آیت: ﴿کل شیء ھالک الا وجھہ﴾ کی یہی تفسیر کی ہے اور قرآن مجید میں جو باطل ہونے کی نفی فرمائی ہے، ﴿ما خلقت ھذا باطلا﴾ وہ بمعنی عبث ہے پس کتاب وسنت میں کچھ تعارض نہیں۔

مضمون ہشدھم: کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.

حدیث: عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "ان اللہ جمیل". (رواہ مسلم[2])

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔"

ف: چونکہ جمال عادۃً مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم ہیں کہ مناسب کی رعایت فرماتے ہیں: اس لئے حکمت مقتضی ہوئی کہ ذات وصفات کا ظہور فرمائیں اور ذات وصفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے جو متعلق ہیں خلق کے، پس مقتضی ظہور ہونا مقتضی تخلیق ہونا ہے اور اسی ظہور سے معرفت ہوتی ہے، پس اقتضاء ظہور اقتضاء معروفیہ بھی ہے، اسی اقتضاء کو جب سے بھی تعبیر کیا جا سکتا اور اس ظہور سے پہلے خفا ظاہر ہے۔ پس حکم بالجمال سے کہ حدیث میں ہے بواسطہ ان مقدمات کے قول مشہور مذکور

---

[1] اخرجہ البخاری: فی الأدب، مایجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ، ۶۱۴۷.
[2] مسلم: فی الایمان، تحریم الکبر وبیانہ ۱۴۷.

صوفیاء کا ثابت ہوتا ہے، خوب سمجھ لو۔

حدیث: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی". (متفق علیہ[1])

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا: کیوں کہ شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا۔''

ف: بعض صوفیاء کے کلام میں بعض عبارتیں بعنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں مگر حاشا وکلا جو وہ ایسے کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں، بلکہ توجیہ اس کی یا تو یہ ہے کہ کشف یا منام میں انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ارشادات سنے ہوں اس لئے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا یا خود محدثین نے احادیث منامیہ کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ امام صنعانی نے مشارق میں یہ حدیث "اذا وضع العشاء" الخ منام کے طریق سے نقل کی ہے، اسی طرح احادیث کشفیہ کو حدیث کہنا صحیح ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو، تو محققین کے کلام میں جو اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں اس میں یہ بات محقق ہوتی ہے کہ فی نفسہ وہ حق ہوتے ہیں، حدیث بالا اس توجیہ کے صحیح ومعتبر ہونے پر دال ہے کبھی وہ روایت بالمعنی ہوسکتی ہے جیسے اس سے اوپر "کنت کنزاً مخفیاً" کا مضمون مذکور ہوا ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہوسکتی ہے "ان اللہ جمیل" کی، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حسن ظن سے کسی کتاب میں دیکھ کر یا کسی راوی سے جو بظاہر صالح تھا سن کر اس کو صحیح سمجھ لیا اور نقل کردیا، تنقید احادیث ان حضرات کا فن نہیں اس لئے یہ غلطی معفو عنہ ہے۔

مضمون بستم: من عرف نفسہ فقد عرف ربہ.

حدیث: عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ" قیل: یا رسول اللہ وما یذل نفسہ؟ قال: "ان

---

[1] اخرجہ البخاری: فی تعبیر الرؤیا، من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، رقم: ۶۹۹۳، مسلم: فی الرؤیا، قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی، رقم: ۱۰ (۲۲۶۶)

یتعرض بالبلاء لما لا یطیقه". (رواہ الترمذی[1])

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''مؤمن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے''، عرض کیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''ذلیل کرنا نفس کو یہ ہے کہ جس بلا کا تحمل نہ ہو سکے اس کا سامنا کرنا۔''

ف: اذلال نفس اور عدم معرفت قدر نفس کے معنی ایک ہی ہیں اور عدم معرفت قدر نفس بھی ایک توجیہ ہے عدم معرفت نفس کی، اس بناء پر یذل نفسه کے معنی ہوئے لا یعرف نفسه، آگے اس عدم معرفت نفس کی تفسیر ہے تعرض مالا یطاق من البلاء اور ایسی بلاؤں میں سے اعظم بلا عدم معرفت رب ہے، تو اس بناء پر عدم معرفت نفس کا ایک اور تحقق عدم معرفت رب بھی ہوا تو لامحالہ معرفت نفس مستلزم ہوئی معرفت رب کو جو حاصل ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه کا، یہی مضمون قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے: ﴿ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه﴾ اس طرح سے کہ من استفہامیہ بمعنی لائے نافیہ ہے، اور یرغب بوجہ صلہ عن کے معنی میں یعرض ویترک کے ہے اور ملۃ ابراہیم اور معرفت رب کا ایک حاصل ہے، اور سفہ بمعنی جہل کا اور لم یعرف کا ایک حاصل ہے، پس حاصل معنی یہ ہوا ''لا یترک معرفة ربه الا من لم یعرف نفسه'' اور نفی و استثناء سے اثبات ہوتا ہے بحکم مدخول نفی کا مستثنیٰ کے لئے، پس حاصل الحاصل یہ ہوا یترک معرفة ربه من لم یعرف نفسه، اور اس سے بطرز عکس النقیض لازم آیا من عرف نفسه لم یترک معرفة ربه بل عرف ربه اور حدیث مذکور سے اس کا اثبات مخصوص اسی صورت کے ساتھ ہے جب معرفت نفس کی توجیہ معرفت قدر سے کی جائے، اور آیت میں چوں کہ لفظ سفہ بمعنی جہل عام ہے اس سے ہر تاویل پر اثبات ہوتا ہے قول مذکور کا خواہ عدم معرفت قدر لیا جائے یعنی اس نے اپنے نفس کی اہانت کی کہ اس کو دوزخ میں ڈالا یا عدم معرفت صفات نفس لیا جائے یعنی اس نے اپنے تذلل و عجز وضعف کا مشاہدہ نہ کیا ورنہ حق تعالیٰ کی عظمت وقدرت وکمال کا مشاہدہ ہو جاتا خوب سمجھ لو۔

---

[1] ترمذی: الفتن، باب لایتعرض من البلاء لما لا یطیق، رقم: ۲۲۵۴، وقال: حسن غریب، وفی نسخة أخریٰ حسن صحیح.

# خاتمہ

الحمد للہ کہ کراسہ نکت دقیقہ کہ ملحقات حقیقۃ الطریقۃ سے ہے نیز ختم کو پہنچا، کل حدیثیں حقیقۃ الطریقہ میں تین سو اکتیس ہیں اور نکت دقیقہ میں بیس، اس طرح کہ تین حدیثیں تمہید میں اور بیس مضامین سے ہر مضمون پر اقل درجہ ایک حدیث تو ضرور ہے اور ہشتم و پانزدہم میں دو دو حدیثیں یہ بائیس ہوئیں، مگر مضمون دوم و ششم و ہشتم و دہم میں جو حدیثیں لائی گئی ہیں وہ اصل رسالہ حقیقۃ میں آ چکی ہیں اس لئے ان چار کو خارج کر کے بائیس میں سے اٹھارہ رہ گئیں، اور تمہید کی تین ملا کر اکیس ہوگئیں اور یہ تین سو اکتیس کے ساتھ مل کر جو اصل رسالہ میں ہیں ساڑھے تین سو ایک اوپر ہوگئیں جن کو احقر نے بحذف کسر ایک شعر میں ضبط بھی کر دیا ہے:

سہ صد پنجہ حدیث آمد دریں
شد مرتب ایں عجائب سفر دیں

**الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات،**
**والصلوٰة علٰی نبیہٖ محمد صاحب الشفاعات**
**وصحبہٖ وعترتہٖ أصحاب السعادات وكان هذا**
**فی أوسط ربیع الاول ۱۳۲۷ھ**

# تعلیم الطالب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

## مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

**مرجع خلائق و منبع حقائق شیخ العرب والعجم**

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کا شجرہ طیبہ.... جس میں
تمام بزرگان سلسلہ کا مختصر حال... تاریخ وفات اور مقام دفن درج ہے
آخر میں ایک تعلیم الطالب ہے جس میں طالب کیلئے مفید نصائح
درج ہیں جو راہ طلب میں کار آمد و معین ہیں۔

# تعلیم الطالب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

''تعلیم الطالب، حضرت حکیم الامت مجدد الملت شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا مختصر سا رسالہ ہے جسے حضرت رحمہ اللہ نے ''طالبین طریقت کے لئے دستورالعمل'' کی حیثیت سے تالیف فرمایا۔ گویا ہر طالب و مرید کو الگ الگ ہدایات تعلیم فرمانے کی بجائے ضروری ہدایات کو یکجا قلم بند کر دیا، تا کہ ہر طالب اس کو اپنا لائحہ عمل بنائے اور اس کے مطابق کام شروع کر دے۔

پاکستان میں یہ رسالہ سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ کے مجاز بیعت جناب الحاج فتح محمد جالندھری مرحوم نے 'دعوت الحق ملتان' کی جانب سے شائع کیا تھا۔ اور اب نایاب تھا۔ میرے محترم بزرگ مخدوم و معظم حضرت حاجی امیر الدین صاحب مدت فیوضہم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ پیراگراف بنائے اور اپنے قلم سے اس کا مسودہ تیار کیا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ کو اور تمام سالکین طریقت کو اس ''دستورالعمل'' کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے مقبول بندوں کی معیت دنیا و آخرت میں نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین، وصلی الله تعالیٰ علیٰ خير خلقه سيدنا مولانا محمد النبي الامي وعلیٰ آله واصحابه واتباع اجمعين۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

# ظاہری و باطنی اعمال کی اصلاح

ذکر شغل کے باب میں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ارشاد مرشد وضیاء القلوب کافی ہے۔حسب اجازت مرشد اس کے موافق عمل کرے لیکن خالی ذکر و شغل سے ہرگز نفع نہیں ہوتا، جب تک کہ اپنے ظاہری و باطنی اعمال کو موافق تعلیم شریعت کے درست نہ کرے اس لئے ایک مختصر دستور العمل مسمی بہ تعلیم الطالب آپ کو دیا جاتا ہے اس پر نہایت پابندی کے ساتھ کاربندی کرنا چاہئے۔

والسلام راقم محمد اشرف علی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## نحمده ونصلى على رسوله الكريم

ا۔تقدیر کے مسئلہ میں نہ کبھی غور کرو اور نہ بحث کرو کہ اس کا انجام گمراہی ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر سیدھا سادہ یقین رکھو اپنے علم یا عقل کے زور سے اس میں باریکیاں اور نقطے مت نکالو۔

۳۔جو بات دین کی اپنی سمجھ میں نہ آوے اپنی سمجھ کا قصور سمجھو دین میں شبہ مت نکالو۔

۴۔بعضے بزرگوں کی تقریر یا تحریر میں بعضی باتیں خلاف شرع معلوم ہوتی ہیں اپنا عقیدہ موافق شرع کے رکھو۔مگر ان بزرگوں کو برا مت سمجھو اور یوں سمجھو کہ ان کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

۵۔اگر شیطان کسی عقیدے میں وسوسہ ڈالے تو لاحول پڑھ کر اس کو دفع کرو۔ زیادہ اس کے پیچھے مت پڑو اور جو وہ دل سے نہ نکلے کسی صوفی عالم سے ذکر کرو اگر اس کے جواب سے بھی تشفی نہ ہو تو اس وقت اپنے دل میں کہہ لو کہ میں بلا دلیل تصدیق کرتا ہوں اس طریقہ سے شیطان بالکل عاجز اور دفع ہو جاتا ہے۔

٦۔بزرگوں کا اتباع سلامتی کا طریق ہے۔اور خودرائی میں خرابی کا خوف ہے۔پس

طریق ظاہر میں عالم کو مذہب حنفی کا اور عامی کو کسی حنفی عالم کا اور طریق باطن میں کسی شیخ کامل کا اتباع مناسب ہے بلکہ کوئی کام نیا دنیا یا دین کا بدون اس کی اجازت کے نہ کرنا چاہئے اگر کوئی عالم یا درویش کھلم کھلا خلاف شرع بتلانے لگے تو اس امر میں اس کا کہنا نہ مانو۔

۷۔ جو بات شرع میں بتلائی نہیں گئی۔ اس کی تحقیق ہرگز مت کرو۔ مثلاً یہ کہ قبر میں عذاب کس طرح ہوتا ہے یا روح کیسی ہے علیٰ ھذا القیاس۔

۸۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں ہرگز کوئی لفظ بے ادبی کا مت کہو نہ ایسی حکایتیں کہو نہ سنو جس میں ان پر اعتراض آتا ہو...... ۹۔ جو شخص درویش وضع رکھے مگر شرع کے خلاف ہو ہرگز اس سے نہ اعتقاد رکھو نہ اس کے پاس بیٹھو۔ اگرچہ اس سے کشف و کرامت بھی ظاہر ہو۔ البتہ بلا ضرورت کسی کو برا بھلا بھی مت کہو۔

۱۰۔ کسی کا نام لے کر کافر یا ملعون مت کہو۔ ہاں جن کو اللہ و رسول نے کافر کہا ہے وہاں مضائقہ نہیں...... ۱۱۔ کسی بزرگ سے یہ اعتقاد مت رکھو کہ ہمارے سب حال کی اس کو خبر ہے نہ کسی نجومی وغیرہ سے غیب کی خبریں دریافت کرو۔

۱۲۔ بجز حق تعالیٰ کے کسی کو نفع نقصان کا مختار مت سمجھو۔ نہ کسی سے مرادیں مانگو۔

۱۳۔ کسی بزرگ کے نام منت مت مانو البتہ یہ درست ہے کہ یا اللہ میرا فلاں کام ہو جائے تو اس قدر نقد یا طعام مساکین کو تقسیم کر کے تیرے فلاں مقبول بندہ کو ثواب بخشوں گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ بالکل منت ہی نہ مانے جو نیک کام کرنا ہو بلا منت ہی کرلے۔ آج کل قبروں پر جو عرس ہوتا ہے اس میں بہت سی باتیں خلاف شرع ہو گئی ہیں۔ اس میں شرکت درست نہیں۔

۱۴۔ تیجا، دسواں، بیسواں وغیرہ آج کل محض رسم و تفاخر کے طور پر رہ گیا ہے عوام کے عقیدہ میں بھی ضرور فساد ہے۔ اس لئے قطعاً موقوف کرنا چاہئے۔ بلا قید جو کچھ بھی میسر ہو اس سے مردہ کی دستگیری کرنا چاہئے۔

۱۵۔ اکثر تقریبات اور شادیوں میں محض ناموری اور خوف طعن و تشنیع سے اپنی وسعت

سے زیادہ اسراف کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل حرام ہے۔ اور بعض رسمیں تو ایمان کی تاریک کرنیوالی ہیں۔ بلاقید کسی رسم کے سیدھا سادہ نکاح مناسب خرچ کے ساتھ کرنا چاہیے۔

۱۶۔ جو رشتہ دار شرعاً محرم نہیں۔ مثلاً خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بھائی یا بہنوئی یا دیور وغیرہ جوان عورت کو ان کے روبرو آنا اور بے تکلف باتیں کرنا ہرگز نہ چاہیے جو مکان کی تنگی یا ہر وقت کی آمدورفت کی وجہ سے گہرا پردہ نہ ہوسکے۔ تو سر سے پاؤں تک تمام بدن کسی میلی چادر سے ڈھانک کر شرم ولحاظ سے بضرورت روبرو آجائے اور کلائی بازو اور سر کے بال اور پنڈلی ان سب کا ظاہر کرنا حرام ہے اسی طرح ان لوگوں کے روبرو عطر لگا کر عورت کو آنا جائز نہیں۔ اور نہ بجتا ہوا زیور پہنے۔

۱۷۔ بیوہ کے نکاح کو عیب سمجھنا یا اس پر طعن وتشنیع کرنا قریب بکفر ہے۔

۱۸۔ راگ اور باجا سے دل سیاہ اور تباہ ہوجاتا ہے۔ ہرگز مت سنو۔

۱۹۔ مردہ پر چلا کر رونا یا بین کرنا حرام ہے بلکہ جس مجلس میں ایسا ہوتا ہو وہاں شریک بھی مت ہو اور اگر پھنس ہی جاؤ تو زبان سے منع کرو اور اگر منع نہ کرسکو یا کوئی مانے نہیں تو تم خود وہاں سے اٹھ کر دور جا بیٹھو اور دل میں نفرت رکھو۔

۲۰۔ شہادت کا بیان یا مرثیہ کی مجلس میں بہت امور خلافِ شرع ہیں کبھی شریک مت ہو اسی طرح مجالس میلاد میں لوگوں نے بہت زیادتی کرلی ہے۔

۲۱۔ مردوں کو داڑھی منڈانا یا کتروا کر مٹھی سے کم کردینا یا لبیں ایسے بڑھانا کہ کفار فجار سے تشبہ ہوتا ہو یا سر بیچ میں سے کھلوانا یہ سب حرام ہے۔

۲۲۔ مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی پہننا حرام ہے۔

۲۳۔ پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف پشت اور منہ مت کرو۔

۲۴۔ وضو میں بعض اوقات کہنی یا ایڑی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے اسکی خوب احتیاط رکھو۔

۲۵۔ استنجے کے وقت جس انگوٹھی میں اللہ اور رسول کا نام ہو اتار دو۔

۲۶۔ غسل خانہ میں پیشاب مت کرو۔

۲۷۔وضو میں انگوٹھی چھلا تنگ چوڑی کو ہلا لیا کرو تا کہ نیچے سے خشک نہ رہ جائے۔
۲۸۔دھوپ کے گرم پانی سے وضو اور غسل وغیرہ مت کرو۔
۲۹۔نماز کا وقت تنگ مت کرو۔رکوع سجدہ اچھی طرح کرو،نماز دل لگا کر پڑھو اور پابندی سے پڑھو۔....۳۰۔بچوں کو نماز پڑھاؤ اور دس برس کی عمر میں مار کر پڑھواؤ۔
۳۱۔عشاء پڑھ کر جلدی سو رہو تا کہ تہجد یا صبح کی نماز برباد نہ ہو۔
۳۲۔اگر اتفاقاً نماز قضا ہو جائے تو حتی الامکان جلدی پڑھ لو۔
۳۳۔مردوں کے لئے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے اور مسجد میں جا کر مسجد کا ادب ملحوظ رکھنا چاہئے وہاں جا کر شور وغل نہ کرے اگر کوئی بدبودار تمبا کو یا لہسن پیاز،مولی وغیرہ استعمال کی ہو تو مسجد میں جانے سے پہلے خوب منہ صاف کر لے۔ وہاں سودا سلف نہ کرے۔......۳۴۔امام کو چاہئے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے۔
۳۵۔مسجد سے اذان ہونے کے بعد بلا عذر شرعی جانا جائز نہیں۔
۳۶۔صف سیدھی کرو امام کے دونوں طرف مقتدی برابر رہیں۔
۳۷۔امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کرو۔
۳۸۔پہننے کے زیور اور سچے گوٹہ وٹھپہ میں بھی زکوٰۃ لازم ہے۔
۳۹۔حتی الامکان زکوٰۃ وصدقہ ایسے لوگوں کو پہنچاؤ جو آبرو۔ے گھروں میں بیٹھے ہیں اور پڑوسی اور قرابت دار مقدم ہیں۔
۴۰۔غریبوں اور محتاجوں کا خیال رکھو جو کچھ توفیق ہو ان سے سلوک کرو،سائل کو کچھ ضرور دو۔اگر نہ ہو تو نرمی سے جواب دے دو۔
۴۱۔روزہ میں زبان اور نگاہ کی حفاظت رکھو اور یوں بھی احتیاط ضروری ہے۔
۴۲۔جس قدر بسہولت ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو جس کو نہ آتا ہو مجبوری ہے۔
۴۳۔دعا خوب مانگا کرو۔اگر کام ہونے میں دیر ہو تنگ ہو کر چھوڑ و مت۔
۴۴۔جس پر حج فرض ہو دیر نہ کرے۔....۴۵۔بلا ضرورت قسم مت کھاؤ۔

۴۶۔ اگر ایسی قسم کھائے کہ فلاں مسلمان سے نہ بولوں گا یا فلاں شخص پر اس قدر ظلم کروں گا تو ایسی قسم توڑ کر کفارہ دو۔......۴۷۔ قسم میں یوں مت کہو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایمان نصیب نہ ہو۔ یا دوزخ نصیب ہو اور مثل اس کے۔

۴۸۔ پیرزادگی کا پیشہ اختیار مت کرو۔ کہ واہی تباہی تعویذ گنڈے لکھ دیئے فال کھول دی، نام نکال دیا۔ لوگوں کو ٹھگ لیا۔

۴۹۔ اگر بلا حرص وطمع سے کہیں سے حلال مال ملے اس کو قبول کرلو۔

۵۰۔ جو چیز گناہ کا آلہ بنائی جائے اس کو مت بیچو......۵۱۔ اگر تجارت کرو تو جھوٹ مت بولو۔ دغابازی مت کرو۔ اپنی چیز کا عیب مت چھپاؤ۔ کم مت تولو۔

۵۲۔ سود کا لین دین گواہی وغیرہ کچھ مت کرو۔

۵۳۔ پھل آنے سے پہلے بہار مت فروخت کرو۔

۵۴۔ رہن کی آمدنی امانت ہے، اس سے انتفاع جائز نہیں اور انتفاع حاصل کیا تو اس کو اصل قرض میں محسوب کرو۔

۵۵۔ چاندی سونے کی خرید میں اور غلہ کے مبادلہ میں اکثر ناواقفی کی وجہ سے سود لازم آجاتا ہے اس کے مسائل اچھی طرح علماء سے تحقیق کرلو یا ہماری کتاب مسمی بہ صفائی معاملات میں، دیکھ لو اس میں خوب تفصیل ہے۔

۵۶۔ بدلے یعنی سلم میں اگر وقت پر وہ چیز موصول نہ ہو تو اصلی روپیہ واپس کرلو نرخ لگا کر روپیہ لینا حرام ہے۔.........۵۷۔ خودرو گھاس گو تمہاری زمین مملوکہ میں کھڑی ہو اس کو بیچنا درست نہیں نہ اس کی چرائی کے عوض میں بکرا وغیرہ لینا اور نہ کسی کو کاٹنے یا چرانے سے روکنا یہ امور بالکل درست نہیں۔

۵۸۔ یہ معاہدہ کرنا کہ بالفعل رہن ہے اور اتنی مدت تک فک الرہن نہ کیا تو بیع ہو جائے گی حرام ہے۔.........۵۹۔ اگر تمہارا قرض دار غریب ہو اس کو پریشان مت کرو مہلت دے دو یا جزو یا کل معاف کردو۔

۶۰۔ امانت میں بلا اجازت مالک کے کوئی تصرف حلال نہیں بعینہ حفاظت سے اس کو رکھتے رہو خرچ یا استعمال مت کرو۔

۶۱۔ دباؤ سے شرما کر جو چندہ وغیرہ لیا جاتا ہے جائز نہیں۔ اس کی احتیاط رکھو۔

۶۲۔ حلال پیشے کو ذلیل و موجب عار مت سمجھو۔

۶۳۔ مزدور کی مزدوری اور نوکر کی تنخواہ بہت جلد ادا کرو۔

۶۴۔ ہندوستان میں جو بڑے گھروں میں لونڈی غلام کہلاتے ہیں یہ شرعاً آزاد ہیں۔ ان سے نوکروں کا سا برتاؤ کرنا چاہئے ان کو زیادہ دبانا یا ایسی لونڈی سے بلا نکاح ہم صحبت ہونا جائز نہیں۔

۶۵۔ اولاد میں سے ایک کو زیادہ دینا یا ایک کو کم یا ایک کو بالکل نہ دینا گناہ ہے۔

۶۶۔ جو کسی کا لینا دینا ہو اپنے پاس یادداشت لکھ کر رکھو۔

۶۷۔ نامحرم کو قصداً دیکھنا نہ چاہئے۔ اگر اتفاقاً نظر پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالو۔

۶۸۔ نامحرم عورت اور مرد کو تنہائی کی جگہ یک جا بیٹھنا گو تعلیم قرآن کے لئے کیوں نہ ہو حرام ہے۔............۶۹۔ جب لڑکا لڑکی شادی کے قابل ہو جاوے اپنی رسموں کے بندوبست میں لگ کر نکاح میں دیر لگانا ہرگز جائز نہیں۔

۷۰۔ جس جگہ ایک شخص نے بات چیت نکاح کی لگا رکھی ہو جب تک منظوری کی امید ہو دوسرے شخص کو پیغام دینا جائز نہیں۔

۷۱۔ بی بی کو چاہئے اپنے شوہر کی اطاعت وادب کرے اس کی بات کو کاٹے نہیں زبان درازی نہ کرے۔ اس پر اپنی فضول خرچیوں کا بار نہ ڈالے۔ نہ ایسی خرافات کے لئے فرمائش کرے البتہ کھانا کپڑا اور رہنے کا گھر اس کے ذمہ ہے بس۔

۷۲۔ شوہر کو چاہئے کہ بی بی کی کج خلقی کو برداشت کرے خفیف خفیف باتوں میں از خود رفتہ نہ ہو جائے اس کی دل جوئی کرتا رہے۔

۷۳۔ محض قرائن پر اپنی بی بی یا کسی دوسری نیک بخت بی بی سے بدگمان ہونا یا

اولاد کی صورت شباہت سے کسی پر شبہ کرنا حرام ہے اور قوی قرائن موجود ہونے پر چشم پوشی کرنا بے غیرتی ہے۔.....۷۴۔ بی بی کو درست نہیں کہ اپنی فضول خرچی یا کسی کو دینے یا رسم کے پورا کرنے کیلئے شوہر کا مال چھپا کر بلا اس کی اجازت خرچ کرے۔

۷۵۔ جب تک طب میں پورا دخل نہ ہو عطائی یا کتابی نسخوں سے علاج مت کرو البتہ کسی حاذق طبیب کو مشورہ میں شریک کرلو۔ تو مضائقہ نہیں۔

۷۶۔ بلاضرورت غلہ چلانا گولی لگانا ممنوع ہے شاید کسی کو گزند پہنچے۔

۷۷۔ اگر دھار والی چیز یا بھری بندوق لے کر مجمع میں سے گزرنے کا اتفاق ہو تو دھاری، یا نال اوپر کو رکھے کسی کے لگ نہ جائے۔

۷۸۔ قصور وار کو خواہ شاگرد ہو یا مرید یا اولاد نوکر یا رعیت غرض کوئی ہو۔ اس کو وحشیانہ سزا دینا جس کی برداشت مشکل ہو نہایت گناہ ہے۔ اسی طرح قصور کے اندازہ سے زائد سزا دینا گو وہ برداشت ہی کرلے جائز نہیں۔

۷۹۔ کھلا چاقو دوسرے کے ہاتھ میں دینا جائز نہیں۔ یا تو بند کر کے دو یا زمین پر رکھ دو وہ خود اٹھالے گا۔.....۸۰۔ پرندوں وغیرہ کے بچے گھونسلے سے نکال لانا ان کے ماں باپ پریشان ہوں سخت بے رحمی ہے۔

۸۱۔ جب تک حالت مقدمہ کی معلوم نہ ہو اس کو دائر کرنا یا اس کی پیروی کرنا یا کسی قسم کی اعانت کرنا گناہ ہے۔.......۸۲۔ جانوروں کو آپس میں لڑاؤ نہیں۔

۸۳۔ کتا بلاضرورت مت پالو۔

۸۴۔ جو آمدنی حکومت کی وجہ سے ہو گو اس کو تحفہ کہا جائے رشوت ہے۔

۸۵۔ سفر میں اپنے رفیقوں کے آرام کو اپنے آرام پر مقدم رکھو۔

۸۶۔ پالے ہوئے جانوروں کے کھلانے پلانے کی خبر رکھو۔

۸۷۔ مہمان کی مدارت کشادہ پیشانی سے کرو۔ ایک آدھ وقت بشرط سہولت معمول سے زیادہ ایک آدھ چیز بڑھا دو مگر زیادہ تکلف مت کرو کہ موجب تکلیف جانبین ہے۔

۸۸۔ پانی تین سانس میں پیا کرو۔........۸۹۔شب کو سب برتن کھانے پینے کے بسم اللہ کر کے ڈھانک دو اور دروازہ بسم اللہ کر کے بند کرو۔ جلتا چراغ چھوڑ کر مت سوؤ البتہ لالٹین یا قندیل وغیرہ میں حفاظت سے رہتا ہو تو مضائقہ نہیں۔

۹۰۔جس دوا میں شراب ہو یا اور کوئی حرام یا نجس چیز مخلوط ہو اس کا استعمال مت کرو نہ کھانے میں نہ لگانے میں۔البتہ اگر کوئی مرنے ہی لگے اور دوسری دوا مفید نہ ہو تو ایسی لاچاری میں بعض علماء کے نزدیک گنجائش ہے۔

۹۱۔مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کُرتا قباء پاجامہ لنگی پہننا ممنوع ہے اسی طرح حریر یا زری کپڑا پہننا حرام ہے۔البتہ چار انگشت چوڑی گوٹ بیل پھول پان درست ہے اس سے زیادہ ممنوع ہے چھوٹے لڑکوں کو بھی حرام لباس پہنانا درست نہیں۔

۹۲۔لباس میں نہ اس قدر زینت واہتمام ہو کہ انگشت نما ہونے لگے کہ ریا وتکبر ہے نہ بالکل میلا گندہ رہے۔سادگی وتوسط مناسب ہے۔

۹۳۔دوسری قوم کی وضع کا لباس پہننا ممنوع ہے۔

۹۴۔عورت باریک کپڑا نہ پہنے، اسی طرح چھوٹا کپڑا جس سے پورا پردہ بدن کا نہ ہو سکے ممنوع ہے کُرتا بڑی آستینوں کا نیفہ سے بہت نیچا پہننا چاہئے پائجامے میں بہت سی کلیاں بے پردگی اور فضول خرچی ہے۔

۹۵۔سیاہ خضاب مت کرو۔........۹۶۔مرد کو کسم اور زعفران کا کپڑا پہننا حرام ہے اور بالکل سرخ کو بھی بہت علماء منع کرتے ہیں۔

۹۷۔تصویر گھر میں مت رکھو۔اسی طرح تصویر دار کتاب، اسی طرح فحش مضامین۔

۹۸۔ چوسر، گنجفہ، شطرنج کھیلنا کبوتر اڑانا، گانے بجانے کا شغل سیٹیاں بجانا جانوروں کو لڑانا یہ سب بیہودہ حرکتیں ہیں، سب سے بچو۔

۹۹۔خلاف شرع تعویذ گنڈے شگون ٹوٹکہ ہرگز مت کرو۔

۱۰۰۔نجوم ورمل اور ہمزاد کا عمل یہ سب باطل ہیں ہرگز ان میں ملوث مت ہو۔نہ

کسی رمال وغیرہ سے کوئی بات پوچھو.......۱۰۱۔جن بیماریوں سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے جیسے گندہ دہن، خارش وغیرہ ایسے مریض کو چاہئے کہ حتی الامکان لوگوں سے علیحدہ رہے تا کہ کسی کو ایذا نہ ہو۔ بلکہ نمازیں گھر میں پڑھا کرے۔

۱۰۲۔اگر وحشت ناک خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور اعوذ باللہ پڑھو۔اور کروٹ بدل ڈالو اور کسی سے ذکر مت کرو ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا۔

۱۰۳۔ہر شخص سے خواب مت کہو اور خواب میں کچھ بڑھاؤ مت۔

۱۰۴۔سلام کی جگہ آداب، بندگی وغیرہ الفاظ بدعت ہیں۔السلام علیکم کہنا چاہئے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جیتے رہو خوش رہو کہنا کافی نہیں۔

۱۰۵۔جو شخص کسی عبادت میں مشغول ہو جیسے تلاوت قرآن درس دینیات وغیرہ یا جو کوئی معصیت میں مشغول ہے جیسے گنجفہ شطرنج وغیرہ یا کسی حاجت بشری میں مشغول ہے جیسے پیشاب پاخانہ ایسے لوگوں کو حالت مذکورہ میں سلام مت کرو۔

۱۰۶۔دوسرے شخص کے گھر تو بلا اجازت جانا ہی برا ہے۔گو مردانہ گھر کیوں نہ ہو۔ خدا جانے وہ شخص کس حال میں ہے لیکن اپنے گھر میں بھی بلا پکارے اور بے بلائے مت جاؤ شاید کوئی پردہ دار موجود ہو۔

۱۰۷۔مصافحہ کرنا بعد نمازوں کے یا عیدین میں یا بعد وعظ کے بے اصل ہے ترک کرو۔

۱۰۸۔کچھ دھوپ میں اور کچھ سائے میں مت بیٹھو۔

۱۰۹۔کشادہ پاجامہ پہن کر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اس پر رکھنے سے بے پردگی ہوتی ہے۔اس کی احتیاط لازم ہے۔

۱۱۰۔راہ میں کانٹا پتھر پڑا ہو۔تو ایک کنارے کر دو۔

۱۱۱۔راہ میں کسی کا بوجھ گر جائے۔ہاتھ لگوا دو۔اپنی کسر شان مت سمجھو۔

۱۱۲۔جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ مل کر بات چیت کرنے بیٹھے ہوں۔ان کے بیچ میں بلا اجازت ان کے مت بیٹھو۔

۱۱۳۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ۔ یہ نہیں کہ لوگوں کو پھاند کر ممتاز جگہ بیٹھو مسجد میں ایسا کرنا اور زیادہ برا ہے۔...... ۱۱۴۔ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں مت بیٹھو۔

۱۱۵۔ چھینک آوے تو پست آواز سے چھینکو اور منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لو۔

۱۱۶۔ دوسرا شخص مشورہ لے تو نیک مشورہ دو اور یوں بھی اس کی خیر خواہی کرتے رہو۔

۱۱۷۔ نام ایسا رکھو جس میں نہ فخر ہو۔ نہ بالکل لغو ہو۔ ۱۱۸۔ زمانہ کو برا مت کہو۔

۱۱۹۔ بے اصل بات کو نہ سنا کرو نہ کسی سے ذکر کیا کرو۔

۱۲۰۔ جو بات کہا کرو پہلے سوچ لیا کرو کہ اس میں دینی یا دنیوی خرابی تو نہیں۔

۱۲۱۔ غصہ میں فحش الفاظ یا ملعون مردود بے ایمان مت کہو۔ ایسے ہی کوسنا کہ خدا کی مار، خدا کی پھٹکار، خدا کا غضب، دوزخ نصیب، بہت بری بات ہے۔

۱۲۲۔ چغلی نہ کھاؤ نہ سنو...... ۱۲۳۔ غیبت، جھوٹ سے بہت بچو۔

۱۲۴۔ سخن پروری مت کیا کرو۔

۱۲۵۔ اگر ہنسی سے دوسرا آدمی برا مانتا ہے، اس سے ہنسی مت کرو۔

۱۲۶۔ کوئی بات شیخی تفاخر کی مت کہو نہ دوسروں پر طعن و تشنیع کرو۔

۱۲۷۔ ماں باپ کی اطاعت، ادب اور خدمت کرو اگر وہ ناحق بھی کچھ کہہ لیں برداشت کرو۔

۱۲۸۔ اقارب سے سلوک کرو۔ ۱۲۹۔ چچا اور بڑے بھائی کو مثل باپ کے سمجھو۔

۱۳۰۔ اولاد کو علم دین سکھاؤ ناجائز نوکریوں کے حاصل کرنے کے لئے انگریزی میں مت پھنساؤ...... ۱۳۱۔ پڑوسیوں کو تکلیف مت دو۔

۱۳۲۔ دوسروں کی ہمدردی اور کار براری میں کوشش کرو اس کے عیب کو گاتے مت پھرو تنگی سختی میں اس کی مدد کرو......

۱۳۳۔ جہاں کل تین آدمی ہوں دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں۔

۱۳۴۔ مخلوقات پر رحم و شفقت کرو۔ ۱۳۵۔ بھوکے ننگے کی خبر گیری کرتے رہو۔

۱۳۶۔ جس سے صحبت و دوستی رکھنا چاہو اس کا عقیدہ اور خیالات تحقیق کر لو ورنہ

اثر صحبت سے بگڑ جاؤ گے۔......۱۳۷۔ اگر کسی شخص سے رنجش ہو جائے تو تین دن کے اندر غصہ ختم کر کے اس سے مل جاؤ۔

۱۳۸۔ کسی پر بدگمانی مت کرو چھپ کر کسی کی باتیں مت سنو۔ کسی کا خط بلا اجازت مت پڑھو۔ حسد۔ بغض مت کرو۔ دو شخصوں میں رنجش ہو جائے تو صلح کرادو۔

۱۳۹۔ کوئی شخص تم سے قصور معاف کرائے تو معاف کردو۔

۱۴۰۔ لوگوں کی بدتمیزی پر صبر کرو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

۱۴۱۔ جب گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلو۔ یہ نہ سمجھو کہ شاید پھر ہو جائے گا۔ اگر پھر ہو جائے تو پھر توبہ کرلو۔

۱۴۲۔ جو امور تقدیری پیش آئیں نہایت استقلال وتحمل سے کام لو۔ بے صبری اور گھبراہٹ سے کیا فائدہ بلکہ بے صبروں کے پاس بھی مت بیٹھو۔

۱۴۳۔ جو نعمت ملے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس پر زبان ودل سے شکر کرو۔

۱۴۴۔ نہ خدا تعالیٰ سے بے خوف ہو نہ ناامید۔

۱۴۵۔ دنیا کی زیادہ محبت دل میں مت رکھو۔

۱۴۶۔ یقین رکھو کہ بدوں حکم الٰہی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے اس سے تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔......۱۴۷۔ دین کے کام میں ہمت بلند رکھو۔

۱۴۸۔ جو کام کرو اللہ کی خوشنودی کیلئے کرو دنیا کی نام آوری وغیرہ کا ہرگز ارادہ مت کرو۔

۱۴۹۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ظاہر باطن پر مطلع سمجھو اس سے طاعت کا شوق اور معصیت سے شرم پیدا ہوگی۔......۱۵۰۔ حرام خواہشوں سے نفس کو روکو خواہ وہ خواہش مال یا طعام ولباس کی یا نام آوری کی یا نامحرم سے تعلق رکھنے کی ہو۔

۱۵۱۔ غصہ کو بہت روکو اور کوئی کام غصہ سے مت کرو نہ زبان سے اس وقت کچھ کہو جس پر غصہ آیا ہے۔ یا تو اس کو ٹال دو یا خود ٹل جاؤ جب تک طبیعت قرار پر نہ آئے۔

۱۵۲۔ کینہ وحسد دل سے نکالو۔ ۱۵۳۔ بخل وحرص سے بچو

۱۵۴۔اپنے کو کسی سے افضل مت سمجھو۔خدا جانے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی کیسا ہے۔
۱۵۵۔جلد بازی مت کرو جو نیا کام کرنا ہو خواہ وہ دنیا کا ہو یا دین کا خوب سوچ سمجھ کر عقلاء سے مشورہ کر کے کرو۔
۱۵۶۔خود رائی سے ہمیشہ بچو۔ ۱۵۷۔بری صحبت سے بہت بچو۔
۱۵۸۔علماء وکملاء حضرات کی خدمت میں گاہ گاہ حاضر ہوتے رہو۔
۱۵۹۔عورتوں کی اور لڑکوں کی صحبت سے بچو۔
۱۶۰۔یہ کتابیں حتی الامکان اپنے پاس رکھو اور دیکھا کرو۔
مالا بدمنہ فارسی یا اردو۔ پند نامہ شیخ فرید عطار۔ کیمیائے سعادت یا اس کا اردو ترجمہ اکسیر ہدایت، گلزار ابراہیم۔ جہاد اکبر، تعلیم الدین۔
۱۶۱۔سوتے وقت اپنے دن بھر کے عملوں کو یاد کرو اور دن بھر جو امور خلاف شرع ہوئے ہوں ان پر خوب تضرع وزاری سے توبہ کرو۔اور اگلے دن ان امور کا خیال رکھو۔
**نوٹ**:ان دو رباعیوں کو اکثر اوقات پیش نظر رکھو اور ان کو دستور العمل بنالو۔

## رُباعی

گر چاہے تو اپنے دل کو ہو آئینہ دس چیز سے خالی کرلے اپنا سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

## رُباعی

جو چاہے کہ ہو منزل قربت میں مقیم نو چیز کرے اپنے نفس کو تعلیم
صبر و شکر و قناعت علم و یقین تفویض و توکل و رضا و تسلیم

۱۶۲۔باوجود کوشش عبادت کے مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ اپنے عجز و قصور ہی کا اقرار کرتا رہے اور حق تعالیٰ سبحانہٗ سے توفیق کا طالب رہے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضٰی ببرکۃ
سیدنا المصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ فی الاولٰی و الآخرۃ فقط

۱۶۳۔ حضرت پیرو مرشد (اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک مناجات ایک معتبر شخص کے پاس سے ملی مضمون دیکھ کر جی پھڑک گیا۔ چونکہ اب تک چھپ کر شائقین کو نہیں پہنچی تھی دل نے چاہا کہ اور دوستوں کو بھی پہنچانا چاہیے اور تعلیم اخیر کے مضمون کے لئے کافی ووافی معلوم ہوتی ہے۔

# مناجات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٰہی الٰہی الٰہی اِلٰہ — میں ہوں اپنے اعمالِ بد سے تباہ
الٰہی میں عاجز ہوں بندہ ترا — گناہوں سے ہے حال بدتر مرا
الٰہی سراپا ہوا میں گناہ — ہوئی مجھ سے گم آہ نیکی کی راہ
الٰہی مجھے ہے یہ شرمندگی — کہ بن آئی مجھ سے نہ کچھ بندگی
میں شرمندہ ہوں اپنی اس عقل سے — کہ غافل رہا جو رہِ وصل سے
خرد وہ کہ جو بندۂ یار ہو — بجز یار آنکھوں میں سب خار ہو
خرد وہ کہ خوش تجھ کو رکھے مدام — رہے حکم میں تیرے وہ صبح و شام
کیا عمر بھر میں تیرے برخلاف — بھلا اس سے زیادہ ہو کیا ظلم صاف
رہا میں سدا بحرِ غفلت میں غرق — نہ سمجھا کبھی نیک اور بد میں فرق
الٰہی میری عمر دشمن نے لی — وہی شہوت اور حرص باقی رہی
ہوئی حرص زیادہ ہوا میں تمام — نہ افسوس کوئی کیا نیک کام
الٰہی میں کی گرچہ کوشش بڑی — ولے ساری تدبیر اُلٹی پڑی
الٰہی میں بھٹکا بہت در بدر — تیرے در پہ آخر پڑا آن کر
کہاں جاؤں تیرے سوا کون ہے — کروں کس سے جا التجا کون ہے
الٰہی نہ تیرے سوا ہو جسے — نہ ڈھونڈے تجھے پھر وہ ڈھونڈے کسے

الٰہی نہ جانی تیری قدر آہ — کری عمر لہو و لعب میں تباہ
ہے افسوس عمر جوانی چلی — جوانی تو کیا زندگانی چلی
کرے میرے تو ٹکڑے ٹکڑے اگر — الٰہی میں لائق ہوں اس کے مُقر
الٰہی ہے کیا تیری رحمت کا جوش — کہ دیکھے گناہ اور ہو پردہ پوش
الٰہی میں پُر وہم غفلت میں ہوں — الٰہی بہت اس سے خجلت میں ہوں
الٰہی ہر اک آن حاضر ہے تُو — میں کرتا ہوں جو فعل ناظر ہے تُو
بیاں کیا کروں اپنی شرمندگی — کہ دیکھے ہے تو یہ میری زندگی
الٰہی گنہگار شرمندہ ہوں — الٰہی بہت ہی بُرا بندہ ہوں
الٰہی خبر لے میری تو شتاب — ہوا حد سے زیادہ بس اب تو خراب
الٰہی ہوا ہوں سراپا خطا — نہ بخشے تو گر ہو مرا حال کیا
ہوں گر نیک یا بدترا بندہ ہوں — تیرے در پہ آخر سرافگندہ ہوں
ہوں اس بندہ کہنے سے شرمندہ سخت — سمجھ نیک کا بندہ ہو نیک بخت
نہ مجھ سا گنہگار شرمندہ ہو — خدا پاک کا پاک ہی بندہ ہو
الٰہی تو دیکھے ہے میرے گناہ — وہی رزق دیتا ہے شام و پگاہ
کرے میں گناہ آہ بے خوف وڈر — رہی وہی رحمت کی مجھ پر نظر
الٰہی عجب تیری رحمت ہے واہ — عجب حلم ہے تیرا اے بادشاہ
میں غافل مجھے یاد کرتا ہے تُو — کروں میں گناہ شاد کرتا ہے تُو
کرم تیرا گر دستگیری کرے — تو پھر کیوں نہ بندہ امیری کرے
الٰہی ہے تیرے کرم سے اُمید — سیاہی کو میری کرے تو سفید
گناہوں پہ بندے کے کب ہے نظر — الٰہی تیری ہے نظر عفو پر
خس و خاک سے بحر ہو تیرہ کب — ہو چشم فلک گرد سے خیرہ کب
تیرے عفو کے آگے میرے گناہ — شب تار جوں پیشِ خورشید ماہ

تُو وہ نُور ہے تیری پڑے گر نظر
تو ہوں سنگ ریزہ بھی رشکِ قمر

کیا ہے گناہ گر بڑے سے بڑا
ولے تیری بخشش کے آگے ہے کیا

گناہ میرے اور تیری بخشش بھلا
برابر کہاں ہوسکے اے خدا

الٰہی کہاں جرم بخشش کہاں
کہاں تیرہ خاک اور کہاں آسماں

کہاں ظلمتِ شب کہاں آفتاب
کہاں ہے سیاہی کہاں ماہتاب

میرا عذر ہو اب الٰہی قبول
مجھے خوار و رسوا نہ کر اور ملول

بہت پھر پھرا کر میں اب آن کر
الٰہی تیرے در پہ رکھا ہے سَر

نہ سر کو جھکاؤں کہیں جا کے میں
سوا تیری درگاہِ والا کے میں

کرے میں گناہ جہل اور سہو سے
اور اس حرص نفسانی و لہو سے

ولے تیری رحمت سے اُمید ہے
بدی کے عوض مجھ کو نیکی ملے

گناہ میرے جانے تو ہے علم سے
کرے پردہ پوشی سدا حلم سے

نہ رسوا کیا ہے جو تونے یہاں
الٰہی تو رکھیو میری شرم واں

الٰہی ہمارا بدونیک اب
ہے کیا چیز آگے ترے میرے رب

نکالے مجھے یا بلاوے مجھے
الٰہی نہ چھوڑوں گا در کو ترے

کہاں جاوے اب بندہ تیرا بتا
کسے ڈھونڈے جوئندہ تیرا بتا

نہ تونے سنی گر میری التجا
الٰہی کروں عرض پھر کس سے جا

الٰہی برا یا بھلا ہوں تیرا
سوا تیرے ہے کون بتلا مرا

تیرے بندے ہیں مجھ سے بے انتہا
میرا ہے بتا کون تیرے سوا

نہ کی تُونے گراب کرم کی نگاہ
تو بس ہوچکا میں الٰہی تباہ

نکالے مجھے اپنے دَر سے تُو گر
الٰہی بتا پھر میں جاؤں کدھر

کیا میں جو لائق میرے کار ہے
تُو وہ کر جو لائق تیرے کار ہے

گناہ جرمِ عصیاں مرا کام ہے
کرم عفو و بخشش ترا کام ہے

بدی جہل و غفلت مرا کام ہے تجھے عفو و بخشش سزا وار ہے
الٰہی بحق محمدؐ رسول دعا ہووے امداد کی اب قبول
الٰہی یہ عاجز ہے تیرا غلام الٰہی تو کر رحم اس پر مدام
الٰہی غنی تُو ہے اور یہ فقیر الٰہی قوی تُو ہے اور یہ حقیر
الٰہی تُو رازق یہ مرزوق ہے الٰہی یہ عاشق تو معشوق ہے
الٰہی تُو ہے شاہ اور یہ گدا الٰہی تُو مولا یہ بندہ تیرا
الٰہی تو راحم یہ مرحوم ہے تو ہے دادگر اور یہ مظلوم ہے
الٰہی یہ عابد تو معبود ہے الٰہی تُو ہی اس کا مقصود ہے
الٰہی یہ طالب تُو مطلوب ہے الٰہی محب یہ تو محبوب ہے
الٰہی تو کر اس کی حاجت روا بحق محمد شہ دوسرا

الٰہی دعا ہو اب اس کی قبول
بحق اصحاب اور آلِ رسولؐ

# بعض معمولاتِ مختصره

## علاوہ فرائض وواجبات اور سُنن از ارشاد مرشد

**نماز:** تہجد، اشراق، چاشت، صلوٰۃ الاوابین۔
چار رکعت قبل عصر صلوٰۃ التسبیح بروز جمعہ۔ چار رکعت قبل عشاء
**روزہ:** ایام بیض (ہر ماہ کی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ تک) پیر، جمعرات،
شش عید (ماہ شوال کے چھ روزے) ۹ روز اول ذوالحجہ، عاشورہ۔ شب برأت
**وظائف:** تلاوت قرآن مجید جس قدر ہو سکے۔
**صبح:** الحمد ۴۱ بار، یٰسین ایک بار۔ استغفار سو بار۔ کلمہ طیبہ سو بار۔ درود شریف سو بار۔
**ظہر:** کلمہ طیبہ سو بار۔ درود شریف سو بار۔ اللہ الصمد ۵۰۰ بار، سورہ انا فتحنا ایک بار،
منزل دلائل الخیرات ایک بار۔
**عصر:** عم یتساء لون ایک بار۔ آیت کریمہ ۱۰۰ بار
**مغرب:** سورۂ واقعہ ایک بار۔ کلمہ طیب سو بار درود شریف ۱۰۰ بار
**عشاء:** سورۂ سجدہ ایک بار، سورۂ ملک ایک بار، کلمہ طیبہ ۱۰۰ بار، درود شریف ۱۰۰ بار

### متفرقات

بعد فراغ طعام کے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنامن المسلمین۔ سونے کے وقت سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی تینوں قل تین تین بار اور جاگنے کے وقت کلمہ توحید اور الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور اور

پاخانہ جاتے وقت اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث اور نکلتے وقت غفرانک اور ہر وقت اللھم انی اسئلک رضاک اور اگر زیادہ مطلوب ہو تو کتب حدیث سے لے کر عمل میں لائیں۔

## بعض نصائح ضروری از ضیاء القلوب

اول مسائل ضروری عقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے پھر ان رذائل کو دور کرے حرص، غصہ۔ جھوٹ۔ غیبت۔ بخل۔ حسد۔ ریا۔ تکبر و کینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے صبر و شکر، قناعت، توکل، رضا۔

شرع کا پابند رہے۔ اگر گناہ ہو جائے جلدی توبہ کرے۔ نماز باجماعت کا پابند رہے کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔ خلاف شرع فقراء سے بچے اپنے کو سب سے کمتر جانے۔ بات نرمی سے کرے، سکوت وخلوت کو محبوب رکھے۔ نہ اتنا کھائے کہ کسل نہ اتنا کم کہ عبادت سے ضعف ہو جائے۔ فقر وفاقے سے تنگ دل نہ ہو، اپنے لوگوں سے نرمی برتے، ان کی خطا وقصور سے درگزر کرے۔

کسی کی غیبت وعیب جوئی نہ کرے۔ عیب پوشی کرے اپنے عیوب پیش نظر رکھے۔ کم ہنسے اور زیادہ روئے عذاب الٰہی سے اور اس کی بے نیازی سے لرزاں رہے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔ روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ غیر شرع مجلس میں نہ جاوے۔ رسوم جہل سے بچے اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔

اولیاء کے مزارات سے مستفید ہوتا رہے گاہ گاہ عوام مسلمین کی قبور پر جا کر ایصال ثواب کرے، غرباء ومساکین وعلماء وصلحاء کی صحبت رکھے۔ مرشد کا ادب وفرمان کامل طور پر بجالائے۔ اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرتا رہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم.

# شجرۂ مبارکہ چشتیہ صابریہ امدادیہ

## رزقنا اللہ تعالیٰ ثمراتھا

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب و آلِ مجتبیٰ کے واسطے

دربدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول کیجیو یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول
ہاتھ اٹھاؤں جب ترے آگے دعا کے واسطے

اور کس کو میں پکاروں اے میرے پروردگار بخش ہم کو خیر تو ہی اے ہمارے کردگار
۲۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ حضرت خیر محمد رہنما کے واسطے خیر المدارس ملتان

دل مرا ہر دم مے توحید سے سرشار رکھ بے خودِ عالم بنا اپنے سے بس ہشیار رکھ
۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ حضرت اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

دل کی غفلت دور کر نورِ بصیرت کر عطا فضل سے اپنے الٰہی کو یقین کامل عطا
۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ شیخ عبدالقادر پیر ہدیٰ کے واسطے ڈھڈیاں ضلع سرگودھا

ہم گنہگاروں پہ کر نظرِ کرم اے پرودگار شاد کر شانِ رحیمی سے ہمیں اے کردگار
۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ حضرتِ عبدالرحیم باصفا کے واسطے رائے پور ضلع سہارنپور

نورِ عرفاں سے منور کر الٰہی دل مرا کر حدیث پاک سے روشن تریں تو دل مرا

شیخ مولانا محمد زکریا کے واسطے مدینہ طیبہ جنت البقیع

ہے تمنا حج بیت اللہ کی دل میں بار بار ہو میرا دفن مدینہ میں میرے پروردگار

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ شبہ خلیل احمد امام اتقیاء کے واسطے مدینہ طیبہ جنت البقیع

اے خدایا ظلمتِ بدعات سے ہردم بچا یا الٰہی سنت نبویؐ پہ تو ہم کو چلا

شہ رشید احمد امامِ اولیا کے واسطے گنگوہ ضلع سہارنپور

خلق کو ہوتا ہے حج زیارتِ خانہ نصیب کر مجھے اپنی مدد سے حج مردانہ نصیب

۱۲ جمادی الاخر ۱۳۱۷ھ حاجی امداد اللہ ذوالعطا کے واسطے مکہ معظمہ جنت المعلیٰ

پاک کر ظلمات وعصیاں سے الٰہی دل مرا کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا

۴ رمضان ۱۲۵۹ھ حضرت نُور محمد پر ضیاء کے واسطے جھنجانہ ضلع مظفرنگر

ایسے مرنے پہ کروں قربان یارب لاکھ عید اپنی تیغ عشق سے کرے اگر مجھ کو شہید

۲۷ ذیقعد ۱۲۴۶ھ حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے پنجتار ملک ولایت افغانستان

کروہ پیدا دردوغم میرے دل افگار میں بار پاؤں جس سے اے باری تیرے دربار میں

۸ محرم ۱۲۲۶ھ شیخ عبدالباری شاہِ بے ریا کے واسطے امروہہ

شرک وعصیاں وضلالت سے بچا کر اے کریم کر ہدایت مجھ کو اب راہِ صراط المستقیم

جمعہ ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ شاہِ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے امروہہ

دین ودنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے اپنے کوچہ کی عطا کر ذلت وخواری مجھے

۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ شاہ عضد الدین عزیز دوسرا کے واسطے امروہہ

دے مجھے عشق محمد اور محمد یوں میں گن ہو محمد ہی محمد ورد میرا رات دن

۱۱ رجب ۱۱۰۷ھ شاہ محمد اور محمدی ۳ رجب اتقیا کے واسطے امروہہ اکبرآباد کالونی گڑھ

حب حق حب الٰہی حب مولا حب رب الغرض کردے مجھے محو محبت سب کا سب

۹ رجب ۱۰۵۸ھ شاہ محبّ اللہ شیخ باصفا کے واسطے الٰہ آباد

گرچہ میں غرقِ شقاوت ہوں سعادت سے بعید پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید

۱۱۰۸ھ بوسعید اسعد اہل ورا کے واسطے گنگوہ ضلع سہارنپور

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام لطف سے اپنے مرے کر ملک دیں کا انتظام

۲۴ رجب ۱۰۳۵ھ شاہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے بلخ

ہے یہی بس دیں مرا اور یہی سب ملک و مال یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ و جلال

۱۴ ذوالحجہ ۹۸۹ھ شاہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے تھانیسر

حب دنیاوی سے کر کے پاک مجھ کو اے حبیب اپنے باغ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب

یوم سہ شنبہ ۲۳/۲۵ جمادی الآخر ۹۴۰ھ عبدِ قدوسِ شہِ صدق و صفا کے واسطے گنگوہ ضلع سہارنپور

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے میری اور منور چشم کر روئے محمد سے میری

۱۷ صفر ۹۸ھ نزد اہل عرس اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے رودلی

کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے اور دکھا نور حقیقت خوئے احمد سے مجھے

۱۷ صفر ۸۷۲ھ شیخ احمد عارفِ صاحب عطا کے واسطے رودلی

کھول دے راہِ طریقت قلب پر یا حق مرے کر تجلی حقیقت قلب پر یا حق مرے

۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ احمد عبدالحق شہِ ملکِ بقاء کے واسطے رودلی

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال ایک ذرہ درد کا یا حق میرے دل میں تو ڈال

۵ ذیقعدہ ۶۵ھ یا ۱۳ ربیع الاول شاہ جلال الدین کبیر اولیاء کے واسطے پانی پت

ہے مکدر ظلمت عصیاں سے میرا شمس دیں کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں

۹ شعبان یا ۱۰ جمادی الثانی ۷۱۶ھ شیخ شمس الدین ترک باضیاء کے واسطے پیران کلیر

اے میرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار عشق میں اپنے سمجھے بے صبر و بیتاب و قرار

۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ شیخ علاؤ الدین صابر بارضا کے واسطے پاک پتن

دے ملاحت مجھ کو حق نمکینی ایمان سے اور حلاوت بخش گنج شکر عرفان سے

۵ محرم ۶۶۸ھ یا ۶۷۷ یا ۹۷ھ یا ۹۰ شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے دہلی

عشق کی راہ میں ہوئے جوں اولیاء آ کر شہید    خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید

۱۴یا۱۴ربیع الاول۶۳۳ھ    خواجہ قطب الدین مقتول ولا کے واسطے    دہلی

بے ترے ہے نفس وشیطان درپے ایمان ودیں    جلد ہو آ کر مرا یا رب مددگار ومعین

۲۱رجب۶۳۲ھ اس میں بہت اختلاف ہے    شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے    اجمیر

یاالٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام    جس سے اٹھے پردۂ شرم وحیا ننگ ونام

۵شوال۵۳۲ھ یا۵۶۷،۵۹۷    خواجہ عثماں باشرم وحیا کے واسطے    کہ بظاہر متصل ہارون شریف کے

دُور کر مجھ سے غم موت وحیاتِ مستعار    زندہ کر ذکر شریف حق سے اے پروردگار

شہ شریف زندنی بااتقیاء کے واسطے

آتش شوق اس قدر دل میں مرے بھر دے ودود    ہر بن سو سے مرے نکلے تیری الفت کا درود

۵۳۷ھ،یا۵۷۰ھ    خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے    چشت

رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال    بخش عشق ومعرفت کا مجھ کو یارب ملک ومال

یکم جمادی الاول۴۵۹ھ    شاہِ بویوسف شہِ شاہ وگدا کے واسطے    چشت

مست اور بیخود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے    محترم کر خواریٔ کوئے محمدؐ سے مجھے

۴ربیع الاول۴۱۱ھ    بو محمد محترم شاہِ ولا کے واسطے

صدقے احمد کے یہ ہے امید تیری ذات سے    کہ بدل کر دے مرے عصیان کو تو حسنات سے

۳۵۵ھ    احمد ابدال چشتی باصفا کے واسطے    چشت

حد سے گزرا رنج فرقت اب تو اے پروردگار    کر مری شام خزاں کو وصل سے روزِ بہار

۱۴ربیع الاول یا آخر۳۲۹ھ    شیخ بواسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے    مکہ از بلد وشام

شادی وغم سے دو عالم کی مجھے آزاد کر    اپنے دردوغم سے یارب دل کو میرے شاد کر

۱۴محرم۲۹۹ھ    خواجۂ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں پر    بخش وہ نورِ بصیرت جس سے تو آوے نظر

۷شوال۲۷۵ھ    بوھبیر شاہ بصری پیشوا کے واسطے    بصرہ

عیش وعشرت سے دوعالم کی نہیں مطلب مجھے چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یا رب مجھے
۱۴ یا ۲۴ شوال ۲۵۲ھ شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے بصرہ

نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے
یکم شوال یا ۱۶۶/۱۸۷ھ شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کے واسطے شام

راہزن میرے ہیں دو قزاق با گرزِ گراں تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
محرم ۱۷۷ھ شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے مکہ معظمہ

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور
۲۷ صفر ۱۷۶ یا ۱۸ خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کے واسطے بصرہ

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن تا کہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن
یکم رجب یا ۴ محرم ۱۰۱ھ شیخ حسن بصری امام الاولیاء کے واسطے بصرہ
اس میں اختلاف بہت ہے

دور کر دل سے حجاب جہل وغفلت مرے اب کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب
۲۱ رمضان ۴۰ھ ہادی عالم علی شیر خدا کے واسطے (نجف اشرف غالبًا)

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل وگلزار سے کر مشرف مجھ کو تو دیدار پرانوار سے
دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سرورِ عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے مدینہ طیبہ زاد اللہ تعالیٰ نورھا

آپڑا در پر ترے میں ہر طرف سے ہو کر ملول گر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول
یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں
مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا کے واسطے

اس دوئی نے کر دیا ہے دور وحدت سے مجھے کر دوئی کو دور کر پُر نور وحدت سے مجھے
تا ہوں سب میرے عمل خالص رضا کے واسطے

کر دیا اس عقل نے بے عقل و دیوانہ مجھے کر ذرا اس ہوش سے بے ہوش مستانہ مجھے
یا حق اپنے عاشقانِ باوفا کے واسطے

کش مکش سے نا امیدی کی ہوا ہوں میں تباہ　　دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ
یا رب اپنے رحم واحسان و عطا کے واسطے
چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحر الم　　چار سو ہے فوج غم کر جلد اب بہر کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں　　پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے　　اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے
نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب　　نے عبادت نے زہد نے خواہش علم وادب
دردِ دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے
عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار　　کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے
گرچہ عالم میں الٰہی سعی میں نے بسیار کی　　پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق ترے دربار کی
جان و دل لایا ولے تجھ پر فدا کے واسطے
گرچہ یہ ہدیہ میرا نا قابل منظور ہے　　پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے
کشتگان تیغ تسلیم ورضا کے واسطے
حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا　　کر میری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے
جس نے یہ شجرہ دیا ہے جس نے یہ شجرہ لیا　　جس نے یہ شجرہ پڑھلیا جس نے یہ شجرہ پڑھا
بخش دیجئے سب کو ان اہل صفا کے واسطے

# شجرہ منظوم

(از حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ)

بہر امداد وبنور وحضرت عبدالرحیم عبد باری عبد ہادی عضد دیں مکی ولی
ہم محمدی و محبّ اللہ و شاہِ بوسعید ہم نظام الدین جلال وعبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف وہم عبد حق شیخ جلال شمس دیں ترک وعلاؤ الدین فرید جودھنی
قطب دین وہم معین الدین وعثمان وشریف ہم بمود ودو ابو یوسف محمد احمدی
بوسحاق و ہم بمشاد و ہبیرہ نامور ہم حذیفہ ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں سید الکونین فخر العالمین بشرے نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش
بہر ذاتِ خود شفائم دہ زامراض دِلی

**نوٹ**: یہ دواشعار حضرت مولانا عاشق الٰہی نے اضافہ فرمائے ہیں۔

یا الٰہی کن مناجاتم بفضل خود قبول از طفیل اولیائے خاندان صابری
بہر مولانا خلیل احمد ملاذی فی غدی ہم رشید احمد رشید باصفا وسیدی

# شجرہ منظوم

(از حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

از طفیل ذات پاک و بہر ختم المرسلین — بحر حق اولیائے بندگانِ صالحین
سیدی شیخی رشید احمد امام وقت خویش — دہ مرا از بہر جاہ و قرب او صادق یقیں
حضرت امداد و نور و حاجی عبدالرحیم — عبد باری عبد ہادی عضد دیں مکی امیں
شہ محمدی شہ محبّ اللہ و شاہ بوسعید — شہ نظام و شہ جلال و قدوس فطیں
سیدی شیخ محمد شیخ عارف عبدحق — شہ جلال و شمس و صابر شہ فرید و قطب دیں
شہ معین و شاہ عثماں زندنی مودود شاہ — شہ ابویوسف ولی و بومحمد ذی الیقیں
شاہ ابی احمد ابی اسحٰق و ممشاد علو — بوھبیرہ شہ حذیفہ ابن ادہم شاہ دیں

شہ فضیل و عبدواحد شہ حسن حضرت علی
خوبیاں دنیا و دیں کی دیدے رب العلمین

اٰتنا الحسنات فی الدادین رب العلمین

# التعرف فی تحقیق التصرف

از افاضات: قطب عالم مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا
اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
مع ترجمہ اُردو از احقر الخدام محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰة فقد قال الله تبارک وتعالیٰ فی عیسی علیه السلام وایدناه بروح القدس" الأیة. اعلم ان هٰذا التائید یحتمل وجوها اقربها عندی ما اختاره صاحب بتصیر الرحمٰن المشهور بالتفسیر الرحمانی حیث قال بتغلیب ملکیة علی بشریة اھ

وحاصله التائید الباطنی.وجه الاقربیة موافقته للحدیث من قوله علیه السلام لحسان رضی الله عنه اللهم ایده بروح القدس رواه مسلم وغیره وظاهران هٰذه التائید لیس الا الباطنی فقط وکون هٰذه الموافقة من اسباب الترجیح ظاهر فان الوحی یفسر بعضه بعضًا. وحقیقة هٰذا التائید افاضة کیفیات خاصة محمودة والقائها فی النفس تثمر اثارًا خاصةً تتعدد حسب اختلاف المقاصد ویسمّٰے هٰذا التائید فی عرف اهل التصوف تصرفاً وتوجها وهمة وجمع الخواطر. فالأیة اذن اصل لهٰذا العمل.واصرح منه فی الباب قوله تعالیٰ فی الانفال اذ

یوحی ربک الی الملائکة انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا علٰے مافسره الزجاج بقوله کان باشیاء یلقونها فی قلوبهم تصح بها عزائمهم ویتأکد جدهم ولملک قوة القاء الخیر فی القلب ویقال له الهام کما ان للشیطان قوة القاء الشرویقال له الوسوسة اھ (کذا فی روح المعانی)

واصرح من الاٰیتین فی الدلالة مافی الصحیح من اخباره علیه السلام فی حدیث الوحی عن فعل جبرئیل علیه السلام یعنی فاخذنی فغطنی وفیه فغطنی الثانیة وفیه فغطنی الثالثة الحدیث فالظاهر وهو کالمتعین ان هٰذا الغط کان لتقویة القلب لتحمل الوحی. کما قال العارف المحدث عبدالله بن ابی جمرة المتوفی ۶۹۹ من الهجرة فی بهجة النفوس (وهو من الجلالة فی شان یحتج به الحافظ فی فتح الباری) تحت حدیث بدأ الوحی من صحیح البخاری مانصه الوجه الثلاثون فیه دلیل علٰے ان اتصال جرم الغاط بالمغط وضمه الیه (وهو احدے طرق الافاضة) تحدث به فی الباطن قوة نوریة متشعشعة تکون عونًا علٰے حمل مایلقی الیه لان جبرئیل علیه السلام لما اتصل جرمه بذات محمد السنیة حدث له بذلک ماذکرناه وهو حمله ماالقے الیه ووقوفه سمع خطاب الملک ولم یکن له قبل ذٰلک وقد وجد ذٰلک اهل المیراث من اهل الصوفة المتبعین المحققین.

لکن اذا دقق النظر لایتم هٰذا الاستدلال لان کونه تصرفا یتوقف علٰے انه جمع همه وخاطره لحدوث الاٰثار ولم یثبت بل یحتمل انه فعل مافعل بعد ما انکسف علیه بالوحی نفعه بنفس هٰذه الاعمال من دون ان یجمع همه وخاطره ولیس هٰذا من التصرف المتعارف فی شئ ومن ثم ذکر العلماء هٰذه الواقعات فی باب المعجزات اللتی

تغائر التصرفات واوضح القرائن علىٰ عدم صدور التصرفات منه صلى الله عليه وسلم انه لم يتصرف قط فى قلب ابى طالب مع شدة حرصه صلى الله عليه وسلم علىٰ ايمانه واقتصر علىٰ الدعاء له ودعوته الى الاسلام. والله اعلم.

ولو سلم صدورها عنه صلى الله عليه وسلم احياناً لم يثبت به سنيتها الموقوفة علىٰ الاعتياد كمالا يقال بسنية المصارعة بوقوعها مع ركانة والله اعلم. بل لوثبت الاعتيادلم يحكم بكونها سنة مقصودة فى الدين لان السنة العادية لايلزم كونها عبادة. انتهت الفائدة.

فدل الكتاب والسنة علىٰ مشروعية هذا العمل اذا كان لغرض مشروع وان كانت الدلالة ظنية لاحتمال الأية والحديث وجوها اخرولا يضرفان المسئلة ظنية يكفى فيها الظن ولولم يكن عليه دليل لما اضرلان الفعل ثابت اباحته بالقواعد فلايحتاج الى نقل خاص ويستعمله كثير من المشائخ لاسيما النقشبندية منهم لمقاصد محمودة مطلوبة مذكورة فى زبرهم كالعزم علىٰ التوبة وكانصباغ النفس بالخشية او الشوق والرغبة فى الطاعة وامثالها.

وهٰذه القوة فى هؤلاء المشائخ اهل الافاضة علىٰ مثل هٰذا القاء اكثر ماتكون بالرياضة والمزاولة النفسانية كقوة المصارعة البدنية يكون بالرياضة الجسمانية وقد يكون فطريا فى بعض النفوس وقليل ماهو.

وحكمه الفقهى مع اباحته فى نفسه انه تابع للغرض منه فان كان غرضه محمودًا كالتصرفات المذكورة المعمولة للمشائخ كان محمودا وان كان مذموماً كان مذموماً علىٰ اختلاف درجات الذم كالمصارعة البدنية فانها مباحة فى ذاتها تابع فى حكمها بالغرضها

فالتصرفان متحد ان نوعًا باعتبار الذات متغائر ان صنفا باعتبار المتعلقات وعلیٰ کل حال فهو لیس بکمال دینی ولا من علامات القبول فی شیء. وکان هٰذا کله کلاماً حق اصل المسئلة. وبقی بعض التنبیهات المهمة علی بعض مایتعلق بها.

## التنبهیهات

### التنبیہ الاوّل

ان هذا التصرف الذی یستعمله المشائخ هل هو سنة ام لا. فالذی اری کنت کتبته فی الشقص الثانی من رسالتی الطرائف والظرائف واری نقله بلفظه کافیاً فی هٰذا المقام وهو هذا.

### فائدة تتعلق بالتصوف فی مسئلة التصرف

صح عنه صلے الله علیه وسلم فی بعض الحوادث ضربه صلی الله علیه وسلم فی صدور بعض اومسحه صلی الله علیه وسلم بیده الشریفة علے بدن بعض وذهاب الوسوسة فی الاول وذهاب المرض فی الثانی فاوهم ظاهر هٰذه الاحادیث استعماله التصرف ولا یبعد الاستدلال بامثالها علے کون مثل هٰذا التصرف سنة

### التنبیہ الثانی

هل هومن علامات الولایة اومن لوازم المشیخة فالجواب لاکاستعمال سائر القوی الجارحة الفاعلة ومرمن قبل.

### التنبیہ الثالث

هل فی التصرف المعمول للمشائخ شیء من الضرر العارض دنیویا اودینیاً مع اباحته فی ذاته فالجواب نعم. اما الدنیوی

فاضمحلال قوى العامل الدما غية والقلبية وخوف الامراض الناشئه من هذا الضعف وهو كثير مشاهد. واما الدينى فتوهم العوام الولاية فى المقيدوهو ضرراعتقادى وترک المستفيد اهتمام الاصلاح والقناعة علىٰ هذا العمل وهو ضرر عملى ولا جل هٰذه المضار العارضة تركها المحققون من القومْ ولم تكن هٰذه المضار فى السلف لقوة ابدانهم وسلامة فطرتهم وصفاء افهامهم فلايقاس الخلف على السلف هذا. وانظر فى الباب السابع من كتاب دلائل القراٰن علے مسائل النعمان للفاضَ الصالح المولوى محمد شفيع الديوبندى بارک الله تعالىٰ فى عمره وعلمه وعمله تجد فيه بعض الفوائد المتعلقة بالباب والله اعلم بالحق والصواب.

کتبہ اشرف علی التھانوی غفرلہ فی العشر لااواخر من رمضان ۱۳۵۳ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم

"امابعد! توجہ باطنی کے ذریعہ دوسرے شخص پر کوئی اثر ڈالنا جس کو اصطلاح صوفیہ میں تصرف اور توجہ وغیرہ کہتے ہیں اس کی اصلی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے عوام بلکہ بہت سے خواص بھی اکثر غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کوئی اسی کو معیار ولایت و بزرگی سمجھ بیٹھتا ہے کوئی سرے سے اس کا انکار کردیتا ہے۔ اس لئے مجدد الملت حکیم الامۃ سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو قرآن وحدیث کی تصریحات وارشادات سے ایک مستقل رسالہ میں واضح فرمایا ہے اس کے مستحسن یا غیر مستحسن ہونے اور نفع وضرر کی حدود کو قواعد فقہیہ سے متعین فرمایا ہے یہ رسالہ چونکہ عربی زبان میں ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اصل رسالہ کو بعینہا قائم رکھ کر اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی شائع کردیا جائے تا کہ عوام وخواص

سب منتفع ہوسکیں۔ ترجمہ میں بغرض افادۂ عوام لفظی ترجمہ کو چھوڑ کر خلاصۂ مطلب کو اختیار کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح نافع ومفید بنادے۔ آمین۔"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**بعد الحمد والصلوٰۃ!** حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا ہے **ایدناہ بروح القدس** یعنی ہم نے جبریل کے ذریعہ ان کی تائید کی۔ یہ تائید جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے مختلف صورتوں سے ہوسکتی ہے جن میں سے میرے نزدیک اس جگہ زیادہ اقرب وہ صورت ہے جس کو تفسیر رحمانی میں اختیار کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ملکی آثار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بشری خواص پر غالب کردیتے تھے اور وہ ان ملکی اثرات سے کام لیتے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی تائید باطنی ہے جس کو تصرف کہا جاتا ہے۔ اور اس احتمال (تائید باطنی) کے اقرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس احتمال کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یا اللہ روح القدس (جبرائیلؑ) کے ذریعہ ان کی تائید کر۔ یہ روایت مسلم شریف میں مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ تائید سے تائید باطنی ہی مراد ہوسکتی ہے (جس سے بمقابلہ کفار اشعار بلیغہ کہنے کی طاقت پیدا ہو) اور چونکہ ایک وحی سے دوسری وحی کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے تائید مذکور کی وہی تفسیر راجح معلوم ہوتی ہے جو اس حدیث میں مراد ہے۔

## حقیقتِ تصرف

اور حقیقت اس تائید کی یہ ہے کہ خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے شخص پر افاضہ کیا جاوے جس سے اس میں آثارِ خاصہ پیدا ہوجاویں اور یہ آثار اغراض ومقاصد کے اختلاف کی بنا پر مختلف انواع والوان کے ہوتے ہیں اور اس تائید کو اہل تصوف کی اصطلاح میں تصرف اور توجہ اور ہمت اور جمع خواطر کہتے ہیں۔

## ثبوت تصرف و بآیات وحدیث

پس یہ آیت اس عمل کے لئے اصل ہے۔اوراس سے زیادہ صریح اس باب میں سورۂ انفال کی یہ آیت ہے **اذیوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا** جب وحی بھیجتا تھا آپ کا پروردگار ملائکہ پر کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) زجاج نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ تثبیت وتائید فرشتوں کی طرف سے اس طرح ہوتی ہے کہ وہ کچھ کیفیات مؤمنین کے قلوب میں القاء کرتے ہیں جس سے ان کے عزائم صحیح اور ہمتیں قوی ہوجاتی ہیں۔اور فرشتہ کو حق تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ قلب میں خیر کا القاء کرسکتا ہے جس کو الہام کہا جاتا ہے جس طرح شیطان کو القاء شر کی قوت حاصل ہے جس کو وسوسہ کہا جاتا ہے۔(کذافی روح المعانی)

اوران دونوں آیتوں سے زیادہ صریح باعتبار دلالت کے وہ ہے جو صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث وحی میں جبرئیل علیہ السلام کے فعل کے متعلق وارد ہوا ہے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے آغوش میں لے لیا اور مجھے دبایا اور پھر دوسری مرتبہ اسی طرح دبایا پھر تیسری مرتبہ اسی طرح کیا۔(یعنی ابتداء وحی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنزیل وحی کا سلسلہ جاری کرنا تجویز کیا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے افعال مذکورہ کئے) اس میں ظاہر بلکہ متعین یہ ہے کہ یہ ڈھانپنا تقویت قلب کے لئے تھا تاکہ وحی کی برداشت ہوسکے جیسا کہ علامہ محدث عبداللہ ابن ابی جمرہ (جو ساتویں صدی ہجری کے اکابر محدثین میں سے ہیں اور حافظ الدنیا ابن حجرؒ ان کے اقوال سے فتح الباری میں استدلال کرتے ہیں) اپنی کتاب بہجۃ النفوس میں صحیح بخاری کی حدیث بدأ الوحی کے تحت میں فرماتے ہیں کہ تیسواں فائدہ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ڈھانپنے والے کے جسم کا دوسرے شخص کے ساتھ اتصال (جو القاء کیفیت کے طرق میں سے ایک طریقہ ہے) اس کے ذریعہ اس شخص میں ایک کیفیت نوریہ پیدا ہوجاتی ہے جس سے یہ شخص اس کیفیت کا متحمل ہوسکتا ہے جو اس پر القاء کی جاوے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کا

جسم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کے ساتھ متصل ہوا تو اس کے ذریعہ سے آپ میں وحی کے تحمل کی وہ قوت پیدا ہوگئی جو پہلے نہ تھی۔

لیکن جب غور سے دیکھا جاوے تو یہ استدلال تام بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس عمل کا تصرف ہونا اس کا محتاج ہے کہ نقل صحیح سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اپنی باطنی قوت کو ان آثار کے پیدا کرنے کے لئے جمع فرمایا ہو اور یہ بات ثابت نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بھی ہے کہ آپ نے یہ افعال اس بناء پر کئے ہوں کہ آپ کو بذریعہ وحی ان افعال کا ان لوگوں کے حق میں بدون جمع خواطر واستعمال تصرف نافع و مفید ہونا معلوم ہوگیا ہو۔ اور اس احتمال کی بنا پر یہ افعال اصطلاحی تصرف میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے امت نے ان واقعات کو بھی معجزات میں شامل کیا ہے جو کہ تصرف سے بالکل جدا ہیں اور سب سے زیادہ واضح قرینہ اس بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی تصرف صادر نہیں ہوا یہ ہے کہ آپ نے ابوطالب کے قلب میں تصرف نہیں فرمایا باوجودیکہ آپ ان کے ایمان لانے کے بہت زیادہ متمنی اور خواہشمند تھے بلکہ ان کے لئے صرف دعا اور دعوت دینے پر کفایت فرمائی۔

اور اگر کسی وقت آپ سے تصرف کا صدور تسلیم بھی کر لیا جاوے جب بھی اس سے اس فعل کا سنت اصطلاحی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اصطلاحی سنت ہونا اس پر موقوف ہے کہ یہ فعل معمول ہو یہی وجہ ہے کہ کشتی لڑنے کو سنت نہیں کہتے حالانکہ ایک مرتبہ آپ نے رکانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کشتی بھی کی ہے۔

بلکہ اگر عادت ہونا بھی ثابت ہو جاوے جب بھی سنت مقصودہ ہونے کا حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سنت عادیہ کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ عبادت بھی ہو۔

ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث اس عمل کی مشروعیت وجواز پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ دلالت ظنی ہے کیونکہ آیات وحدیث مذکورہ میں دوسرے احتمالات بھی ہو سکتے ہیں مگر دلالت کا ظنی ہونا مقصد کے لئے مضر نہیں کیونکہ مسئلہ ظنی ہے اس میں ظن غالب کافی ہے

بلکہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ اگر کوئی خاص دلیل منقول ہی نہ ہوتی جب بھی مضر نہ تھا کیونکہ اس فعل کی مشروعیت قواعد سے معلوم ہے اس لئے کسی نقل خاص کی حاجت نہیں اور بہت سے بزرگان دین بالخصوص مشائخ نقشبندیہ اس کا استعمال مقاصدِ محمودہ کے لئے کرتے ہیں جو دین میں مطلوب ہیں اوران کی کتابوں میں اس کی تفصیل مذکور ہے مثلاً عزم توبہ اور نفس پر خوف وخشیت یا شوق ورغبت فی الطاعت کا رنگ غالب ہوجانا وغیرہ۔

## قوتِ تصرف پیدا ہونے کا طریقہ

اور یہ قوتِ تصرف ان مشائخ میں اکثر مجاہدات وریاضات نفسانیہ سے پیدا ہوتی ہے جیسے کشتی لڑنے کی قوت ریاضت جسمانی (ورزش وغیرہ) سے پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات کسی کسی شخص میں فطرتاً بھی ہوتی ہے مگر یہ صورت بہت قلیل ہے۔

## استعمالِ تصرف کا حکم شرعی

اس عمل کا حکم فقہی یہ ہے کہ فی نفسہ مباح وجائز ہے پھر غرض ومقصود کے تابع ہے یعنی اگر اس کا استعمال کسی غرض محمود کے لئے کیا جاوے جیسے تصرفات مذکورہ جو مشائخ صوفیہ کے معمول ہیں تو یہ فعل بھی (تبعاللغرض) محمود سمجھا جاوے گا اور اگر کسی مقصد مذموم کے لئے اس کا استعمال کیا تو یہ فعل بھی مذموم ہوجاوے گا پھر مذمت وکراہت میں جو درجہ اس کی غرض اور مقصد کا ہوگا اسی کے مطابق اس فعل کی مذمت وکراہت میں کمی بیشی ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قسم کے تصرف باعتبار ذات اتحادنوعی رکھتے ہیں اور باعتبار متعلقات کے ان میں صنفی تفاوت ہے۔

اور ہر حال میں یہ تصرف کوئی کمال دینی نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومقرب ہونے کی علامت ہے (بلکہ ہر مشق کرنے والا یہ قوت اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے اگرچہ فاسق کافر ہی کیوں نہ ہو جیسے بہت سے جوگیوں کے قصے مشہور ہیں)

یہاں تک تمام کلام اصل مسئلہ کے متعلق تھا۔ اب چند ضروری تنبیہات یہاں بیان کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ کا تعلق ہے۔

# تنبیہات

## تنبیہ اوّل

اس بارہ میں کہ یہ تصرف جس کو مشائخ استعمال کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت ہے یا نہیں سو اس بارہ میں جو کچھ مجھے ثابت ہوا وہ میں نے رسالہ الطرائف والظرائف کے حصہ دوم میں لکھ دیا ہے اسی کا بعینہ اس جگہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل صحیح کے ساتھ یہ منقول ہے کہ آپ نے بعض لوگوں کے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے ان کا وسوسہ جاتا رہا اور بعض بیماروں کے بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے ان کا مرض جاتا رہا اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ آپ نے تصرف کا استعمال فرمایا اور کچھ زیادہ بعید نہیں کہ اس قسم کی روایات سے کوئی شخص استعمال تصرف کے سنت ہونے پر بھی استدلال کرنے لگے۔

## تنبیہ دوم

کیا تصرف ولایت اور بزرگی اور مقبولیت عنداللہ کی علامت ہے تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں جیسے دوسرے قوئ بدنیہ اور ہاتھ پیر وغیرہ کے استعمال کا حال ہے وہی اس کا ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

## تنبیہ سوم

کیا استعمال تصرف میں کوئی دینی یا دنیوی مضرت بھی ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں بعض مضرتیں بھی ہیں دنیوی مضرت تو یہ ہے کہ اس کی کثرت کرنے سے عامل کے قوی دماغیہ اور قلبیہ ضعیف و مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سے امراض پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے جیسا کہ بکثرت مشاہدہ و تجربہ ہوا ہے۔

اور مضرت دینی یہ ہے کہ عوام اس کو ولایت و بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں اور یہ ایک اعتقادی ضرر ہے اور مرید کا یہ ضرر ہے کہ وہ اکثر اسی پر قناعت کر بیٹھتے ہیں اور اصلاح کا اہتمام چھوڑ دیتے ہیں اور یہ ضرر عملی ہے اور انہیں مضرتوں کی وجہ سے محققین طریق نے اس کا استعمال چھوڑ دیا ہے اور سلف صالحین کے زمانہ میں یہ مضرتیں بوجہ مضبوطی قوی اور سلامت فطرت اور خوش فہمی کے موجود نہ تھیں لیکن ایک خلف کو سلف پر قیاس نہیں کیا جا سکتا خوب سمجھ لو۔ اور مزید فائدہ کے لئے رسالہ دلائل القرآن علی مسائل النعمان کے ساتویں باب کا مطالعہ کیا جاوے جس کو فاضل صالح مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تالیف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے تو اس مسئلہ کے متعلق بعض فوائد اس میں بھی ملیں گے (حضرت مصنف دامت برکاتہم نے حسن ظن سے الفاظ مذکورہ احقر کے متعلق تحریر فرمائے ہیں اس ناکارہ کو چونکہ اپنی حالت معلوم ہے اس لئے ترجمہ میں یہ الفاظ چھوڑ دینے کو دل چاہتا تھا مگر یہ سمجھ کر کہ بزرگوں کے الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے ان کو بعینہا قائم رکھا۔)

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ... کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۳ شوال ۱۳۵۴ھ

# ضمیمہ

## کرامت اور تصرف میں فرق

رسالہ تعرف میں جو کچھ لکھا گیا ہے کہ جمع خواطر اور صرف ہمت کے ذریعہ جو افعال عجیبہ صادر ہوتے ہیں یہ مقبولیت عند اللہ اور ولایت کی علامت نہیں اس کے ساتھ ہی یہ بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوا کہ جو خوارق عادات اولیاء اللہ سے بطور کرامت صادر ہوتے ہیں وہ البتہ علامت مقبولیت و ولایت ہیں اور عوام بلکہ بہت سے خواص بھی چونکہ کرامت اور تصرف میں فرق نہیں سمجھتے اس لئے مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ کرامت کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں جیسا کہ متقدمین میں سے استاذ

ابواسحٰق اور حلیمی اور بہت سے معتزلہ کا مذہب ہے۔ (شرح مواقف ص ۵۷۹ ج ۲)

اور متاخرین میں ہمارے زمانہ کے بہت سے روشن خیال نوتعلیم یافتہ حضرات یہی رائے رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ کی کرامات کو بھی ایک قسم مسمریزم کی سمجھتے ہیں۔ ؎

معجزہ رابا سحر کردہ قیاس ہر دو رابر مکر بنہادہ اساس

واقعہ یہ ہے کہ کرامت اور تصرف بالکل جدا جدا دو چیزیں ہیں۔ دونوں کی حقیقت جدا، احکام جدا ہیں لیکن ظاہر میں چونکہ دونوں کی صورت خرق عادت کی سی ہے اس لئے التباس ہو جاتا ہے۔ فرق کی توضیح یہ ہے کہ کرامت بلا واسطہ اسباب طبعیہ کے محض حق تعالیٰ کے فعل سے صادر ہوتی ہے اس میں صاحب کرامت کے قصد اور فعل کو کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات اس کو خبر بھی نہیں ہوتی اور نہ کرامت کا صدور صاحب کرامت کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جب چاہے صادر کردے۔

اور تصرف میں اس کے خلاف تمام تر مدار تصرف کرنے والے کے قصد و عمل پر ہے اور قصد کے ساتھ قوی فکریہ وقلبیہ کے استعمال سے ہی اس کا صدور ہوتا ہے اس لئے حقیقت یہ ہوئی کہ تصرف میں اسباب طبعیہ ہی کارگر ہیں مگر مخفی طور پر جیسے بعض لوگ خاص ادویہ کا استعمال ہاتھ وغیرہ پر مخفی طور سے کرنے کے بعد آگ ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ان کا ہاتھ نہیں جلتا۔ تو درحقیقت وہ خرق عادت نہیں مگر اسباب کے مخفی ہونے کی وجہ سے صورۃً خرق عادت معلوم ہوتا ہے۔ اور کرامت میں اسباب کا کوئی دخل نہیں وہ حقیقۃً خرق عادت ہے اور اسی لئے شرح مواقف وغیرہ میں معجزہ اور کرامت کے فرق کا مدار صرف اس پر رکھا ہے کہ اگر اس کے ساتھ تحدی اور دعویٰ نبوت ہو تو معجزہ ہے ورنہ کرامت اور یہ دونوں مقبول الٰہی اور ولی یا نبی ہونے کی علامات ہیں۔

## تصرف اور کرامت کے احکام میں فرق

کرامت چونکہ انسان کا فعل ہی نہیں ہے اس لئے اس کے ساتھ احکام جواز یا عدم جواز اور مذمت یا استحسان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوسکتا۔ یعنی اس میں ذم و کراہت کا

احتمال ہی نہیں۔ اگر کسی کراہت کی وجہ سے کسی شخص کو ضرر بھی پہنچ جائے تو اس کی کوئی ذمہ داری صاحب کرامت پر عائد نہیں ہوتی۔

جیسا کہ بہت سے اہل اللہ کے حالات میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ کسی شخص نے ان کی توہین ودل آزاری کی اور وہ فوراً بغیر ان کے قصد واختیار کے منجانب اللہ کسی آفت یا ہلاکت میں مبتلا ہوگیا بخلاف تصرف کے کہ اگر اس کے ذریعہ کسی مسلمان کو بلاوجہ ضرر پہنچایا تو تصرف کرنے والا ایسا ہی گناہگار ہوگا جیسے ہاتھ پیر وغیرہ جوارح سے کسی پر ظلم کرنے سے گناہگار ہوتا ہے یہ حقیقت غامضہ احقر کو سید وسندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے ایک فتوے سے واضح ہوئی جس کی صورت یہ تھی کہ شاہجہان پور کے ایک بزرگ نے حضرت سے استفتاء کیا کہ ایک شخص نے ناحق میری دل آزاری کی دفعتۃً اس پر قہر متوجہ ہوا اور وہ ہلاک ہوگیا اس کی وجہ سے مجھے تو کوئی گناہ نہیں ہوا۔ حضرت والا نے یہی جواب دیا کہ اگر آپ نے اس کی ہلاکت کا قصد اور اس کے لئے صرف ہمت کیا ہے تو بیشک آپ قتل کے گناہگار ہوئے اگر چہ آلۂ جارحہ نہ ہونے کے سبب قصاص نہ آئے اور اگر صرف ہمت نہیں کیا خود بخود یا محض بددعا کرنے سے یہ واقعہ پیش آیا تو آپ پر کوئی گناہ نہیں۔

**فللّٰہ درہ حیث اوضح الحق والحقیقۃ ونبہ اصحاب السلوک والطریقۃ متعنا اللہ تعالیٰ وسائر المسلمین ببرکاتہ وعلومہ باوفر حظ واتم نفع واللہ المستعان وعلیہ التکلان.**

ناکارۂ خلائق

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ    خادم دارالعلوم دیوبند شوال ۱۳۵۴ھ

# تمییز العشق من الفسق

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہاد الجلی اعنی بہ

## مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

بعض لوگ بزرگوں کے کلام سے جو نفس پرست اور خواہش کے بندے عشق مجازی کے جواز کو ثابت کرتے ہیں بلکہ اس کو واسطہ اور وسیلہ مشاہدہ حق سمجھتے ہیں۔ اس رسالہ میں اس کی تردید کی گئی ہے اور بعض بزرگوں کے کلام موہم کی توجیہ کی گئی ہے۔

# تمییز العشق من الفسق

بعد الحمد والصلوٰۃ! جب رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ کی تحریر سے فارغ ہوا کئی روز بعد دفعتہً قلب پر وارد ہوا کہ جن غلطیوں کی اصلاح کے لئے رسالہ مذکور لکھا گیا ہے اس قسم کی ایک غلطی میں مدعیان تصوف کی ایک کثیر جماعت مبتلا ہے جس کا منشا بعض بزرگوں کے اقوال یا احوال کو غلط سمجھنا ہے اور وہ غلطی صور جمیلہ سے متعلق ہے اگرچہ محل حلال میں نہ ہو جس کا نام عرف میں حسن پرستی ہے عشق مجازی ہے۔

مثلاً مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست    کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

(عشق سے اعراض نہ کر اگر چہ وہ مجازی ہو کیونکہ وہ عشق حقیقی کیلئے سبب ہے۔۱۲)

اور مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عاشقی گرزیں سرو گرزاں سرست    عاقبت مارابداں شہ رہبرست

(عشق اگر اس شئے کا ہو یا اس شے کا (غرض کہ کسی شے کا ہو محمود ہے کیونکہ) آخر کار ہمارے لئے اس شاہ (محبوب حقیقی) کی طرف رہبر ہے۔۱۲ مترجم)

اور مثلاً بعض بزرگوں کی طرف ایسے واقعات کو منسوب کرنا چونکہ بعض کو اس میں اتنا غلو ہو گیا کہ بجائے معصیت سمجھنے کے اس کو واسطۂ مشاہدۂ حق سمجھ کر طاعت سمجھنے لگے اور اس اعتبار سے یہ غلطی اشد ہے تو مثل ان اغلاط کے اس کی اصلاح بھی ضروری ہے اور چونکہ یہ غلطی ایک ممتاز (ممتاز شان یہ ہے کہ اس میں موجب بعد کو موجب قرب بنایا گیا بخلاف سائر الاغلاط۔۱۲ منہ) شان رکھتی تھی اور باوجود اس کے اغلاط

رسالہ سے مناسبت بھی رکھتی تھی اس لئے نظر باتمیاز اس کو مستقل رسالہ قرار دے کر ایک خاص نام بھی رکھ دیا گیا۔ تمییز العشق من الفسق اور نظر بمناسبت رسالہ مذکورہ کے ساتھ ملحق کردیا گیا۔ یہ چند سطریں اسی باب میں ہیں اور اس میں دو مبحث ہیں ایک اجمالی ایک تفصیلی۔ اجمالی تو یہ ہے کہ ان ہی حضرات کے دوسرے اقوال اس کے خلاف بھی ہیں۔ مولانا جامی رحمہ اللہ کا قول اس قول کے بعد یہ ہے۔

ولے باید کہ درصورت نمائی وزیں پل زود خود را بگذرانی

(لیکن یہ ضرور ہے کہ صورت (یعنی عشق مجازی) میں نہ رہ جاوے تو (کیونکہ یہ مثل پل کے ہے) اور اس پل سے بہت جلد گزر جانا چاہئے۔۱۲مترجم)

اور مولانا رومی رحمہ اللہ کا قول اسی قول کے قریب یہ بھی ہے۔

عشق ہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق بامردہ نباشد پائیدار عشق رابا حی وبا قیوم دار
زانکہ عشق مردگاں پایندہ نیست چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
عشق آں زندہ گزیں کو باقی ست وز شراب جانفزایت ساقی ست

(عشق ومحبت رنگ وروپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ (حقیقت میں) عشق نہیں (بلکہ) اس کا انجام ندامت ہے (کیونکہ) عشق فانی شئے کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا عشق ساتھ حی اور قیوم (یعنی خدا تعالیٰ) کے رکھنا چاہئے کیونکہ فانی چیزوں کا عشق دائمی نہیں اس لئے کہ فانی چیزیں (فنا ہوکر) ہمارے پاس واپس نہیں آتیں۔ پس عشق اس زندہ کا اختیار کر جو کہ ہمیشہ باقی ہے اور تجھ کو روح تازہ کرنے والی (محبت کی) شراب پلاتا ہے۔۱۲مترجم)

اور چونکہ محققین ومحقین کے اقوال واحوال دوسرے اقوال واحوال سے متعارض نہیں ہوتے لہٰذا ان کے اقوال واحوال موہمہُ ثابت النسبۃ کے محامل وہ نہیں ہیں جو متمسکین نے سمجھے ہیں یہ تو اجمالی مبحث ہے اور تفصیلی مبحث یہ ہے کہ ان کے محامل صحیحہ کو بتلا دیا جاوے اور وہ محامل طرق ہیں عشق مجازی کے موصل الی الحقیقت ہونے

کے سواس کے متعلق میں اس کے قبل دوسرے رسالوں میں بقدر ضرورت لکھ چکا ہوں چنانچہ اس وقت ایسی دو تحریریں میرے سامنے ہیں ایک میں اس مرض کے ازالہ کی دوسری میں عشق حقیقی کی طرف امالہ کی تدبیر ہے اور دونوں کا دخل ایصال مذکور میں ظاہر ہے سوان کو نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

## تحریر اوّل بجواب بعضے اہل ابتلاء

مشفقم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اوّل یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا دیکھئے امراض ظاہری علاج کے لئے دوائے تلخ وناگوار پینا پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لئے ہمت کر کے پی جاتے ہیں اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اس کا علاج سنئے اور ہمت کر کے بنام خدا اس کا استعمال کیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل حاصل ہوگی علاج اس کا مرکب ہے چند اجزا سے۔

اوّل: اس مردار سے قطعاً تعلق ترک کر دیجئے یعنی اس سے بولنا چالنا اس کو دیکھنا بھالنا آنا جانا حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اس کا تذکرہ کرے قطعاً روک دیا جاوے بلکہ قصداً بہ تکلف کسی بہانہ سے اس کو خوب برا بھلا کہہ کر اس سے خلاف وخصومت کر لی جاوے اس طور پر کہ اس کو ایسی نفرت ہو جاوے کہ اصلاً اس کو ادھر میلان وتوقع رام ہونے کی باقی نہ رہے اور اس سے ظاہراً اس قدر دوری اختیار کی جاوے کہ کبھی غلطی سے بھی اس پر نظر نہ پڑے۔ غرض اس سے انقطاع کلی ہو جاوے۔

دوم: ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے غسل تازہ کر کے صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر تنہائی میں روبقبلہ ہو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا والتجا کی جاوے اور پانچ سو سے لے کر ہزار مرتبہ تک لا الٰہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جاوے کہ لا الٰہ کے

ساتھ تصور کیا جاوے کہ میں نے سب غیر اللہ کو قلب سے نکال دیا اور الا اللہ کے ساتھ خیال کیا جاوے کہ میں نے محبت الٰہی کو قلب میں جمالیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

سوم: جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو اس کو اپنے قلب میں تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہیں اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہیں۔

چہارم: کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو یا ویسے ہی کوئی کتاب ہو جس میں دوزخ اور غضب الٰہی کا جو نافرمانوں پر ہوگا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے۔

پنجم: ایک وقت معین کر کے خلوت میں یہ تصور باندھا جاوے کہ میں حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت میں حساب کے لئے کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے بے حیا تجھ کو شرم نہیں آئی کہ ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا کیا تجھ پر ہمارا یہی حق تھا کیا ہم نے تجھ کو اسی لئے پیدا کیا تھا۔ اے بے حیا ہماری ہی دی ہوئی چیزوں کو آنکھ کو، دل کو ہماری نافرمانی میں تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ میں غرق و مشغول رہنا چاہئے اور یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ گو نفس کو تکلیف پہنچے مگر اس نسخہ کو ہمت کے ساتھ نباہ کر کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے۔ والسلام

## تحریر دوم: طریق و شرائط ایصال عشق مجازی بہ عشق حقیقی

اگر ایسا اتفاق ہو کہ عشق مجازی میں بلا قصد مبتلا ہو جاوے تو۔

اول عفت و پارسائی اختیار کرے یعنی کوئی امر خلاف شرع اس کے ساتھ نہ کرے حتیٰ کہ اس کو قصداً نہ دیکھے نہ اس سے باتیں کرے نہ اس کی باتیں کرے نہ دل میں اس کا قصداً خیال کرے کیونکہ مخالفت شرع عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے رہتے ہوئے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو۔

دوسرے اس سے ظاہراً دوری اختیار کرے کہ اتفاقاً و مفاجاۃً بھی اس پر نظر نہ پڑے نہ اس کی آواز کان میں پہنچے تا کہ اس کے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو اور اگر

قصداً یا بغتۃً واتفاقاً اس سے متمتع رہا تو عمر بھر اسی شغل میں رہے گا کبھی نوبت نہ آوے گی کہ ادھر سے مطلوب حقیقی کی طرف توجہ ہو۔

تیسرے یہ کہ خلوت وجلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن و جمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا۔ جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہوگی بقول شخصے۔

چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا

اس سے اس کا عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جاوے گا یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کر دیتا ہے جس طرح انجن گرم ہو مگر اُلٹا چلتا ہو تو قطع مسافت کرنے والے کو مناسب نہیں کہ اس کو بجھا دے بلکہ آگ تو روشن رکھنا چاہئے اور اس کی کل پھیر کر سیدھا چلا دیا جاوے اور بعض مشائخ نے جو بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے مراد اس سے عشق حلال ہے نہ حرام۔ کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس مشورہ سے غرض ہے وہ عشق حلال سے بھی حاصل ہے کیونکہ عشق میں گو وہ مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اس سے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے اب صرف ایک کام باقی رہ جاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاوے تو بہت آسانی سے قلب خالی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں جھاڑو دے کر تمام خس وخاشاک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں پھر ٹوکرے میں اٹھا کر باہر ایک دم سے پھینک دیتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ایک تنکا گھر سے اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا جاوے تو مدت طویل صرف ہو اور پھر بھی اس قدر صفائی نہ ہو۔ غرض مقصود اصلی ترک تعلقات یا قلب میں رقت وسوز وگداز پیدا کرانا ہے اگر اور طریق سے حاصل ہو جاوے تو بھی کافی ہے بعض نے اس طریق مجازی کو اختیار کرایا مگر چونکہ اس زمانہ میں اس طریق کے اندر خطرہ

شدید ہے کیونکہ نفوس میں شہوت پرستی ولذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا بتلانا جائز نہیں ہاں اگر اتفاقاً مبتلا ہو جاوے تو بطریق مذکورہ بالا اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کر دینا چاہئے اور طریقوں کا بدلہ جانا زمانہ کے بدل جانے سے کوئی امر عجیب نہیں یہ طریقہ حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔

### تنبیہ نبیہ

یہ ازالہ یا امالہ کی تدبیریں ہیں اگر ان کا اثر مرتب ہونے میں کسی عارض سے تاخیر ہو جاوے تو پریشان نہ ہوں اس کوشش میں بھی اجر ملتا ہے جو اصل مقصود ہے حتیٰ کہ اگر اسی میں جان بھی جاتی رہے تو شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہے جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب وجعفر سراج وابن مرزبان و دیلمی وطبرانی و خرائطی وبیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے۔ من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید. (جو شخص عاشق ہوا پس پاکدامن رہا اور چھپایا اور صبر کیا پھر مر گیا تو وہ شخص شہید ہے۔۱۲)

اب اخیر میں بعض اکابر کے کچھ ارشادات بطور نمونہ کے اس رذیلہ کی مذمت میں نقل کر کے ختم کرتا ہوں۔

## از تعلیم الدین..... فصل عورتوں اور امردوں کی مخالطت کا مضر ہونا

جواہر غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا اللھمانی اعوذبک منک (اے اللہ! آپ کی پناہ آپ کے غضب سے مانگتا ہوں۔۱۲) کسی نے اس کا حال دریافت کیا کہنے لگا کہ ایک بار کسی امرد حسین کو نظر شہوت سے دیکھا تھا اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی۔ یوسف بن حسین فرماتے ہیں۔ رایت آفات الصوفیۃ فی صحبۃ الاحداث ومعاشرۃ الاضداد ورفق النسوان. (دیکھا میں نے آفات صوفیہ کو امردوں سے میل جول

کرنے میں اور ناجنسوں سے ملنے میں اور عورتوں سے نرمی کرنے میں ۔۱۲)

شیخ واسطی فرماتے ہیں: **اذا اراد الله هو ان عبد القاه الى هولاء الانتان والجيف يريد به صحبة الاحداث.** (جب اللہ کسی بندے کی ذلت وخواری چاہتا ہے تو ان گندوں اور مردوں کی طرف اس کو ڈالتا ہے اور مائل کرتا ہے اس سے ان کی مراد امردوں سے میل جول کرنا ہے ۔۱۲)

مظفر قرمیتی فرماتے ہیں: **اخس الارفاق ارفاق النسوان على اى وجه كان.** (نرمی اور مہربانی کرنے میں سب سے بڑا عورتوں سے نرمی کرنا ہے جس طرح ہو ۔۱۲ مترجم)

کسی نے حضرت شیخ نصیرآبادی سے کہا کہ لوگ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ **مادامت الاشباح باقية فان الامر والنهى باق والتحليل والتحريم مخاطب به.** (جب تک جسم انسانی باقی ہے امر ونہی بھی باقی ہے اور تحلیل وتحریم کے ساتھ مخاطب ہے ۔۱۲)

اور غضب یہ ہے کہ بعض اس کو ذریعہ قرب الٰہی سمجھتے ہیں خدا کی پناہ اگر معصیت ذریعہ قرب الٰہی کا ہو تو سارے رنڈی بھڑوے کامل ولی ہوا کریں اور یہ جو مشہور ہے کہ بدون عشق مجازی کے عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔

اوّل تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں دوسرے عشق حلال موقع پر بھی ہو سکتا ہے صرف نکتہ اس قاعدہ میں یہ ہے کہ عشق مجازی سے قلب کے تعلقات متفرقہ قطع ہو جاتے ہیں اور نفس ذلیل ہو جاتا ہے اب صرف ایک بلا کو دفع کرنا رہ جاتا ہے اس کے دفع کرتے ہی کام بن گیا سو یہ غرض تو اولاد بی بی گائے بھینس ہر چیز کی زیادہ محبت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ غیر عورت یا امرد کی کیا تخصیص ہے۔

اور اگر اتفاقاً بلا اختیار کہیں دل پھنس ہی گیا تو اس وقت مجازی سے حقیقی حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ محبوب اور محب میں دوری ہو ورنہ وصل وقرب میں تمام عمر اسی میں مبتلا رہے گا، اسی لئے مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ شعر

ولے باید کہ در صورت نمانی وزیں پل زود خودرا بگذرانی
(لیکن یہ ضرور ہے کہ صورت (یعنی عشق مجازی) میں نہ رہ جاوے تو (کیونکہ یہ مثل پل کے ہے) اوراس پل سے بہت جلد گزر جانا چاہئے۔۱۲مترجم)

یہاں تو ہر روز نیا معشوق تجویز ہوتا ہے۔بقول شاعر۔

زنِ نوکن اے یاردر ہر بہار کہ تقویم پارینہ ناید بکار
(اے یار! ہر موسم بہار میں نئی عورت کراس لئے کہ پرانی جنتری کسی کام کی نہیں رہتی۔۱۲مترجم)

حظوظ نفسانیہ اور لذات شہوانیہ حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کے اقوال کو آڑ بنا رکھا ہے اور دل کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور خود ان سے بھی پوشیدہ نہیں۔ انصاف اور حق پرستی ہو تو سب کچھ امید ہے۔

## اشعار

خلق راگیرم کہ بفریبی تمام در غلط اندازی تاہر خاص و عام
کارہا باخلق آری جملہ راست باخدا تزویر وحیلہ کے رواست
کارہا اوراست باید داشتن رایتِ اخلاص وصدق افراشتن

(مانا میں نے کہ تو مخلوق کو کامل طور پر دھوکا دے سکتا ہے تاکہ ہر خاص وعام کو غلطی میں ڈال دے تو مخلوق کے ساتھ تو (اپنے) ہر معاملہ کو درست کرسکتا ہے۔ مگر خدا کے ساتھ مکروحیلہ کس طرح چل سکتا ہے (اس لئے اپنے) معاملہ کو خدا کے ساتھ تربیت کرنا ضروری ہے اخلاق وصدق کا جھنڈا بلند کرنا چاہئے (یعنی خلوص کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے) ۱۲مترجم)

از بوستان سعدی رحمہ اللہ ان کے اشعار خصوصیت سے اس لئے لایا ہوں کہ غرض پرستوں نے حضرت شیخ کو اپنے مثل مشہور کیا ہے۔تو ان کا تبریہ بھی ہوجاوے گا۔

## باب سوم: (گفتار اندر ثبوت عشق حقیقی)

چناں فتنہ برحسن صورت نگار کہ باحسن صورت ندارند کار
ندادند صاحبدلاں دل بپوست وگر ابلہے داد بے مغزوگوست

(ایسے مفتون اور فریفتہ صورت بنانے والے (یعنی خدا تعالیٰ) کے حسن پر کہ صورت کے حسن سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ صاحب دل پوست اور صورت کو دل نہیں دیا کرتے اور اگر کسی بیوقوف نے دیا تو وہ بے مغز بیل ہے۔۱۲ مترجم)

## باب ہفتم: (گفتار در بیان تربیت اولاد)

پسر چوں زدہ برگذشتش سنیں زناں محرماں گو فراترنشیں
بر پنبہ آتش بناید فروخت کہ تاچشم برہم زنی خانہ سوخت

(لڑکے کی عمر جب دس سال سے زیادہ ہو جاوے تو فہمائش کرنی چاہئے کہ نامحرم عورتوں سے الگ رہے۔ روئی پر آگ نہ جلانا چاہئے کیونکہ چشم زدن میں تمام گھر پھک جائے گا۔ (یہی حال اتنی عمر کے لڑکوں اور نامحرم عورتوں کا ہے۔۱۲ مترجم)

## (گفتار در احتراز از صحبت امردان)

خرابت کند شاہد خانہ کن بروخانہ آباد گرداں بزن
سر از معزودست از درم کن تہی چو خاطر بفرزند مردم تہی
مکن بد بفر زند مردم نگاہ کہ فرزند خویشت برآید تباہ

## (حکایت متصل گفتار بالا)

درِ شہوت نفس کا فربہ بند وگر عاشقی لت خورو سربہ بند

## (حکایت متصل حکایت بالا)

گرد ہے نشیند باخوش پسر — کہ ماپاک بازیم و صاحب نظر
زمن پرس فرسودۂ روزگار — کہ برسفرہ حسرت خورد روزہ دار
ازاں تخم خرما خورد گو سپند — کہ قفل ست برتنگ خرما وبند
سرگا و عصار ازاں درکہ است — کہ از کنجدش ریسماں کو تہ است

(مخفف کا ۱۲)

## حکایت متصل حکایت بالا

یکے صورتے دید صاحب جمال — بگردیدش از سوزش عشق حال
برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم برآرد بہشتی ورق
گذر کرد بقراط بروے سوار — بہ پرسید کیں راچہ افتاد کار
کسے گفتش ایں عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست
رود روز وشب دربیابان وکوہ — زصحبت گریزاں زمردم ستوہ
بربودست خاطر فریبی دلش — فرد رفتہ پائے نظر در گلش
چو آیدز خلقش ملامت بگوش — بگرید کہ چند از ملامت خموش
مگوی اربنالم کہ معذور نیست — کہ فریادم از علتے دور نیست
نہ ایں نقش دل میر باید زدست — دل آں میر باید کہ ایں نقش بست
شنید ایں سخن مرد کار آزمائے — کہن سال پروردۂ پختہ رائے
بگفت ارچہ صیت نکوئی رود — نہ باہر کسے ہرچہ گوئی رود
نگارندہ راخود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بہ یغمار بود
چرا طفل یکروزہ ہوشش نبرد — کہ درصنع دیدن چہ بالغ چہ خرد
محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ در خوبرو یان چین و چگل

(معشوق گھر برباد کرنے والا تجھ کو تباہ کردے گا جاؤ عورت سے (نکاح کر کے) گھر کو آباد کرو اگر کسی لڑکے کو تو نے دل دے دیا تو ہاتھ میں روپیہ پیسہ باقی نہ رہے گا اور سر میں بھیجا (یعنی عقل اور دولت دونوں برباد ہو جائیں گے) دوسروں کے لڑکوں کی طرف بدنگاہ مت کر اس لئے کہ تیرا لڑکا خراب اور تباہ ہو جاوے گا۔)

(نفس بد کو شہوت پرستی سے باز رکھ اور اگر تو نے عشق بازی کی لاتیں کھانے اور سر کو زخموں سے باندھنے کے لئے تیار ہو جا (یعنی ذلیل اور خوار ہوگا) ۱۲)

(ایک گروہ خوبصورت لڑکے کے پاس بیٹھا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم عارف اور خالص نیت ہیں (بطور طعنہ کے سعدی کہتے ہیں کہ مجھ تجربہ کار سے (ان کی حالت) دریافت کرو (یہ ایسے ہیں کہ جیسے) دسترخوان پر روزہ دار حسرت کھاتا ہے (کہ کھانے کو جی چاہتا ہے مگر روزہ کی وجہ سے کھا نہیں سکتا ایسے ہی یہ لوگ اس پر حسرت کرتے ہیں مگر لباس پارسائی کی وجہ سے متمتع نہیں ہو سکتے اور لیجئے کہ بکری چھوارہ کی گٹھلیاں اس وجہ سے کھاتی ہے کہ چھواروں کے ڈھیر پر تالا لگا ہوا ہوتا ہے اور دیکھئے کہ روغن گر کا بیل گھانس کے ساتھ مشغول ہوتا ہے کیونکہ تل سے اس کی رسی تنگ ہوتی ہے۔۱۲)

(ایک شخص نے ایک باجمال صورت دیکھی سو اس کی حالت عشق کی پریشانی سے متغیر ہو گئی اس بیچارہ کو (عشق کی گرمی سے) اس قدر پسینہ آیا کہ جیسے شبنم گلاب کے پھول پر گرتی ہے حکیم بقراط کا بحالت سواری اس پر گذر ہوا اور دریافت کیا کہ اس شخص کا معاملہ کیا ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ ایک عبادت گزار پارسا آدمی ہے کہ اس کے ہاتھ سے کبھی کوئی خطا ظاہر نہیں ہوئی۔ رات دن ہمیشہ پہاڑ اور جنگل میں رہتا ہے آدمیوں کی صحبت سے بھاگنے والا ایک خوبصورت لڑکے پر اس کا دل آ گیا عقل اس کی خراب ہوگئی جس وقت مخلوق سے ملامت سنتا ہے تو روتا ہے (اور کہتا ہے) کہ اس قدر ملامت نہ کرنی چاہئے۔ اگر میں نالہ وزاری کروں تو مجھ کو معذور سمجھو کیونکہ میری آہ وفریاد بے سبب نہیں

اس خوبصورت لڑکے نے میرے دل کو پامال نہیں کیا (بلکہ) جس نے اس کو پیدا کیا ہے اس نے دل کو پامال کیا ہے (یعنی عشق مجازی نہیں ہے حقیقی ہے) بقراط نے جو کہ کار آزمودہ معمر تربیت یافتہ تجربہ کار تھا یہ واقعہ سنا تو کہا کہ اگر چہ کسی شخص کی نیک نامی مشہور ہو جاوے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ جو کچھ کسی سے کہے وہ تسلیم کرلیا جاوے تو یہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ بواسطہ اس لڑکے کے عشق حقیقی ہے مسلم نہیں اس لئے کہ اگر یہ واسطہ صورت وشکل کے لئے ہے تو) کیا خدا تعالیٰ کی بھی صورت ہے کہ جس نے اس عاشق کا دل غارت کیا اور ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ شکل سے پاک ہے اور اگر صنعت دیکھنے کے لئے واسطہ ہے تو) ایک روزہ بچہ دیکھنے سے اس کے ہوش وحواس کیوں نہیں گئے اس لئے کہ صنعت معلوم کرنے میں بڑے چھوٹے میں کیا فرق ہے۔ حقیقت شناس اونٹ میں وہی بات دیکھتے ہیں جو چین وچگل کے حسینوں میں۔۱۲ مترجم)

فائدہ: (۱) یہ بقراط کے قول سے استدلال نہیں بلکہ حضرت شیخؒ کی تقریر یعنی اس قول کے ساتھ توافق کرنے سے ہے۔

(۲) اور اسی سے جواب حاصل ہو گیا اس استدلال فاسد کا جو بعض نفس پرستوں سے مجھ کو کل ہی پہنچا کہ حدیث میں ہے **اللہ جمیل یحب الجمال** (اللہ تعالیٰ جمیل ہیں پسند فرماتے ہیں جمال کو۔۱۲ مترجم)

جواب یہ ہے کہ اگر یہ منشاء ہے تو طفل جمیل یکروزہ کے ساتھ اس کیفیت کی محبت کیوں نہیں ہوتی بس جتنا تفاوت ہے وہی اثر ہے شہوت کا۔

## مشورہ

اس مرض کے جزئی معالجات کے لئے رسالہ حسن العلاج لسوء المزاج کا بھی ملاحظہ فرمالینا نافع ہے جو النور کی جلد اول ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ سے جلد سوم جمادی الاخری ۱۳۴۱ھ تک چلا گیا ہے صرف شوال وذیقعدہ ۱۳۴۰ھ وصفر ۴۱ ہجری کا پرچہ خالی ہے اور

اگر ان پرچوں کے جمع کرنے میں دشواری ہو تو بتویب تربیت السالک میں جو کہ تازہ شائع ہوئی ہے باب سوم کے ایسے مواقع کا دیکھ لینا کافی ہے۔

ان مواقع کے یہ عنوانات ہیں۔

(۱) نظر بد کا علاج (۲) عشق کا علاج (۳) عشق اجنبیہ کا علاج دو جگہ

(۴) امرد پرستی و ترک فرائض کا علاج (۵) شہوت کا علاج دو جگہ

(۶) حسن پرستی کا علاج تین جگہ مع ضمیمہ (۷) محبت غیر اللہ کا علاج

(۸) حقیقت عشق مجازی جو قنطرۂ حقیقت ہے۔

(۹) لڑکوں سے محبت کا مذموم ہونا۔ (۱۰) تقاضائے نفس سے بچنے کا علاج

(۱۱) امارد سے محبت کا علاج (۱۲) نفسانی نگاہ سے بچوں کو دیکھنا

(۱۳) زنا و لواطت کا علاج (۱۴) وسوسہ نظر بد کا علاج

(۱۵) رغبت الی المعصیت کا علاج (۱۶) بڑھاپے میں شہوت کا اثر

(۱۷) غلبۂ خواہش نفسانی کا علاج (۱۸) ایک طبیب کے خط کا خلاصہ

(۱۹) خیالی زناء کا علاج (۲۰) خیالی زنا کی حرمت۔ بحمد اللہ ترجمہ تمام ہو۔

(سراج احمد امروہی ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

والسلام کتبہ اشرف علی ۲۶ صفر ۱۳۵۱ ہجری

# تتمہ اولیٰ حکایات الشکایات

# مضمون خامس

(از رسالہ النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## حکایت مع الشکایت

بعد الحمد والصلوٰۃ مدت ہوگئی جب سے یہ تحریکات جدیدہ شروع ہوئی ہیں۔ مہربانوں کی طرف سے جو کچھ ہدیہ لعن طعن کا میرے حصہ میں آ رہا ہے سب کو معلوم ہے مگر میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔ اوران کے جواب کا اہتمام نہیں کیا۔ البتہ صرف ایک بار میں نے اپنے مسلک کی ضروری توضیح اور بعض احباب نے اس کے متعلق ایک ملفوظ شائع کیا تھا جب وہ بھی مفید ثابت نہ ہوئی اور ثابت ہوا کہ لعن طعن ہی مقصود ہے اور تحقیق اور انصاف مفقود ہے۔ بالکل سکوت کرلیا چنانچہ اسی حالت پر ایک مدت گزر گئی لیکن اب ایک نئی بات یہ ہوئی کہ میں نے آغاز صفر ۱۳۴۱ھ میں ایک اعلان جابجا اپنے قصبہ کے کوچہ وبرزن میں چسپاں دیکھا جس کو بعض عنایت فرماؤں نے شائع کیا جس کے مضمون کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہ کا ایک خط[1] ظاہر کیا گیا ہے۔ اور محمد خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مراد آباد کی طرف سے ''اخبار ہمدم میں اس کا بھیجا جانا لکھا ہے۔ یہ چند سوالات و جوابات پر مشتمل ہے اور ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں اس خط کا پہنچنا لکھا ہے اس میں

سائل صاحب نے اس احقر کو موجودہ تحریکات کے خلاف بتلا کر اور جو شخص اس کے خلاف ہو اس کا حکم پوچھا ہے۔ اور یہ جواب نقل کیا ہے کہ موجودہ تحریک بہت اچھی ہے اور اس میں شرکت ہر مسلمان کو فرض عین ہے۔ جو اس کے خلاف ہے وہ اسلام کے ساتھ میں دشمنی کرتا ہے کہ جو ایک گناہ عظیم ہے۔ اور جواب میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذاتیات سے بحث بندہ اچھی نہیں سمجھتا جو بھی اس کے خلاف ہے اس کے واسطے وہی حکم ہے۔ اھ ملخصاً۔ اس تحریر سے دو اثر محتمل ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ پر جو لعن طعن عنایت فرماؤں کی بدولت ہو رہا ہے۔ اس میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ سو یہ تو مجھ کو گوارا ہے۔ بقول شخصے کہ مردہ پر دیسی ہی دو من مٹی ویسی ہی سو من۔ نیز مدت ہوئی۔ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں ایک مستقل اعلان عام میں بامید عفو حق تعالیٰ میں سب کو معاف بھی کر چکا ہوں۔ تو بعد میں اس کا ذکر ہی کیا۔ دوسرا اثر یہ محتمل ہو سکتا تھا کہ کوئی میرا نادان دوست خدانخواستہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی (جو کہ میرے استاد بھی ہیں اور میں ان سے محبت و عقیدت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتا ہوں) شان میں کوئی سوء ظن قلب میں پیدا کرے۔ غ جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں اسی کے دفع کے لئے یہ چند سطور لکھنا چاہتا ہوں۔ رہا اس کا فیصلہ کہ یہ خط حضرت کا ہے بھی یا نہیں بدوں اصل خط کو دیکھے ہوئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ گو اس خط کے بعض مضامین خود اس نسبت کی صحت میں بھی شبہ ڈالتے ہیں لیکن میں بلا تحقیق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کسی کو اس کی جانچ کا شوق ہو آخری شائع کنندہ یا مجوزان اشاعت کہ ان کے نام حسب ذیل ہیں منشی رفیق احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ الامداد تھانہ بھون و قاضی محمد اکرم صاحب تھانوی و حافظ احسان الحق صاحب تھانوی یا ایڈیٹر اخبار ہمدم سے ان خلیل الرحمٰن صاحب کا پورا پتہ ڈاک کا دریافت کر کے وہ خط منگا کر یا اگر بھیجنے سے عذر کریں تو ان کے پاس کسی ایسے ثقہ شخص کو جو حضرت کا خط بخوبی پہچانتا ہو۔ ہمراہ لے جا کر وہ خط دکھلایا جائے بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن صاحب سیوہارہ کے ہیں

کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے مگر اس کی نسبت بھی کچھ نہیں کہتا خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کر لیا جائے بہر حال جو صاحب بھی ہوں اگر تحقیق سے یہ تحریر حضرت کی ثابت نہ ہو۔ تب تو قصہ ختم ہوا۔ اور اگر ثابت ہو تو ناظرین دو قسم کے ہوں گے۔ ایک وہ جو حضرت سے عقیدت رکھتے ہیں اور بلا کاوش تحقیق کے اس تحریر کے مقتضائے ظاہری پر مجھ سے بدگمان ہو جائیں۔ سو میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔ دوسرے وہ جو مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے قلب میں حضرات کی طرف سے وسوسہ پیدا ہونے لگے چونکہ میری طرف سے ان کی اجازت نہیں۔ اس لئے اس وسوسہ کے دفع کا طریق بتلاتا ہوں۔

## درایت

وہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے جواب میں اس سے تعرض نہیں فرمایا۔ کہ سائل نے احقر کو جو خلاف لکھا ہے آیا حضرت نے اس کو تسلیم کیا ہے یا نہیں بلکہ خط مذکور کی اس عبارت میں ذاتیات سے بحث بندہ اچھا نہیں سمجھتا۔ اس پر تنبیہ فرما دی کہ سوال میں کسی کا نام لینا حضرت نے پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان جوابات کی تمہید میں بھی یہ عبارت ہے "خصوصاً" "آپ کے بعض نازیبا سوالات کی وجہ سے" اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آجکل روایات اور حکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔ بلا تحقیق جس کی نسبت جو چاہا نقل کر دیا جو اکثر اوقات غلط بھی ثابت ہوتا ہے۔ رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ قریب ہی زمانہ ہوا کہ مکہ معظمہ سے منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کا جن کو خدام دربار گنگوہی ہی خوب جانتے ہیں خط آیا اس میں انہوں نے ایک ایسی ہی خبر کا رد لکھا ہے۔ اخیر میں مضمون نمبر ا ملاحظہ ہو۔ غرض یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت نے خصوصیت سے اس احقر پر کوئی حکم نہیں لگایا ہر اس شخص پر لگایا جو خلاف ہو۔ اب اس کی تحقیق باقی رہی کہ آیا میں خلاف ہوں یا نہیں۔ سو اول خلاف کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کی حقیقت محض اختلاف تو ہے نہیں یعنی اگر چہ دلیل شرعی ہی سے ہو ورنہ لازم آئے گا کہ ہر فرض

میں اختلاف کرنے والا (اگر چہ وہ فرض اجتہادی ہی ہو اور اگر چہ وہ اختلاف بدلیل شرعی ہو) گناہ عظیم کا مرتکب ہو تو اس صورت میں قرأت فاتحہ خلف الامام میں جو کہ بہت سے صحابہؓ کے نزدیک فرض عین ہے حنفیہ کا اختلاف بھی موجب گناہ عظیم ہوگا۔ وہوکما تری۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف مذموم وہ ہے جہاں مسئلہ ایسی دلیل سے ثابت ہو۔ جو ثبوتاً ودلالۃً قطعی ہو اور پھر اس میں کوئی منازعت ومزاحمت کرے یا دلیل غیر قطعی سے ثابت ہیں نہ ان میں محض رائے سے کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مولانا بھی ان کو قطعی نہیں فرماتے تھے مجھ سے ابھی پانی پت میں حضرت کے ایک مخصوص ومقرب عالم نے حضرتؒ کا مقولہ بیان کیا۔ کہ جب تیرے مقالات وخیالات حضرت نے سنے تو فرمایا کہ ''اختلاف تو ٹھیک نہیں میرے جی میں یہ آتا ہے کہ میں ہی اپنی رائے سے کچھ ہٹ جاؤں'' ممکن ہے کہ لفظوں میں کچھ تغیر تبدل ہو گیا ہو مگر مضمون یہی ہے اور ظاہر ہے کہ قطعی کا ترک یا اس سے کچھ ہٹنا کسی حال میں درست نہیں اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک یہ بھی مسائل قطعی نہیں۔ اور جب واقع میں قطعی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو نعوذ باللہ خلاف واقع حضرت کیسے قطعی سمجھ سکتے تھے اور احقر کے مضمون شرح مسلک وملفوظ مندرجہ رسالہ النور جلد اول نمبر ا۔ و۲۔ سے اس اختلاف کی حقیقت اور اس کا اجتہادی ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ اس مقام پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس مسلک کے بعض اولہ شریعت بہت اختیار کے ساتھ لکھے دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اختلاف محض رائے سے نہیں ہوا ہے۔

**قال اللہ تعالیٰ الا ان تتقوامنھم تقاۃ وقال تعالیٰ واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستطاعۃ من رای منکم منکرافلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ رواہ مسلم وفی الدرالمختار ولا بدلفرضیتہ من قیداٰخر وھو الاستطاعۃ الی قولہ وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح وفی العالمگیر**

به وان كان لا يرجو القوة والشركة للمسلمين فانه لا يحل القتال لمافيه من القاع نفسه فى التهلكة وفى فتح القدير ولا باس ان يسطعان بالمشركين على قتال المشركين اذا خرجوا طوعاً ويرضخ لهم ولا يسهم لهم ولايكون لهم راية تخصهم وفى الهندية قال محمد لا باس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الا الكراع والسلاح وفى الدرلمختار وجازبيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمرالاً المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لا عانته على المعصية الىٰ قوله و عندى مافى الخانية (من كراهية بيع الامرومن فاسق يعلم انه يعصى به) معمول على كراهية التنزيه وهوالذى تطمئن اليه النفوس وفى ضميمة الروضة من المجتبىٰ وجامع الرموزو ردالمختار ويجب على الامام ان يبعث سرية الى دارالحرب كل سنة مرة اومرتين الى قوله وهذا اذا غلب على ظنه انه يكا فيئهم والا فلا يباح قتالهم. اه

وفى الهداية والمروى عن ابى حنيفةؒ من لزوم البيت محمول على حال عدم الامام وفى فتح القدير و ماروى جماعة من صحابة انهم قعد وافى الفتنة محمول على انه لم يكن لهم غناء و قدرة و فى الدرالمختار باب البغاة فان بايع الناس الامام ولم تنفذ حكمه فيهم لعجزه عن قهرهم لا يصير اماما. اه. وفى الباب كثيرة لا تحصى پس جس خلاف پر حضرت حکم لگارہے ہیں احقر اس خلاف کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور جس اختلاف میں مرتکب ہوا۔ اس اختلاف پر حضرت حکم نہیں لگاتے پھر اس اختلاف میں میں متفرد بھی نہیں بہت علماء کے رسالے اس اختلاف میں نکل چکے ہیں اور بعض نے رسالہ وغیرہ نہیں لکھا مگر ان کی یہی رائے ہے۔ تتبع واستقراء سے معلوم ہوسکتا ہے بلکہ عجب نہیں کہ عدد میں یہ زیادہ ہوں اوراگر زائد بھی نہ ہوں تب بھی قلت اور کثرت مدار خطا وصواب کا نہیں۔ بہت سے

مسائل میں ابوحنیفہؒ ایک طرف ہیں اور جمہور ایک طرف' پھر بھی وہ متروک نہیں ہوئے اور وہاں مقابلہ مجتہد کا مجتہد سے ہے۔ یہاں غیر مجتہد کا غیر مجتہد سے تو نسبت مساوی رہی۔ پھر وہ اختلاف بھی بعض مسائل زائدہ میں ہے نہ کہ اصلی مقصد یعنی نصرت حکومت اسلامیہ بقدر الوسع میں مال سے اور دعا سے اور ایسا اختلاف حضرت کے ساتھ خود حضرت کے خواص بھی کرتے ہیں چنانچہ اعلان مذکور میں ایک سوال نمبر ۱۲ یہ ہے۔ سرکار برطانیہ کی جملہ ملازمتیں کیسی ہیں اور اس کا جواب حضرت سے یہ نقل کیا ہے نمبر ۱۲ حرام اور علماء دیوبند سے ایک صاحب حاجی اسماعیل سوداگر دستار ریواڑی بازار بزازہ نے سرکاری مدرسہ کی نوکری تعلیم عربی کی نسبت سوال کیا ہے۔ اس کا جواب مدرسہ موصوفہ سے یہ گیا ہے۔ نوکری مذکورہ اب بھی جائز ہے جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے مگر ترک کرنا تمام ملازمتوں انگریزی کا احوط اور اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ اعداء دین اسلام سے کسی قسم کا تعلق رکھنا روا نہیں۔ البتہ بصورت مجبوری ملازمت مذکورہ کی اباحت کا فتویٰ جیسا پہلے دیا گیا تھا اب بھی وہی فتویٰ ہے اور فعل مباح کے کرنے والے پر طعن ولعن کرنا نہیں چاہیے اور اس پر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد انور شاہ صاحب کے بھی دستخط ہیں۔ اور حضرت کے جواب بالا سے بعد کا ہے کیونکہ وہ جواب ذی الحجہ ۳۸ھ کا ہے اور یہ فتویٰ جمادی الاول ۴۰ھ کا ہے۔ وہ فتویٰ بعینہ یہاں موجود ہے تو اگر ہر اختلاف مذموم ہے تو علماء دیوبند کو کیا کہے گا۔ غرض جب ثابت ہوا کہ ہر اختلاف خلاف نہیں ہے تو حضرت کا یہ فتویٰ میرے متعلق ہے ہی نہیں۔ بلکہ اہل خلاف کے متعلق ہے پس میری محبت کی بناء پر اگر کسی کے قلب میں حضرتؒ کی نسبت ذرا بھی وسوسہ آتا ہو اس کے رفع کے لئے یہ کافی ہے بلکہ میں تو سائل کا بھی شاکی نہیں کہ انہوں نے بلا تحقیق مجھ کو خلاف لکھ دیا ممکن ہے کہ انہوں نے کسی ایسے شخص سے جس کو وہ ثقہ سمجھتے ہوں اور وہ ثقہ نہ ہو کوئی واقعہ سن لیا ہوگا اور جو دلائل عنقریب عدم خلاف کے آتے ہیں۔ ان دلائل پر ان کو اطلاع نہ ہوگی۔ اس لئے اب تک ان کو بھی معذور سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر اب بھی

باوجود انکشاف حقیقت کسی کو بدگمانی یا بدزبانی کا شوق ہی ہو۔ تو میری طرف سے تو معاف ہے آگے وہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ خود دیکھ لے۔ باقی ایسے اعلانات سے اکثر حضرات کی جو اصلی غرض ہے کہ مجھ سے عوام کو عقیدت نہ رہے تو اس غرض کا حصول تو بلا ان کے اہتمام خود میرے طرز عمل سے ہو رہا ہے۔ یہاں آمدورفت رکھنے والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے مجھ کو کچھ ناگواری بھی نہیں ہوتی اور نہ کسی سے تکدر ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسے حضرات کی طرف سے یہ امور پیش آویں جو تعلق کا دعویٰ کرتے تھے یا کرتے ہیں تو ایک دو روز حزن طبعی ہوتا ہے پھر بے تعلقی کے تصور سے وہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ آگے بعض دلائل اس نسبت خلاف کے غلط ہونے کے عرض کرتا ہوں تاکہ رسالہ کے اصل مقصود کی مزید تائید ہو جائے کہ میں حضرت کے کلام میں مراد نہیں ہوں تو حضرت پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ وہ یہ ہیں۔ (نمبر۱) شرح مسلک ملفوظ کا مضمون جس کا اوپر ذکر ہوا (نمبر۲) مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کا مجھ سے پوچھنا کہ ان مسائل میں جب اختلاف ہے تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ اور میرا یہ جواب دینا کہ حضرت ہم سب کے بڑے ہیں مجھ پر ان کو ترجیح دینا چاہیے۔ باقی میرا معاملہ جدا ہے اس کی شہادت مولوی صاحب سے لی جاسکتی ہے الفاظ کا تفاوت ممکن ہے باقی اگر کسی کو منع کیا ہے تو اول تو اختلافی مسئلہ میں کسی کو امر و نہی کرنا شرعاً امر منکر نہیں پھر خطاب بھی عام نہیں کیا اور اپنے کسی مخصوص کو مشورہ دے دینا کوئی جرم نہیں پھر اس میں بھی اصل مقصد یعنی اعانت حکومت اسلامیہ بقدر وسع سے نہیں بلکہ صرف منکرات سے روکا خواہ درجہ عنوان و صورت میں منکر ہو یا درجہ معنون و حقیقت میں سو اس کو کون خلاف کہہ سکتا ہے۔

(نمبر۳) مضمون الصحف المنشورہ فی فضائل اعانۃ انگورہ'' درباب ترغیب اعانت مالیہ انگورہ اور مضمون الشکر والدعاء درباب شکر فتوحات ترک ودعائے فتوحات رسالہ النور جلد اول و دوم میں شائع کیا گیا اور اعانت و دعا ہر دو امر کا سلسلہ برابر جاری ہے چنانچہ النور جلد ۲' نمبر۳ ونمبر۴ ونمبر۵ میں اس اعانت کی فہرست کا ایک معتدبہ حصہ بھی

شائع ہوا ہے اور جو نفرت باعتبار اپنی حالت قدرت کے اصل ہے وہ بھی دو چیزیں ہیں تو کیا یہ غضب نہیں ہے۔ کہ ناصر کو مخالف کہا جائے انا للہ۔ البتہ جلسہ کی صورت اختیار نہیں کی کہ اس وقت ان کا منکرات سے خالی ہونا متعذر رہے جو کچھ توفیق ہوئی اس پتہ پر بھیج دیا (پتہ اس لئے بھی لکھے دیتا ہوں کہ بعض احباب میرے بھیجنے کا ذریعہ پوچھا کرتے ہیں) جناب حاجی وجیہ الدین صاحب صدر بازار میرٹھ نمبر ۴۔

خود حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال وافعال سے ثابت ہے کہ مجھ پر خلاف کا گمان نہیں فرمایا۔ چنانچہ جب میں واپسی مالٹا کے بعد زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجمع عام نے مشاہدہ کیا کہ کس عنایت ولطف کے ساتھ پیش آئے۔ حتیٰ کہ ایک بار بعد ظہر ذرا حاضری میں دیر ہوئی تو آنے کے بعد فرمانے لگے میں تو اس وقت خود تیرے ہی پاس جانے کو تھا یہ کس درجہ عنایت کی دلیل ہے اور اس وقت اس میری رائے کی اطلاع بھی تھی چنانچہ بعض احباب ثقات نے جو میرے ہمراہ تھے اور وہ اب کانپور میں ہیں۔ دیو بند ہی میں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ اشرف حاضر ہوا ہے۔ اگر ان مسائل میں کچھ فرما دیجئے تو بہتر ہے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اس لئے وہ کچھ نہ کہہ سکے گا ایسی حالت میں کچھ کہنا مناسب نہیں اس سے جیسے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کو میری رائے معلوم تھی اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو خلاف دین نہ سمجھتے تھے ورنہ ایسا عذر خفیف نہ فرماتے۔ پس باوجود اطلاع رائے کے یہ عنایت صریح دلیل ہے کہ مجھ پر خلاف مذموم کا گمان نہیں فرمایا۔

نمبر ۵ یہ بھی نمبر ۴ کا تتمہ ہے حضرت نے اپنے مقدمہ ترجمہ میں میرا ذکر اچھے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی ضروری عبارت آخر میں مضمون نمبر ۲۔ میں ملاحظہ ہو۔ تو اگر مجھ پر ایسا گمان فرماتے تو کیا اس مضمون کو دفع تلبیس کی ضرورت سے خارج فرما دینا ضروری نہ تھا۔ نمبر ۶۔ یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے احقر کے نام دو مکتوب شریف جن میں ایک زمانہ قیام مکہ معظمہ کا اور دوسرا زمانہ واپسی مالٹا کا ہے ذکر

محمود میں شائع ہوئے ہیں ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ النور نمبر۲ جلد نمبر۱) (نمبر ۷) یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت نے ایک استفسار متعلق احقر و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں مضمون نمبر۳۔ ملاحظہ ہو (نمبر۸) سب سے زیادہ قرب و اختصاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرات علمائے دیوبند کو ہے۔ اگر حضرت کا یہ خیال ہوتا تو علماء دیوبند اس کے خلاف کیوں فرماتے۔ مضمون نمبر۵ و نمبر۶ و نمبر۷ (جو عنقریب مذکور ہیں) ملاحظہ ہو نیز مولانا محمد علی صاحب خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ بھی ہمارے اکابر کے ساتھ تعلقات خاصہ رکھنے کے سبب علمائے دیوبند ہی کے ساتھ ملحق ہیں۔ وہ ایک خط میں باوجود ان معاملات میں میرے ساتھ اختلاف رکھنے کے اور مجھ کو مشورہ دینے کے بعض روایات حاکیہ تلویث لسان کو رد فرماتے ہیں مضمون نمبر۸ (جو کہ عنقریب مذکور ہے) ملاحظہ ہو (نمبر۹) یہ توجج ظاہرہ تھے اب تائید کے درجہ میں ایک حجۃ باطنہ بھی نقل کرتا ہوں جو ایک صاحب خدمت کا مقولہ ہے جو اشراقی کے لقب سے معروف ہیں اور صاحب کشف کے ساتھ معروف ہیں اور صحت کشف کے ساتھ موصوف ہیں یہ ایک ثقہ کے خط میں مع سند منقول ہے جو میرے پاس محفوظ ہے آخر میں مضمون نمبر۹ ملاحظہ ہو۔ (نمبر۱۰) تتمہ بالا ایک شخص نے بگمان مذکور مجھ سے بیعت فسخ کر دی تھی اس کی نسبت ان ہی اشراقی صاحب سے کسی نے پوچھا انہوں نے ایک خط میں شرکت حقیقی کی حقیقت بتلا کر اور متعارف شرکت کو بے وقعت ٹھہرا کر اس شخص کی غلطی ظاہر کی ہے۔ اس خط کی نقل بھی جو بواسطہ ثقہ موصوف بالا مجھ تک پہنچی ہے میرے پاس محفوظ ہے۔ آخر میں مضمون نمبر۱۰ ملاحظہ ہو۔ یہ دس دلائل ہیں جن سے اصل مقصود رسالہ کی مزید تائید ہوتی ہے اب ان مضامین کو نقل کرتا ہوں جن کا حوالہ جابجا رسالہ ہذا میں دیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہ بھی دس ہی ہیں اور دلائل اور مضامین دونوں باعتبار عدد کے تلک عشرۃ کاملہ کی برکت سے متلبس ہیں ذیل میں ان مضامین عشرہ کو ملاحظہ فرمائیے۔

# مضامین متعددہ

جن کا حوالہ رسالہ ہذا (یعنی تتمہ اولی حکایات الشکایات) میں جا بجا بقید نمبر کے دیا گیا ہے۔ (مضمون ......نمبر۱) از منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی مقیم مکہ معظمہ)

چند ماہ ہوئے کہ کسی پرچہ میں کسی سہارنپوری جو شیلے نادان نے کسی اخبار میں مولوی شفیع الدین صاحب کا نام لے کر آپ کی نسبت کچھ افترا کیا تھا۔

میں نے مولوی شفیع الدین صاحب سے کہا۔ ان کو اس شخص کے اس خود غرضانہ جھوٹ پر بہت افسوس ہوا۔ بھلا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ سے ناراض ہوں گے بعض اہل دنیا یہاں ایسے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے نام سے دنیا کے کمانے کیلئے لوگوں سے ان کے حسب خیال بات کہتے رہتے ہیں۔ ان کو میں خوب جانتا ہوں۔ وہ حضرت حاجی صاحب کے لوگوں میں ہیں لیکن دین نہیں حاصل کیا۔ مولوی شفیع الدین صاحب ہمیشہ آپ کے ثنا خواں اور قدرداں ہیں۔ اھ

تتمہ مضمون بالا جس طرح منشی صاحب نے اس روایت کے غلط ہونے پر مولوی شفیع الدین صاحب کی خوشنودی سے استدلال کیا اسی طرح مولانا محب الدین صاحب کی (جو کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اخص الخواص میں سے ہیں) محبت بھی اس کی دلیل ہے۔ جو مولوی شمس الحق صاحب خلف حاجی تہور علی صاحب انسپکٹر پنشنر کے ایک کارڈ سے معلوم ہوئی۔ اس کی عبارت یہ ہے۔ ''حضرت مولانا محب الدین مدفیوضہم مکی جناب کو بہت یاد فرماتے تھے اور بہت بہت سلام فرما دیا ہے۔'' ۱۵۔ محرم ۱۳۴۱ھ۔ حضرت حاجی صاحب کے خدانخواستہ ناراض ہوتے ہوئے ان خواص کا یہ برتاؤ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

مضمون نمبر۲۔ عبارت مقدمہ ترجمہ قرآن از حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ ثانیاً علمائے متدینین کے زمانہ حال میں متعدد تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو

چکے ہیں۔ منجملہ ان کے دوترجموں کواحقر نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔اول مولوی عاشق الٰہی صاحب ساکن میرٹھ کا۔ دوسرا مولانا اشرف علی صاحب کا جوعمدہ اور نافع ہونے کے علاوہ سلف صالحین کے مسلک کے موافق اور مذکورہ بالاخرابیوں سے پاک ہیں۔اھ۔غور فرمایا جائے مرتکب خلاف مذموم کومتدین اور مولانا لکھنا کب جائز ہے۔ پھر طباعت اس کی بسر پرستی مولوی محمد مبین صاحب ومولوی عزیزگل اسیر مالٹا ہوئی۔جن کو خادمان خصوصی حضرت کا ٹائٹل پر لکھا ہے۔اگر احقر مولانا کی رائے میں ایسا ہوتا جیسے مہربانوں نے فرمایا ہے۔تو یہ خادمان خصوصی اقل درجہ ان الفاظ پر ایک حاشیہ تو دفع تلبیس کے لئے ضرور ہی لکھ دیتے۔

مضمون نمبر۳۔ جواب حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ بجواب استفسار(اس کے متعلق تفصیل مضمون ثالث میں گزر چکی ہے ۱۲ مؤلف اشرف السوانح) متعلق احقر حضرت مولانا خلیل احمدؒ صاحب دامت فیوضہم۔

آپ کا خط پہنچا' سخت تحیر ہوا۔میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جوان حضرات کو جانتا بھی ہو۔وہ ان کی شان میں وہ الفاظ بجنسہ استعمال کرے۔جوآپ کے قلم سے نکلے ہیں۔اوراسی کے ساتھ اس کا تعجب ہے۔آپ نے ایسے ناپاک اور بیہودہ لفظوں کو کیسے نقل کیا۔اور بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کا کیسے تہیہ کیا۔بالفرض کسی ایک نے یا دو نے یہ کلمات خبیثہ کہہ کراپنی عاقبت خراب بھی کی۔الیٰ قولہ الخ۔آپ ایسے امور سے احقر کو معاف رکھیں گے جس کے سننے کی مجھ کو ہمت نہیں اور جس کا سننا موجب اضطراب وقلق کا ہوتا ہے۔۶۔ذیقعدہ و قال فی مکتوبۃ الاخر عوام کی عقیدت وعدم عقیدت ان کے خیالات کی موافقت پرمبنی ہے۔اس لئے ان کی عقیدت وعدم عقیدت دونوں قابل اعتبار نہیں۔النور نمبر ۱۰ جلد نمبر ۱۔ تفریع۔اعلان مذکور خطبہ رسالہ ہذا کے الفاظ دشمنی اسلام وغیرہ میں اور خط بالا میں ایسے الفاظ کو خبیث وموجب قلق واضطراب فرمانے میں موازنہ کرنا نیز خط بالا میں

باوجود سائل کی درخواست کے بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کی ناپسندیدگی میں اور اعلان مذکور میں اس خط کو کسی اخبار میں شائع کرا دینے کا حکم فرمانے میں موازنہ کرنا کیا قوی شبہ پیدا نہیں کرتا کہ یہ خط یا حضرت کا نہیں ممکن ہے کسی نے لکھ کر تمام دستخط کرا لئے ہوں اور اکثر اعتماد پر دستخط ہو جاتے ہیں۔ اور یا اگر حضرت کا ہے تو کسی نے خوب بھر کر غیظ دلایا ہے بعض اصحاب نے اس خط کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اول تو اس ناسخ میں وہی کلام ہے کہ بدوں اصل خط کے دکھلائے ہوئے حجت نہیں پھر بعد تسلیم حجیت و بجمیع اجزاہ حجت ہوگا۔ اس میں یہ اجزا بھی ہیں۔ (نمبرا) سائل کو ان حضرات کی برائی اور تہمت اور غیبت سے منع کیا ہوگا کہ جس کا ارتکاب ہر مسلمان کو ناجائز ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان حضرات کی غیبت کرے تو سوائے گناہ کے کیا نفع (نمبر۲) اور مولانا (مراد احقر) کی جو تصانیف آپ دیکھ رہے ہیں۔ بندہ بہت اچھا سمجھتا ہے (نمبر۳) اور ایسے مقامات پر جہاں مسلمانوں کے معمولی سے معمولی دینی بات کے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے (جیسے گؤرکھشا کیونکہ سائل کے اسی سوال کے جواب میں ہے) چندہ دینا حرام ہے۔ اگرچہ برادران ہنود سے ہمیں یہ امید نہیں مگر پھر بھی اگر کوئی ہندو ذبیحہ گاؤ سے ہم کو روکے تو ہمارے ذمہ شرعاً ضروری ہو جائے گا کہ ہم اس کی مخالفت پہلے سے بھی زیادہ کریں۔ اھ

اب دیکھئے کہاں تک اس ناسخ پر عمل ہو رہا ہے اور کہاں تک یہ ناسخ ہم کو مضر ہے۔

مضمون نمبر۴۔ جواب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند۔ بجواب ایک خط کے بعد سلام مسنون آنکہ۔ لفافہ آپ کا پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے حالات حاضرہ میں ہم کو اختلاف ضرور ہے۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس سے ہم مولانا کی توہین اور گستاخی کو گوارا کریں۔ مولوی...... صاحب نے جو کچھ کیا یا کہا اپنی طرف سے کیا ہم اس کو کبھی پسند نہیں کرتے اور نہ اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔ ۲۱۔ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ۔

مضمون نمبر ۵ (تتمہ نمبر ۴) بجواب ایک استفسار کے۔ بندہ سے مولانا اشرف علی صاحب کی نسبت کسی نے استفساء نہیں کیا۔ میرا خیال ان کے فاسق بنانے کا ہرگز نہیں۔ اور خلافت کی مجالس سے ان کی علیحدگی کسی عذر سے ہوئی ہے۔ صدیق احمد عفی عنہ (کاندھلوی) آگے اسی کے ساتھ علماء دیوبند کی تحریرات ہیں۔ مسائل حاضرہ میں ہمارا مسلک تو بالکل وہی مسلک ہے۔ جو حضرت استاد مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ مقرر فرما گئے ہیں۔ لیکن بہ نسبت مولانا اشرف علی صاحب کے بسبب حسن ظن کے ہمیشہ تاویل کی ہے اور کبھی تفسیق نہیں کی اور نہ کسی کو اجازت دی۔ راقم محمد انور عفا اللہ عنہ (صدر مدرس دیوبند) عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸۔ صفر ۴۰ھ ۱۳ انا فمولانا التھانوی یسئل عنی ولا اسال عنہ، شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ فقیر اصغر حسین عفا اللہ عنہ، (یہ فتویٰ قلمی محفوظ ہے) اس عربی عبارت کے معنی یہ ہیں کہ میرا یہ رتبہ نہیں کہ مجھ سے تھانوی کی نسبت پوچھا جائے بلکہ اگر اس سے میری نسبت پوچھا جائے تو زیبا ہے اور جو کسی کی سمجھ میں کچھ اور آئے تو خود صاحب عبارت سے پوچھ لیا جائے۔

مضمون نمبر ۶۔ تتمہ سابق تخلیص خط مولانا حبیب الرحمٰن صاحب موصوف الصدر جو ہمراہ مضمون نمبر ۵ آیا نہایت ملال ہوا کہ ایسا زمانہ بھی آنے والا تھا جس میں ایسی باتوں کی استفسار کی نوبت آئے گی۔ جس کے خیال سے بھی رونگٹا کھڑا ہوتا ہے مگر زمانہ کے عجائب میں یہ حادثہ بھی عجیب ہے۔ مولوی...... کے خطوط دیکھے ان کی دورنگی کو دیکھ کر تعجب ہوا اور زیادہ تعجب بھی نہ ہوا کیونکہ اس قسم کا خیال ان کی جانب تھا اور خیال ہو گیا تھا کہ اس کی تہ میں رنجش بھی ہے۔ تمام جماعت کا یہی خیال ہے جو میرا ہے (یہ خط بھی محفوظ ہے)

مضمون نمبر ۷۔ تتمہ سابق۔ جواب زبانی مولانا حسین احمد صاحب خادم و رفیق مالٹا حضرت دیوبند بوقت جلسہ تھانہ بھون جس میں مولانا موصوف و مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شریک ہوئے تھے اور

سب حضرات نے اپنے کرم سے خود تشریف لا کر اس ناکارہ کو اپنی زیارت و خاص عنایات سے مشرف کیا تھا۔ پھر یہاں سے کاندھلہ جا کر جب مولانا حسین احمد صاحب سے میری امامت کے متعلق کسی نے پوچھا تو بہت ناخوش ہوئے اور کہا کیا واہیات سوال ہے ہم تو اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دوسرے بڑوں کو۔ پھر جلسہ عام میں بھی اور بہت باتیں اپنے حسن ظن سے فرمائیں۔ جس کو میں نے اس لئے نہیں نقل کیا کہ شاید کچھ الفاظ میں تغیر ہو جائے بہت حضرات کاندھلہ ان کے سننے والے موجود ہیں۔ اور اتنا کچھ فرمایا کہ بعضے کمیٹی والے خود ان سے بدگمان ہو گئے۔

مضمون نمبر ۸۔ مقولہ مولانا محمد علی صاحب خلیفہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی ثقیل لفظ آپ کی نسبت نہیں کہا۔ ۱۵۔ صفر ۴۰ھ از خانقاہ رحمانیہ مونگیر

مضمون نمبر ۹۔ مقولہ ایک صاحب کشف صاحب خدمت کا جو ایک دوست نے خط میں نقل کیا جو میرے پاس محفوظ ہے۔

خاں صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ اشراقی صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت بڑے آدمی ہیں اور معاملات حاضرہ میں جو ان کا مسلک ہے۔ اس کا منشا خوف نہیں ہے بلکہ ان کی رائے یہی ہے۔

مضمون نمبر ۱۰۔ تحریر صاحب کشف بالا.... جس نے بایں وجہ کسی درویش سے بیعت فسخ کی ہے کہ وہ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس شخص کی بہت غلطی ہے خلافت میں ہر ایک درویش حصہ لے رہا ہے نااہل کی سمجھ میں آنا ذرا دشوار ہے۔ خلافت میں حصہ لینے کے یہ معنی نہیں کہ ریاء کار لیڈروں کو اپنا امام بنایا جائے۔ گاندھی کو پیشوائے ہند اور مہاتما مانا جائے۔ الی آخرہ (اور بڑا حصہ لینا جو قدرت میں ہے اعانت مالیہ و دعا ہے)

وہ مضامین عشرہ ختم ہوئے اور ان کے ساتھ رسالہ بھی ختم ہوا۔

کتبہ اشرف علی سابع صفر یوم الجمعہ ۱۳۴۱ھ

# مضمون سادس

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کے جعلی ہونے کا اقرار...(از رسالہ النور بابت ماہ رجب ۱۳۴۴ھ مضمون منجانب مدیر)

آغاز ۱۳۴۱ھ میں اخبار ہمدم میں ایک خط خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مراد آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور اس کو حضرت شیخ المحدثین مولانا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ پھر اسی زمانہ میں اس کی نقلیں مختلف مقامات پر شائع ہوتی رہیں۔ جس کے ایک نمبر میں حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کے متعلق بھی سوال و جواب تھا۔ اگرچہ حضرت دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کے طرز کو جاننے والے اور منصف مزاج لوگ تو اسی وقت اس خط کے جعلی ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر بوجہ اس احتیاط کے جو حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی عادت ثانیہ ہوگئی ہے۔ خود حضرت دام ظلہم العالی نے اسی زمانہ میں اس کے متعلق ایک جامع مانع مضمون تحریر فرمایا تھا جو بذیل حکایات[1] الشکایات النور نمبر ۱۰ جلد ۲ بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوگیا تھا۔

اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن سیوہارہ کے ہیں کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے۔ مگر اس کی نسبت بھی میں کچھ نہیں کہتا۔ خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کرلیا جائے اس کی مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جب دیکھا تو انہوں نے برأت لکھ کر دفتر میں بغرض اشاعت روانہ کی جو النور نمبر ا۔ جلد ۳ بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوئی۔ پھر چونکہ حکایات الشکایات میں یہ بھی تھا کہ اس خط کی اصل کا مطالبہ اس کے شائع کنندگان سے کرنا چاہیے۔ یا خلیل الرحمٰن دہلوی مقیم مراد آباد کا پتہ دریافت کر کے ان سے اصل خط کا مطالبہ کیا جاوے اور جب اصل مل

جائے تو اس کو اس وقت تک صحیح نہ مانا جائے۔ جب تک کہ حضرت دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کے خاص خدام میں سے کوئی ثقہ اس کو دیکھ کر اس کی شہادت نہ دے کہ یہ خود حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے یا حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے حرفاً حرفاً اس کو سن کر اس پر دستخط فرمائے ہیں۔ اھ۔ اس مضمون کو دیکھ کر بعض احباب نے اس کے متعلق بے حد تفتیش کی مگر اصل ہوتو ملے سب نے شائع کنندگان سے مطالبہ کیا مگر اکثر جگہ سے جواب ہی نہ ملا چونکہ شائع کنندگان میں ایک جناب تصدق احمد صاحب شیروانی ناظم اعزازی صوبہ مجلس خلافت علی گڑھ کا نام بھی تھا لہٰذا ان سے بھی مطالبہ کیا گیا اور پھر شدید تقاضا کیا گیا بعد تقاضائے بسیار صاحب موصوف نے ایک اعلان اخبار زمیندار مورخہ ۲۱۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کے صفحہ ۶ کالم ایک میں شائع کیا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''اس خط اور جواب کی صحت وعدم صحت سے میں لاعلم ہوں اور یہ اشتہار نہ میرے علم میں ہے نہ میرے استرضا یا ایماء سے چھپا اور نہ اس کے متعلق مجھ سے اجازت حاصل کی گئی اھ۔

ملاحظہ ہوالنور صفحہ۲ نمبر۳ جلد۳ بابت ماہ رجب ۱۳۴۱ھ یہ تو اس خط کی کیفیت ماضیہ تھی۔ اس کے بعد نہ کبھی اس کے متعلق کوئی تفتیش کی گئی نہ خود کوئی خبر ملی۔ لیکن حال ہی میں بتاریخ ۹۔ جنوری ۱۹۲۶ء ایک خط حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی خدمت میں دہلی سے آیا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔ اس میں کاتب نے اپنا نام خلیل ظاہر کیا ہے اور حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کی اشاعت کا اپنی جانب سے ہونا ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا بھی اقرار ہے کہ اس خط سے حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ خط میری جانب سے ایک صاحب نے شائع کرا دیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے سبب اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔ اھ۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ دعویٰ تو حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کے اتباع کا ہو رہا ہے اور

ساتھ ہی ان پر افترا بھی کیا جارہا ہے اور مخلوق خدا کو دھوکہ میں ڈالا جارہا ہے۔ اور ایک مدت مدید تک اس افتراء کا اخفا بھی کیا جاتا ہے اور اظہار بھی ہے تو کس خوبصورتی سے کہ نہ کاتب کا پتہ نہ نشان۔ کیا حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ اس کو کسی طرح گوارا فرما سکتے تھے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی تو جس نے ایک دفعہ بھی زیارت کی ہے وہ بے ساختہ کہہ اٹھے گا۔ ان ھذا الا اختلاق۔

ساختہ حرف تلخ نمایاں اس لب شیریں پہ یہ بہتان

یہ کڑوے حروف ہمارے بنائے ہوئے ہیں، اس شیریں گفتگو والے پر یہ بہتان ہے

خصوص جنہوں نے ان دونوں حضرات کے تعلقات اور باہمی اتفاق و اتحاد کو دیکھا ہے ان کو تو اس میں جانب مخالف کا احتمال بھی نہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس کے اظہار کی کبھی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ مگر جب جہلاء کی زیادتی حد سے متجاوز دیکھی۔ تو بعض حضرات نے اپنے معمولات کا اظہار بھی کیا چنانچہ ایک نمونہ اس کا وہ خط ہے جو النور نمبر ۹ و ۱۰ جلد ۵ بابت ماہ محرم وصفر ۱۳۴۴ھ میں بذیل مکتوبات حسن العزیز شائع ہوا ہے جس میں کاتب نے حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے جس میں ایک مولوی صاحب کو اسی بناء پر تنبیہ فرمائی ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے خلاف شان کوئی کلمہ زبان سے نکالا تھا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ جو میرا خیال ہے وہ صحیح ہے اور حق ہے اور مولانا تھانوی کا جو خیال ہے وہ سراسر غلط ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے جس جس جگہ مولانا تھانوی کی نسبت کچھ کہا ہے وہاں وہاں مولانا تھانوی کی مدح اور تعریف کرو تا کہ اس کا تدارک ہو جائے۔ اھ۔ اب منصف مزاج حضرات خود فیصلہ فرمالیں کہ حضرت مولانا دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ کو کس درجہ حضرت مولانا دام ظلہم العالی سے تعلق تھا۔ اور مسائل مختلف فیہا میں اپنی رائے کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کس درجہ پر سمجھتے تھے۔ اور تحریکات گزشتہ کے متعلق جو امور متجاوز عن الحدود حضرت مولانا دیو بندی

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں وہ کہاں تک قابل یقین ہیں۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہارمرا

میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ لگالے

اس خط میں بھی ان صاحب کا پورا پتہ درج نہیں تھا۔ صرف دہلوی مقیم مرادآباد لکھا تھا۔ اور اس خط میں بھی پتہ نہیں ہے اس لئے ہم بذریعہ اعلان ہذا عرض کرتے ہیں کہ کاتب نے جو حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم سے صفائی قلب کی درخواست کی ہے اس سے اگر معافی مطلوب ہے تو وہ تو پہلے سے حاصل ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم ایک مستقل اعلان میں (جو ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا تھا اور اس کا حوالہ النور نمبر ۱۱ جلد ۲ میں بھی ہے) ایسے تمام عنایت فرماؤں کو معاف فرما چکے ہیں۔ یہ بات بھی اس زمانہ میں ہمارے علم میں صرف حضرت دام ظلہم العالی ہی میں پائی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کی خطاؤں کو بلا استدعا بھی معاف فرمادیتے ہیں حق تعالیٰ تادیر اس سایہ کو اپنے بندوں کے سر پر قائم رکھے کہ حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمٰی ہے آمین بجاہ سید المرسلین۔ اور اگر مراد کاتب کی صفائی قلب ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے بلکہ اپنا نام اور پورا پتہ وغیرہ ظاہر کر کے صفائی کا طریقہ خود حضرت دام ظلہم سے دریافت کریں یہ کیا کہ خطا تو علی الاعلان اور توبہ پوشیدہ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور اگر حقوق العباد سے سبکدوش ہونا اور عذاب الٰہی سے جو حقوق العباد کی وجہ سے ہوگا بچنا چاہتے ہیں۔ اس میں جو بھی شرطیں حضرت والا دام ظلہم العالی لگادیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب مشروع ہوں گی ان کو بسر وچشم قبول کریں۔ انصاف تو کیجئے جس ذات کو حضرت والا دام ظلہم العالی خود اپنا بڑا اور بزرگ مانتے ہوں ان کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ تم کو ایسا ایسا کہتے تھے گویا ناراض تھے۔ اور پھر اس قائل کا جھوٹا ثابت ہوجانا کیا یہ کچھ کم جرم اور دل آزاری ہے ذرا انصاف سے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ ایسا کرے تو آپ پر کیا گزرے اور کیا آپ کا قلب صرف ایک خط آجانے

سے صاف ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ بھی یہی کہیں گے کہ۔

بسالے ز جورت جگر خوں کنم  بہ یک ساعت از دل بروں چوں کنم

(بہت دفعہ میں تمہارے ظلم کی وجہ سے اپنے جگر کا خون کرتا ہوں جیسے ابھی اسی لمحہ اسے نکال باہر کر دوں گا۔)

اور یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ اس خط کی وجہ سے جن لوگوں نے غیبتیں کر کے اور لعن طعن کر کے اپنا دین برباد کیا ہے صرف اس خط سے ان کی کیا اصلاح ہوسکتی ہے اگر یوں ہی کلھیا میں گڑ پھوٹتا رہا تو ان سب کے ساتھ یہ کاتب صاحب بھی بوجہ سبب ہونے کے شریک گناہ ہیں کیا دین و دیانت اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس طرح گناہوں کا انبار بڑھتا رہے اور اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے۔ اور جس طرح بغیر پورے پتہ وغیرہ کے اس زمانہ میں اکثر حضرات نے اس خط کو اصل خط اور اس کے تمام مضامین کو حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب سمجھ لیا تھا اسی طرح حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو بھی حق تھا کہ اس خط کو بالکل صحیح سمجھ کر شائع فرماتے اور اس طلب صفائی سے خوش ہوتے (اور ایک یہی کیا اس شور کے کم ہونے کے بعد سے سینکڑوں خط طلب معافی کے آ چکے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں کے آنے جانے والے اس سے خوب واقف ہیں) لیکن چونکہ حضرت دام ظلہم کو خدا تعالیٰ نے وہ شان عطا کی ہے کہ مادح وذام ان کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔ اور للّٰہیت کا غلبہ ہے۔

اسی لئے کبھی ان خطوط کے شائع کرنیکا خیال بھی نہ ہوا اور باوجود خدام کے قصد اشاعت کے ہمیشہ منع فرما دیا۔ اور اس خط کے متعلق تو بغیر ثبوت شرعی اس کا بھی یقین نہیں کہ یہ خط اور اس کا مضمون صحیح بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اشاعت کو تو کسی طرح بھی گوارا نہ فرماتے مگر چونکہ حکیم الامت بھی ہیں اور اس خط کی صحت وعدم صحت معلوم ہونے سے ہزاروں اللہ کے بندے دھوکہ سے بچتے تھے اور اس علم کا ذریعہ سوائے اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اس کو شائع کیا جائے۔ اور اعلان کیا جائے کہ اگر خلیل صاحب

دہلوی کی نظر سے یہ مضمون گزرے تو بمقتضائے تدین تمام من گھڑت مصالح کو ایک طرف کر کے اپنا پورا نام ونشان ظاہر کریں۔ اور اس خط کی حقیقت کو ظاہر کر دیں تا کہ ایک مخلوق دھوکہ سے نجات پاوے اور کاتب صاحب بھی حقوق العباد سے اگر بری ہونا چاہیں تو ہوسکیں اور جو لوگ خواہ مخواہ لعن وطعن میں مبتلا ہوئے یا ہوں وہ اگر اس کو یقین کر کے توبہ نہ کریں تو اس خط سے احتمال پیدا ہو کر ان کو کف لسان ہی کی توفیق ہو جائے ان مصالح اُمت کی وجہ سے اس کی اشاعت کو منظور فرمالیا ہے اس لئے ذیل میں بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

## نقل خط

(دہلی...... مخدوم مکرم بندہ حضرت قبلہ مدفیوضکم السلام علیکم)

پچھلے سالوں میں جو ایک خط حضرت مولانا دیوبندی علیہ الرحمہ کی طرف سے ہمدم وغیرہ میں میری جانب سے شائع ہوا تھا اس کے متعلق مجھ کو اتنا عرض کرنا ہے کہ گو میں حضرت مولانا صاحب کا بالکل ان خیالات میں مطیع ہوں اور ان تحریکات کا ہو بہو قائل مگر بطور سچائی کے اب یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس خط کا اس ترتیب کے ساتھ بلکہ بعض بعض سوالوں کے جوابات سے خلاصہ یہ ہے کہ اس موجودہ خط سے مولانا کا کوئی تعلق نہیں یہ ایک صاحب نے میری جانب سے شائع کرادیا۔

اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔ اب مجھے امید ہے کہ خدا اور رسول کے واسطے سے آنجناب میری اور شائع کنندگان کی صفائی کے ساتھ قلب صاف فرمالیں گے۔ اگر جناب نے ہر قسم کی کدورت قلب سے ہماری جانب سے نکال دی اور ہم کو کسی ذریعہ سے پتہ چل گیا تو انشاء اللہ کسی موقع پر خود حاضر ہو کر بالتفصیل اصل واقعات عرض کروں گا۔ فقط

طالب دعائے فلاح دارین آنحضرت کا نیازمند خادم مذہب وملت خلیل

مہر ڈاک خانہ چاندنی چوک دہلی ۸۔جنوری ۲۶ء

نقل لفافہ : تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

بخدمت شریف محترم بندہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

مہر ڈاک خانہ تھانہ بھون ۹۔جنوری ۲۶ء)

اب اس خط کی عبارتوں پر ہم کچھ نوٹ کرنا نہیں چاہتے بلکہ مومن خاں مرحوم کا ایک شعر اس وقت یاد آ گیا ہے اس کو لکھ کر مضمون ختم کرتے ہیں۔

مسلمانو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی
تمہیں تقصیر اس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی

ایک دوسری نظیر اخبار مبلغ دہلی نمبر ۷ جلد نمبر ۱ مورخہ ۲۱۔جون ۲۳ء میں ایک مضمون میں حکیم الامت دام ظلہم العالی کی طرف ایک خط کی نسبت کی گئی تھی کہ خدانخواستہ حضرت دام ظلہم نے ایک دوست کو لکھا ہے کہ موجودہ جنگ میں ترکوں کے ساتھ جس قدر اسلامی ہمدردی ہے اس کو سلب کر لیا جائے۔الخ اور اڈیٹر صاحب نے اس خط کا مسودہ اپنے پاس ہونا لکھا تھا۔اس پر اسی زمانہ سے آج تک مولوی نور محمد صاحب مدیر رسالہ صراط مستقیم حیدر آباد دکن نے اڈیٹر صاحب اخبار سے اس خط کے مسودہ کا بے حد مطالبہ کیا۔چنانچہ اسی غرض سے حسب الایماء مولوی صاحب موصوف اس احقر کو بھی اڈیٹر صاحب کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا۔مگر مسودہ ہو تو نکلے اول تو اڈیٹر ملتے ہی نہیں اور اگر کبھی ملتے ہیں تو مسودہ ہی نہیں ملتا۔اسی لیت ولعل میں تقریباً تین سال گزر چکے ہیں مگر مسودہ نہیں ملا انشاء اللہ قیامت تک بھی تلاش کریں گے تو نہ مل سکے گا۔یہ افتراء بھی افتراء بالا کی نظیر ہے۔ناظرین ایک نظیر سے دوسری نظیر کی بھی حالت سمجھ لیں خدا اس دوسرے مفتری کو بھی توفیق اظہار حقیقت کی بخشے تو پھر اس تدارک میں بھی اول کی نظیر ہو جائے۔ (مدیر)

## مضمون سابع

(**نوٹ**: از مؤلف اشرف السوانح یہ مضمون تحریکات کے متعلق سارے اختلافات کے درجہ اور ان کے انجام بخیر کو ظاہر کرتا ہے جس پر حضرت حافظ علیہ

الرحمۃ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد حوریاں رقص کناں ساغر و پیمانہ زدند

(ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ میرے اور اس کے درمیان صلح ہوگئی، حوریں رقص کرتے ہوئے صراحی و جام پیش کررہی ہیں۔)

سبحان اللہ پرانے حضرات کے اختلافات بھی کیسے اصول صحیحہ کے موافق اور حدودشرعیہ کے اندر ہوتے تھے اور ان حضرات میں کس درجہ وسعت خیال اور صفت اعتدال ہوتی تھی اور کیسا انصاف تھا کہ حضرت والا سے خود ہی ابتداء بمصالحت فرمائی۔ آج کل کے اہل اختلاف کو ان کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اس رفع تشتت کے بعد متصل ہی حضرت والا نے اطمینانی حالت میں حیدرآباد دکن کا سفر فرمایا جہاں بغرض تبلیغ حضرت والا کو مدعو کیا گیا تھا۔ فقط

# تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات ملقب بہ

# موذی مرید

(اول ملاحظہ ہو اصل حکایات الشکایات کی تمہید)

## حکایت مع شکایت نمبر ۹

بعض دوستوں کا مجھ پر محض دینی خیر خواہی سے یہ اعتراض ہے کہ میں بیعت کرنے میں بہت تنگی کرتا ہوں جس میں طالبین کا حرماں بھی ہے اور کسی بدعقیدہ شخص کے ہاتھ میں پھنس جانے کا بھی احتمال ہے۔

درایت۔ پہلے میری بھی یہی رائے تھی اور اسی وجہ سے اس وقت مجھ کو بھی اس میں توسع تھا مگر تجربہ سے تعجیل مضر ثابت ہوئی اور تاخیر میں جو مضرت بیان کی گئی ہے سو حرماں تو اس لئے نہیں کہ اصل مقصود تعلیم طریق ہے اور حقیقت بیعت کی بھی معلم کی جانب سے۔ یہی التزام تعلیم اور متعلم کی جانب سے التزام اتباع ہے سو اس سے کسی حال میں انکار نہیں۔ باقی صورت متعارفہ بیعت کی نہ مقصود ہے اور نہ مقصود کا موقوف علیہ ہے۔ (جیسا بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں اور تاخیر میں اس اعتقادی غلطی کی بھی من وجہ اصلاح ہے) البتہ اس میں بھی بعض مصالح ہیں جو دوسری صورت سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ گو بیعت میں وہ منافع اقرب الی الحصول ہیں۔ رہا بدعقیدہ کے ہاتھ میں پھنس جانا تو اس محذور کا سبب یہ تاخیر نہیں ہے بلکہ یہ تو اس سے مانع ہے اگر سببیت کا کچھ احتمال ہے تو تعجیل میں ہے کیونکہ

تاخیر کے ساتھ اس کی مصلحت بھی تو ظاہر کردی جاتی ہے کہ امر بیعت میں بہت احتیاط اور بصیرت اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ متعلم کو بھی اور معلم کو بھی سو اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی اگر کسی کو ابتلا ہو تو اس کا سبب طالب کا فعل ہے نہ کہ شیخ کا فعل برخلاف تعجیل کے کہ اس میں دلالۃ عدم ضرورت احتیاط کی تجویز ہے۔ گو تصریح ضرورت احتیاط کے بعد اس میں بھی یہ احتمال نہیں مگر تاخیر میں تو راساً و اساساً ہی یہ احتمال منقطع ہے۔ غرض تاخیر میں کوئی معتد بہ مضرت نہیں۔ اب رہا تعجیل کا مضر ہونا جو تجربہ سے ثابت ہوا سو اس کے اسباب علی سبیل منع الخلو مختلف ہیں۔

ایک ۱ یہ کہ کسی خاص کمال کے گمان پر بیعت کرلی۔ پھر وہ گمان غلط ثابت ہوا۔ عام اس سے کہ واقع میں وہ کمال مقصود ہی نہ تھا یا تھا مگر شیخ میں مفقود تھا۔

ایک ۲ یہ کہ فطری طور پر طالب و شیخ میں مناسبت نہ تھی۔ اس لئے جانبین میں توحش و انقباض رہا اور وہ مانع رہا۔ فیوض و برکات سے تو بیعت کی غرض ہی حاصل نہ ہوئی اور بیعت کی وجہ سے دوسری طرف رجوع کرنے سے رسم و عار عرفی مانع ہوئی۔

ایک ۳ ایسے یہ کہ بیعت سے کوئی خاص غرض تھی۔ خواہ وہ محمود تھی مگر مقصود نہ تھی۔ جیسے خاص احوال و کیفیات جو نہ لازم طریق ہیں نہ شیخ کے اختیار میں ہیں۔ یا محمود ہی نہ تھی جیسے کوئی دنیوی غرض اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ایک ۴ یہ کہ خود طالب بھی ہو اس کو دنیا سمجھتا ہے جیسے مال یا جاہ کا حاصل کرنا۔

ایک ۵ یہ کہ ہے تو وہ غرض دنیوی مگر اس میں رنگ دین کا ہے جس کے سبب خود طالب کو بھی اپنے نفس کا کید معلوم نہیں ہوتا اور نہ دوسروں کو مدتوں پتہ چلتا ہے اور بعض اوقات اس کے بعض اعمال صالحہ کی صورت پر نظر کر کے شیخ مبصر بھی باوجود طالب میں اس رذیلہ کے ادراک کر لینے کے اس کے آثار میں بنا بر حسن ظن کچھ تاویل کر لیتا ہے۔ پھر اس تاویل کی بنا پر جو شیخ اس طالب سے معاملہ جمیل کرتا ہے۔

اس سے اس کا دھوکہ اور بڑھ جاتا ہے جیسے زہد وتقویٰ وتقدس مجاہدہ کی صورت بنانے میں یہ خیال ہو جاتا کہ اس طرز سے لوگ معتقد ہوں گے اور ان کو دینی نفع پہنچاؤں گا اور خلاف وضع کوئی بات ہو جائے گی تو لوگوں کو دینی نفع نہ پہنچے گا۔ اس لئے اپنی ریا کو بھی وہ دین ہی سمجھتا ہے اور شب وروز ان ہی تاویلات وتسویلات میں ساعی رہتا ہے اور یہ قسم سب اقسام سے اشد درجہ کا وبال ونکال وداعضال ہے کہ بدوں فضل خداوندی کے اس سے نجات محال ہے زیادہ تر اس کے اشکال کی وجہ یہ ہے کہ یہ طالب کچھ تو اس میں دین کا رنگ ہونے کے سبب کچھ شیخ کی تاویل کے معاملہ کے سبب دنیا کو دین سمجھتا ہے اور اس لئے شدت کے ساتھ اس پر جمار ہتا ہے۔

حتیٰ کہ اگر کبھی شیخ بھی لطف کے ساتھ متنبہ کرتا ہے تو وہ شیخ کی رائے کو غلط سمجھتا ہے مگر ظاہری تعلق کا پاس کر کے اس غلطی کو اجتہادی قرار دیتا ہے اور شیخ کی اس مخالفت کو اس لئے مضر نہیں سمجھتا کہ وہ خود کو مجتہد سمجھ کر شیخ سے اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے اور پھر مجتہد ہونے کے ساتھ اپنے کو مصیب سمجھ کر شیخ کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا بلکہ گاہ گاہ اپنی تقریرات وتحریرات میں شیخ پر اعتراض بھی کرتا ہے بلکہ بعض اوقات شیخ کی اصلاح کا منصب اپنے لئے تجویز کرتا ہے اور اس کا خیر خواہی وحق گوئی نام رکھتا ہے یہ تو اس وقت تک ہے جب تک شیخ اپنے کرم وحسن ظن سے اس کے ساتھ لطف رکھتا ہے اور اگر کبھی شیخ اس کے تجاوز حدود شریعت وطریقت کو دیکھ کر اور لطف کو ناکامی سمجھ کر عنف وحکومت کے سات جو کہ اس کا منصب ہے متنبہ کرتا ہے تو یہ شخص آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور شیخ سے اس کو کینہ وبغض ہو جاتا ہے مگر جب تک شیخ نباہ رکھتا ہے اس وقت تک یہ کینہ داء دفین کی طرح دبا رہتا ہے اور جب شیخ نباہ کی بھی گنجائش نہ دیکھ کر اس کے ساتھ وھجرھم ھجرا جمیلا کے معاملہ کی ضرورت سمجھتا ہے اور تہذیب کے ساتھ اپنے سے جدا کر دیتا ہے۔ پھر تو یہ شخص شیخ کی بڑائی تو کیا رکھتا اس کو برابر کا دوست سمجھنا بھی

گوارا نہیں کرتا بلکہ وہ معاملہ کرتا ہے جو اپنے چھوٹے مجرموں کے ساتھ کرتے ہیں اور اس قسم کے واقعات جو کہ اسباب خمسہ مذکورہ کے آثار ہیں شب وروز مشاہد ہیں۔ سو یہ آثار اگر تعجیل کے مضرات نہیں ہیں تو کیا ہیں اور گو ایسے واقعات کچھ بیعت کے ساتھ مخصوص نہیں مگر بیعت وعدم بیعت میں دو تفاوت ضرور ہیں ایک یہ کہ اجنبی مخالف سے اتنا شر نہیں ہوتا جتنا تعلق والے مخالف سے اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے **اتق شر من احسنت الیه** دوسرے یہ کہ اجنبی کی مخالفت سے اتنا رنج نہیں پہنچتا جتنا تعلق والے مخالف سے جب ان آثار کا غالب تعلق تعجیل بیعت کے ساتھ ثابت ہو گیا تو اس کا تدارک بجز اس کے کیا ہے کہ اس مادہ میں احتیاط کی جائے اور اگر پھر بھی ایسا اتفاق ہو جائے تو اس کا تدارک اختیار سے خارج ہے اور ایسے امر پر صبر زیادہ سہل ہے۔

البتہ اگر کسی طالب کو شرح صدر کے ساتھ فوراً ہی قلب قبول کر لے تو جو ثمرہ تھا احتیاط وتاخیر کا وہ غیب سے بلا اکتساب حاصل ہو گیا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور ہر چند کہ مضرتیں سب ہی قابل تحرز ہیں۔ اس لئے ان کے اسباب سے بھی تحرز مصلحت ہے لیکن سبب خامس پر جو مضرتیں مرتب ہوتی ہیں وہ بہت ثقیل اور وبیل ہیں اس لئے ان سے اور ان کے سبب سے بھی تحرز اشد درجہ ضروری ہے اور چونکہ واقعات پر مطلع ہونے کو طبعاً ایک خاص اثر ہوتا ہے عبرت حاصل کرنے میں جو کہ سبب قوی ہوتا ہے ایسے مضرات کے نظائر سے بچنے کا اس لئے صرف سبب خامس کے متعلق بوجہ اس کے اثقل واضر ہونے کے ایک واقعہ کو اس مقام پر درج کرتا ہوں تاکہ جو احباب احتیاط فی البیعت کے متعلق مجھ پر شبہ کرتے ہیں وہ مجھ کو معذور سمجھیں اور دوسرے اہل طریق بھی ایسے مواقع میں غور تامل کر سکیں۔ **ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الاباللہ علیه توکلت والیه انیب**۔ اب وہ واقعہ نقل کرتا ہوں اور چونکہ میرا مقصود اس واقعہ کے نقل کرنے سے وہی دو امر ہیں جو

ابھی مذکور ہوئے۔ فی قولی تا کہ جو احباب احتیاط فی البیعت الی قولی تامل کر سکیں اور وہ دونوں نہ صاحب واقعہ کے نام لینے پر موقوف ہیں اور نہ اس واقعہ کے کسی جزو کے متعلق کوئی اپنی رائے ظاہر کرنے پر نہ اس لئے میں نہ اس کے نام کی تصریح کروں گا اور نہ واقعہ کے کسی جزو کے متعلق کوئی اپنی ایسی رائے ظاہر کروں گا جس سے اسکی اہانت یارد ہو صرف موذی کے لقب سے تعبیر کروں گا جس میں اس کی بھی اہانت نہیں کیونکہ اس کا تو وہ بھی انکار نہیں کرسکتا کہ اس کی حرکات سے مجھ کو ایذا ہوئی اب یہ دوسری بات ہے کہ اس نے اس ایذا کو جائز سمجھا اور جائز ایذا سے موصوف ہونا اہانت نہیں مگر موذی ہونا تو اس کو بھی مسلم ہے اور اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام بھی موذی مرید رکھتا ہوں اور صرف اس شخص کی تحریرات بلاکسی رد کے نقل کردوں گا۔ کیونکہ اس رد کو میرے مقصود مذکور میں کوئی دخل نہیں۔ نیز رد کرنا اپنا تبریہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا زیبا ہے کہ اپنا تبریہ خود ہی کروں ہاں دوسروں کو اختیار ہے خواہ بطور خود موافق شریعت کے واقعہ کی تحقیق کر کے ان تحریرات کے موافق عقیدہ رکھیں خواہ مجھ کو بری سمجھیں اس کا انتظام میرے ذمہ نہیں۔ گو بعض احباء نے ان تحریرات کا مکمل و مفصل جواب بھی لکھ کر تیار کر کے اپنے پاس رکھا ہے مگر میں نے فضول سمجھ کر اشاعت سے روک دیا ہے لیکن چونکہ ان پر میری کوئی حکومت نہیں۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آئندہ بھی میری اس رائے پر عمل رکھیں گے۔

باقی ان تحریرات میں اگر کسی کو شبہ ہو تو وہ ان کی اصل ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور خط پہچان سکتے ہیں اور چونکہ واللہ ان تحریرات کو رکھنے سے بھی قلب کو سخت تکلیف پہنچتی ہے جس کو اب تک بضرورت محفوظ رکھنے کے گوارا کیا اور محفوظ رکھنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ شاید کوئی اہل دل ملاحظہ فرمانا چاہے اور اب شائع ہونے کے بعد خود ہی محفوظ ہو جاویں گی۔ اس لئے اب ان تحریرات کو رکھنا بھی گوارا نہیں مگر اس احتمال سے کہ شاید

کوئی صاحب اصل دیکھنے لگیں۔ آخر ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ تک ان کو اور رکھا جائے گا اور اس کے بعد طعمہ نار بنا دیا جائے گا۔ **وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد**

## واقعہ

یہ موذی مجھ سے بیعت ہوا کچھ دنوں اپنے وطن رہا خط و کتابت کرتا رہا ان خطوط میں بھی دعویٰ و گستاخی کی شان مترشح ہوا کرتی تھی۔ جس پر بار بار تنبیہ بھی کرتا رہا چونکہ ان خطوط سے اس موذی کی ناداری کی تکالیف بھی معلوم ہوتی تھیں۔ اس لئے میں نے اس کو اپنے ایک عزیز کی ابتدائی تعلیم کیلئے دس روپیہ ماہوار کی تنخواہ پر بلالیا اور چونکہ ظاہراً شریعت کا متبع معلوم ہوتا تھا اور میری عادت تجسس کی ہے نہیں اس لئے اس کے ہر قسم کی مراعات رکھتا تھا پھر اس کو کچھ لکھنے کا کام سپرد کردیا اور مدرسہ سے اس کا معاوضہ دیتا رہا۔ اب اس کو توکل کا جوش اٹھا تو وہ معاوضہ ایک تاویل سے لیتا رہا پھر جوں جوں اس کی حاجات کا علم ہوتا گیا معاوضہ میں اور کام میں بھی ترقی ہوتی رہی۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے چونکہ اسی اثناء میں اس کو تعلیم و تلقین طالبین کی بھی اجازت دیدی۔ اس لئے اس کا رنگ بدلا جس کی مجھ کو پوری اطلاع نہیں ہوئی اور جو کبھی اتفاقاً اطلاع ہوگئی تو اکثر تاویل کرلی اور اس کی دو وجہ ہیں ایک تو میں مبصر نہیں۔ دوسرے بعض اوقات مبصر کو بھی پورا پتہ نہیں لگتا۔ جیسا کہ اوپر اس کا ذکر کیا ہے۔ فی قولی بعض اوقات اس کے بعض اعمال صالحہ الی قولی کچھ تاویل کرلیتا ہے اور کبھی کبھی لطف کے ساتھ متنبہ بھی کردیتا تھا مگر اس موذی نے گو میرے کسی مشورہ کو رد تو نہیں کیا مگر پورے طور سے عمل بھی نہیں کیا۔ خودسری کا سودا اس کے دماغ میں پختہ ہوگیا۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھ پر غائبانہ اعتراض بھی شروع کئے میں سنتا تھا اور واقعی محبت اور خیر خواہی پر محمول کرلیتا تھا پھر میری اصلاح کا اس کو جوش ہوا گو اس کا گستاخی کا عنوان مجھ کو برا معلوم ہوتا تھا مگر میں نیک نیتی اور

سادگی پر محمول کر لیتا تھا اور جب خود بینی و بیہودگی کو حد سے تجاوز دیکھتا تھا اکثر خلوت میں اور کبھی مجمع میں بھی اکثر لطف سے اور کبھی عنف سے تنبیہ بھی کرتا رہتا تھا اسی طرح زمانہ گزرتا رہا۔ حتیٰ کہ بعض اسباب ایسے پیش آئے کہ اس کو مدرسہ کے بعض اہتمامات سپرد کر دیئے۔ مگر یہ اس کا اہل ثابت نہ ہوا طالب علموں کو تکلیفیں ہوئیں مگر چونکہ سب طلبا و احباب جانتے ہیں کہ میں کسی کی شکایت نہیں سنتا۔ اس لئے مجھ تک کوئی بات نہ پہنچاتا تھا۔ مگر آخر کبھی نہ کبھی تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

ظاہر ہونے پر بھی میں نے صبر کیا۔ آخر بعض دوسرے خدام مدرسہ سے کچھ اس کا نزاع ہوا اور از خود مدرسہ کے اہتمام سے استعفیٰ دے دیا میں نے منظور کر لیا پھر اور مہتمم کی ضرورت ہوئی میں نے ایک جلسہ احباب کا جس میں یہ موذی بھی تھا جمع کر کے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ سب کے اتفاق سے ایک مہتمم تجویز ہو گیا جو دل سے اس کو ناگوار ہوا جس کو اس نے جلسہ کے بعد ایک رقعہ سے ظاہر کیا اور اس میں اپنے لئے اس منصب کی درخواست کی۔ میں نے منظور نہیں کیا میرے خیال میں وہ تاریخ ہے اس کے دل میں کینہ کے قوی ہونے کی۔ واللہ اعلم

اس نے ایک رقعہ میں لکھا کہ بحالت موجودہ میں تمہاری وفات کے بعد خانقاہ میں نہ رہوں گا۔ مجھ پر اس کا بھی اثر نہیں ہوا اور اس کو اہتمام نہیں دیا۔ اس کا غیظ اور بڑھ گیا اور یہ منتظر موقع کا رہا۔ یہاں تک کہ تحریکات جدیدہ کا دور شروع ہو گیا اور اس نے اپنا میلان اس کی طرف مجھ پر ظاہر کیا۔ میں نے کہا کہ جو رائے تدین سے ہوا سکے اختیار کرنے سے میں مانع نہیں مگر تمہاری عملی شرکت میری مصلحت دینیہ کے خلاف ہے جب اس کی ضرورت سمجھو مجھ کو اطلاع کر دو۔ میں ایسا مشورہ دوں گا کہ تم عملی شرکت بھی کر سکو گے اور میری مصلحت بھی فوت نہ ہو گی۔ مگر اس سے صبر نہ ہو سکا اور خفیہ خفیہ ایسے لوگوں کے ساتھ سازشیں شروع کیں جن کو یہ بزعم خود میرا مخالف سمجھتا

تھا۔ حالانکہ وہ سب میرے بھائی تھے بھائیوں کی مخالفت غیروں کی موافقت سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ جب اس کا شر بڑھنے لگا اور اس کے فتویٰ ہم لوگوں کی طرف منسوب سمجھے جانے لگے اس وقت بمصلحت دینیہ اس کا علیحدہ کرنا مصلحت ہوا مگر اس پر بھی یہ چاہا کہ علیحدگی عزت کے ساتھ ہو اس لئے میں نے اوّل اطلاع کی کہ اب خدمت تحریر کے معاوضہ دینے کی گنجائش نہیں ہے (اور واقعی اس وقت گنجائش نہ تھی) پھر اطلاع دی کہ تم میرے بعد دوسری جگہ جا کر رہنے کو کہتے ہو۔

ابھی چلے جاؤ تو مصلحت ہے مگر اس کے گھر میں کچھ علالت تھی اس کے افاقہ تک مہلت دی اور ظاہر ہے کہ جب عقد اجارہ فسخ کر دیا گیا۔ اب اجرت دینا کیسے واجب رہا اور ایک ماہ کی جو اجرت یا دوسری اصطلاح میں تبرع جو چڑھا تھا گنجائش کے وقت اس کے ادا کرنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ گنجائش کے وقت اس سے بذریعہ تحریر پوچھا کہ وقت عقد کے اس کے متعلق جو الفاظ کہے گئے تھے وہ یاد نہیں رہے۔

اگر ان کے اقتضاء سے وجوب ہو تو لکھو۔ جواب نہایت مہمل آیا مگر میں نے احتیاطاً منی آرڈر بھیج دیا جو کہ واپس آیا اور میں اب بھی بشرط وجوب دینے کو تیار ہوں مگر اس کے پاس مدرسہ کا ایک مسودہ دبا ہوا ہے۔ اس پر اس کی واپسی واجب ہے کمی بیشی کا حساب ہو جائے خیر یہ تو چڑھے ہوئے معاوضہ کے متعلق کلام تھا لیکن جو چڑھا بھی نہ تھا اور عقد بھی ختم ہوا اس کے متعلق شکایت کا کیا موقع تھا۔

مگر اس موذی نے تمام قصبہ میں گانا شروع کیا کہ مجھ پر فاقے گزرتے ہیں مجھ کو کچھ نہیں ملتا۔ اہل قصبہ کو نہ واقعہ کی خبر نہ مجھ سے کسی نے پوچھا اس کی ظاہری مسکنت کو دیکھ کر سب نے یقین کر لیا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کوئی میری علیحدگی کا سبب پوچھے تو کیا کہہ دوں۔ میں نے اس کی عزت قائم رکھنے کو یہ رائے دی کہ یوں کہہ دینا کہ وہاں کی آب و ہوا میرے موافق نہ تھی اس کو تقویٰ کا جوش اٹھا کہنے لگا کہ یہ:

تو جھوٹ ہے میں نے کہا کہ آپ سچ بولئے اختیار ہے۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام کا انی سقیم کہنا تو خلاف تقوی نہ ہو اور اس شخص کا انی سقیم کہنا خلاف تقوی ہو اور آئندہ کے خطوط میں حرام کذبات موجود ہیں خصوص سولہ سو روپیہ کا دعوٰی یہ خلاف تقوٰی نہیں ہے۔ اس مدت میں اس نے طلب معاش میں جو جو تدبیریں اور کوششیں کی ہیں۔ دیندار تو بڑی چیز ہے کوئی دنیا دار شریف ان کو گوارا نہیں کر سکتا۔ جب ایک مہینہ گزر گیا اور گھر میں افاقہ ہو گیا اب پھر میں نے یاد دہانی کی کہ اب جانا مناسب ہے۔ اس پر بھی عذر بارد کئے مگر چونکہ کوئی معقول عذر نہ تھا اور رہنا خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے میں نے جانے ہی کی رائے دی آخر روانہ ہوا روانگی کے قریب اس نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں فلاں رسالہ پورا کروں گا۔ اس کے لئے کچھ کتب کی ضرورت ہے میں نے بلا کسی پس وپیش کے کئی سو روپے کی کتابیں سپرد کر دیں (اگر میرے دل میں کچھ بھی غائلہ ہوتا میں یہ کتابیں اپنے مخالف کو کیوں دیدیتا) پھر چونکہ اور بھی اس کے بہت سے اخلاق و اعمال واجب الاصلاح معلوم ہوئے تھے اور مشافہت کا اس نے موقع ہی نہیں رکھا تھا اور دھوکہ میں رہنا زیادہ مضر تھا۔

اس لیے میں نے ان کو مختصراً تحریر کر کے اسٹیشن پر بھیج دیا اور اس کو سوار ہوتے وقت ملا سہارنپور آ کر اس کا جو جواب آیا ہے اس نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں نے اس کو تعلیم و تلقین کی جو اجازت دی تھی اس کو واپس لوں۔ چنانچہ ایک خط اس مضمون کا لکھا مگر یہ سہارنپور سے چلا گیا تھا۔ اس لئے وہ خط واپس آیا آخر میں نے ایک اعلان کے ذریعہ سے فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت کی اطلاع شائع کر دی۔ اس کے ایک محرم راز دوست کا سہارنپور سے خط آیا جس میں اطلاع دی کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اب کتابیں مدرسہ کو واپس نہ کروں گا۔ میں نے مہتمم حال کو کتابیں واپس کرنے کیلئے روانہ کیا پھر جس مصیبت سے کتابیں مدرسہ کی واپس ہوئی ہیں لانے والے یا منگانے والے کا دل ہی

جانتا ہے۔اس کے بعد جو مقدس تحریرات کا سلسلہ چلا ہے۔وہ بقول شاعر **سبوح لها منها عليها شواهد**۔اس کے تقدس کی کافی سے بھی زیادہ دلیل ہے جن کے نقل کرنے کا اب موقع آ گیا اور ایسے واقعات تو اس موذی کے بیشمار ہیں جیسے بزرگوں سے تحریراً وتقریراً گستاخی کرنا مدرسہ سے دوسرے اہل علم کا تعلق اپنی جاہ کے گھٹ جانے کے خوف سے ناگوار ہونا وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس کے بعض خطوط میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی شان میں یہ عبارت ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب کو اس وقت تک عدل شرعی سے متصف سمجھتا ہوں گو بڑا متقی نہیں سمجھتا اور نہ کچھ زیادہ عقیدت اور یہی میری حالت مولانا صدیق احمد صاحب (کاندھلوی) کے ساتھ ہے پس مولانا خلیل احمد صاحب سے تحقیق کر کے ان پر سے الزام دفع کر دیا۔(انتہی بلفظ الموذی)

(اسی خط میں ایک دوسری جگہ مولانا خلیل احمد صاحب ہی کی نسبت یہ الفاظ ہیں)

جب غیر اہل فن اہل فن سے مناظرہ کرے گا اور سعی غلبہ حاصل کرے گا تو لامحالہ مناظرہ خراب ہوگا۔مجھ سے جن حضرات کا مناظرہ ہوا وہ فن حدیث اور اس کی علل سے محض ناواقف ہیں (انتہی بلفظ الموذی) اور خلف تو خلف اس کے کلام میں سلف تک پر طعن اور سوء ادب مذکور ہے چنانچہ مسودہ احیاء السنن ج ۳ ص ۱۵۰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت خود اس موذی کے قلم کی لکھی ہوئی یہ عبارت ہے بذیل حدیث عمر رضی اللہ عنہ **انی اجهز جیشی و انا فی الصلوة والراجح عندی ان افعال عمر هذه كانت من غير اختيار لغلبة امور الخلافة عليه ابتداء ثم كانت تمته مالاختيار وهو لا يذكر انه فی الصلوة** ۔

**ترجمہ**: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز پڑھتے ہوئے لشکر تیار کرتا ہوں اس کی شرح میں یہ موذی لکھتا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان افعال کی ابتدا تو بے اختیار (بطور اضطرار کے) ہوتی تھی بوجہ کار خلافت کی زیادتی کے پھر یہ خیالات قصداً بڑھ جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (مشغولی کی وجہ سے) یہ یاد نہ رہتا تھا کہ میں نماز میں ہوں۔اس سے حضرات صحابہ کی شان میں اس موذی کی بے ادبی ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کے مقام کو ایک ادنیٰ عارف کے مقام کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

صوفیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر نماز میں غایت خشوع اور یکسوئی کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے پھر اس وقت ان کو تیاری لشکر وغیرہ کی بابت منجانب اللہ الہامات شروع ہوتے تھے اور نماز میں عارفین کو بہت الہامات ہوا کرتے ہیں اور نماز کا الہام صحیح بھی ہوتا ہے۔اسی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھتے ہوئے لشکر تیار کرتا ہوں۔یعنی اس وقت مجھے اس قسم کے الہامات ہوتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ملہم ومحدث ہونا احادیث سے معلوم ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے **کان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم لایصلی فی لحف نساءہ** کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کے لحاف بستر وغیرہ میں نماز نہ پڑھتے تھے۔

اس کی شرح میں اس موذی نے احیاء السنن ج ۳ ضمیمہ ص ۱۶۸ (کے ص ۴) میں یہ لکھا ہے **وکان ترکه تجنبا منه کما یدل علیه الذوق اللسانی والوجه هو توهم النجاسة فیها لتساهلین فی اجتنابها عادة**

ترجمہ۔حضور کا ازواج مطہرات کے لحاف بسترہ میں نماز نہ پڑھنا احتیاط واجتناب کے طور پر تھا جیسا کہ ذوق لسانی سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ اجتناب کی یہ تھی کہ ان کے کپڑوں میں ناپاکی کا وہم تھا کیونکہ وہ ناپاکی سے بچنے میں عادۃ تساہل کرتی تھیں الخ۔

بھلا اس موذی سے کوئی پوچھے کہ تو نے اپنی عورتوں کو ناپاکی سے تساہل کرتے ہوئے دیکھ کر حضور کی ازواج مطہرات کو ان پر کیسے قیاس کرلیا۔جن کی شان یہ ہے

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا بلکہ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ عورتوں کے لحاف بسترہ عادۃً رنگین اور نرم ہوتے ہیں اور یہ زینت نماز کے وقت آپ پسند نہ کرتے تھے اس لئے نماز بوریہ پر پڑھتے تھے اور کبھی ازواج کے بسترہ پر بھی پڑھ لیتے تھے چنانچہ اس قسم کی احادیث بھی موجود ہیں کہ حضور تہجد کی نماز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر پڑھتے تھے اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بدلا اور اس کی دیواروں کو نقشین پتھر سے بنایا اور ستون بھی نقشین پتھر کے لگائے اور چھت سال کی ڈالی تو اس پر لوگوں نے کراہت کا اظہار کیا اور یہ چاہا کہ اس کو پہلی ہی ہیئت پر رہنے دیں اس پر یہ موذی احیاء السنن ج ۳ ص ۷۸ا میں لکھتا ہے۔

قلت وبه اقول وقد كان ذالك اولى ممافعله عثمان اى فعل النبى صلى الله عليه وسلم و فعل عمر رضى الله عنه و تاويله رضى الله عنه ضعيف و قد اول بما اول لكو نه غنيا فان الذهن يذهب فى الاكثر الى مايتلبس به فافهم وازهد فى الدنيا

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ میرا بھی یہی قول ہے اور عثمان کے فعل سے وہی بہتر تھا یعنی حضور کا فعل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل اور عثمان رضی اللہ عنہ کی تاویل ضعیف ہے۔ انہوں نے جو کچھ تاویل کی اس کا منشا یہ تھا کہ وہ غنی (اور مالدار) تھے کیونکہ ذہن بسا اوقات اسی حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے جس میں انسان متلبس ہوتا ہے۔

پس سمجھ جاؤ اور زاہد بنو۔ یہ عبارت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں کس قدر گستاخی لئے ہوئے ہے۔ اوّل تو ہم جیسوں کا کیا منہ ہے کہ ہم بیدھڑک صحابہ کی تاویل کو ضعیف کہہ دیں اس پر طرہ یہ کہ اس تاویل کا منشا خلوص اور للّٰہیت کے علاوہ غنا اور تمول کو بنایا جائے اور ناظرین کو زہد کا امر کر کے یہ بتلایا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل نعوذ باللہ زہد کے خلاف تھا۔

اللھم انا نعوذبک من الحور بعد الکور۔ میرے خیال میں یہ اسی کا وبال ہے کہ حق تعالیٰ نے اس موذی کو زہد وغیرہ سب سے مسلوب الحال کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کی فضول زینت کو حرام سمجھتے تھے اور جس زینت میں مسجد کی مضبوطی اور پائیداری ہو یا عظمت ووقعت اس کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں جو کچھ اضافہ کیا تھا۔

اس سے سوائے ان مصالح کے اور کچھ مقصود نہ تھا اور کوئی زینت ایسی نہ تھی جو قلوب مصلین کو مشغول کرے یا فضول شمار ہو اور دوسرے بعض صحابہ مطلق زینت کو مکروہ سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مسجد کی دیواریں کچی رہیں اور چھت بھی کھجور کی رہے۔ مگر علماء امت ومجتہدین کا فتویٰ حضرت عثمان کے قول پر ہے۔

حضرت عثمان خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کے اتباع کا امت کو امر ہے اتبعوا سنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی۔ لہٰذا ان کا قول ہر حال میں قابل اتباع ہے۔ واللہ اعلم اور بعض اہل علم جو پہلے باہر مقیم تھے جب اس مدرسہ میں مستقل قیام کے قصد سے آنے لگے تو یہ شخص اپنے ایک محرم راز کے سامنے رویا اور کہا ان کے آنے پر میں نہ رہوں گا جس طرح ہو ان کو روکو (اونحوہ) خصوص مناظرہ کے وقت تو خواہ وہ کسی علمی مسئلہ میں ہو یا کسی عادی معاملہ میں اس کی کجی وبیراہی وسخن پروری وترفع اور مخاطب کی تحقیر قابل دید ہوتی تھی۔ اسی لئے میں نے منع کر دیا تھا کہ تم مناظرہ مت کیا کرو تم میں اس کی صلاحیت نہیں ہے اور اسی طرح کے بہت واقعات ہیں مگر میں نے بہت اختصار کے ساتھ بطور نمونہ صرف وہ واقعات نقل کئے ہیں جن کو آئندہ منقول خطوط کے مضامین کے سمجھنے میں دخل ہے ورنہ اپنا تو یہ مذاق ہے۔

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ باتو ماجرا ہا داشتیم

اب اس موذی کے بعض خطوط ملخصاً نمبروار نقل کرتے ہیں۔

# نقل خطوط موذی

(خط نمبر ۱ میں جس پر امروہہ کی ۴ جولائی ۲۱ء کی مہر ہے ایک جگہ لکھتا ہے) تھانہ بھون میں اب تک صاحب ــ کر یہاں اسباب پڑا ہوا ہے اور کچھ بے موقع اور ارزاں فروخت کیا ضرورۃ اور کچھ ہمراہ لایا جس میں سخت مشقت ہوئی اور تخمیناً اس قصہ میں ــــــ ۵۰ کا نقصان ہوا جس کی وجہ سے اب تک مقروض ہوں ــ کر کا مکان تھانہ بھون میں مفت ملتا تھا۔

اس کو بھی آپ کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۲ جس پر مہر امروہہ کی ۹ جولائی ۲۱ کی ہے لکھتا ہے) السلام علیکم اسٹیشن تھانہ بھون سے جب کہ عتاب نامہ صادر ہوا تھا جو تکالیف جناب کے ذریعہ سے مجھے پہنچ رہی ہیں وہ غیر محتاج بیان ہیں آج سات روز ہوئے کہ مولوی علی صاحب کے کتب و مسودات لے جانے کے بعد ایک عریضہ بھیجا۔ اس سے پہلے دو لفافے یہاں سے اور ایک سہارنپور سے عریضہ بھیجا۔ ان میں سے کسی کا جواب نہیں ملا گستاخی معاف ہو معاملہ کی بات ہے جو معاملہ ہو صاف صاف جلد تحریر فرما دیجئے۔ ان سب خطوط کے متعلق اور ــ کر ــــ بہت جلد منی آرڈر سے بھیج دیجئے جن کی تفصیل پچھلے عریضہ میں لکھ چکا ہوں۔ (اسی خط میں آگے لکھتا ہے کہ) آپ فوراً یہ رقم ارسال فرما دیجئے اگر چھ روز کے اندر رقم و دیگر امور مذکورہ فی الخطوط کا جواب نہ ملا تو میں مایوس ہو کر اخبارات میں ان تمام معاملات اور دیگر معاملات خانقاہ کو جن سے میں بخوبی واقف ہوں شائع کراؤں گا۔ پس اُمید ہے کہ آپ اتنے لوگوں کی بدنامی ــ کر ــــ کی وجہ سے گوارا نہ کرینگے آپ کی طرف سے میرے ساتھ غایت بے رحمی و پالیسی کی جا رہی ہے۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۳۔ جس پر امروہہ کی مہر یکم ستمبر ۲۱ء کی ہے) پتہ کی عبارت بخدمت جناب ضعیف العمل والعلم مولوی اشرف علی صاحب حامی موالات السلام علی من اتبع الہدیٰ۔

ہر چند انتظار کیا آپ راہ راست پر آجائیں اور مسودہ ترک بیعت اسی لئے منسوخ کر دیا تھا مگر افسوس کہ آپ کی پالیسی اور مخالفت اسلام سخت ہوتی جاتی ہے۔ اہل دین سے آپ کو نفرت اور کفار سے اور فساق سے تعلق ہوا جاتا ہے۔(انتہی بلفظہ موذی)

(خط نمبر ۴ جس پر امروہہ کی مہر ۱۱ نومبر ۲۱ء کی ہے) از بندہ ضعیف بخدمت یزید دوران اظلم زمان بر آل حضرت سیدنا امام حسین علی بنینا وعلیہ افضل الصلوۃ والسلام اکذب اوان صہر النصرانی وخال ابنہ .... (یہاں سے ایسے فحش الفاظ تھے کہ ان الفاظ کی اس مخاش کی طرف نسبت سے بھی شرم آتی تھی لہٰذا نقطے دے دیئے گئے)

مولوی اشرف علی قاتلہ اللہ القوی السلام علی من اتبع الہدی (آگے لکھتا ہے) کیا آپ نے توکل اتلاف اموال ناس کیلئے اختیار کیا ہے اور مدرسہ وخانقاہ کی خدمت دغا بازی کر کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے نفع کیلئے ہاتھوں میں لی ہے۔ اس مکاری اور خداعی کا کچھ ٹھکانہ ہے (آگے لکھتا ہے) اور حب جاہ وحب مال کی وجہ سے جھوٹا مضمون الامداد میں چھپوادیا اور رجوع سے عار آتی ہے۔ آپ کے ذمہ رقوم ذیل ہیں۔ للعہ ۲۵۰ جو میں پیشتر مفصلا لکھ چکا ہوں۔ (آگے لکھتا ہے)

ایسی نایاب کتاب جس کو نہ آج کل عادۃ کوئی تیار کر سکتا ہے کہ شوق اور استعداد گم ہے حتیٰ کہ خود آپ کو اور آپ کے معاصرین کو بھی اس کی قابلیت نہیں آپ اس کو ضائع کرتے ہیں اور اس کو نا اہلوں کے سپرد کر رکھا ہے (آگے چل کر لکھتا ہے) آپکی غیرت اور آپ کا دین بالکل ہی ختم ہوگیا۔ میں آپ کو جب تک کہ آپ ان دونوں معاملوں کو طے نہ کریں گے بہت تنگ کروں گا۔ آپ باغی اور واجب التذلیل اور غاصب ودغا باز کذاب ہیں۔

خدا تعالیٰ آپ کو سمجھے دنیا میں جا کر کہیں ڈاکا ڈالئے اگر غصب ہی کرنا ہے اور لوگوں کے مال ہی تلف کرنا ہیں دینی کتاب پر کیوں ہاتھ صاف کرتے ہو (آگے لکھتا

ہے) اولیاء کے یہی اخلاق ہیں کہ غصب کریں اور لوگوں کو ایذا دیں (آگے چل کر لکھتا ہے) جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو ایذا دیکر خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے (اسی خط میں ایک جگہ ان کتابوں کی اُجرت کا سولہ سو روپیہ طلب کیا ہے جن کو برسوں قبل خود ہی اپنی خوشی سے لکھا تھا اور وہ شائع بھی ہو چکی تھیں خود تصنیف کریں اور مطالبہ اجرت مجھ سے ہو) (آگے لکھتا ہے) میں نے آپ کی بڑی مراعاۃ کی اور طرح طرح کے نقصان گوارا کیے لیکن آپ کی خود غرضی اور غداری نے اس کی جو قدر کی ظاہر ہے۔ مگر دماغ بھی آپ کا ٹھیک ہو گیا۔ کوئی ایسا مصلح آپ کو اب تک نہ ملا تھا۔ سارے گھمنڈ خاک میں مل گئے۔ (اسی خط میں آگے لکھتا ہے) آپ کو صحاح کی حدیثیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہمیشہ انڈے پراٹھے دین کی بدولت کھائے اور بوجہ کم لیاقت ہونے کے لوگوں کو علمی دھوکے دیئے قریب وقت آنے والا ہے۔ یوم تبلی السرائر اب بھی راہ ہدایت پر آجایئے (آگے اسی خط میں بکتا ہے) خدا تعالیٰ آپ کو ایسا ہی برباد کرے۔ جیسا کہ آپ نے سنت کی اضاعت کی اور اہلبیت نبوی کو ایذا دی۔

آپ کا حشر بھی یزید اور اعوان یزید کی مثل ہوگا۔ (آگے لکھتا ہے) اگر آپ شائع سابقہ سے تائب ہوں اور آئندہ پالیسی سے مجتنب ہوں اور مجھ سے وہی سابق برتاؤ خالص رکھیں اور علانیہ کمیٹی میں شریک ہو جائیں اور شرکت صرف اتنی کہ جس میں آپ کو مشقت نہ ہو اور میں ایسی تدبیر بتاؤں گا کہ آپ غالباً سلطنت سے بھی مامون رہیں گے اور میں آپ کا قائم مقام ہو کر ہر طرح کی کلفت برداشت کروں گا اور آپ کو اپنے نفس پر مقدم رکھوں گا۔ (اسی خط میں آگے چل کر لکھتا ہے) اور میں نے آپ کو منتخب کر کے اپنا آقا بنایا تھا مگر تقدیر الٰہی غالب آئی کہ آپ فاسق ہو گئے۔ میں اہلبیت نبوی سے ہوں وفا میرا شعار ہے۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط نمبر ۵ جس پر مہر ۶ فروری ۲۲ء کی امروہہ کی ہے) اس عریضہ کے بعد پھر

آپ سے بلا واسطہ تحریر نہ کی جائے گی بلکہ اخباری گفتگو اور ہر امکانی عمل ضرر رسانی کی جائے گی۔ اب آپ کو اختیار ہے میں اب کسی قسم کی مراعات نہیں کر سکتا۔ بہت انتظار کیا بہت ادب کیا۔ (اسی خط میں دوسری جگہ لکھتا ہے) مختلف اخباروں میں بار سے سابقہ اور یہ تمام واقعات جلد طبع کراؤں گا اور ہر امکانی ضرر پہنچاؤں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب آپ یوضع لہ الذل فی الارض کے مصداق ہوئے اور حیاء دینی و دنیاوی دونوں سے محروم ہوئے (آگے چل کر ایک جگہ لکھتا ہے) اب امتحان کے وقت وہ لسانیاں کہاں چلی گئیں۔ قول کو اور فعل کو کچھ تو مطابق کیجئے۔ غرض پرستی جو شرک ہے چھوڑیئے خدا پرستی اور توحید اختیار کیجئے۔ دیکھئے عقل اور فقاہت یہ ہے کہ میں باوجود سخت بے سر و سامانی کے عنداللہ بھی ماخوذ نہ ہوا مسلمانوں میں بھی بے عزتی نہ ہوئی۔ گورنمنٹ بھی گرفتار نہ کر سکی اور کوئی دروغ یا پالیسی کا ارتکاب بھی نہ ہوا حالانکہ میں اپنے مواعظ میں گورنمنٹ کو دعوت اسلام بھی دیتا ہوں اور مہذب طریق سے اس کی برائیاں بھی بیان کرتا ہوں مگر کوئی گرفتار نہیں کرتا اور پولیس اور اہلکار میری تقریرات میں ہوتے ہیں بخلاف آپ کے کہ عنداللہ اور عندالقوم بے عزتی ہوئی۔ (اسی خط میں ایک جگہ لکھتا ہے) مولانا دنیا چند روزہ ہے زندگی مقدر ہو چکی ہے اب بھی مجھ جیسے اہل قلم خیر خواہ کا کہا مان لیجئے تا کہ ذلت دارین سے نجات ہو۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) بڑے ظالم بڑے سرکش بڑے تم بے وفا نکلے۔ اب یہی صراط مستقیم قبول کر لو تو پھر فصل مبدل بوصل ہو جائے گا اور دین و دنیا سنبھل جائے گا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

خط ۶ جس پر امروہہ کی ۱۳ فروری ۲۲ء کی مہر ہے اور تھانہ بھون کی مہر غالباً ۱۵ فروری ۲۲ء ہے) (پتہ کی عبارت) بخدمت مکرمی و مخدومی سابق مولوی مسٹر حال اشرف علی صاحب ہداہم اللہ تعالیٰ ہر مقدور ایذاء میں دریغ نہ کی جائے گی۔ افسوس کہ آپ پورے دین فروش نکلے اور بڑے طماع دوسروں کو آپ حق تلفی کر کے خاموش کرانا چاہتے ہیں

(آگے چل کر ایک جگہ لکھتا ہے) کہاں وہ لسانیاں کہاں یہ بدعملی افسوس کہ آپ میری حیات میں اس قدر بدنام ہونا گوارا کرتے ہیں اور یہ بھی۔ (یہاں بعض عزیزوں کے نام تھے جن کو ظاہر کرنا فضول سمجھا گیا ۱۲ منہ) کی دنیا سنبھالنے کیلئے ہاں میں بھولا دوسری بیوی کی خاطر کیلئے یہ کیا جاتا ہے۔ عجب نہیں کہ خاتمہ بھی نصرانیت پر ہو کہ یہ ان کا گویا قواد ہے اب آپ کو بجائے مولوی کے مسٹر کا خطاب دیا گیا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

خط ۷ جس پر امروہہ کی ۲۱ فروری ۲۲ء کی مہر ہے اور تھانہ بھون کی ۲۲ فروری ۲۲ء ہے) (خط اسی جگہ سے شروع کیا ہے) دل تو یہ چاہتا تھا کہ حسب وعدہ بلا واسطہ کلام نہ کیا جائے۔ مگر رائے بدل گئی اور لسانی جہاد کا امر اس کا سبب ہوا۔! آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ قریب ہی تین عریضے ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ مگر آپ کی بے حیائی اور ظلم اور حب دنیا انصاف سے آپ کو باز رکھتی ہے اور بے حیائی تو آپ کے خاندان ہی کا شیوہ ہے۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) صرف جواب کا پانچ روز انتظار ہوگا اس کے بعد عملی کارروائی شروع کی جائے گی اور وہ یہ کہ آپ کا قتل اب میں بوجہ آپ کی شرکت نصاری وظلم وامحاء سنت کے ضروری سمجھتا ہوں اور دو آپ کے رفیقوں کا بھی پس آپ کو حکمت عملیہ سے وہاں پر آ کر اور ایک جماعت کو لا کر اور قصبہ سے علیحدہ قیام کر کے متفرق اوقات میں آپ کو مع دو رفیقوں کے اور بالتبع اگر اور بھی کوئی آ جائے تو عجب نہیں قتل کیا جائے گا۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کے آپ لوگ مصداق ہوں گے۔ خبردار کسی کی سفارش نہ کرانا کہ سفارش مقبول نہ ہوگی۔ قتل کی تاریخ اس لئے نہیں لکھی کہ خلاف حکمت ہے۔ محض ہمدردی اسلامی سے صرف اصل قصد کی اطلاع کرتا ہوں۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) ورنہ آپ کو سخت بے عزتی سے قتل کیا جائے گا۔ شرم نہیں آتی کہ ہم کو تو بوجہ تبرع کچھ نہ دیا اور ہم سے بوجہ تبرع واپسی مسودات کی تو پھانسی لگتی ہے اور نہ زلات ومعاصی سابقہ سے توبہ کی جاتی

ہے۔اسی بنا پر از گروہ اولیاء لقب اختیار کیا تھا۔اولیاء کے اخلاق کیا عمدہ ہیں۔آپ نہایت بد دین اور بے ایمان وخائن ہیں۔میں تم کوچمن سے ہرگز نہ بیٹھنے دوں گا۔ہر طرح تکلیف پہنچاؤں گا اور قتل کروں گا بغاۃ کا قتل جائز ہے۔(انتہی بلفظہ الموذی)

(خط ۸ جس پر مہر امروہہ کی ۱۵ مارچ ۲۲ء ہے اور لفافہ کا پتہ ہندی میں لکھا ہے)ضرور پڑھو ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

السلام علیکم چونکہ احقر کو حق جل وعلا نے محض اپنے فضل سے تدین تام وقاء کامل عطا فرمائی ہے۔(اسی خط میں آگے چل کر لکھتا ہے)اور تلقین اذکار وغیرہ کا سلسلہ بھی ہے چونکہ بعد اتمام تعلیم سلوک میں نے بیعت قطع کی ہے۔اس لئے میں طالبین طریقت سے بیعت وتلقین اذکار میں انکار نہیں کرتا ہوں۔(آگے چل کر لکھتا ہے)علماء زبان سے جو حنفی ہیں تحریرات بھی ہوئیں زبانی بھی گفتگو ہوئی مگر حدیث سے ماہر کوئی نہ ملا۔فن سے لوگوں کو مس بھی نہیں۔(انتہی بلفظہ الموذی)

(خط ۹ جس پر مہر سنبھل ۲۸ ستمبر ۲۲ء کی ہے اور پتہ لفافہ انگریزی میں ہے)

(ایک جگہ لکھتا ہے)عارض مدعا ہوں کہ صوبہ آگرہ خلافت کمیٹی نے نیز خلافت کمیٹی مظفر نگر نے مجھے اس امر کا زور دیا ہے کہ میں تھانہ بھون مع اہل وعیال بہت جلد قیام پذیر ہوں اور میری ہر آزادی ووضع کو وہ لوگ گوارہ کرتے ہیں اور ؎ ماہانہ ہدیۃ خدمت کرنا چاہتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ آپ کے اثر کا قلع قمع ہوتا کہ اہل ہند جس ضرر میں آپ کی وجہ سے مبتلا ہیں۔وہ اس سے بچیں اور اس میں کامیابی بجز میری ذات کے دوسرے عالم سے غایت دشوار ہے۔(آگے چل کر لکھتا ہے)پس اگر میں نے یہ صورت منظور کر لی تو آپ کا بڑھاپا خراب ہوگا اور آپ کو سخت کوفت ہوجائے گی (آگے چل کر لکھتا ہے) آپ کو خانقاہ میں کہاں تک برقرار رکھا جاسکتا ہے سو اگر آپ مسودات مع تراجم احیاء السنن وغیر مرممہ ومسوادت امداد

المسائل مع ۸/ نقدیا اس کی کتب فتح الباری وغیرہ جلد ارسال فرمائیں ڈاک سے یا آدمی کے ذریعہ سے تو میں تھانہ بھون قیام گوارا نہ کروں گا۔

اور گاہ بگاہ یہیں سے اصلاح کرتا رہوں گا خود وہاں قیام واجب نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ وہاں قیام کا کیا انجام ہوگا آپ نے ایک اہل علم سید کو بڑا ستایا ہے (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۱۰ جو ۲۱ نومبر ۲۲ء کا لکھا ہوا ہے بصورت نوٹس رجسٹری شدہ) نوٹس بنام مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مبلغ ایک ہزار چھ سو ساٹھ روپے جو احقر کے آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں اور جس کی تفصیل آپ کو لکھی جا چکی ہے بہت ہی جلد ارسال فرمائیں ورنہ آپ پر باقاعدہ کچہری گورنمنٹ میں نالش کی جائے گی ہمارے پاس ثبوت کافی ہیں اور اگر آپ مسودات احیاء السنن مولفہ احقر اور مسودات امداد المسائل اور فتح الباری اور تہذیب التہذیب ایک ہزار کے عوض دیں اور باقی نقد روپیہ دیں تو ہم کو یہ بھی منظور ہے۔ اس نوٹس کی سات سطریں ہیں اس کو آپ احتیاط سے رکھیں عدالت میں آپ کو پیش کرنا ہوگا۔ (انتہی بلفظ الموذی یہ نوٹس واپس کر دیا گیا تھا)

(خط ۱۱ جس پر مہر تھانہ بھون کی ۱۱۶ اکتوبر ۲۲ء ہے اور پتہ لفافہ ہندی میں ہے) از خیر خواہ اسلام بخدمت مسٹر اشرف علی صاحب السلام علیکم معلوم ہوا کہ نواب عاشق حسین خان صاحب چیئرمین سنبھل آپ کو یہاں کی دعوت دے آئے ہیں۔ اور آپ یہاں آئیں گے اگر آپ آئے تو آپ کی کافی سرکوبی کی جائے گی اور سخت آبروریزی علانیہ کی جائے گی اور آپ کی بے ایمانی اور چالاکی زبانی اور تحریری شائع کی جائے گی۔ خود آپ کے سامنے پس چاند کو مستحکم کر کے یہاں آئے سبحان اللہ ایسی ہمت ہوگئی کہ سنبھل آپ آئیں اور نواب مذکورہ بددین شخص ہے پرسوں کلکٹر کی اس نے دعوت کی ہے اور گورنمنٹ سے ماہانہ امداد اپنے اسلامیہ مدرسہ میں مقرر کرائی ہے۔ انا للہ لاآ یہ اس کی حمایت آپ کو

مفید نہ ہوگی اور یہ اپنے سرکاری عہدہ میں بھی لوگوں پر ظلم کرتا ہے اس لئے تارک موالات اور حامی موالات سب اس سے ناخوش ہیں پس تم کو اس کی حمایت مفید نہ ہوگی۔ بہتر ہے کہ آپ ہرگز نہ آئیں ہم کو پرواہ نہیں ہے کہ ہم کو جبس ہو یا پھانسی لیکن آپ کی سرکوبی لازم ہے اور پھر ہم تھانہ بھون ایک عالم کو دائمی طور پر معین کرینگے جو وہاں ہر وقت آپ کی خبر لیا کرے گا۔ پس ان تمام امور پر غور کر لیجئے۔ یہ دھمکی نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے ہم ضرور تمہاری اور تمہارے حامیوں کی سرکوبی کرینگے (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۱۲ جس پر مہر امروہہ کی ۱۲۱ کتوبر ۲۲ء کی ہے اور پتہ لفافہ پر بغرض دھوکہ وہی راقم اسحاق لکھا ہے) السلام علی من اتبع الہدیٰ (آگے چل کر لکھتا ہے) اس وقت یہ خط بھیجنے کی یہ حاجت ہوئی کہ آپ کی بد دینی خدا جانے دنیا میں کیا گت بنوا کر رہے گی (اسی خط میں ایک جگہ لکھتا ہے) دغا بازی اور فریب آپ ہی کے حصہ میں آ گیا ہے (پھر آگے چل کر لکھتا ہے) آپ نہایت مکار اور دغا باز ہیں اور کذاب ہیں اور خواہ مخواہ مال و جاہ سے استغناء ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ غایت درجہ کے طالب جاہ و مالی ہیں (اور آگے چل کر لکھتا ہے) اور جب میں نے بیعت قطع کی اور دوسرے حضرات نے بھی اس کا اتباع کیا اور آپ کی جاہ و مال میں بٹہ لگا اور فرق آیا تو آپ نے یہ چال چلی تا کہ میری علیحدگی کی ابتدا آپ کی طرف منسوب ہو۔ سو عیب کرنے کو ہنر چاہئے سمجھدار تو اس چال میں نہیں آسکتے (آگے چل کر لکھتا ہے) بہت ہی جلد اپنی اس شرارت کا اعلان کیجئے کہ بیشک میں نے یہ کید نفسانی کیا اور میں اب توبہ و رجوع کرتا ہوں ابتداء قطع تعلقات خود احمد حسن ہی نے کی ہے۔ آپ کی شرافت اور غیرت کا یہی تقاضا ہے کہ اس کو کہہ دو اور وہ بھی اتنے عرصہ کے بعد ظاہر کیا جائے۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) اور عجب نہیں کہ خانقاہ تھانہ بھون سے آپ کا ذلت کے ساتھ اخراج بھی ہو جائے یہ نمونہ ہے اس موذی کے خطوط کا۔ اخبارات

اور زبانی تقریرات میں جو کچھ درفشانی کی ہے وہ اس کے علاوہ ہے مگر میں ان سب کو ایک ناصحانہ شعر کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنون کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے۔ (اس میں صنعت تجنیس خطی سے اشارہ ہے اس موذی کے وطن کے نام کی طرف ۱۲ منہ)

(دشت خار کی تفسیر دعویٰ کمال اور سودا کی تفسیر مبصر اہل حال)

## حاصل مقصود

یہ کہ اب تو ان واقعات وخطوط کو ملاحظہ کرنے سے میرا عذر جو تعجیل بیعت سے مانع ہے۔ معلوم ہوگیا ہوگا اور تاخیر پر ملامت نہ کی جائے گی اور گو تاخیر میں بھی ایسے احتمالات ممکن ہیں مگر اوّل تو وہ شاذ دوسرے وہ تدبیر سے خارج اس لئے اس کا ارمان نہیں۔ واللہ الھادی الی سواء السبیل وھو حسبنا ونعم الوکیل۔

## لطیفہ شریفہ

اس رسالہ کے لکھنے کے اثنا میں بیساختہ دل چاہا کہ اس موذی مرید کی حالت کے مطابق کوئی مضمون مثنوی معنوی میں نکلے تو ناظرین کی طبیعت کی ضیافت کیلئے نہ کہ احتجاج کیلئے نقل کردوں گا دعا وتوجہ کے ساتھ جو کتاب مستطاب کو کھولا برجستہ یہ اشعار نکلے جس میں خودرائے وخودبین ومعتقد استبداد مرید کی حالت مذکور ہے۔

## وخلاصتہا ہذہ

(دفتر پنجم ص ۴۲۱ سرخی مریدے درآمد بخدمت شیخ خود تا قولہ مرید یکہ از وواقف تر بود گفت گریہ شیخ پس از مجاہدات است)

یک مریدے اندر آمد پیش پیر پیر اندر گریہ بود ودر نفیر

شیخ راچون دیدگریان آنمرید گشت گریان آب درچشمش دوید

پس مقلد نیز مانند کرست اندر آن شادی کہ اورا رہبر ست

پرتو شیخ آمد و منہل ز شیخ قبض وشادی نز مریدان بل زشیخ

پرتوشیخ است و آن تقلید شیخ چوں بہ بیند شادی از تائید شیخ

چون سبد برآب ونورے برزجاج گرزخوددانند آن باشد لجاج

چون جداگر ددزجود اندر عنود کاندر وآن آب خوش از جوے بود

آبگینہ ہم بداند از غروب کان لمع بوداز مہ تابان خوب

طفل را آن فکرت مرداں کجاست کوخیال اوو کو تحقیق راست

طفل راچہ فکرت آید درضمیر تاچو اندیشہ کند ہمچون کہ پیر

فکر طفلان دایہ باشدیا کہ شیر یا مویز وجوز یا گریہ نفیر

آن مقلد ہست چوں طفل علیل گرچہ دارد بحث باریک ودلیل

آن تعمق درد لیل ودر شکیل از بصیرت میکند اورا کسیل (یعنی روزانہ دیدا ۱۲)

اے مقلد از نجارا باز گرد روبخواری تاشوی تو شیر مرد

تانجارائے دگر بینی دروں صفدران در مجلسش لایفقہوں

تااشعار ذیل درسرخی داستان کینزک باخر

اے بسا سرمست نارونار خو خویشتن را نور مطلق دانداو

جز مگر بندہ خدا کز جذب حق بازہش آر دیگر داندور ق

تابداند کان خیال ناریہ درطریقت نیست الاعاریہ

زشتہارا خوب بنماید شرہ نیست از شہوت بترز آفات دہ

صد ہزاران نام خوش را کردہ ننگ صد ہزاراں زیرکاں راکردہ دنگ

کار بے اوستاد خواہی ساختن جاہلانہ جان بخواہی باختن
اے زمن دزدیدہ علم نا تمام ننگت آمد کہ پرسی حال دام
ہم نہ چیدے داہ مرغ از خرمنش ہم نیفتادے رسن درگردنش
تاخودی دانہ نیفتی تو بدام ایں کند علم قناعت والسلام

کتبہ: اشرف علی عشرہ اولیٰ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

# الحاق مزید یعنی حواشی رسالہ موذی مرید

ازاحقر مدیر غفرلہ اللہ القدیر

حاشیہ اوّل صفحہ ۶ سطر ۱۱ قولہ نہ اس کے نام کی تصریح کروں گا۔ اقول یہ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم کے شان کرم کا اقتضاء ہے۔ ونیز جو اصلی مقصود ہے اس رسالہ کے وضع سے جو اسی قول سے اوپر متصل ہی مذکور ہے۔ وہ یہی نام کی تصریح پر موقوف نہ تھا۔ لیکن ایک دوسری مصلحت مقتضی تھی اظہار نام کو اس لئے میں اس کو ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ بعض ضرورتوں سے مجھ کو ایک سفر طویل کا اتفاق ہوا اور متعدد مختلف مقامات پر جانا ہوا بہت لوگ پہلے تعلق کی بنا پر بوجہ اس کے کہ ان کو اس علیحدگی کی اطلاع نہیں دھوکہ میں ہیں اور اس شخص کے فتوؤں کو جو کہ بکثرت غلط ہیں۔ حتی کہ باوجود عدم مانع وقوع طلاق مطلقہ ثلاث کی حلت بلا تحلیل تک کے فتویٰ کی نوبت پہنچ گئی سو ان فتوؤں کو خانقاہ و مدرسہ امدادیہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں یا اس علیحدگی کا منشا اس کا تدین سمجھتے ہیں۔ نیز اس شخص نے پیری مریدی کا بھی جال پھیلایا ہو۔ بعضے ناواقفی سے دھوکہ میں پھنس جاتے ہیں۔

اس لئے عام کو اطلاع ہونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دھوکہ نہ رہے پھر بھی اگر کوئی اس کا اتباع کرے تو اپنی تحقیق کے بھروسہ کرے جس سے ہم کو کوئی تعرض نہیں ہر شخص کو

اپنے دین کا اختیار ہے یہی مصلحت اس شخص کے معاملہ کے متعلق ضمیمہ ثالثہ تمہ سابعہ تنبیہات وصیت میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم نے اس عبارت میں لکھی ہے۔ مقصود اس سے صرف ان لوگوں کو اطلاع دینا ہے جو محض میری بیعت و اجازت کی بنا پر ان سے رجوع کرتے ہیں اور جن کے رجوع کی یہ بنا نہ ہو وہ میرے مخاطب نہیں ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے۔ چنانچہ اب اس کا نام ظاہر کرتا ہوں یہ شخص احمد حسن سنبھلی ہے جو کئی سال خانقاہ امدادیہ میں رہا پھر وہاں سے جدا کیا گیا اور جدا کئے جانے کے بعد یہ حرکتیں کیں جو خطوط مندرجہ رسالہ سے ظاہر ہیں۔۱۲ مدیر

حاشیہ دوم۔ ص ۶ سطر ۲۰ قولہ مکمل و مفصل جواب اقول ان بعض احباء کا ہم پر سخت تقاضا ہے کہ اس جواب کو جو کہ بصورت ایک کتاب کے ہے شائع کیا جائے لیکن چونکہ ابھی تک اس کی اشاعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس لئے اشاعت کا خیال نہیں ہوا آئندہ اگر ضرورت سمجھی گئی تو اشاعت بھی کر دی جائے گی۔۱۲ مدیر

حاشیہ سوم۔ ص ۷ سطر ۶ قولہ طعمہ نار بنا دیا جائے گا۔ اقول ہم خدام نے حضرت مولانا صاحب دام ظلہم سے کل خطوط اپنے پاس محفوظ رکھنے کی اجازت چاہی ہے اگر اجازت مل گئی تو کل خطوط ورنہ صرف وہ خط جس میں قتل کی دھمکی ہے اپنے پاس محفوظ رکھا جائے گا تا کہ اگر کوئی شرارت کرے تو کافی تدارک کیا جا سکے۔۱۲ مدیر۔

حاشیہ چہارم۔ ص ۹ سطر ۲۱ قولہ خصوصاً سولہ سو روپیہ کا دعویٰ اقول بخدا اس موذی کا ضمیر اس ناجائز مطالبہ پر خود اسے نفرین کرتا ہوگا جس کا اتنا ظہور بھی ہوا اس نے اپنے بعض دوستوں کے سامنے تقریراً یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ مطالبہ رقم محض مولانا پر دباؤ ڈالنے اور ان کو پریشان کرنے کیلئے کہا تھا اور جب یہ سوال کیا گیا کیا اس غرض کیلئے جھوٹا مطالبہ کرنا درست تھا تو نہایت دلیری سے جواب دیا کہ ہاں جائز تھا۔ واقعی جس کے نزدیک تین طلاق کے بعد بھی عورت بدوں حلالہ کے جائز ہو اس کے نزدیک

جھوٹا مطالبہ کیوں جائز نہ ہوگا ۱۲ مدیر۔...... حاشیہ پنجم ص ۱۰ سطر ۱۲ قولہ فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت اقول اس قول کا حاشیہ ایک رسالہ ہے مسمی بہ انکشاف الحقیقہ عن استخلاف الطریقہ جو عنقریب سب حواشی کے بعد آتا ہے ۱۲ مدیر۔

حاشیہ ششم ص ۲۰ سطر ۱۲ قولہ خط ۱۲ اقول اگر ان بارہ خطوط کے عدد اور مضامین کے مجموعہ کے اعتبار سے ان خطوط کے کاتب کو اثنا عشری تبرائی کہا جائے تو نہایت چسپاں ہے۔ ۱۲ مدیر۔

حاشیہ ہفتم ص ۲۱ سطر ا قولہ یہ نمونہ ہے اس موذی کے خطوط کا اقول ناظرین نے ان خطوط سے اندازہ کیا ہوگا کہ شاید ابتداء اسلام سے لے کر اس وقت تک کسی شخص نے بھی اپنے مرشد اپنے مربی اپنے محسن قدیم سے ایسی بدتمیزی بے حیائی بدزبانی اور بازاریوں کی طرح دشنام دہی اور اس بیباکی کے ساتھ احسان فراموشی نہ کی ہوگی ہمارا جی نہ چاہتا تھا کہ اس دفترِ معنی کی اشاعت کریں مگر چند وجوہ سے اس کی شاعت کی گئی۔

ا۔ یہ کہ حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے یہ چاہا کہ جس طرح مسلمانوں کی نگاہوں سے میرے احباب کی تحریریں القاب وآداب اور مدح وغیرہ سے بھری ہوئی گزرتی ہیں جن کو دیکھ کر بعض لوگ معتقد ہو جاتے ہیں ان کی نگاہوں کے سامنے یہ گالیاں بھی گزر جائیں تا کہ ہر شخص معلوم کرے کہ جہاں بہت لوگ مجھے اچھا کہنے والے ہیں وہاں ایسے برا بھلا کہنے والے بھی ہیں تو اب جو کوئی مجھ سے تعلق پیدا کرنا چاہے وہ دونوں پہلوؤں پر نظر کر کے اس کا فیصلہ کر لے۔ چنانچہ حضرت دام مجدہم نے اصل حکایات الشکایات کے خطبہ میں خود بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اس ارشاد میں تا کہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے۔

۲۔ سالکین اور ذاکرین کی تسلی کیلئے یہ مجموعہ ہمیشہ کیلئے کارآمد ہوگا کہ جب کبھی ہمارے دوستوں میں سے کسی کو کسی سے ایذا پہنچے جس سے اہل طریق بہت کم خالی

رہتے ہیں تو وہ حضرت حکیم الامت کی اس حالت سے تسلی حاصل کرلیا کرے اور سمجھ جائے کہ اس راستہ میں قدم رکھنے والے کو کسی نہ کسی سے ایذا ضرور پہنچتی ہے اور چونکہ اس موذی سے بڑھ کر آج تک کسی نے کسی کو ایذا نہ دی ہوگی۔ اس لئے یہ واقعہ تسلی میں بہت کارآمد مفید ہوگا اور اس کی نظیر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

**فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤا بالبینات والزبر والکتاب المنیر فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم**

ترجمہ۔ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی جا چکی ہے جو واضح معجزات اور صحیفے اور روشن کتاب ساتھ لائے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے آپ ویسا ہی صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ان کے واسطے جلدی نہ کیجئے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ پہلے پیغمبروں کے حالات یاد کر کے آپ بھی صبر و استقلال سے کام لیں اور جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قصہ افک شروع کیا اور حق تعالیٰ نے بعد میں ان کی برات نازل فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا۔

**ان الذین جاؤا بالافک عصبة منکم لا تحسبوہ شرالکم بل ھو خیر لکم**

یعنی اے مسلمانو! تم اس قصہ افک کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ تمہارے لئے اس میں بھی خیر ہے۔ مفسرین نے اس کا مطلب بیان فرماتے ہوئے خیر ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس قصہ سے آئندہ آنے والی نسلوں کو تسلی اور تقویت ہوگی۔

یعنی اگر کبھی ان کو ایسا ابتلاء پیش آئے گا تو وہ زیادہ پریشان نہ ہونگے بلکہ قصہ افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تسلی حاصل کرلیں گی۔ یہی حکمت اس دفتر دشنام کی اشاعت میں تھی۔ اس لئے اس کو بھی شائع کر دیا گیا ۱۲ مدیر۔

# انکشاف الحقیقہ عن استخلاف الطریقہ

(یہ رسالہ حاشیہ ہے۔ قول مولانا فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت کی اطلاع شائع کردی الخ کا جو پیچھے گزر چکا ہے)

بعد الحمد والصلوٰۃ کمترین غلامان خانقاہ امدادیہ افاض اللہ برکاتہا علی العالمین احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ بعض احباب کو اس جگہ یہ خدشہ پیش آتا ہوگا کہ احمد حسن سنبھلی اگر فانی وواصل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت کی اجازت وخلافت عطا کرنے سے یہی مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے خلافت سلب کیوں کی گئی کیونکہ سلب خلافت اس کے غیر فانی وغیر واصل ہونے کی دلیل ہے حالانکہ فانی دراصل مردود نہیں ہوسکتا۔ صوفیہ کا مقولہ مشہورہ الفانی لایرد اورعوارف المعارف میں ہے الواصل الذی یصله الله فلا یخشی علیه القطع ابداً وقال ذوالنون مارجع من رجع الامن الطریق ماوصل الیه احد فرجع منه (منقول از مکتوبات قدوسیہ ۲۳۸)

پس یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ بعد وصول کے غیر واصل ہوگیا ہو لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ وہ پہلے ہی سے واصل نہ ہوا تھا۔ اس پر یہ اشکال پڑتا ہے کہ پھر ایسی حالت میں حضرت شیخ نے اس کو اجازت وخلافت ہی کیوں عطا فرمائی تھی۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اجازت واعطاء خلافت کا مبنی اور چیز ہے اور وصول وقبول عنداللہ دوسری چیز ہے۔ پس الفانی لایرد یہ مقدمہ تو بالکل صحیح ہے مگر اس کیلئے المجاز لایرد لازم نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حصول نسبت اور وصول الی اللہ فقط اس کا نام نہیں ہے کہ صرف بندہ کو حق تعالیٰ سے تعلق ہوجائے بلکہ حصول نسبت حقیقت میں اس کا نام ہے کہ بندہ کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہوجائے اور خدا تعالیٰ کو بندہ سے تعلق ہوجائے کیونکہ نسبت تعلق بین الشیئین کا نام ہے جس کے لئے طرفین سے تعلق کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ایسی نسبت ہوگی۔

وقوم یدعون وصال لیلی ولیلی لا تقرلهم بذا کا

جیسا کہ ایک طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ آج کل کس مشغلہ میں ہو اس نے کہا شاہزادی سے نکاح کرنے کی فکر میں ہوں۔ جب اس نے دریافت کیا کہ اس کے واسطے تم نے کیا سامان کیا تو وہ فرماتے ہیں کہ آدھا سامان تو ہو گیا آدھا باقی ہے۔ یعنی میں تو راضی ہوں مگر وہ راضی نہیں اور نکاح طرفین کی رضا سے منعقد ہوتا ہے تو میرا راضی ہونا یہ نصف نکاح ہے اور اس کا لغو ہونا ہر شخص پر ظاہر ہے جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سمجھئے کہ جس واصل کی نسبت ائمہ صوفیہ کا ارشاد ہے کہ الفانی لا یرد والواصل لایقطع اس سے مراد وہی واصل ہے جس سے خدا تعالیٰ کو بھی تعلق ہو جائے۔ جس کی دلیل عوارف کا یہ قول مذکور ہے۔ الواصل الذی یصله الله واقعی جس شخص سے حق تعالیٰ کو تعلق ہو جائے گا وہ مردود یا مخذول ومقطوع کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ ہر چند کہ اجازت اور خلافت کے قابل تو حقیقت میں یہی واصل ہے جس سے خدا تعالیٰ کو بھی تعلق ہو اور صحیح معنی میں صاحب نسبت کہلانے کا مستحق وہی ہے مگر ظاہر ہے کہ شیخ کو طالب کے تعلق اللہ مع اللہ کا تو علم ہو سکتا ہے مگر تعلق اللہ مع العبد کا علم اسے کیونکر ہو سکتا ہے۔ بندہ کے ساتھ خدا کے تعلق کا علم شیخ کو محض اس قاعدہ اکثریہ کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ وہ عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ جب بندہ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا

مجاہدہ کے بعد راہِ ہدایت مفتوح کر دینے کا تو پختہ وعدہ ہے مگر محض اتنی بات سے واصل نہیں ہوتا۔ وصول تعلق اللہ مع العبد کا نام ہے اس کے متعلق اسی کے بعد ارشاد ہے۔ وان الله لمع المحسنین یعنی ہدایت سبیل کے بعد اگر طالب میں اخلاص و احسان کامل کی صفت پیدا ہو گئی تو اس وقت معیت حق اس کے ساتھ ہو گی اور وہ واصل

ہوجائے گا۔ پس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مرید نے طلب حق میں سعی اور مجاہدہ شروع کیا اور حسب وعدہ حق تعالیٰ نے طریق وصول اس پر مفتوح کر دیا لیکن ابھی مرید میں احسان و اخلاص کامل نہ پیدا ہوا تھا اس لئے اس کو واقع میں وصول نصیب نہ ہوا اور اخلاص کامل ایسا پوشیدہ امر ہے کہ اس کی اطلاع شیخ کو بجز قرائن اور وجدان یا کشف کے اور کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ پس ممکن ہے کہ شیخ کسی طالب کو ریاضات و مجاہدات میں مشغول اور طریق وصول کو اس پر مفتوح دیکھ کر اپنے وجدان یا کشف سے اس کو صاحب اخلاص سمجھ جائے اور اجازت دے دے اور واقع میں وہ صاحب اخلاص نہ تھا۔ کیونکہ وجدان یا کشف وقرائن یہ جملہ امور وحی آسمانی کی طرح قطعی تو نہیں ہیں۔ محض ظنی ہیں جن میں خطا وصواب دونوں کا احتمال ہے۔ پس شیخ جب کسی طالب کو دیکھتا ہے کہ یہ خدا کے ساتھ تعلق بڑھانے کی سعی کر رہا ہے اور ظاہر میں احکام واوامر شرعیہ اس کی طبیعت ثانیہ بن گئے ہیں تو وہ قاعدہ اکثریہ کی بنا پر یہ سمجھ کر جب اس کو خدا سے تعلق ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہوگا۔ اس کو صاحب نسبت جان کر مجاز وخلیفہ کر دیتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شیخ کے اس گمان کو سچا کر دیتے ہیں کہ جس کو وہ واصل سمجھتا ہے۔ حق تعالیٰ سچ مچ اسے واصل کر دیتے ہیں۔ یعنی خود بھی اس سے اپنا تعلق معیت قائم کر دیتے ہیں مگر قطعی ویقینی طور پر شیخ کو یہ خبر نہیں ہوسکتی کہ واقع میں اس شخص سے حق تعالیٰ کو تعلق ہے یا نہیں کیونکہ غیب کا حال سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اور وحی کا باب مسدود ہو چکا اور وجدان وکشف غلطی وخطا سے محفوظ نہیں ہیں۔ پس کبھی ایسا ممکن ہے کہ جس شخص کی نسبت شیخ محقق عارف نے یہ امید وابستہ کی تھی کہ ان شاء اللہ خدا تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہوگیا ہوگا۔ واقع میں وہ ایسا نہ ہوا اور اس شخص میں جو آثار تعلق مع اللہ کے نظر آئے ہوں۔ وہ محض استدراج ہو۔

افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ وفی

الحديث الصحيح ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة حتى لايبقى بينه وبينها الاذراع فيسبق عليه الكتاب فيرجع ويعمل بعمل اهل النار فيدخل النار الحديث واتل عليهم نبا الذى آتيناه آياتنا فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين ولو شئنا لرفعناه بها ولكنه اخلد الى الارض واتبع هواه الآية

بلعم باعور کو سب لوگ واصل اور مقرب حق سمجھتے تھے کیونکہ ظاہر میں اس کی کرامات وخوارق ومجاہدات وریاضات کی کچھ حد نہ تھی مگر درحقیقت یہ سب استدراج تھا اور واقع میں وہ مقرب نہ تھا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مسلمانوں کو ظاہری تقویٰ وطہارت کی وجہ سے مخلص سمجھ کر اتنا مقرب بنالیا تھا کہ منصب کتابت وحی ان کے سپرد کردیا مگر بعد میں ایک کاتب وحی مرتد بھی ہوگیا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صوفیہ کا قول ''الفانی لایردوا لواصل لایقطع'' فانی حقیقی وواصل حقیقی کے بارہ میں ہے اور اجازت وخلافت عطا کرنے کا مدار فانی وجدانی وواصل وجدانی ہونا ہے کیونکہ یقینی طور پر کسی کا واصل حقیقی ہونا مشائخ کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بجز ان صحابہ کے جن کے جنتی ہونے کی قطعی خبر وحی سے معلوم ہوچکی ہے۔ باقی کسی امتی کو قطع اور یقین کے ساتھ جنتی نہیں کہا جاسکتا اور نہ ایسا کہنا جائز ہے تو پھر یقین کے ساتھ ہم کسی کے واصل ہونے کا کیونکر حکم لگاسکتے ہیں۔ لہٰذا اجازت کا مدار محض وصول وجدانی ہے جس میں کبھی خطا کا ہوجانا ممکن ہے۔

جیسا کہ کبھی مجتہد احکام سے بھی اجتہاد میں خطا ہوجاتی ہے جس سے بعد میں وہ رجوع کرتا ہے فقہ میں ائمہ مجتہدین کے ایسے اقوال موجود ہیں۔ جن سے انہوں نے بعد میں رجوع کیا۔ گو محقق عارف کے ایسے وجدانات میں جو طریق کے متعلق ہوں غلطی بہت ہی شاذ ونادر اور کم واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مجتہد احکام سے خطا ولغزش

بہت کم ہوتی ہے۔ چنانچہ مجتہد کی تعریف ہی یہ ہے کہ من کان صوابه اکثر من خطاه مجتہد وہ ہے جس کی رائے میں اصابت بہ نسبت خطا کے زیادہ ہو۔

اسی طرح محقق طریق کا وجدان اکثر تو درست ہی ہوتا ہے مگر امکان خطا تو ضرور ہے اور قلت کے ساتھ وقوع بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اخیر میں حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس صاحب نور اللہ مرقدہ کے چند مکتوبات مع ترجمہ کے پیش کرینگے جو آپ کے بعض خلفاء و مجازین کے نام ہیں جن میں شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ نے ان کو تحریر فرمایا ہے کہ تم مردود و مخذول ہو گئے اور ہم نے جو تم کو اجازت وخلافت دی تھی وہ باطل ہوگئی اب کچھ باقی نہیں رہا۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے جبکہ اجازت اور خلافت دینا اس امر کی شہادت ہو کہ یہ شخص فانی اور واصل بحق ہو چکا ہے مگر اجازت واستخلاف کی یہ حقیقت زمانہ سابق کے موافق ہے آج کل مشائخ نے بوجہ کوتاہی عمر وقلت فراغ وغیرہ کے اس میں کسی قدر توسع کر لیا ہے۔ یعنی پہلے زمانہ میں تو اجازت وخلافت اسی وقت دی جاتی تھی جبکہ طالب شیخ کے وجدان یا کشف میں فانی واصل ہو چکا ہو اور متاخرین نے یہ دیکھ کر کہ فناء کامل اور وصول کامل حاصل ہونے کیلئے عرصہ دراز کی ضرورت ہے اگر اس درجہ کا انتظار کر کے اجازت دی جایا کرے تو تعلیم وتلقین ذکر کا کام بند ہو جائے گا۔ اس لئے وہ اس وقت اجازت دیدیتے ہیں جبکہ طالب کو تلوین ابتدائی کے مقابل ایک درجہ تمکین کا عطا ہو جائے اور ذکر اللہ کا غلبہ ایسا ہو جائے کہ اکثر اوقات ذہول نہ ہوتا ہو اور مقام فنا و دیگر مقامات سلوک سے کچھ کچھ مناسبت حاصل ہو جائے۔ گو ابھی رسوخ حاصل نہ ہوا ہو۔ اس درجہ میں پہنچ کر طالب فانی وواصل تو نہیں ہوتا مگر وصول کی قابلیت قریبہ ایسی حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر طالب اپنے نفس کی نگہداشت رزائل کبر وعجب وغیرہ تمام معاصی سے اسی طرح کرتا رہے جس طرح ابتداء سلوک ومجاہدہ کے وقت کرتا تھا اور ذکر و معمولات

پر دوام رکھے اور شیخ سے مثل سابق تعلق قائم رکھے تو ایک وقت میں ضرور واصل و فانی ہوجائے گا (اور اس درجہ میں طالب سے ان امور کی اُمید غالب ہوتی ہے کہ وہ ایسا ضرور کرتا رہے گا) اور چونکہ اس وقت طالب کو طریق سے مناسبت معتد بہا حاصل ہوچکتی ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ دوسروں کو وصول کا راستہ بتلا سکے۔ اس لئے اجازت دیدی جاتی ہے۔ اس کی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے آج کل مدارس عربیہ میں درس معمول بہ تمام کرنے کے بعد طلبہ کو اجازت وسند دیدیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ طالب علم فاضل کامل اور عالم متبحر ہوچکا ہے کہ اس کو تمام علوم سے ایسی مناسبت راسخہ حاصل ہوگئی ہے جو کبھی زائل نہیں ہوسکتی اور اب اس سے کسی مسئلہ میں بھی غلطی نہ ہوگی اور جو کتاب چاہے گا بے تکلف پڑھا سکے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ طلبا کو سند و اجازت دینے کا حاصل صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کو علوم مقصودہ سے فی الجملہ ایسی مناسبت واستعداد پیدا ہوگئی ہے کہ اگر یہ کتب بینی اور مطالعہ شروح وحواشی اور تعلیم تدریس میں مشغول رہے تو کسی وقت ان شاء اللہ متبحر و فاضل ہوجائیں گے اور محض اتنی مناسبت پیدا ہوجانے کے بعد سند دے دینے کا منشا یہاں بھی وہی ہے کہ اگر حصول مناسبت راسخہ اور تمام علوم میں تبحر کے بعد سند دی جایا کرے تو اس کے لئے زمانہ دراز کی ضرورت ہے اور آج کل لوگوں کو علوم دینیہ کیلئے سات آٹھ برس خرچ کرنا بھی گراں ہوتا ہے۔ پندرہ بیس سال تو کون صرف کرسکتا ہے۔ پس جس طرح ایک طالب علم سند یافتہ مدرسہ سے نکل کر کتب بینی و تعلیم و تدریس کا کام کرکے دس پندرہ سال کے بعد عالم متبحر ہوجاتا ہے۔ اسی طرح وہ طالب بھی جس کو مقامات سلوک سے کچھ مناسبت حاصل ہوچکی ہے اور شیخ نے اس کو اجازت تلقین وغیرہ دیدی ہے اگر برابر کام میں لگا رہا اور نگہداشت نفس سے غافل نہ ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد فانی کامل راسخ وواصل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ وہ طالب علم جو مدرسہ سے نکل کر جوتوں کی دکان لے بیٹھے اور دنیا کے دھندوں میں

پڑھ کر کتب بینی تدریس وغیرہ سے بالکل جدا ہو جائے تو چند سال میں اس کی وہ استعداد ومناسبت علمیہ بالکل زائل ہو جاتی ہے جو مدرسہ سے فارغ ہوتے وقت حاصل تھی۔ اسی طرح وہ طالب جو مقامات سلوک سے قدرے مناسبت حاصل کرنے کے بعد اپنے نفس کی نگہداشت سے غافل ہو جائے اور تمکین کے بعد معاصی کا ارتکاب کرنے لگے۔

اس کی مناسبت مذکورہ زائل اور قابلیت قریبہ وصول مفقود ہو جاتی ہے اور جس طرح علوم ظاہرہ میں استاد کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کو مناسبت علمیہ سے محرومی میں بڑا دخل ہے اس سے بدرجہا زائد طریق باطن میں شیخ کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کرنے کو اس مناسبت باطنیہ کو سلب ہو جانے میں دخل عظیم ہے۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آج کل اجازت وخلافت جن لوگوں کو دی جاتی ہے وہ سب واصل وفانی نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض بعض افراد فانی وواصل ہوتے ہیں اور اکثر وہ لوگ ہیں جن کو قابلیت وصول حاصل ہوگئی اور راستہ معلوم ہو گیا ہے اگر وہ اس پر برابر چلتے رہے تو امید ہے کہ واصل ہو جائیں۔ پس آج کل کسی مجاز طریق کا بگڑ جانا کچھ زیادہ بعید نہیں ہے۔ یہ لوگ اگر اجازت کے بعد ذکر ومعمولات سے غافل اور نگہداشت نفس میں تساہل اور شیخ سے مستغنی ومستقل ہو جائیں تو ان کی حالت ضرور بگڑ جائے گی اور مناسبت باطنیہ جو کچھ حاصل ہوئی تھی سب سلب ہو جائے گی۔

جیسا کہ طلبا مدارس اگر علمی مشغلہ کو چھوڑ کر دنیوی کاروبار میں لگ جائیں تو وہ علمی مناسبت سے بالکل کورے ہو جاتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں جس خلیفہ ومجاز طریق کی بابت یہ معلوم ہو کہ اس کی حالت خراب وخستہ ہوگئی اور شیخ نے اس سے اپنی اجازت وخلافت کو سلب کر لیا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شخص وقت اجازت وخلافت کے واصل وفانی اور صاحب نسبت نہ تھا بلکہ صرف صاحب مناسبت تھا اور مردود ہونا صاحب نسبت کا باستحالہ عادیہ محال ہے نہ صاحب مناسبت کا۔

**فائدہ:** مجازین کو جان لینا چاہئے کہ صاحب نسبت اور صاحب مناسبت میں بڑا فرق ہے۔ صاحب نسبت سے حق تعالیٰ کو تعلق ہو جاتا ہے اور صاحب مناسبت کو صرف طریق معلوم ہو جاتا ہے۔ صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا فاعل مشاہدہ کرے مخلوق کے فعل سے نظر بالکل اٹھ جائے کسی فعل میں مخلوق کو خدا کا شریک نہ پائے اور یہ مضمون محض درجہ اعتقاد میں نہ ہو بلکہ ہر وقت وجداناً اس کا مشاہدہ ہوتا ہو۔

**وماهم بضارين به من احدالا باذن الله، وان يردك بخير فلا رادلفضله**

جس کا اثر یہ ہوگا کہ مخلوق سے خوف و طمع بالکل معدوم ہو جائے گا۔ (یعنی عقلاً) نیز جب کسی سے حق تعالیٰ کو تعلق ہوگا اور وہ فانی و واصل ہوگا تو اس کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ اس شخص کا ارادہ اور خواہش بالکل فنا ہو جائے کہ اپنے واسطے کوئی حالت تجویز نہ کرے جس حالت میں حق تعالیٰ شانہ رکھیں اس پر راضی رہے۔ کبر و عجب و حب جاہ وغیرہ سے بالکل بری ہو۔ اگر تکبر و عجب وغیرہ باقی ہیں تو سمجھ لو کہ تم صاحب نسبت اور واصل و فانی نہیں ہو بلکہ تم کو صرف طریق کا علم ہو گیا ہے اور تم محض صاحب مناسبت ہو۔

**فائدہ۔** اجازت کے بعد مجازین کو امور ذیل کی رعایت ضروری ہے تا کہ ترقی دائم رہے اور جو مناسبت طریق حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے وہ سلب نہ ہو جائے۔

ا۔ شیخ سے اپنے کو مستغنی اور مستقل نہ سمجھے بلکہ ہمیشہ اپنے کو اس کا محتاج سمجھے سال بھر میں دو چار دفعہ کم از کم اس کی زیارت سے مستفیض ہو اور ہر مہینہ خط و کتابت سے اپنے احوال کی اطلاع دیتا رہے۔ اجازت کے بعد اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھ لینا سد راہ اور سم قاتل اور باعث سلب مناسبت ہے۔

**قال العلامة الشعرانی قلت مرة سيدی علی الخواص رح اذا بلغ المريد مقام العرفان هل. يستغنی عن شيخه فقال اذا بلغ المريد مقام شيخه**

افرد شیخه وقطع عنه فیتولاه الحق جل وعلافیفطمه عن الخلق جمیعا ماعدا رسول الله صلی الله علیه وسلم فانه لایمکن رفع واسطة ابدا ویصیرا لشیخ بعد فطام الحق جل وعلا لهذا المرید کاظئر والدایة ویؤیده حدیث الارضاع بعد الحولین. فقلت له فاذن الشیخ یحتاج الیه مادام عندالمرید هوی او ارادة دون اللّٰه عزوجل قال نعم لیکسر هما عنه فاذا کسر هما عنه وزالا فلاکلورة ولا نقصان اھ (ص۵۷ج اکتاب المبین والاخلاق)

**ترجمہ:** میں نے ایک بار سیدی علی خواص سے عرض کیا کہ جب مرید مقام عرفان پر پہنچ جائے تو کیا شیخ سے مستغنی ہوجاتا ہے فرمایا جب مرید اپنے شیخ کے مقام پر پہنچ جائے اس وقت اس کو شیخ سے الگ کردیا جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کی پرورش خود فرماتے ہیں اور بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مخلوق سے اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے باقی حضور کے واسطہ کا قطع ہونا تو کبھی ممکن نہیں اور جب حق تعالیٰ اس مرید کا دودھ چھڑا دیتے ہیں۔ اس وقت شیخ اس کیلئے بمنزلہ دایہ اور کھلائی کے ہوجاتا ہے (یعنی اب دودھ تو نہیں پلاتا مگر حفاظت کیلئے شیخ کی پھر بھی ضرورت ہے جیسے دودھ چھوٹ جانے کے بعد بچہ کو دودھ پلائی کی ضرورت تو نہیں رہتی مگر گود میں لینے والی اور کھلانے والی کی ضرورت تو اب بھی ہے اگر بچہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد تنہا رہا کرے اور اندر باہر اکیلا پھرا کرے تو ایک نہ ایک دن وہ ضرور ہلاکت میں پڑے گا۔ یہی حال مرید کا شیخ سے دودھ چھوٹ جانے کے بعد ہوتا ہے کہ ابھی اس کو عرصہ تک حفاظت شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ خوب سمجھ لو (۱۲ جامع) اور حدیث لارضاع بعد الحولین اس کی تائید کرتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر تو جب تک مرید کے اندر خواہش اور ارادہ باقی رہے اس وقت تک شیخ کی اسے ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں تاکہ شیخ ان دونوں کو توڑ پھوڑ کر مرید سے نکال دے۔ پس جب وہ ان دونوں کو نکال

دے گا پھر مرید میں نہ کچھ کدورت رہے گی نہ کچھ نقصان رہے گا۔ ناظرین کو اس عبارت سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مرید جب شیخ کے مقام (شیخ کے مقام پر پہنچنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شیخ کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مرید کو اپنے شیخ سے خاص تعلق ہوتا ہے تو اس تعلق کو مناسبت کی وجہ سے مرید کو شیخ کے خاص مقام سے بھی تعلق و مناسبت اور اس کا ذوق حاصل ہوتا ہے گو دونوں تعلق و ذوق میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ) پر پہنچ جائے اس وقت تو اس کا دودھ چھوٹتا ہے جس کے بعد بھی شیخ کی احتیاج تربیت میں رہتی ہے (گو تغذی میں نہ رہے) تو جو مرید شیخ کے مقام پر بھی ابھی تک نہیں پہنچا اس کا تو ابھی دودھ بھی نہیں چھوٹا وہ شیخ سے کیونکر مستقل و مستغنی ہوسکتا ہے اور آج کل اکثر مجازین کو قبل از وصول بر مقام شیخ اجازت دیدی جاتی ہے جس کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

۲۔ اجازت کے بعد مجاز کو نفس کی نگہداشت اور مجاہدہ سے غافل نہ ہونا چاہئے مجاہدہ کی اب بھی ضرورت ہے اور ہر وقت رہے گی۔

اندریں رہ مے تراش و میخراش　　تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود　　کہ عنایت باتو صاحب سربود

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تمکین کے بعد مجاہدہ کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس وقت طبعی ذوق وشوق اور جوش کا غلبہ نہیں رہتا جس سے قوی نفسانیہ پہلے مغلوب تھے۔ اس وقت قوی نفسانیہ پھر ابھرنا شروع ہوتے ہیں مگر تھوڑی سی توجہ سے نفس درست ہو جاتا ہے۔ جیسے تعلیم یافتہ اور شائستہ گھوڑا بھی کبھی شرارت کرنے لگتا ہے مگر ذرا سے اشارہ سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ خصوصاً کبر و عجب و حب جاہ سے اجازت کے بعد نفس کی نگہداشت پہلے سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ علوم و واردات

در جوع خلق سے ان امراض کا عود شروع ہوتا ہے۔

۳۔ ذکر لسانی کا اجازت کے بعد بھی پابند رہے صرف مراقبات پر اکتفانہ کرے۔ معمولات حسب فرصت مناسب مقدار میں مقرر کر کے ان پر ہمت سے دوام کرے۔ معمولات میں تلاوت قرآن اور درود شریف استغفار کی بھی معتد بہ مقدار ہونی چاہئے۔

۴۔ حق تعالیٰ سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہے اور اس نعمت کے حصول پر نازاں و مطمئن نہ ہو استدراج و مکر سے ڈرتا رہے اور دعا کرتا رہے کہ خداوندا اس نعمت کو سلب نہ کیجیو۔ بلکہ روز بروز اس میں ترقی عطا ہو ان مقدمات اربعہ کی اگر مجازین پابندی کرتے رہیں تو ان شاء اللہ سلب نعمت سے ہمیشہ محفوظ و مامون رہیں گے۔

احمد حسن سنبھلی کو طریق سے فی الجملہ مناسبت ہوگئی تھی اور وہ مجاہدے بھی کرتا تھا جس سے حضرت شیخ کو امید ہوگئی تھی کہ اگر یہ کام میں لگا رہا تو ان شاء اللہ واصل ہو جائے گا۔ اس لئے اس کو اجازت دیدی گئی مگر وہ اجازت کے بعد اپنے کو شیخ سے مستغنی و مستقل سمجھنے لگا۔ حتیٰ کہ خود شیخ کی اصلاح کا دعویٰ کرنے لگا۔ شیخ کے لحاظ و مروت سے جس کا منشا اس کا دعویٰ سیادت تھا۔ نیز طالبین کی تربیت سے کبر و عجب وحسد وحب جاہ بڑھ گیا۔ شیخ نے تو ان رذائل کی اصلاح کا حکم بھی کیا مگر اس نے کچھ عمل نہ کیا اس لئے وہ مناسبت زائل اور نعمت سلب ہوگئی۔

**ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. رب زدنی علما. ونعوذ بالله من الحور بعد الكورومن العمى بعد الابصار ومن القطع بعد الوصل ومن الصدود بعد القرب ومن الضلالة بعد الهداية ومن الكفر بعد الايمان انه هو المنعم المنان والحمدلله رب العالمين**

اب ہم حسب وعدہ اعلیٰ حضرت قدوۃ العارفین قطب الاقطاب شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے وہ کرامت نامے مع اصل و ترجمہ کے نقل کرتے

ہیں جن میں آپ نے اپنے بعض خلفاء ومجازین سے اپنی اجازت وخلافت کو سلب کیا ہے۔ اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی کو خلافت دینے کے بعد اس سے خلافت کا سلب کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ مشائخ متقدمین بھی ایسا کرتے آئے ہیں اور اس سے شیخ کی معرفت وبصیرت وتحقیق میں کچھ نقص لازم نہیں آتا۔ ورنہ معاذ اللہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ کی بصیرت کو بھی ناقص ماننا پڑے گا۔ حالانکہ ان کے کمال معرفت پر اجماع صوفیہ ہے۔

## مکتوب اول ۳۵۶ مکتوبات قدوسیہ

بجانب شیخ عبدالرحمٰن شاہ آبادی حق حق حق بعد حمد وصلوۃ دعا خیر وصلاح عبدالرحمٰن بداند بیت بگذارم این کون ومکان بگذارم این جان وجہان جائیکہ ہست آن بے نشان گر بندہ ام انجا روم عالم خرابی است بیت راہ حق صنعت وعبارت نیست' جز خرابی در وعمارت نیست چرا کسی از خدا رو بگرداند ودر فساد در آرد از شغل حق بشغل دیوان در آید و عزت خویش بشغل دیوان داند مردان جان بازند وجہان تازند و بادوست سازند بیت این کار کسا نیست کہ خیز ند زسر جان' این خانہ خرابی زرہ بوالہوی نیست' چرا عبدالشیطان شد ورذ بنفاق آورد وناخود بر جریدہ فمثلہ کمثل الکلب ثبت کردہ آہ ہزار آہ افسوس ہزار افسوس کار از کجا بکجا کشید واز چہ در چہ افتاد این چہ واقعہ مسجد بود بت خانہ گشت صلاح بود بفساد پیوست سبک برخیز برخیز۔ برخیز بیت ہر چہ جز حق بسوز غارت کن' ہر چہ جز دین از وطہارت کن' ومخلص ویگانہ باش الا اللہ الدین الخالص واگرنہ از خدا واز پیران برید ست واز راہ حق رفتہ است اجازت از ما وخلافت از ما بر خود جائز ندارد وخود را بعد ازیں شیخ درویش نخواند قطعیت ست ہوش دار ہوش، دار ہوش دار اگر توانی دست بدامن استغفار زن ومستغفر شود دیگر تو دانی واللہ المستعان از مستان باید ترسید واز زخم ایشان خود

رانگاه باید داشت بیت ماہست الستیم قضا ر انشناسیم' از غایت مستی سرد پار انشناسیم' ہوشدار ہوشدار ہوشدار کارخوداز دست رفتہ است وتراخبر نیست بیت کشتی من کہ بگرداب خطر افتادست' وہ چہ بودی کہ رسیدی بکناری یاری تویاردیواں شدہ وشیطان گشتہ واز رحمٰن رفتہ یالیتنی لم اتحذ فلا ناخلیلا زخمی است کہ مردان از ہیبت آن زخم بیجان اندو بیزبان بیت بشتاب سوی توبہ درتوبہ کشادست' واز کردن تاخیر بسی واقعہ زادست' بیت بروم سرکوئی تو جان وہم' ایں حیلہ و چارہ رہا کنم' استغفراللہ' استغفراللہ' استغفراللہ من جمیع ماکرہ اللہ بیت جزیاد دوست ہر چہ کنی عمر ضایع است' جز حرف عشق ہر چہ بخوانی بطالت است' برخیز شتاب بیاہیچ ورنک برخود جایز مدار کہ کار ابتراست ویارابتروزلف ابترو ہر چہ ہست ہمہ ابتران شانئک ھو الابتر دو ہرہ جگ سابا چھوڑ کرہون نج جوگن ہون' باج پیاری ہی سکھی اب کو جگ نہ لیون۔

ترجمہ۔ حق حق حق ۔ بعد حمد وصلوۃ ودعائے خیر وصلاح کے عبدالرحمٰن کو جاننا چاہئے ۔ بگذارم این کون ومکان بگذارم این جان و جہان جائیکہ ہست آن بے نشان گر بندہ ام آنجا روم اور وہ عالم اجڑنے کا ہے (بننے سنورنے اور بڑا بننے کا عالم نہیں ) راہ حق صنعت وعبارت نیست جو خرابی در وعمارت نیست' جو شخص کہ خدا سے رخ پھیرے اور فساد کے کام کرنے لگے وہ شغل خداوندی سے جدا ہو کر شیطانوں کے کام میں لگ جاتا ہے اور اپنی عزت انہی کاموں میں سمجھنے لگتا ہے مردان خدا جانباز ہوتے ہیں اس جہان سے پار ہو کر دوست کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ این کارکسانیست کہ خیز ندز سرجان' این خانہ خرابی زرہ ابوالہوسی نیست (عبدالرحمٰن) کیوں شیطان کا بندہ ہوگیا اور نفاق ظاہر کرنے لگا اور اپنا نام فمثلہ کمثل الکلب کی لوح پر لکھوالیا۔ آہ ہزار مرتبہ آہ۔ افسوس ہزار افسوس کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور کس جگہ سے کس جگہ گر گیا یہ کیا واقعہ ہے مسجد تھی بت خانہ بن گیا۔ صلاحیت میں تھا فساد کی صورت میں آگیا جلدی اٹھ جلدی کھڑا ہو جلدی دوڑ۔ ہر چہ جز حق

بسوز دغارت کن ہر چہ جز دین از وطہارت کن مخلص اور دوست بن جا الا للّٰہ الدین الخالص۔ ورنہ خدا سے اور مشائخ (طریق) سے قطع تعلق ہے اور راہ حق سے جاتا رہا۔ ہماری طرف سے اجازت وخلافت کو جائز نہ سمجھے اور اس کے بعد اپنے کو شیخ و درویش نہ کہے۔ ہم سے قطع تعلق ہے۔ ہوش دار ہوش دار خبر دار اگر ہو سکے تو دامن استغفار ہاتھ سے پکڑ اور توبہ کر اور جو ہو سکے تلافی کر واللہ المستعان مستان خدا سے ڈرنا چاہئے اور ان کے زخم سے اپنے کو بچانا چاہئے۔ مامست السعیم قضار اشنا سیم' ازغایت مستی سرو پار اشنا سیم' ہوشیار ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ خبر دار ہو جاؤ۔ تمہارا کام قابو سے نکل گیا اور تم کو خبر بھی نہیں ہے۔ کشتی من کہ بگرداب خطر افتاد است' وہ چہ بودی کہ رسیدی بکنار یاری تو شیاطین کا دوست اور خود شیطان بن گیا ہے اور رحمٰن سے پھر گیا۔ یالیتنی لم اتخذ فلا ناخلیلا یہ ایک ایسا زخم ہے مردان (طریق) اس زخم کی ہیبت سے ہیجان و بیزبان ہیں بشتاب سوی توبہ در توبہ کشادست' واز کردن تاخیر بسی واقعہ زادست' بروم سر کو ئیوتو جان وہم' ایں حیلہ و چارہ رہا کنم استغفر اللہ استغفر اللہ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان تمام چیزوں سے جو اس کو ناگوار ہیں جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است جز حرف عشق ہر چہ بخوانی بطالت است اٹھو جلدی آؤ ذرا سی دیر بھی اپنے اوپر جائز نہ سمجھو کہ کام ابتر ہو گیا اور بھی ابتر اور زلف بھی ابتر اور جو کچھ ہے سب ہی ابتر ہے۔ ان شانئک ھو الا بتر دوہرہ جک سبایا چھوڑ کر ہون نج جو گن ہون' باج پیاری ہی سکھی اب کو جگ نہ لیون۔

## مکتوب دوم ۳۵۷ مکتوبات قدوسیہ

بجانب میاں عبدالرحمٰن شاہ آبادی حق حق حق بعد حمد وصلوۃ عبدالرحمٰن دعا خیر و صلاح مطالعہ کند و بداند کہ از بعضی کسان بیوفائی وناہنجاری ونفاق وی چندان معلوم شد کہ در تقریر نیاید اگر واقع برین است مردود ومخزول است خدا لیش ہرگز فلاح نبود این

نوع از وی محال و بعید نمود از مقبولان ہرگز چنین واقع نشود و در ظن ایشان نبود لیس ہذا الا صفۃ المردودین المخذولین و در حال روی استغفار آرد و تائب گردد و مخلص و یگانہ شود تا وقت باقیست وگرنہ مہلک قہر فرد بر دور ہاویہ سپارد و لیس له من دون الله من ولی ولا نصیر حکمے قطعی است ہوشدار ہوشدار ہوشدار عبدالرحمٰن چرا عبدالشیطان شود ردی بنفاق آرد تو قیر و تو قیر جوید و تحقیر بفیض برزندان ما خواہد والعیاذ باللہ من ذلک آری مردود راہمان راہ مردودی و مخذولی در پیش است چہ توان کرد از استاد خود شنیدہ ام دوہرہ بہت بودی بجاہ تون دہک جیون تیرا سائیں تہیں تو کی بہرا دیکھ کنب کھیرا ا یکو کام نہ اوی جب پرسی بیرا ' چھوڑ پیارا سایان تون چاہتہ گھنیرا ' قطعیت با پیران گردہ است مخذول و مطرود گشتہ است اگر اور امیسر است او داند استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولا و فعلا و ضمیرا و حاضرا و ناظرا ، اور اخلافت بطوع و رغبت ندادہ ایم بکوشش فرزندم شیخ حمید دادہ ایم ہمان خلاف برآمد والعیاذ باللہ من ذلک و کل یعمل علی شاکلته چہ کند کہ سعید در راہ سعادت رود و شقی در راہ شقاوت رود خاتمہ بخیر باد۔

ترجمہ۔ بعد وصلوٰۃ و دعائے خیر و صلاح کے عبدالرحمٰن مطالعہ کرے اور جان لے کہ بعض لوگوں سے اس کی بیوفائی اور بدکرداری اور نفاق کا حال اسقدر معلوم ہوا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا اگر واقعہ یہی ہے تو وہ مردود و مخذول ہو چکا بخدا اس کو ہرگز فلاح نہ ہوگی۔ یہ صورت حال اس سے ایسی محال و بعید ظاہر ہوئی کہ مقبولان الٰہی سے ہرگز ایسا کام واقع نہیں ہوسکتا بلکہ ان کے گمان میں بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ طریقہ بجز مردودین و مخذولین کے کسی کا نہیں اسی وقت اس کو استغفار پر توجہ کرنی چاہئے اور تائب ہو کر مخلص و دوست بننا چاہیے ابھی وقت باقی ہے ورنہ تباہ کرنے والا قہر اسے نیچے ڈال دے گا اور جہنم کے سپرد کرے گا۔ ولیس له من دون الله من ولی ولا نصیر۔ اس کیلئے بجز خدا کے کوئی دوست و مددگار نہیں ہوگا (اور خدا کی ولایت و اعانت سے خود الگ ہو چکا تو

اب کوئی بھی مددگار نہیں) یہ حکم قطعی ہے ہوشیار و خبردار آگاہ ہوجاؤ۔ عبدالرحمٰن عبدالشیطان کیونکر ہورہا ہے نفاق ظاہر کرتا اور اپنی توقیر وعزت چاہتا ہے اور ہمارے بیٹوں کی تحقیر وتنقیص پسند کرتا ہے۔ العیاذ باللہ من ذلک بیشک مردود کیلئے وہی مردودی اور مخزولی کا راستہ سامنے ہے کیا کیا جائے میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔ دوہرہ بہت بودی ہجاہ تون دہک جیون تیرا، سائیں تھیں تو کی بہرا دیکھ کنب کہیرا' اکوکام نہ ادسی جب پرسی بیرا' چھوڑ پیارا سائیاں تون چاتھ گہیرا' اس نے پیروں سے قطع تعلق کیا ہے مخزول و مطرود ہوگیا۔ اگر اسے کچھ میسر ہے تو وہ جانے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ خدا کی پناہ ہے ہر اس چیز سے جو خدا کو ناگوار ہو خواہ وہ بات ہو یا فعل یا حدیث النفس خدا کو سب کچھ معلوم ہے وہ حاضر ہے۔ ہم نے اس کو اپنی خوشی سے خلافت (اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ بعض دفعہ ناقص کو بھی کسی مصلحت بامید کمال خلافت دے دیتے ہیں۔۱۲ منہ) نہیں دی تھی بلکہ اپنے فرزند شیخ حمید کی سفارش سے دی تھی وہی غلطی ہوگئی۔ العیاذ باللہ ہر شخص اپنی حالت کے مطابق عمل کرتا ہے نیک بخت سعادت کے راستہ میں جاتا ہے اور بد بخت شقاوت کے راستہ میں جاتا ہے خاتمہ بخیر ہوجیو۔ (اس کے بعد شیخ نور بیگ کے خط میں انہی شیخ عبدالرحمٰن مجاز وخلیفہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں)

## مکتوب سوم جز و مکتوب ص ۳۹۵ از مکتوبات قدوسیہ

تحقیق مالک عبدالرحمٰن عبدالشیطان آنجا بود بنفاق پیش آمد قاعدہ دیگر بود دیگر کشود و این سبب خزلان وخسران وسیاہ روئی دو جہان اوست ہر کہ ماہ راخاک اندازد خاک در چشم وی فتد ماہ راچہ زیان بلکہ درخلاف مردان زخم کاریست ہرگز فلاح نہ پذیرند بیت بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات' بادردکشان ہر کہ درفتاد برافتاد۔

عبدالرحمٰن بلکہ عبدالشیطان وہاں تھا۔ وہ میرے بیٹے کیساتھ نفاق سے پیش آیا قاعدہ کچھ تھا اس نے دوسرا راستہ نکالا اور یہ اس کی خزلان وخسران اور دونوں جہان کی

روسیاہی کا سبب ہے جو کوئی چاند پر خاک ڈالے گا اسی کی آنکھ میں خاک پڑے گی چاند کا اس سے کیا نقصان ہے بلکہ مردان خدا کی مخالفت میں ایسا کاری زخم ہے کہ ہرگز فلاح نہیں ہو سکتی۔ بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات بادرد کشان ہر کہ درافتاد برافتاد

ایک خط میں حضرت قطب الاقطاب نے اپنے ایک بہت بڑے مایہ ناز مرید کو کہ وہ بھی خلیفہ و مجاز ہیں یہ تحریر فرمایا ہے۔

## مکتوب چہارم ۳۵۸ مکتوبات قدوسیہ

بجانب شیخ جلال حق حق حق بعد حمد و صلوۃ دعا خیر و صلاح شیخ جلال مرتکب تباہی بخیال از فقیر حقیر عبدالقدوس اسمعیل الحنفی مطالعہ کند و بداند ہر کہ روی از پیران بگرداند و تحقیر فرزندان ایشان بکند مردود ہر دو جہان و مطرود گردد اولاد نا اکبادنا مخصوص کہ اہل اللہ و اہل حق باشند اگر تعظیم و تکریم ایشان نکنند جز لعنت دیگر بار نیارد با این نفاق دین کجا و معرفت کجا و مشاہدہ کجا اگر اخلاص و اتحاد و خدمتگاری با فرزندان ما نباشد و خود را شیطان صفت شیخ ملاحدہ گویاند و جاہ نفسانی و عز شیطانی خواہد آنچہ دعویٰ بمشاہدہ ربانی و ذوق سبحانی میکند آنہمہ وسوسہ شیطانی ست **مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین** زخم جان عارفا نست از ہیبت این زخم واقعہ مکر عارفان خواہند کہ در عدم شوند و ناچیز گردند بیت کاشکے ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من' در ابہام عاقبت ہمیں سر ست و ہمیں ہیبت کجا کسی با خود است با عز خود و جاہ خود ساکن گردد آن برادر کہ ہیچ التفات بفرزندم شیخ احمد نمیکند و آمد و رفت نکند تعظیم و تکریم وی نمی آرد و خبر اونمی ستاند و غم روزگار او نمی خورد عجیب نمود و محال کشود و بعضی معاملات آن برادر چنان معلوم شد کہ ہیچ ملعونے و ہیچ مردودے نکند و کتابت برادری با جفت کفش بطور دیگر رسید و معاملہ بطور دیگر وانمود اگر دیندار است و طالب کردگار در خدمتگاری فرزندم شیخ احمد باشد و سر در قدم

اآرد ہمہ کار ہا را بر خود لازم گیرد وتواضع وتکریم وخدمتگاری فرزندم کماحقہ بجا آرد واگر چنین نکند از ما بیزاری داند وخدا ورسول خدا آزاری داند ہرگز روی او نہ بینم ونام او نگیرم ہشتاد رسیدہ ایم امروز فردا درگزریم کار خود بہوشیاری کند شیطان زندہ است بسیار آزاراہ زدہ است بلعم باعور وشیخ برصیصا از زخم او بدوزخ رسیدہ اند بسیار چہ نویسم خاطر اہتر شدہ است اگر چیزی کردن بتواند بکند وبخدمت و اخلاص پیش رودو اگر نہ با ما قطعیت ابدی شدہ است یقین داند یقین داند واللہ المستعان

ترجمہ۔ حق حق حق بعد حمد وصلوۃ دعا وخیر وصلاح کے شیخ جلال جو میرے خیال میں تباہی کے مرتکب ہیں فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل حنفی کی طرف سے مطالعہ کریں اور جانیں کہ جو شخص پیروں سے اعراض اور ان کے فرزندوں کی تحقیر کرے گا دونوں جہان میں مطرود ومردود ہو جائے گا۔ اولادنا اکبادنا ہماری اولاد ہمارے جگر گوشہ ہیں۔ خصوصاً (وہ اولاد) جو کہ (خود بھی) اہل اللہ اور اہل حق ہوں اگر ان کی تعظیم وتکریم نہ کرو گے تو بجز لعنت کے اور کچھ پھل نہ ملے گا۔ اس نفاق کے ساتھ دین کہاں اور معرفت کہاں مشاہدہ کہاں اگر اخلاص و اتحاد اور خدمتگاری ہمارے فرزندوں کی نہ ہو اور اپنے کو شیطان کی طرح ملاحدہ اور بددینوں کا شیخ مشہور کرے اور جاہ نفسانی اور عزت شیطانی طلب کرے تو جو کچھ دعویٰ مشاہدہ ربانی اور ذوق وشوق سبحانی کا کیا جاتا ہے وہ سب شیطانی وسوسہ ہے۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین یہ عارفوں کی جان کا زخم ہے۔ اس زخم مکر کی ہیبت سے عارفین یوں چاہتے ہیں کہ مٹ جائیں نیست و نابود ہو جائیں۔ کاشکی ہرگز نبودی نام من، تا نبودی، جنبش وآرام من، انجام کے مخفی رکھنے میں یہی راز اور یہی ہیبت ہے۔ کوئی اپنی ذات کے ساتھ موجود ہی کہاں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی عزت وجاہ کے ساتھ ساکن ومطمئن ہونا چاہتا ہے اور آن برادر (یعنی مکتوب الیہ) نے جو کہ میرے فرزند شیخ احمد کی طرف کچھ التفات نہیں کرتے نہ ان کی

خدمت میں آمد و رفت کرتے ہیں نہ ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں نہ ان کی خبر لیتے نہ ان کا غم کھاتے ہیں۔ عجیب برتاؤ ظاہر کیا اور نفاق کھول دیا اور بعض معاملات ان برادر کے ایسے معلوم ہوئے ہیں کہ کوئی مردود اور کوئی ملعون ایسا نہیں کرسکتا۔

اگر آپ دیندار ہیں اور خدا کے طالب تو میرے فرزند شیخ احمد کی خدمتگاری میں رہیں اور ان کے قدموں میں سر رکھیں اور ان کے تمام کام اپنے اوپر لازم سمجھیں اور خاطر تواضع و تعظیم و تکریم میرے فرزند کی کماحقہ بجالائیں اگر ایسا نہ کرو گے تو ہماری طرف سے بیزاری جانو اور خدا اور رسول خدا کی دل آزاری سمجھو۔ میں ہرگز تمہارا منہ نہ دیکھوں گا نہ کبھی نام لوں گا۔ میں ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہوں۔ آج کل میں چل بسوں گا اپنا کام ہوشیاری سے کرو شیطان زندہ ہے اس نے بہتوں کا راہ مارا ہے۔ بلعم باعور اور شیخ برصیصا اس کے زخم سے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں خاطر ناساز ہے۔ اگر کچھ کرسکتے ہو کرلو اور خدمت اور اخلاص کے ساتھ پیش آؤ ورنہ ہم سے ہمیشہ کیلئے قطع تعلق ہوچکا ہے۔ یقین جانو یقین جانو واللہ المستعان۔

ناظرین نے غور کیا ہوگا۔ ان مکتوبات میں حضرت قطب الاقطاب نے اپنے بعض بڑے بڑے خلفاء کو ایک ذرا سی بے اعتنائی پر جو فرزند شیخ کے ساتھ ان سے ظہور میں آئی تھی۔ سلب خلافت و اجازت و مطرودیت و مردودیت وغیرہ کی کیسی سخت سخت دھمکیاں دی ہیں تو بھلا جس شخص نے خود اپنے عارف و متبع سنت شیخ کے ساتھ بے اعتنائی سے زیادہ بے حیائی گستاخی وعداوت کا وہ برتاؤ کیا ہو جو کوئی دشمن کسی دشمن کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا تو اس کے مردود ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔

۲۔ جن حضرات کو شیخ نے یہ دھمکیاں تحریر فرمائی ہیں انہوں نے بہت جلد خائف و ترسان ہو کر توبہ و معذرت کی اور حضرت شیخ کی اولاد ہی کو طلب عفو کا ذریعہ بنایا جس کے بعد ان کا قصور معاف ہوا اور نعمت سلب شدہ پھر واپس مل گئی۔ (جیسا کہ

مکتوبات مندرجہ ص ۳۶۰ و۳۳۲ سے معلوم ہوتا ہے) اور یہ علامت ہے ان حضرات کی سعادت مندی کی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جو کچھ بے اعتنائی فرزند کے شیخ کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی وہ کسی عذر یا تساہل کی وجہ سے تھی عناد یا تحقیر کا قصد نہ تھا **وفقنا اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضی و نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ وغضب اولیاء اجمعین آمین.**

طرفہ۔ اس مضمون کے ختم کر چکنے کے بعد جی چاہا کہ اس موذی کے متعلق دیوان حافظ سے تفاؤل کروں اور جو کچھ مضمون نکلے ناظرین کی تفریح طبع کیلئے پیش کروں۔ چنانچہ بعد فاتحہ اور دعا کے بسم اللہ کر کے جو دیوان مذکور کھولا تو ص ۲۰۲ کے شروع ورق ہی پر اشعار ذیل نمودار ہوئے جو اس موذی کی حالت کے بالکل مطابق ہیں۔ چند بناز پرورم مہر بتاں سنگدل' یاد پدر نمی کنند این پسران ناخلف' از خم ابروئے توام ہیچ کشائشے نشد' وہ کہ درین خیال کج عمر عزیز شد تلف' الی قولہ' بیخبر ند زاہدان نقش بخوان ولاتقل مست ریاست محتسب بادہ بنوش ولاتخف' صوفی شہر بین کہ چون نغمہ شبہ می خورد بال ودمش دراز باد ایں حیوان خوش علف' شعر اوّل میں سنگدلی واحسان فراموشی اور پسر ناخلف ہونے کا ذکر ہے۔ دوسرے شعر میں کجی طبیعت کی طرف اشارہ ہے۔ تیسرے شعر میں زاہد ومحتسب کو بیخبر اور ریا کار بتلایا ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے کیونکہ اس موذی کو بھی زہد واحتساب کا بڑا دعویٰ تھا مگر سب کا منشا ریاکاری اور طریق سے بیخبری تھی۔ چوتھے شعر میں ذریعہ معاش کے مشتبہ ہونے کا ذکر ہے اور اس وجہ سے اس کو حیوان خوش علف کہا گیا ہے۔ یہ بھی ایک واقعہ ہے اس موذی کو توکل کا ایسا دعویٰ تھا کہ جائز صورت ملازمت کو بھی حرام سمجھتا تھا اب وہ سب توکل خاک میں مل گیا اور ایسی جگہ ملازمت ہے۔ جہاں چندہ حلال حرام کی کچھ پرواہ نہیں۔ **اعاذنا اللہ منہ اللھم ارحمنا بِتَرْک المعاصی ابدا ما ابقیتنا وارزقنا حسن النظر فیما یرضیک عنا.**

# ضمیمہ الانسداد لفتنۃ الارتداد

## نقل خط ۲ وفد مدرسہ وخانقاہ امدادیہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ النور ص ۳۶ بابت شعبان ۴۱ھ)

سیدنا وسیلتنا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ گزارش خدمت والا درجت آنکہ کمترینان دہلی سے روانہ ہو کر تحصیل نوح ضلع گڑگانوہ میں بمعیت مولوی الیاس صاحب ایک ہفتہ رہے۔ پانچ مکتب جاری ہوئے لیکن اس علاقہ میں ارتداد کا اندیشہ فی الحال نہ تھا کیونکہ وہ لوگ گوشت خور ہیں ان کو ہندو نہیں کر سکتے اگرچہ جہالت کی وجہ سے دیگر حالت بالکل ہنود کی سی ہے ونیز مولوی صاحب مذکور نے فرمایا کہ اس وقت آئندہ دور کا موقع نہیں۔ پھر مناسب وقت میں آؤں گا اس لئے ہم آگرہ چلے گئے وہاں ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ اس عرصہ میں دیہات کا دورہ کیا کوئی سبیل نفع کی بہم نہ پہنچی جو ہم سے ہو سکی اور جو صورت مبلغین کر رہے ہیں۔ اس سے نفع ہے مگر ہم سے اختیار نہ کی گئی کیونکہ کوئی امداد کرنے والا وہاں کی مشکلات میں دستیاب نہ ہو سکا۔ ایک کارڈ نوح سے اور ایک لفافہ آگرہ سے ارسال خدمت اقدس کیا گیا لیکن اب تک کسی کا جواب موصول نہ ہوا۔

اس لئے یہ مختصر حال دوبارہ تحریر ہے۔ اب خاکساران قصبہ پلول ضلع گڑگانوہ میں آئے ہیں یہاں سخت ضرورت تھی۔ پیشتر ایک آدمی نے آکر حالات دیکھے پھر دوسرے کو یہاں کے امام مسجد جامع نے خط لکھا اب دونوں اس جگہ کام کر رہے ہیں کامیابی ہو رہی ہے۔ دعائے ترقی فرمائیں اس جگہ کل ملکانے آریہ ہونے پر آمادہ تھے اس لئے شردھانند خود یہاں آیا مگر مسلمانوں کی کوشش سے وہ بالکل ناکام گیا۔ ایک ملکانہ بھی شامل نہ ہوا۔ لیکن ان ملکانوں کو اب پختہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اس

لئے کچھ یوم یہاں قیام ہوگا۔ونیز دیہات میں اس قصبہ کے اثر سے کام ہوگا۔
اس جگہ چند قادیانی آ کر اپنا بہت کچھ اثر قدیم مسلمانوں پر ڈال چکے تھے۔ان کی بھی مخالفت کرنی پڑی۔بحمداللہ جماعت کثیرہ ان کے مکائد سے واقف ہوگئی اور ان سے علیحدہ ہوگئی چند آدمی ان کے ساتھ رہ کر آریوں کا مقابلہ کرنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن مذہب ان کا اختیار نہیں کیا۔علاوہ ازیں تین گاؤں میں ان کا اثر پڑ چکا لیکن ان میں دو جگہ تو ان کی مدافعت کے وسائل بہم ہوگئے۔ایک جگہ کا خیال ہے ونیز آٹھ دس گاؤں میں آریہ بہت بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ان میں جانے کا خیال ہے،دیوبند وغیرہ سے مبلغ بھیجنے کو لکھا ہے دعاء کامیابی فرمائیں اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے بچائیں اور یہ کوشش ہمارے اور ملکانہ وغیرہ اقوام کیلئے مفید ہو آمین۔

فدوی عبدالکریم ومولوی عبدالمجید صاحب از پلول ضلع گڑگانوہ جامع مسجد ۱۲ رمضان ۱۳۴۱ھ

## ضمیمہ الحاق مزید صفحہ (۲۴۳) سطر (۱۲) از احقر مدیر

قولی۔نیز اس موذی نے پیری مریدی کا بھی یہی جال پھیلا ہے الخ۔

اقول۔چنانچہ یہ موذی اخراج خانقاہ کے بعد اپنے کو جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ دیوبند کا اجازت یافتہ بتلاتا تھا۔(اس موذی نے ایک شجرہ بھی چھپوایا ہے جس میں دو امر حیرت انگیز ہیں ایک یہ کہ اس میں اپنے نام سے بھی توسل کیا ہے۔اس طرح رشید احمد حسن عبد خدا کے واسطے دوسرے جناب مفتی صاحب کا نام شعر میں نہ آسکنے کی وجہ سے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔یعنی عزیز الرحمٰن ۱۲ منہ نہ اول میں کوئی لقب نہ آخر میں لفظ ادب یہ پیر کے ساتھ معاملہ ہے جو اسباب حرماں سے ہے۔بقول مولانا رومی ع بے ادب محروم ماند از فضل رب عجب نہیں اپنی بیہودگی سے یہ پہلے ہی سمجھ رہا ہو کہ اس پیر سے بھی قطع تعلق ہونے والا ہے اس لئے ادب کی ضرورت نہ سمجھی ہو واقعی الهمها فجورها کا بھی وقوع ہوتا ہے۔۱۲ مدیر) چونکہ اس میں کسی طرح اس کی

اہلیت کا احتمال نہ تھا۔اس لئے جناب مفتی صاحب کے پاس اصل رسالہ بھیج کر ان سے اس واقعہ کی اجازت کی تحقیق بذریعہ خط کی گئی۔

جناب مفتی صاحب کا جو خط آیا وہ ذیل میں منقول ہے اور اصل خط محفوظ ہے۔

## نقل جواب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند

مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی تھانہ بھون سے علیحدگی کے بعد سہارنپور اور سہارنپور سے دیوبند آئے۔ واقعات علیحدگی ایسے انداز سے قرائن کے ساتھ منطبق کر کے بیان کئے کہ بربناء ظن تدین جو زمانہ قیام تھانہ بھون سے تھا ان کو سچا سمجھا گیا۔البتہ ان کی اس طرح مخالفانہ علیحدگی کو زودرنجی اور غلطی رائے پر محمول کیا گیا کہ معمولی یا قابل تاویل معاملات سے انہوں نے ایسے نتائج نکالے جو رضا کی حالت میں نہ نکالے جاتے اور ان کی اس طرح سے علیحدگی کو عجلت پر محمول کر کے یہ خیال کرلیا کہ یہ ملال جو اس وقت پیش آیا ہے اور جس پر بلا تدبر عمل کرلیا ہے رفع ہوجائے گا اور پھر اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کرلیں گے۔ اس خیال پر دیوبند کے اکثر اصحاب نے جن سے مولوی صاحب نے اعلان فسخ بیعت کا تذکرہ کیا اس ارادہ سے روکا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب مجھ سے طالب اجازت ہوئے اور اس پر بے حد اصرار بذریعہ تحریر کیا کہ میرا سلسلہ منقطع ہوا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بلا انقطاع قائم رہے۔ان کے بے حد اصرار پر بندہ نے مولانا سلمہ کی ہی اجازت پر اعتماد کر کے ان کو اجازت دیدی۔اس کے بعد جب وہ بندہ سے نسبت نقشبندی کی تکمیل کے طالب ہوئے اور بذریعہ خطوط بے حد اصرار کیا تو میں نے کہہ دیا کہ استخارہ اس کے موافق نہیں ہے۔

اس پر انہوں نے سکوت کیا اور پھر مجھ سے اس بارہ میں خط و کتابت نہیں کی۔اگرچہ مجھے ابتداءً یہ خیال تھا کہ وہ مولانا کی طرف رجوع کریں گے۔لیکن جب فسخ بیعت کا اعلان کردیا تو گو اس طرف سے مایوسی ہوگئی مگر اس قدر گستاخی اور

سوء ادب کا مجھے علم نہ تھا جو حکایات الشکایات مندرجہ النور ماہ رمضان المبارک ۴۱ھ کے دیکھنے سے ہوا ان کے ان خطوط کو دیکھ کر گنجائش نہیں ہے کہ میں اس تعلق کو جس کی بنا پر اجازت دی تھی قائم و باقی سمجھوں۔ حالات وواقعات کی تحقیق سے قطع نظر اس درجہ کی گستاخی اور سب وشتم میرے نزدیک جائز نہیں ہے اور نہ اس سے شرعاً وعقلاً چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ ہمارا اور مولانا کا تعلق دینی ہے دنیاوی معاملات یا نفسانیات کو اس میں دخل نہیں ہے۔ فروعی مسائل میں اختلاف رائے سے ایسے تعلقات منقطع نہیں ہوتے۔ اس کی صدہا نظائر موجود ہیں کہ باوجود سخت اختلاف رائے کے نسبت وودادوارتباط قائم رہتی ہے۔ ۱۱ شوال ۴۱ھ۔

**نوٹ**: جناب مفتی صاحب کی اس تحریر سے جس طرح حضرت حکیم الامت قبلہ و کعبہ مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم کی رائے کا مسائل حاضرہ میں احتمالاً واجتہاداً حق ہونا ثابت ہوا۔ اسی طرح اس موذی کی اجازت کا یقیناً وجزماً باطل ہونا ظاہر ہوا۔ لہٰذا خیر خواہی سے ناظرین کو مطلع کرتا ہوں کہ صاحب حق کے ساتھ مخالفت وعداوت کر کے اور صاحب باطل کی موافقت ومتابعت یا بیعت کر کے اپنے دین کو تباہ نہ کرنا چاہئے۔

**والسلام**

احقر محمد شبیر علی عفی عنہ خادم خانقاہ امدادیہ مدیر رسالہ النور تھانہ بھون ۱۷ شوال ۱۳۴۱ھ

## ضمیمہ ثانیہ الحاق مزید

(سلسلہ کیلئے النور ۵ و ۶ بابت ماہ رمضان وشوال ۱۳۴۱ھ صفحہ (الف) بعد ص ۴۲ ملاحظہ ہو)

ہر چہ گیرد علتی علت شود　　　جب کیا تنگ بتوں نے خدا یاد آیا

ان دونوں مثلوں کے مجموعہ کا ایک مصداق احمد حسن سنبھلی کا ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ جب رسالہ النور ج ۳، ۵ و ۶ بابت رمضان وشوال ۱۳۴۱ھ میں اس موذی کی بے حیائی کے خطوط شائع ہوئے اور ان خطوط پر جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی یہ

رائے اسی رسالہ میں تحت عنوان ضمیمہ الحاق مزید شائع ہوئی کہ ان خطوط کو دیکھ کر گنجائش نہیں ہے کہ میں اس تعلق کو جس کی بنا پر اجازت دی تھی۔ قائم و باقی سمجھوں جس میں تصریح ہے اس سے تعلق قطع کر دینے کی بھی اور اس کو جو اجازت دی تھی اس کے منسوخ ہونے کی بھی جس کی نسبت اس تحریر میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ''ان کے بے حد اصرار پر بندہ نے مولانا سلمہ ہی کی اجازت پر اعتماد کر کے ان کو اجازت دیدی'' جس سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجازت ہی معتبر نہ تھی کیونکہ جب اس کی بنا حضرت قبلہ وکعبہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم کی اجازت پر اعتماد تھا اور یہ اجازت دو وجہ سے باطل ہو چکی تھی۔ ایک اس وجہ سے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم خود نااہل سمجھ کر خانقاہ سے اس کو خارج کر چکے تھے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ خود اس موذی نے ان پر مفتی صاحب کے سامنے بہت سے کذبات و بہتان لگائے تھے جس کو مفتی صاحب اس ہی تحریر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ''واقعات علیحدگی ایسے انداز سے قرائن کے ساتھ منطبق کر کے بیان کئے کہ بر بناء ظن تدین جو زمانہ قیام تھانہ بھون سے تھا ان کو سچا سمجھا گیا'' الی قولہ ''مگر اس قدر گستاخی اور سوء ادب کا مجھے علم نہ تھا'' ان اقوال میں تصریح ہے کہ اجازت کی بنا ہی غیر واقعی تھی۔ سو اوّل تو وہ اجازت ہی بنا الفاسد علی الفاسد تھی پس درجہ حقیقت میں تو وہ اجازت پہلے ہی سے غیر واقعی تھی مگر اس کی جو ظاہری صورت تھی عبارت بالا میں تصریح ہے۔ اس اجازت کے نسخ کر دینے کی بھی۔ ادھر تو اس موذی کو اس سے پریشانی ہوئی کہ میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا ایک امر تو یہ پیش آیا دوسرا امر یہ پیش آیا کہ ان بے حیائی کے خطوط کو دیکھ کر عام طور سے لوگوں کو اس سے تنفر ہو گیا اس کو اس کا بھی احساس ہوا اور آئندہ زیادہ تنفر کا اندیشہ ہوا جس کو اپنے اغراض دنیویہ کا مانع سمجھا۔

تیسرا امر یہ پیش آیا کہ جس تنخواہ کی بنا پر اس کا یہاں قیام تھا اس کا انتظام درہم

برہم ہوگیا اور خود اس کو وعظ میں کچھ چندہ نہ ملا۔

چوتھا امر یہ پیش آیا کہ جن کو یہ اپنا معتقد سمجھتا تھا انہوں نے اس سے بے رخی بلکہ کشیدگی شروع کی اور یہ وہ حضرات تھے جن کی نسبت حضرت حکیم الامت دام ظلہم اپنے رسالہ تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات میں لکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ سازشیں شروع کیں جن کو وہ بزعم خود میرا مخالف سمجھتا تھا حالانکہ وہ سب میرے بھائی تھے اس بے رخی وکشیدگی کے اسباب مختلف تھے۔

اولاً کثرت اختلاط سے اس موذی کی حرکات خفیفہ اور غلط فتوؤں اور اغراض پرستی کا ان کو علم ہوگیا۔

ثانیاً۔ مالی سرمایہ نہ رہنے سے اس کا قیام ان کے قلب پر بار ہونے لگا۔

ثالثاً۔ اس نے ان میں سے بعض کی نسبت بعضے ایسے اُمور قبیحہ منسوب کئے جن پر کوئی حجت شرعیہ قائم نہ تھی۔ اس لئے ان کو اس سے رنج ہوگیا۔ غرض اس کے اوران کے درمیان میں بالکل شتت شملهم کا ظہور ہوگیا۔ بلکہ کشیدگی سے بڑھ کر اس کے بعض دوستوں کو اس سے عداوت وفکر ایذادہی کی نوبت پہنچ گئی۔ جب اس نے چاروں طرف سے پریشانیوں کا ہجوم دیکھا تو اب اسکو حسب مضمون مصرعہ ثانیہ سرخی توبہ کی سوجھی مگر حسب مضمون مصرعہ اولی سرخی توبہ کا رنگ بھی وہ اختیار کیا جس سے وہ توبہ اس شعر مثنوی کا مصداق ہوگئی۔

اے خبرہات از خبر دہ بے خبر توبہ تواز گناہ تو بتر

چنانچہ اس توبہ کی صورت اور ساتھ ساتھ اس توبہ کی علتوں کو ظاہر کرتا ہوں۔ صورت تو یہ اختیار کی کہ اول تھانہ بھون سے اپنا فرار تجویز کیا اوراس کی بنا یہ مشہور کی کہ جو مقصود تھا یہاں قیام کرنے سے کہ ترکوں کو قوت ہوجائے وہ مقصود حاصل ہوگیا۔ اب ضرورت یہاں قیام کی نہیں رہی۔ حالانکہ بنا اس کی وہ اُمور چارگانہ ہیں جو اوپر معروض

ہوئے جن میں امر رابع کے اسباب وہ امور سہ گانہ ہیں جو ان کے بعد مذکور ہوئے اور قطع نظر اس سے کیا کوئی عاقل اس کا احتمال بھی ذہن میں لا سکتا ہے کہ اس موذی کے قیام تھانہ بھون سے ترکوں کو قوت حاصل ہوگئی۔ یہ اگر فساد دماغ نہیں تو کیا ہے۔ پھر دو مسودے توبہ نامے کے تیار کیے جن میں ایک مسودہ میں خطاب عام ہے۔ دوسرے میں جناب مفتی صاحب کو خطاب خاص ہے جو بہ ترتیب ذیل میں منقول ہیں۔

## توبہ نامہ عام

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ النور ماہ رمضان المبارک میں جو مضامین حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب نے احقر احمد حسن کے متعلق تحریر فرمائے ہیں سو چونکہ احقر اس سے زیادہ عیوب و معاصی میں ملوث ہے۔ نیز وہ مضامین صرف احقر کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ کہ مسائل تحقیق طلب ہیں۔ اس لئے بلا تحقیق اس امر کے کہ کون سے مضمون کی نسبت میری طرف صحیح ہے اور کون سے مضمون کی غلط اور صحیح مضامین میں بھی کس مضمون سے رجوع لازم ہے اور کس مضمون سے نہیں۔ بصد عجز احقر حضرت سے معافی چاہتا ہے اور ان کے علاوہ بھی جو ایسے ہی اور مضامین حضرت والا کے ذہن میں ہوں ان سے بھی عفو کا خواستگار ہوں اور ان اُمور کی وجہ سے جن حضرات کو بھی تکلیف ہوئی ہو ان سے بھی عفو کی درخواست ہے۔ فقط

## توبہ نامہ خاص

از احقر سید احمد حسن بعالی خدمت حضرت سیدی مفتی شاہ عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم بعد تحیہ مسنون کے عارض خدمت والا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب سے معافی کرالی ہے جیسا کہ عریضہ ملفوفہ سے اور حامل عریضہ ہذا کی تقریر سے ظاہر ہوگا۔ اس لئے امید قوی رکھتا ہوں کہ حضور والا بھی احقر کو حسب

سابق اپنے سلسلہ میں داخل تصور فرمائیں گے اور تعلق کو برقرار رکھیں گے اور اپنے سایہ شفقت سے علیحدہ نہ فرمائیں گے۔ احقر کو حضور سے قطع تعلق ہرگز گوارا نہیں ہوسکتا اور وجہ علیحدگی بھی مرتفع ہوچکی ہے۔ حضور والا صرف اس قدر عبارت تحریر فرمائیں کہ صورت موجودہ میں میں اپنے سابق مضمون سے رجوع کرتا ہوں اور اپنے اور احمد حسن کے تعلقات برقرار رکھتا ہوں۔ نیز علاوہ اس کے کہ احقر کو اس امر سے غایت سرور بعد غایت حزن کے حاصل ہوگا۔ اس میں ایک فتنہ عظیمہ کا دفع بھی ہے کہ بہت لوگ حضور والا کے اور احقر کے باہمی تعلقات سے واقف ہوگئے ہیں اور اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ کا نام بھی احقر سے سیکھ چکے ہیں۔ پس یہ انقلاب ان کیلئے خصوصاً اور عموماً دوسرے لوگوں کیلئے بھی باعث فتنہ ہے والسلام۔

توبہ نامہ عام قابل غور ہے جس شخص کو اس موذی کی جنایات کا اور اس کے ساتھ ہی قواعد شرعیہ کا علم ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ توبہ نامہ کافی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ کیا اس توبہ کی تصحیح کیلئے اس کی ضرورت نہیں کہ

ا۔ اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم پر مجالس عامہ و اخبارات میں جو جو بہتان باندھے ہیں جن کی طرف رسالہ النور مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۲ سطر اوّل میں اشارہ ہے ان سب کا رد شائع کرے اگر تفصیلاً نہیں تو اجمالاً ہی سہی مگر ابہاماً نہیں کہ میں نے جو اپنی تقریرات میں ہذیاں بکا ہے وہ سب سراسر زور و بہتان ہے۔

۲۔ جو جو بہتان حضرات دیوبند کے سامنے اس نے لگائے ہیں (جن کا جھوٹ ہونا ان حضرات کو دوسرے ذرائع سے معلوم ہوگیا جس کی طرف مفتی صاحب کی اس تحریر بالا میں اشارہ ہے کہ واقعات علیحدگی ایسے انداز سے الخ خصوص جبکہ اس کے ساتھ مفتی صاحب کے اس ارشاد کو منضم کیا جائے جو اس تحریر میں ہے کہ ہمارا اور مولانا کا تعلق دینی ہے الی قولہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے سے ایسے تعلقات منقطع نہیں

ہوتے۔ کیونکہ اگر ان بہتانوں کو وہ سچا سمجھتے تو دینی تعلق رکھنے کو کب جائز جانتے بہم حال دوسرے ذرائع سے ان حضرات کو اس موذی کا کاذب ہونا گو معلوم ہوگیا مگر اس کے ذمہ بھی تو واجب ہے کہ) ان سب بہتانوں کی ان کے سامنے تکذیب کرے۔

۳۔ جو جو ایذادہ و دل آزار خطوط اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو لکھے ہیں ان سب کے تدارک کے مضامین اگر عام طور پر شائع کرنے کی ہمت نہ ہو تو خاص ہی خطاب سے ان کے نام لکھے تاکہ اگر وہ چاہیں تو شائع کرسکیں۔

۴۔ جو جو شبہات و اعتراضات مسائل کے متعلق حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی نسبت ہوں اگر وہ باقی ہوتے تو توبہ نامہ ہی کیوں لکھا جاتا۔ پس جب باقی نہیں تو جن جوابوں کے سبب وہ زائل ہوئے ہیں ان سب جوابوں کو شائع کرے۔

۵۔ پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی عداوت میں جن سے دوستی کی تھی اور اس دوستی میں ان لوگوں کو غلط فتویٰ دیئے ہیں جن کا اثر اضلال ان لوگوں سے متجاوز ہوکر دوسرے عامہ تک بھی پہنچا ہے ان فتوؤں کی تغلیط شائع کرے۔

۶۔ پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ اور بھی جن مسلمانوں کی نسبت ایسے معاملات کئے ہیں ان سب سے بھی اسی طریق سے معافی چاہے اور اس کے متعلق توبہ نامہ عامہ کے اخیر میں جو عبارت ہے وہ صرف ان تکالیف کے متعلق ہوسکتی ہے جو ان حضرات کو حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے معاملات کے ضمن میں پہنچی ہیں لیکن جو تکالیف ان کو مستقلاً براہ راست ان حضرات کا نام لے کر ان پر کذب و بہتان بندی کر کے پہنچائی ہیں یہ عبارت ان کیلئے کیسے کافی ہوسکتی تھی۔

۷۔ پھر عنوان ان سب مضامین معذرت کا ایسا ہو جس سے غایت درجہ کی ندامت و خجلت کے ساتھ صاف اعتراف جرم کا ہو نہ کہ اس میں اپنی برأت اور جس سے معاف کرا رہا ہے اس کی غلط بیانی کا پہلو ہو۔ جیسا کہ توبہ نامہ موجودہ کی اکثر

عبارات میں اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اہل لساں واہل وجدان پر ظاہر ہے اور عنقریب سرخی ایقاظ میں بھی آتا ہے۔

## دفع غلط

اور میں جو لکھ رہا ہوں محض اس مدعی توبہ کی مصلحت دینیہ کیلئے لکھ رہا ہوں اس میں ہم لوگوں کی کوئی غرض نہیں کیونکہ ہمارا اصل مقصود تو اس سے بھی حاصل ہے کہ اس توبہ نامہ میں اس کا تو اقرار ظاہر ہے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو جو جائز سمجھتا تھا اب اس کو ناجائز سمجھتا ہے کیونکہ اگر اس کے اعتقاد میں وہ ناجائز نہ ہوتا تو پھر معافی چاہنے کے کیا معنی۔ پس ہمارے لئے تو یہی کافی ہے لیکن چونکہ اس کی اصلاح دین کیلئے کافی نہیں۔ اس لئے اس کا طریق بتلا رہا ہوں۔ اب اس کو اختیار ہے خواہ توبہ کی تکمیل باقاعدہ کرے یا نہ کرے۔

## ایقاظ

اس توبہ نامہ عامہ کی یہ عبارت کہ صرف احقر کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ مسائل تحقیق طلب ہیں۔ اس لئے بلاتحقیق اس امر کے کہ کون سے مضمون کی نسبت میری طرف صحیح ہے اور کون سے مضمون کی غلط اور صحیح مضامین میں بھی کس مضمون سے رجوع لازم ہے اور کس مضمون سے نہیں الخ یہ عبارت ساری توبہ کو گندہ کرتی ہے کیونکہ اس میں تو کسی خطا کا اعتراف ہی نہیں بلکہ ہر ہر خطا میں احتمال نکال دیا کہ میری طرف جو امور منسوب کئے ہیں ہر ایک میں یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف جھوٹ منسوب کر دیا ہو اور جو سچ بھی ہوں ان میں سے بھی ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ ان سے توبہ واجب نہ ہو پھر وہ توبہ کاہے سے ہوئی بلکہ وہ توبہ ہی کیا ہوئی ایسی کیا مصیبت اس پر پڑی تھی جس کے سبب ایسی پہلو دار توبہ کر کے جان بچائی۔ دیکھئے اس کو کہتے ہیں کہ تکبر واستنکاف علاوہ اس کے

یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے کہ ان عبارات کا مسائل تحقیق طلب سے تعلق نہیں۔

آخر جو کلمات ناپاک حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے متعلق استعمال کئے ہیں بنا ان کی خاص مسائل ہی تو ہیں جن میں وہ اپنی شق کو قطعی اور دوسری شق کو باطل کہتا تھا ورنہ اس کے ساتھ لین دین کا کونسا ایسا اہم معاملہ تھا جو ان نجس کلمات کا مجوز تھا۔ پس اگر اب بھی اس کی وہی رائے ہو تو صاحب باطل قطعی سے معافی مانگنے کے کیا معنی اور اگر رائے بدلی ہے تو توبہ میں اس کی تصریح چاہئے کہ ان مسائل میں وہ شق بھی محتمل صواب ہے اور میرا اس کو باطل کہنا باطل ہے کیا یہ تلبیس وتدلیس نہیں ہے کیا توبہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ اب توبہ نامہ خاص کی طرف توجہ فرمایئے۔

ا۔ سب سے اوّل اتنا جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے معافی کرالی ہے ان سے اس موذی نے باقاعدہ معاف ہی نہیں کرایا۔ صرف ایک صاحب سے ذکر کیا تھا کہ کسی طرح میری خطا معاف کرادو ان صاحب نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ میرے یہاں تو معافی عام ہے خطا سے پہلے پیشگی ہی معاف کر دیتا ہوں۔ بس اس معافی کو یہ موذی کافی سمجھتا ہے اس سے بحث کرنا کہ عدم مواخذہ فی الآخرۃ کیلئے یہ کافی ہے یا نہیں یہ تو علماء وفقہاء کا وظیفہ ہے۔

مگر اس وقت قابل نظر یہ امر ہے کہ جن سے معافی کرائی ہے ان کو جس قدر ایذا پہنچی ہے کیا یہ عنوان اس ایذا کے رفع کیلئے کافی ہے اگر کافی نہیں اور یقیناً کافی نہیں تو کیا معافی کا ایک خاص مقصود کہ ارضاء وتطییب قلب ہے اس سے حاصل ہو گیا اگر حاصل نہیں ہوا تو کیا اس اعتبار خاص سے یہ معافی کالعدم نہیں ہے مگر بے حسی کا کیا علاج۔ باقی اگر اس توبہ نامہ عامہ سے کسی کو شبہ ہے کہ اس میں تو معافی کرائی ہے تو یہ توبہ نامہ عامہ نہ ابھی شائع ہوا نہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی نظر سے گزرا۔ ہم کو ایک خاص ذریعہ سے حاصل ہو گیا۔ چنانچہ آگے آتا ہے اس لئے اس کا حوالہ مراد نہیں

ہوسکتا۔ غرض جس بنا پر مفتی صاحب کو یہ راضی کرنا چاہتا ہے وہ بنا ہی غلط ہے تو مفتی صاحب کو دھوکہ دیتا ہے۔ اوّل تو اس بنا کا غلط ہونا ہی تمام تر مضمون کے لغو ہونے کیلئے کافی ہے۔ حتیٰ کہ اگر مفتی صاحب اس کی مابعد کی درخواست اعادہ تعلق کو پورا بھی کردیتے تب بھی واقع میں وہ معتبر نہ ہوتی کیونکہ بناء الفاسد علی الفاسد تھی اور اب تو قبول سے اور امور بھی مانع ہیں جو آئندہ نمبروں میں مذکور ہیں۔ پھر ان سب سے قطع نظر معافی ہونے سے اہلیت اجازت کی تو لازم نہیں آتی اور عدم اہلیت کا علم خود مفتی صاحب کو ہو چکا تو وہ کیا مفتی صاحب کو بچہ سمجھ رہا ہے کہ باتیں بنا کر پھسلا لے گا۔

۲۔ اس شخص کا تکبر دیکھئے کہ جن سے معذرت کر رہا ہے اور جن کو راضی کرنا چاہتا ہے یہ توفیق نہیں ہوتی کہ حاضر ہوکر عرض معروض کرے نہ محسن سابق یعنی حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ اس کی توفیق ہوئی نہ محسن لاحق یعنی مفتی صاحب کے ساتھ جن کو اب بھی پیر رکھنا چاہتا ہے گو وہ مریدی سے خارج کر چکے ہیں ان کیلئے بھی توبہ نامہ خاصہ لکھ کر ایک صاحب کو دے دیا ہے کہ تم جا کر دیدینا۔

۳۔ پھر آگے مفتی صاحب سے فرمائش کرتا ہے کہ آپ ایسا مضمون لکھ دیں۔ پھر نہ اس میں کوئی قید کہ اگر مزاج چاہے یا اگر مصلحت کے خلاف نہ ہو نہ ان کو کوئی تخییر۔ بس ایک شق متعین کردی کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ شیخ پر یہ حکومت جو مرید کے ساتھ کرتے ہوئے بھی جی شرماتا ہے۔

۴۔ پھر صرف فرمائش ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آگے مفتی صاحب کو دھمکی ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو فتنہ عظیمہ ہوگا۔ رعب دار الفاظ ٹھونس کر ایک بزرگ کو مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ نیز مفتی صاحب کے فہم وبصیرت پر بھی حملہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ بدون اس کے بتلائے ہوئے نہیں سمجھ سکتے کہ اس میں فتنہ ہے یا کیا۔

۵۔ پھر آگے اس فتنہ کی تفسیر قابل ملاحظہ ہے کہ کتنا بڑا فتنہ ہے کہ جو لوگ میرے مرید

ہو گئے ہیں وہ شبہ میں پڑ جائیں گے اول تو وہ مرید کتنے ہیں ذرا اس سے ان کی کوئی فہرست تو لے جو مفتی صاحب سے تعلق کرنے کے بعد داخل سلسلہ ہوئے ہیں شاید دو تین سے زائد نہ ہوں اور شاید ایک بھی نہ ہو، پھر اس فتنہ کا شیخ اوّل کے معاملہ میں خیال نہ کیا اگر یہ کہا جائے کہ وہ فتنہ اس لئے دب گیا کہ میں نے ایک دوسرے شیخ سے رجوع کر لیا، سو یہ فتنہ بھی اس طرح دب سکتا ہے کہ تیسرے شیخ سے رجوع کر لینا تمام تر لغو خرافات باتیں ہیں۔ اصل میں یہ موذی سبکی و بدنامی سے بے حد لرزاں و ترساں ہے جس کا منشا حب جاہ ہے جو تمام تر رذائل میں بدتر ہے۔ چنانچہ اس موذی کی صحبت و اختلاط کا جس کو اتفاق ہوا ہے وہ اس میں ذرا شک نہیں کر سکتا۔ یہ نمونہ ہے ان علتوں کا جو ان توبہ ناموں میں ہیں اور فہیم آدمی اگر غور کرے گا بہت سی علتیں اور بھی پائے گا۔ غرض یہ دونوں توبہ نامے اس موذی نے تیار کر کے ایک صاحب کے حوالہ کئے کہ ایک تو مفتی صاحب کو دیدینا اور دوسرا کسی موقع پر شائع کر دینا (اور اس میں بھی ایک بڑے مزہ کی شرط یہ لگائی کہ اگر مفتی صاحب میرے منشا کے موافق تحریر لکھ دیں اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جائیں تب تو ان خطوط کی اشاعت کی جائے ورنہ ان کو چاک کر دیا جائے تو بہ ناموں کے شائع ہونے میں اس شرط کے لگانے کے معنی ہم کیا بتائیں خود اہل عقل و اہل دیانت ہی سوچ لیں) اور حوالہ کر کے تھانہ بھون سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ نہ آپ کے ساتھ جھنڈا تھا نہ اللہ اکبر کے نعرے نہ کوئی مرید نہ کوئی معتقد بلکہ بجز ایک لڑکے کے کوئی ملاقاتی بھی نہیں۔ اس موذی نے ایک صاحب کو ایک خط میں کہ وہ بھی محفوظ ہے لکھا تھا کہ میں جب تھانہ بھون جاتا ہوں تو اس طرح جاتا ہوں جیسے بادشاہ قلعہ میں جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر و دعویٰ کب پسند ہے بے چارا یہاں سے اس طرح گیا ہے جیسا عرفی نے کہا ہے۔

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

یا جیسا غالب نے کہا ہے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

**صدق الله تعالٰی و ان یخذلکم فمن ذا الذی ینصر کم من بعدہ**

**والسلام** احقر مدیرے ذیقعدہ ۴۱ھ

## سرخی بالا ہر چہ گیرد علتی علت شود کا ایک دوسرا مصداق

احمد حسن سنبھلی نے ایک شخص کو ایک خط مرقومہ ۱۴ ربیع الاوّل ۴۰ھ میں (کہ وہ بھی محفوظ ہے) یہ لکھا ہے کہ "قطع بیعت کا (یعنی حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے) مشورہ مولوی مرتضٰی حسن صاحب اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے دیا تھا ہر چند کہ یہ بات ان حضرات کے تعلقات و تدین پر نظر کرتے ہوئے دل کو نہ لگتی تھی مگر تاہم احتیاطاً بواسطہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند اس کی تحقیق کی گئی جس کا جواب آج موصول ہوا اور اس کا خلاصہ ذیل میں منقول ہے۔

### نقل خلاصہ جواب

### جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند

(اس حالت میں اس کے قبل کچھ تذکرہ حضرت مفتی صاحب کی پریشانیوں کا ہے)

حضرت مفتی صاحب سے کچھ دریافت نہ کر سکا۔ مولوی احمد حسن جب یہاں آئے تھے تو مجھ سے اور مولوی شبیر احمد صاحب سے اعلان فسخ بیعت کا تذکرہ کیا تھا ہم دونوں نے منع کیا تھا اور حضرت مہتمم صاحب کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی اس حرکت کو برا سمجھا اور اظہار ناخوشی کیا مجھے اس وقت سے اس آپ کے خط آنے تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا مولوی احمد حسن نے حضرت مفتی صاحب یا مولوی مرتضٰی حسن صاحب سے ذکر کیا تھا یا نہیں آپ کے اس خط آنے پر میں نے مولوی مرتضٰی حسن صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا مشورہ نہیں دیا۔ حضرت مفتی صاحب سے ابھی موقع دریافت کا نہیں ملا اور

اگر چہ میرے نزدیک ضرورت بھی نہیں لیکن حسب موقعہ دریافت کروں گا حضرت مولانا مدظلہم کی خدمت میں سلام مسنون فقط والسلام احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔۸ ذی قعدہ ۴۱ھ

اس جواب میں مولوی مرتضٰی حسن صاحب کا موذی کی اس روایت کی تکذیب کرنا مصرح ہے اور تین علماء کی ممانعت و ناپسندیدگی کی بھی تصریح ہے اور جس شخص کو ان حضرات کے اتحاد مذاق کا علم ہے وہ اس سے مفتی صاحب کی طرف منسوخ کرنے کی بھی نفی سمجھ سکتا ہے اور اسی بنا پر جواب بالا میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے احقر نے بھی اخذًا بھذا القول دوبارہ جواب دینے کی تکلیف نہیں دی تاہم اگر کوئی جواب بدون یہاں کی استدعا کے حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ ایک جملہ میں وعدہ بھی ہے کہ حسب موقع دریافت کروں گا تو بشرط موقع اس کو بھی شائع کر دیا جائے گا۔ پس ایک علت موذی کے اس دعوے میں یہ ہوئی کہ اس کو کسی حجت شرعیہ سے ثابت نہ کر سکا۔ دوسری علت یہ ہوئی کہ مولوی مرتضٰی حسن صاحب کا قول اس کے صریح معارض ہے اور معارضہ کے وقت اوثق کا قول مقدم ہوگا اور اس موذی کے حرکات معلوم ہونے کے بعد اس کے اوثق کیا بلکہ ثقہ ہونے کا بھی کسی کو احتمال نہیں ہوسکتا۔ پس اسی کا قول مطرود ہوگا۔ تیسری علت یہ ہے کہ جس طرح قطع بیعت کے مشیرین بزعم خود ذکر کیا تھا قطع بیعت کے ناہین و کارہین کا ذکر بھی تو کرنا چاہئے تھا۔ پھر اگر قطع کو ترجیح تھی تو دونوں قول نقل کر کے ان کے مشورہ کی وجہ ترجیح لکھ دیتا۔ ناظرین کو تلبیس تو نہ ہوتی جیسا کہ ایک مقدمہ کے انضمام سے کہ یہ سب مجمع ایک مذاق کا ہے۔ اسکا احتمال ہوسکتا تھا کہ شاید سب کی رائے قطع ہی کی ہوگی چوتھی علت یہ ہے کہ اگر بفرض محال کسی نے یہ رائے دی ہی تھی تو اوّل تو وہ رائے اس موذی کے بیان ہی پر دی گئی ہوگی تو اس رائے کا حاصل قضیہ شرطیہ تھا اب سچ بولنا جھوٹ بولنا تو اس موذی کا فعل تھا دوسرے اس میں کوئی غرض نفسانی نہ تھی اس کی خیر خواہی کے لیے

رائے دی ہوگی تو اگر اس رائے کو صحیح سمجھتا تھا اس پر عمل کر لیتا محض اس کے ظاہر کرنے ہی کی کیا ضرورت تھی جس کا اثر باہم دوستوں میں شقاق وافتراق ہوسکتا تھا۔ گو بزرگوں کی برکت سے ایسا ہوا نہیں مگر اس موذی نے نوکری چھوڑی تھی یہ کارروائی بالکل اس یہودی کی سی ہوئی جس کے قصہ کا مثنوی میں ایک شعر ہے۔

مرد احول کردور راہ خدا آن دود مساز خدائی راجدا

(احول میں ایک لطیفہ ہے) ان خرافات کا انجام بجز اس کے کیا ہے جیسے اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو بے حد ایذائیں دی ہیں۔ اسی طرح حضرات دیوبند کو ایذائیں دے رہا ہے اس کو خبر نہیں۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تادل صاحب دلے نامد بدرد

اب ہم مفتی صاحب کو مزید تحقیق کی تکلیف دینے کی کسی کو اجازت نہیں دیتے ہماری کسی پر حکومت نہیں اگر پھر بھی کوئی مصرح جواب کی ان کو تکلیف دے تو ہم مجبور ہیں فقط۔

احقر مدیر ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

# التکشف

## کے ابتدائی صفحات سے منتخب مضامین

## دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ خیر اندیش خلق مظہر مدعا ہے کہ یہ مجموعۂ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہیں...... بلکہ اپنے چند رسائل یا اُن کے اجزاء متفرقہ کا جمع اور تالیف ہے......داعی اس جمع کا یہ ہوا کہ اکثر طالبان حق مختلف طبقات کے......یعنی عوام بھی خواص بھی وقتاً فوقتاً طریق اصلاح نفس و تربیت باطن کا علماً وعملاً حاصل کرنے کی درخواست کرتے رہتے......اور بمقتضائے الدین النصیحة ......باوجود اپنی نا اہلی کے محض اپنے بزرگوں کے امتثال امر کے سبب...... بقدر اپنے علم وفہم کے مشورۂ مفیدہ سے اُن کی اعانت اور خدمت کی جاتی......اور چونکہ ہر طبقہ کے اعمال حسب تفاوت استعداد باہم دگر متفاوت ہیں......اور بوجہ توقف اعمال کے علوم پر بر طبق تنوع اعمال واحوال اُن کے علوم بھی متنوع ہیں......اس لئے ہر طالب کو جداگانہ علوم واعمال کی تعلیم وتلقین کی حاجت ہوتی......اور چونکہ یہ تعلیم زبانی ہوتی تھی اس لئے بعض اوقات بوجہ ضیق وقت یا عدم استحضار فی الذہن بعض امور کے بیان واظہار میں متکلم سے فروگذاشت ہوجاتی اور احیاناً بعضی ضروریات کے فہم یا ضبط میں سامع

سے کوتاہی ہو جاتی ...... یا بعد فہم وضبط کے ذہول ہو جاتا ...... اور غالباً ایسے اتفاقات ہر معلم و متعلم کو پیش آتے ہیں ...... اور ظاہر ہے کہ یہ اتفاقی اختلافات جو کہ زبانی تعلیم میں محتمل اور واقع ہیں ...... ان کی تلافی صرف ان مضامین کے مقید بالکتابت کر دینے سے ہو سکتی ہے ...... اور گوفن میں کثرت سے کتب موجود ہیں ...... اور بوجہ اس کے کہ ان کتب کا دیکھنا ہر شخص کو خالی از صعوبت نہ تھا ...... احقر نے ان ضرورتوں پر نظر کر کے ان کتب سے ملتقط کر کے ...... اپنے مختلف رسالوں میں متفرق مقامات پر ایسے مہمات سے تعرض بھی کیا ہے ...... مگر ان رسائل کا اول جمع کرنا پھر اول سے آخر تک بالاستیعاب ان کا مطالعہ کرنا ...... پھر ان کا ذہن میں رکھنا ...... تشتت وتکلف سے خالی نہ تھا ...... اس لئے کبھی کبھی خیال آیا کرتا تھا کہ اگر ان رسائل میں سے ہر طبقہ کے مہمات علمیہ وعملیہ کو جن کو فن تہذیب نفس ...... یعنی تصوف سے زائد خصوصیت ہے ...... منتخب کر کے مجتمع کر دیا جائے ...... اور نیز تسہیل کے لئے ہر طبقہ کے مہمات کو ایک دوسرے سے ممتاز اور غیر مخلوط رکھا جائے ...... تو امید ہے کہ ضرورت مذکورہ کے رفع میں اس سے کفایت ہو جائے ...... مدت تک یہ خیال دل میں دورہ کرتا رہا ...... مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے وقت ملنے کا منتظر رہا ...... اس اثناء میں اپنے اس خیال کو بعض احباب سے بھی مرۃ بعد مرۃ ذکر کیا ...... تو بلا اختلاف سب نے پسند فرمایا ...... سب اسے اخیر میں مکرم شفیق مخلصی حاجی محمد صدیق احمد ساکن بنت شرفہ اللہ تعالیٰ بالتوفیق سے جو اس کے ذکر کی نوبت آئی ...... تو انہوں نے پسندیدگی کے ساتھ اس کے جمع کا مزید اشتیاق اور بذات خود اس کے طبع کے انتظام و اہتمام کی مستعدی اور قصد بھی ظاہر فرمایا ...... اس لئے وہ خیال کہنہ پھر تازہ ہوا اور وہ حدیث النفس مرتبہ عزم میں آ گئی ...... اب بنام خدا اس مجموعہ کو شروع کرتا ہوں ...... اور التکشف عن مہمات التصوف اس کا نام رکھتا ہوں ...... اور اس کے تین حصے کرتا ہوں ...... پہلا حصہ کم استعداد رجال ونساء کے لئے ...... دوسرا حصہ متوسط

استعداد والوں کے لئے ..... تیسرا حصہ اہل علم کے لئے اور ہر حصہ میں جو متفق مضامین رسائل سے لئے ہیں ..... وہ جفا صلیہا اور بعینہا منقول ہیں ..... البتہ کسی کسی جگہ بضرورت ایک آدھ لفظ میں تغیر کرنا پڑا ہے ..... اور جو مستقل رسائل ہیں ..... موقع ترتیب میں ان کا صرف نام لکھ دیا گیا ہے ..... کہ اس موقع پر ان کا مطالعہ کرلیں پھر چھاپنے والے اگر چاہیں نام ہی لکھنے پر اکتفا کر کے مجموعہ کو مختصر رکھیں اور اگر مصلحت سمجھیں ..... تو پورا رسالہ نقل کر کے مجموعہ میں شامل کردیں ..... البتہ بعض رسالے جواب تک شائع نہیں ہوئے تھے ..... بضرورت وہ بتمامہا (البتہ انوار الوجود الی قولہ ملحق کردیا ہے مگر بعد تلخیص کے پاس اس اعتبار سے وہ بھی مثل شائع شدہ مالون کے ہوگیا ..... ۱۲ منہ) نقل کئے گئے اور ہر مافوق طبقہ والے ماتحت طبقہ والوں کے حصہ کو بھی مطالعہ کرلیں ..... تو اور زیادہ انفع و اصلح ہے ..... اور اگر سب طبقات والے اپنے اپنے حصہ کو بجائے مطالعہ کے درساً حاصل کرلیں ..... تو زیادہ اطمینان کی بات ہے ..... اور ماخذ اس مجموعہ کا احقر نے صرف اپنی تالیفات کو اس لئے قرار دیا کہ اپنے دوستوں کی مناسبت ان سے معلوم ہوچکی ہے ..... اور مدار نفع کا مناسبت ہی پر ہے اور ضرورت اور اخذ عن السلف کا لحاظ بفضلہ تعالیٰ ان تالیفات میں پہلے سے کیا جاچکا ہے ..... جو کہ موقوف علیہ ہے تالیفات متاخرہ کے صحیح اور قابل عمل ہونے کا ..... اس لئے کلام متقدمین سے التقاط کا تعب مکرر برداشت کرنا ضروری نہ معلوم ہوا ..... پس صورۃً یہ مجموعہ ہے رسائل جدیدۃ التصنیف کے مضامین کا ..... اور حقیقتاً ذخیرہ اور خلاصہ ہے ..... منقولات عن ائمۃ السلف کا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ..... اور ناظرین سے بھی دعا کی استدعا ہے ..... کہ اللہ تعالیٰ اس کو مؤلف اور مؤلف لہم کے لئے زینۂ وصول الی المقصود الحقیقی بنادے آمین وھو الموفق والمعین فی کل امر وحین۔

کتبہ اشرف علی تھانوی	عاشورہ المحرم ۱۳۲۷ھ

# حصہ اوّل از مجموعہ تکشف

## برائے کم استعداد ان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حصہ اول و دوم وسوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم بہشتی زیور و حصہ یاز دہم مسمیٰ بہ بہشتی گوہر...... ان سب کا مطالعہ کریں ...... اور اگر عقائد و مسائل ضرور یہ دوسرے معتبر اور کافی رسالوں سے حاصل کر لئے ہوں ...... تو بہشتی زیور کے حصہ اول سے نظم ذیل اور حصہ دوم سے مسائل ذیل اور ساتواں حصہ پورا مطالعہ کریں۔

نظم در بے رغبتی از زیور خصوص برائے مستورات از بہشتی زیور حصہ اول

## اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجئے مجھے
اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتا دیجئے مجھے

تاکہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز

یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی میری
گوش دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری

سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے ایجان آئے ہات

سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام
چلتے ہیں جس کے ذریعے سے ہی سب انسان کے کام
بالیاں ہوں کان میں ایجان گوش ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں
کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دین جو اوراق کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوت بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم و خورسند ہو
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
کیا کروگی اے مری جان زیور خلخال کو
پھینک دینا چاہئے بیٹی بس اس جنجال کو
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نور بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جان کہیں

# مسائل متعلقہ نوافل از بہشتی زیور حصہ دوم

بعضی نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے...... اس لئے اور نفلوں سے ان کا پڑھنا بہتر ہے...... کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں تحیۃ الوضو...... اشراق، چاشت، اوابین، تہجد...... صلوٰۃ التسبیح۔

**تحیۃ الوضوء:** تحیۃ الوضوء اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے...... حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے...... لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

**اشراق:** اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے...... تو جانماز پر سے نہ اٹھے...... اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے...... اور اللہ کی یاد میں لگا رہے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے...... نہ دنیا کا کوئی

کام کرے...... جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے...... تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے...... اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا...... پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے...... لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

**چاشت:** پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے...... اور دھوپ تیز ہو جائے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے...... یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے...... اس کو چاشت کہتے ہیں...... اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

**اوابین:** مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں...... اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے...... اس کو اوابین کہتے ہیں۔

**تہجد:** آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے...... اسی کو تہجد کہتے ہیں...... یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے...... اور سب سے زیادہ اس کا ثواب ملتا ہے...... تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں...... نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے...... مگر ویسا ثواب نہ ہوگا...... اس کے سوا بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

**صلوٰۃ التسبیح:** صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے...... اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے...... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی...... اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جائیں گے...... اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو...... اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو...... اگر ہر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو...... ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک دفعہ پڑھ لو...... اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو...... اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور...... **سبحانک اللّٰھم** اور

الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے...... **سبحان الله والحمد لِلّٰه ولا اله الا الله والله اكبر** پھر رکوع میں جائے......اور **سبحان ربی العظیم** کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے......پھر رکوع سے اٹھے......اور **سمع الله لمن حمده** کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ میں جائے ......اور **سبحان ربی الاعلیٰ** کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کے دس دفعہ پڑھے......اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے......اس میں بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ کے بیٹھے......اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو......اسی طرح دوسری رکعت پڑھے......اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھ لے تب التحیات پڑھے......اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ:۔ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے......کوئی سورت مقرر نہیں ہے۔

# استخارہ کی نماز کا بیان

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے......تو اللہ میاں سے صلاح لے لے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں......حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے......کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی ......اور کم نصیبی کی بات ہے......کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے ......تو بے استخارہ کئے نہ کرے......تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ...... پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے......اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے۔

**اللهم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدرولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللهم ان کنت تعلم ان هٰذا الامر خیر لی فی دینی**

ومعاشی وعاقبة امری فاقدره لی ویسره لی ثم بارک لی فیه وان کنت تعلم ان هٰذاالامر شرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدرلی الخیر حیث کان ثم رضنی به.

اور جب هٰذا الامر پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے.....تو اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرلے.....جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتے ہو.....اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سو جائے.....جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے.....اسی کو کرنا چاہئے۔ مسئلہ اگر ایک دن میں کچھ نہ معلوم ہو.....اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے.....تو دوسرے دن پھر ایسا کرے.....اسی طرح سات دن تک کرے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی.....مسئلہ اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ.....میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤں کہ نہ جاؤں۔

## نماز توبہ کا بیان

اگر کوئی بات خلاف شرع ہو جائے.....تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے.....اور اپنے کئے پر پچھتائے.....اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرائے.....اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گا.....اس سے وہ گناہ بفضل خدا معاف ہو جاتا ہے اس کے بعد۔

## رسالہ قصد السبیل کا مطالعہ کرے

اس میں سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنٰی ہے۔

تذئیل قصد السبیل: یہ مضمون اثنائے زمانہ ترتیب رسالہ تکشف میں ایک غرض خاص ہے.....مستقل طور پر لکھا گیا تھا وہ غرض یہ تھی کہ اس احقر سے بعض لوگ جو درخواست ادخال سلسلہ کی کرتے تھے.....تو بنظر احتیاط.....( کہ بعد میں کوئی غرض

مذموم حاصل نہ ہونے سے یا کسی امر کے متعلق نصیحت کرنے سے توحش نہ ہو...... اس طریق کا مقصود صحیح اور جو جو کرنا یا چھوڑنا پڑے گا) کچھ ضروری امور ان لوگوں کے گوش گزار کئے جاتے تھے...... اس میں احیاناً دو کوتاہیاں واقع ہوتی تھیں...... ایک یہ کہ کبھی تو کوئی ضروری مضمون ذہول کے سبب بیان سے رہ جاتا...... دوسرے یہ کہ اکثر مخاطب کو تفصیل یاد نہ رہتی...... اس کا انتظام یہ خیال میں آیا کہ ان مضامین کو قلمبند کرلیا جائے...... پہلے دکھلا دیا اور بعد میں یادداشت کے لئے ان کو دے دیا...... چونکہ مضمون باوجود اختصار کے جامع اور مفید بہت معلوم ہوا...... اس لئے بوجہ مناسبت کے قصد السبیل کے ساتھ بھی الحاق کر دینے کو جی چاہا...... لہٰذا قصد السبیل کے نام کے بعد یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے...... اگر کوئی صاحب قصد السبیل جدید طبع کریں گے ...... وہ اس کے آخر میں لگا سکتے ہیں...... وہو ہذا۔

# حقیقت طریقت

خلاصۂ سلوک:...... (۱) نہ اس میں کشف وکرامت ضروری ہے......

(۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے......

(۳) نہ دنیا کی کاربرآری کا وعدہ ہے...... کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں ...... یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں...... یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے...... یا ہونے والی بات بتلا دی جایا کرے......

(۴) نہ تصرفات لازم ہیں...... کہ پیر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہو جائے ...... اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے...... خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں...... مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے...... یا علم دین وقرآن میں ذہن وحافظہ بڑھ جائے......

(۵) نہ ایسے باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے...... کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے...... عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں

......خوب رونا آئے......ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے......

(۶) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضرور ہے......

(۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا......یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے......بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے......جس کا ذریعہ ہے......شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا......ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں......جیسے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہا......اور جیسے نکاح و طلاق و ادائے حقوق زوجین......وقسم و کفارہ قسم وغیرہا اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ......اور جیسے سلام و کلام و طعام و منام و قعود و قیام......و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں......اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا خدا سے ڈرنا......خدا کو یاد رکھنا دنیا سے محبت کم ہونا خدا کی مشیت پر راضی رہنا......حرص نہ کرنا......عبادت میں دل کا حاضر رکھنا......دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا......کسی کو حقیر نہ سمجھنا......خود پسندی نہ ہونا......غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں......اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے......

نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آ جاتی ہے......جیسے قلت محبت حق سے نماز میں سستی ہوگئی......یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی......یا کبر و غلبۂ غضب سے کسی پر ظلم ہو گیا......حقوق تلف ہو گئے......و مثل ذلک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے......تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی......پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری......لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں......اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے......نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے......ان ضرورتوں سے (پیر کامل کی پہچان قصد السبیل کی ہدایت سوم میں لکھی ہے......) پیر کامل کو تجویز کیا

جاتا ہے...... کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے...... اور ان کا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے...... اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے...... اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں...... ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے...... دوسرا مستحب کہ کثرت ذکر ہے...... اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے...... یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا۔

# حقوق طریقت

یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں...... گو کسی سے بیعت بھی نہ ہوں۔

طریقہ میں داخل ہو کر جو جو کام کرنا پڑیں گے

(۱) بہشتی زیور کے گیارہ (البتہ عورتوں کیلئے گیارہواں حصہ نہیں ہے ۱۲ منہ) حصے اول سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑھیں گے......

(۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی......

(۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو...... کرنے سے پہلے علماء اہل حق سے پوچھنا پڑے گا...... اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا......

(۴) نماز پانچوں وقت (مگر عورتوں کے لئے جماعت نہیں ہے ۱۲ منہ) جماعت سے پڑھنا ہوگی...... البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے...... اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جائے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے......

(۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی...... مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے...... اسی طرح کھیت اور باغ کے پیداوار میں دسواں بیسواں حصہ دینا ہوگا...... اس کے مسائل زبانی معلوم کر لئے جائیں......

(۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا...... اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہوگی......

(۷) اپنی بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہوں گے...... ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو...... آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوؤں کے لئے یہ ہے ...... کہ شب و روز میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنا دیں...... اور سمجھا دیں...... اور جب وہ ختم ہو جائے پھر شروع کر دیں...... جب تک ان کو مسائل خوب پختہ یاد نہ ہو جائیں سناتے رہیں...... اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنا کریں...... اس کو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے...... داڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے زائد نہ ہو...... ڈاڑھی چڑھانا...... سر میں چاند کھلوانا کھڈی رکھانا یا آگے سے منڈوانا...... ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا یا لنگی باندھنا یا کرتہ چوغہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ...... یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا...... یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہنا...... یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا...... یا کفار کا سا لباس پہننا...... یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا...... (۴و۵و۶و۷و۸ یہ پانچوں باتیں عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے درست ہیں......۱۲ منہ) یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا ...... یا باجہ دار زیور پہننا...... یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس میں بدن کھلا رہے...... کسی عورت یا امرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا...... مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا...... یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آ جانا...... اگرچہ وہ پیر ہی ہو یا رشتہ دار ہوں...... اور جہاں سخت مجبوری ہو...... وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے...... منہ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے

......اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے......اسی طرح نامحرم مرد وعورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا ......یہ سب چھوڑ دینا چاہئے......ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا......یا برأت میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا......مضائقہ نہیں۔ یا کوئی کام فخر ونمود کا کرنا جیسے آج کل رسم ورسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے......اسی میں نوتہ بھی آ گیا اس کو بھی چھوڑنا چاہئے......اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر ونمود میں داخل ہے......مردہ پر چلا کر رونا...... اس کا تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا...... دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا...... بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا......لڑکیوں کا حصہ نہ دینا......اہل حکومت وریاست کو غرباء پر ظلم کرنا......جھوٹی نالش کرنا......موروثی کا دعویٰ کرنا......رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا......تصویر بنانا یا رکھنا......یا براہ شوق کتے پالنا یا کنکوے وآتشبازی یا کبوتر بازی ومرغبازی وغیرہ کا شغل کرنا ......یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا......گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے......عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا...... فاتحہ نیاز گیارہویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا......رواج کے موافق مولد شریف کرنا......تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا......یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا ......شب برأت کو حلوا پکانا......یا محرم کو تہوار منانا، یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا ......یا ٹونے ٹوٹکے کرنا یا سیتلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا ......کسی نجومی یا اسیب سے کوئی بات پوچھنا......غیبت کرنا چغلی کھانا جھوٹ بولنا تجارت میں دغا کرنا......بلا اضطرار ناجائز نوکری کرنا ......یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا......عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا ...... یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا......یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر

یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا...... یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا...... یا بحث ومباحثہ میں پڑنا...... یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا ...... یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا یہ ہے فہرست مختصر کرنے نہ کرنے کے کاموں کی ......اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی۔

# تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ

مقدمہ:۔ مسئلہ اول: جاننا چاہئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے ......کہ کرامت اس امر کو کہتے ہیں...... جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو......اور قانون عادت سے خارج ہو...... پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے......اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے...... اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے کو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے...... جیسے جوگیوں ساحروں وغیرہم سے بعض امور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں......اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے...... خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو...... جس طرح اہل بدعت یا فروع میں جیسے فاسق وفاجر اس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے...... بلکہ استدراج ہے...... جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے......اور اس دھوکہ میں کبھی حق کے طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا...... نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے...... پس کرامت اس وقت کہلائے گی...... جبکہ اس کا محل صدور مومن متبع سنت کامل التقویٰ ہو اب ہمارے زمانہ میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے...... اس کو غوث وقطب قرار دے دیتے ہیں...... خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں...... اور کیسے ہی اعمال واخلاق ہوں...... یہ بہت بڑی غلطی ہے ...... بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے...... کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو...... مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو...... تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو۔

مسئلہ دوم: اور جاننا چاہئے کہ...... کرامت کے لئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے...... اور نہ اس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے...... اور احیاناً علم ہوتا ہے ...... اور قصد نہیں ہوتا...... اور کبھی علم وقصد دونوں امر ہوتے ہیں...... اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں...... ایک قسم وہ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی...... جیسے نیل کا جاری ہونا ...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے...... اور دوسری وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو...... جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میووں کا آجانا...... تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو نہ قصد...... جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا...... کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا...... چنانچہ خود حضرت صدیق اکبرؓ کو تعجب ہوا...... جس سے ان کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے...... اور ایک احتمال حصر عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ...... قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں...... اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے...... قسم ثانی وثالث کو تصرف نہیں کہتے...... البتہ برکت وکرامت کہلاتی ہے۔

مسئلہ سوم: اور جاننا چاہئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہیں...... ایک حسی ایک معنوی...... عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہیں...... اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں ...... جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا وغیرہا...... اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا ...... نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا...... حسد و کینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا...... کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا یہ وہ کرامت ہے...... جس میں استدراج کا احتمال نہیں...... بخلاف قسم اول کے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے ...... اسی واسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں...... کہ یہ استدراج نہ ہو ...... یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عجب نہ پیدا ہو جائے...... یا اس کی وجہ سے عوام میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت نہ ہو...... بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ...... بعض

اولیاء نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوتی ......تا کہ اس کا عوض واجر بھی آخرت میں ملتا...... کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جس قدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی......اس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم: اور جاننا چاہئے کہ...... بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے......اور جو امور نہایت عظیم ہیں...... جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا......اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے...... مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں...... کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے ......صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے ......واسطے اظہار کرامت وقرب و مقبولیت اس ولی کے سوا اللہ تعالیٰ کے قدرت کی جب کوئی حد نہیں...... پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے...... رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے...... کہ میں نبی کا غلام ہوں......تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے...... بہ تبعیت اس نبی کے ہے استقلالاً نہیں......جو اس شبہ کی گنجائش ہو......البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے......وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہو سکتے......جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

مسئلہ پنجم: اور جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے...... کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے...... مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد واختیار باقی نہ رہے...... یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو......وہاں اظہار جائز ہے۔

مسئلہ ششم: اور جاننا چاہئے کہ...... بعض اولیاء کاملین کا مقام غلبۂ عبودیت و رضا کا ہوتا ہے......اس لئے کسی شے میں وہ تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں نہیں معلوم ہوتیں...... اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی ......تسلیم وتفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے......اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے

لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

مسئلہ ہفتم: اور جاننا چاہئے کہ ...... بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات وخوارق سرزد ہوتے ہیں ......اور یہ امر معنیً حدِ تواتر تک پہنچ گیا ہے۔

مسئلہ ہشتم: اور جاننا چاہئے کہ ...... کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے ...... کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو...... خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں...... بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں ......اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہیں ...... آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں...... مسمریزم فریمیس حاضرات ہمزاد کا عمل ...... عملیات ونقوش طلسمات وشعبدات تاثیرات عجیبہ ......ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ آمین بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں ......اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں ......کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے......اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں ...... صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے ...... کہ اس فعل میں قوی طبعیہ کو دخل ہے ...... یا محض قوت قدسیہ ہے...... یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

مسئلہ نہم: اور جاننا چاہئے کہ ...... جس فعل کا ظاہری قویٰ سے کرنا ممنوع ہے ...... باطنی قویٰ سے بھی ممنوع ہے...... جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا ...... یا کسی کا راز پنہانی معلوم کرنا ...... یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

مسئلہ دہم: اور جاننا چاہئے کہ ...... ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو...... اور تنبیہ کے وقت توبہ کر لے ...... یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو اختیار کرنا ...... ولایت وکرامت میں قادح نہیں ہے ...... یہ کل دس مسئلے ضروری اس باب کے متعلق ہیں۔

# از رسالہ التقیٰ فی احکام الرقیٰ

فصل پنجم:۔ **قال اللہ تعالیٰ ولا تقف مالیس لک بہ علم**......اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلا کسی دلیل صحیح کے جس کا صحیح ہونا قواعد شرعیہ سے ثابت ہو ......کسی امر کا خواہ وہ اخبار سے ہو یا انشاء ات سے ہو اعتقاد درست نہیں ......اکثر عاملوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں ......اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبر دیتے ہیں ......یا چور وغیرہ کے معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہیں ......اور کسی کا نام بتلا دیتے ہیں ......اور ان نتائج کا یقین خود بھی کر لیتے ہیں ......اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں ......یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آئے کر جو خواب نظر آئے اس پر پورا وثوق کر لیتے ہیں ......اور اس کا نام استخارہ رکھتے ہیں یہ سب دعویٰ ہے ......خبر غیب کا ......کیونکہ شرع نے ان وسائط کا مفید علم خبری ہونا معتبر نہیں قرار دیا......بخلاف طب کے کہ خود سنت میں اس کا اعتبار وارد ہے ......گو درجۂ ظن ہی میں سہی آیت مذکورہ ایسے امور کو باطل کرتی ہے......اسی طرح حدیث بھی چنانچہ مشکوٰۃ باب الکہانۃ میں ہے......**عن حفصۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی عرافا فسالہ عن شیء لم تقبل لہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ رواہ مسلم** (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ......کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے......کہ جو شخص کاہن کے پاس اور اس سے (غیب کی) کسی بات کا سوال کرے ......(اور اس کو سچا جانے) اس کی چالیس رات (دن) کی نماز قبول نہ کی جائے گی ......اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲ منہ) اور حدیث میں جو فال اور استخارہ وارد ہے حقیقت اس فال کی اور ہے ......وہ یہ کہ کوئی اچھا کلمہ کان میں اتفاقاً پڑ گیا......اور اس سے امیدوار ہو گئے رحمت خداوندی کے نہ یہ کہ قصداً ایسے دلائل کا تتبع کیا جائے ......اور

اس کا یقین کیا جائے..... خواہ خیر ہو یا شر۔

اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے..... کہ کسی امر کے قرین یا خلاف مصلحت ہونے میں تردد ہو..... تو دعائے خاص پڑھ کر متوجہ الی الحق ہوں اس کے قلب میں جو امر عزم کے ساتھ آ جائے..... اس میں خیر سمجھیں سو اس کی غرض رفع تردد ہے..... نہ کہ انکشاف کسی واقعہ کا اور لوٹا وغیرہ گھوم جانا یہ محض قوت خیالیہ کا اثر ہے..... جو شعبہ ہے مسمریزم کا..... یہی وجہ ہے کہ جس پر زیادہ خیال ہوتا ہے..... اسی کا نام نکل آتا ہے..... چنانچہ اگر دو عاملوں کے سامنے مختلف دو شخصوں پر چوری کا گمان ظاہر کر دیا جائے..... اور وہ دونوں الگ الگ اس عمل کو کریں..... تو دونوں جگہ مختلف نام نکلیں گے..... یہی حال ہے مسمریزم کے تصرفات کا..... جس سے سوالوں کا جواب حاصل کرتے ہیں..... اور جس کو اس کے مشاق غلطی سے ارواح کا تصرف سمجھتے ہیں..... اور واقع میں وہ بھی تصرف ہے قوت خیالیہ کا ..... اور اس کا امتحان بھی اسی طریق مذکور سے ہو سکتا ہے..... جس کا دل چاہے آزمالے ..... بلکہ اس سے زیادہ قوی اور صریح دلیل سے اس کا امتحان خود بندہ نے کیا ہے وہ یہ کہ ایک میز منگا کر اس پر عمل کیا..... اور زبان سے کہا گیا کہ اگر واقع میں اس میں روحیں آتی ہیں ..... تو میز کا فلاں پایہ مثلاً ایک بار اٹھے..... اور اگر روحیں نہیں آتیں تو وہ پایہ دوبار اٹھ جائے ..... اس کے بعد عمل کے اثر سے دوبار پایہ زمین سے اٹھا..... پس فن مذکور ہی کے قاعدہ سے ان تصرفات کا منشا قوت خیالیہ ہونا ثابت ہو گیا..... چونکہ میرا یہ اعتقاد تھا کہ واقع میں ارواح نہیں آتیں..... اس لئے اسی کے موافق جواب نکلا..... اور جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو گا..... اس کو خلاف جواب ملے گا..... گو دونوں اعتقادوں میں صحت و بطلان کا تفاوت ہے..... جس کی دلیل اولاً مذکور ہو چکی ہے..... اور یہ قوت خیالیہ عجیب چیز ہے ..... اس سے عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں..... اور ناواقف اس کو غلطی سے قوت قدسیہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں..... اور صوفیہ کے یہاں جو توجہ کا طریق ہے..... وہ بھی تصرف خیالی اور مکتسب ہے..... لیکن ان کی غرض چونکہ محمود ہے..... اسلئے محمود ہے..... گو

کوئی کمال نہیں ......اور اولیاء کی کرامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات یہ محض وہبی اور غیر مکتسب ہیں ......ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی اور باطل محض ہے......اور بظن غالب اس احقر کے جیسا بعض ذرائع مظنونہ سے معلوم ہوا فریمیسن کا محصل اسی قوت خیالیہ کی تقویت ہے......جس کے لئے وہاں کے ممبر یہ تدبیریں کرتے ہیں......کہ طالب کو بڑے بڑے سخت امتحانوں میں مبتلا کرتے ہیں......اور سخت سخت قسمیں دیتے ہیں......جس میں اکثر مضمون بددعا کا ہوتا ہے......کہ اگر میں ظاہر کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں......اور مجھ پر ایسی ایسی بلائیں نازل ہوں......میں ایسے ایسے مصائب میں مبتلا ہو جاؤں......پھر فیس بھی سخت لیتے ہیں......اور کچھ وحشت ناک چیزیں مثل ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے سامنے لاتے ہیں......بعد اس کے چند معاہدے اس شخص سے لئے جاتے ہیں......اور بعض آلات معماری بھی وہاں ہوتے ہیں......اس کے استعمال کی کچھ اصطلاحیں مقرر ہیں ......مثلاً بسولے کو زور سے زمین پر مارتے ہیں......جو اشارہ ہے استحکام معاہدہ کی طرف ......اور وجہ تسمیہ بھی یہی ہے......کیونکہ (میسن) معمار کو کہتے ہیں اب ظاہر ہے کہ جس شخص کو کوئی بات اتنی مصیبتوں اور سختیوں کے بعد بتلائی جائے......اور اس پر اس کا وافر مال بھی خرچ ہو......طبعاً وہ اس کی نہایت وقعت کرے گا......اور ضرور اس کے مفت بتلا دینے سے دریغ کرے گا......خاص کر جبکہ ان بددعاؤں سے اس کے واہمہ پر لحوق ضرر کا خوف بھی غالب ہو جائے......وہ ہرگز ہرگز بھی نہیں بتلا سکتا......اور چونکہ وہاں بعض کلمات ایسے بھی کہلوائے جاتے ہیں......اور نیز ایسے اعمال بھی کرائے جاتے ہیں......جس میں غیر اللہ کی تعظیم مفرط حد عبادت تک ہوتی ہے......لہٰذا طالب کا کفر سے بچنا بھی مشکل ہے ......اور باوجود ان سب کے پھر محض بے نتیجہ......کیونکہ وہ عہد چند اخلاق جمیلہ کا ہوتا ہے ......جس کی تعلیم شریعت سے زیادہ کوئی کر ہی نہیں سکتا......اور ان اخلاق کی مخالفت کی سزا کے واقعات بطور تھیٹر کے بھی دکھلا دیتے ہیں......جو محض مصنوعی ہوتے ہیں......اور نتائج کا یقین دلانے کے لئے تھیٹر کا مشاہدہ شرعی وعیدوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا......اور چونکہ

ساری ترکیبوں کا حاصل اسی واہمہ کا قوی کرنا ہے..... اسی لئے باختلاف ازمنہ وامکنہ اس فریمیسن کے قوانین ودستورالعمل بدلتے رہتے ہیں..... انگلستان میں کچھ ہے تو جرمن میں کچھ اور ہے اسی طرح کسی سنہ میں کچھ ہے تو دوسرے سنہ میں کچھ اور ہے..... باقی نہ وہاں ارواح ہیں نہ جن ہیں..... اور نہ اور کوئی عجیب چیز ہے..... ہاں یہ مستبعد نہیں کہ واہمہ کے غلبہ سے کسی واقعہ بعیدہ کی اطلاع بطور خطرہ کے ہو جائے..... جیسا اکثر تفکر کے بعد بھی ایسا ہو جاتا ہے..... میں نے اس فصل میں کسی قدر تطویل قصداً کر دی ہے..... تاکہ اکثر متر ددین حقیقت سے واقف ہو کر التباس سے محفوظ رہیں۔

# طلسم کشائے فریمیسن

یہ ایک تازہ مضمون ہی جو زمانہ ترتیب مجموعہ ہذا میں لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

فریمیسن کے بارے میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا..... وہ قرائن تخمینہ سے لکھا گیا تھا..... اس کے بعد ایک معتبر شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا..... جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس مجلس سے ایک جماعت میں باہم اتفاق واتحاد قائم کرنا ہے..... اور وہاں بھی معاہدہ لیا جاتا ہے..... اور اس معاہدہ کی وقعت وشوکت پیدا کرنے کے لئے اخفاء کا اہتمام کیا گیا ہے..... اور اخفاء کے لئے خاص اسباب جمع کئے گئے ہیں..... چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس میں نہیں لیتے..... جو دنیا کے اعتبار سے بھی معزز ہو..... کہ عموماً ایسے لوگوں کو پاس اپنے عہد کا ہوتا ہے تو وہ عہد اخفاء کو بھی پورا کریں گے..... اور مذہبی اعتبار سے صانع عالم کا قائل ہوتا..... کہ جو حلف اخفاء پر اس سے لیا جائے گا وہ خدا سے ڈر کر اس کو پورا کرے..... دہری منکر صانع ولا مذہب کو نہیں لیتے..... پھر فیس بہت معقول لیتے ہیں..... کہ یہ بھی امر طبعی ہے..... کہ مال خرچ کر کے جو امر حاصل ہوتا ہے..... گو وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے اعلان سے دریغ آتا ہے..... اس کے بعد اس کو اس مکان میں جو کہ اسی کام کے لئے معین ہے..... پہنچاتے ہیں مکان کی صورت بھی

وحشت ناک بنائی ہے...... کہ لمبے لمبے ستون ہیں...... اس کے درجوں میں وسعت بہت کم ہے...... تنگ مکانات ہیں...... پھر رات کو داخل کرتے ہیں...... اور اس وقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہیں...... کہ اس ہیئت سے طبیعت پر خوف کا مستولی ہو جانا امر فطری ہے...... اور پھر لے جاتے ہیں بڑی ذلت کی حالت سے...... کہ پہلا لباس اتروا کر وہاں ہی کی وردی جو بالکل مردہ کی سی کفنی ہوتی ہے...... پہنا کر گلے میں رسی ڈال کر کشاں کشاں لاتے ہیں...... اور ایک آدمی اندر پہلے سے پوشیدہ موجود رہتا ہے ...... اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے...... یہ فریمیسن ہونے والا جس وقت اس مکان میں قدم رکھتا ہے...... وہ شخص دفعتہً اس کے بے خبری میں اس تلوار یا برچھی کی نوک اس کی پہلو پر رکھ دیتا ہے...... جس سے اس کو ایک عجیب ہیبت طاری ہوتی ہے ...... اور اس وقت اس سے وہ معاہدے اپنی جماعت کی ہمدردی اور ان کی اعانت مالی و جانی کے لئے جاتے ہیں...... اور اس کے ساتھ اخفاء کا عہد بھی لیا جاتا ہے...... اور حلف کے ساتھ بددعائیں بھی ہوتی ہیں کہ اگر میں یہاں کا راز ظاہر کروں...... تو میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر سے پار ہو جائے ومثل ذلک اب ظاہر ہے ...... کہ ایک تو مذہبی پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر ان بددعاؤں کا اندیشہ پھر اتنا مال خرچ کر کے اس پر اطلاع ہونا پھر دنیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کے اظہار سے عار ہونا...... یہ اسباب موکدہ اخفاء کے ہیں...... پھر وہاں کچھ آلات معماری کے بھی ہوتے ہیں...... اسی لئے اس کو فری میسن (جس کے معنی ہیں آزاد معمار) کہتے ہیں ...... اور اسی لئے وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں...... کہ اس کے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جن کو تعمیرات کا شوق تھا...... اور یہ دعویٰ فسانہ عجائب سے کم نہیں...... یہ آلات اصطلاحیں ہیں...... جو خاص معانی پر دال ہیں...... جیسا رسالہ التقی کے آخر سے ابھی معلوم ہوا ہے پھر اس میں درجات مختلف ہیں...... جن میں زمانا بعد زمان ترقی ہوئے جاتی ہے...... مگر حاصل اسی قدر ہے...... احقر نے اس راوی سے پوچھا کہ تم نے

باوجود حلف کے کیسے ظاہر کیا...... جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے...... کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لی گئی کہ نااہل پر ظاہر نہ کروں گا...... احقر نے پوچھا کہ ایک فریمیسن دوسرے سے مل کر پہچان لیتا ہے...... کہ یہ بھی فریمیسن ہے اس کی کیا وجہ ہے...... جواب دیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں کچھ خاص رموز ہیں......

اگر ایک شخص نے ان کو ادا کیا...... اور دوسرے نے بھی جواب دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بھی فریمیسن ہے...... اور اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہیں ہوسکتا...... بعد اس روایت کے ایک اور معتبر شخص نے بیان کیا...... کہ ایک فریمیسن کے پاس وہاں کی چھپی ہوئی کتاب ملی...... جس کو انہوں نے پوشیدہ مطالعہ کیا جو کسی دہری انگریز نے دھوکہ سے فریمیسن ہو کر حلف توڑ کر لکھی ہے...... سو اس کے مضامین اور یہ روایۃ مذکورہ بالکل مطابق پائے گئے...... اور حکم شرعی اس کا قطع نظر دیگر مفاسد دقیقہ کے بنا پر اس مفسدہ کے (کہ اس میں کفار و فجار سے بلاضرورت دوستی کا عہد والتزام کرنا ہے...... پھر ہمدردی میں حق وناحق کی کچھ تفصیل نہیں...... خواہ اس میں کسی پر ظلم ہی ہو جائے...... اور یہ دونوں امر حرام ہیں......) بالیقین یہی ہے کہ حرام اور معصیت ہے...... نیز اپنے بھائی مسلمانوں میں طرح طرح کے شکوک کی وجہ سے متہم ہوتا ہے...... اور تہمت سے بچنا واجب ہے...... پس اس میں اس واجب کا بھی ترک ہے۔ فقط۔

## علاج وساوس از رسالہ خاتمہ بالخیر

خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں...... مگر اس کا غلبہ وہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے...... اور انتہا درجہ کا حزن والم قلب پر طاری ہو جاتا ہے...... سو یہ امراض شرعیہ میں سے تو نہیں ہے...... اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری نہیں...... مگر امراض طبعیہ میں سے سخت درجہ کا مرض ہے...... اس لئے اس کا علاج سہل ومجرب ومختصر عرض کیا جاتا ہے...... وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی

طرف متوجہ ہونا ہے...... چونکہ یہ مسئلہ بداہت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے ...... کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے...... دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا ...... اس لئے جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آئے...... تو اس کے دفعیہ کا قصد نہ کرے...... نہ اس میں اور نہ اس کے اسباب میں خوض کرے...... کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے...... بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کر دے...... اس سے وہ برا خیال خود بخود دفع ہو جائے گا...... اور اگر وہ پھر خیال میں آئے پھر ایسا ہی کرے ...... ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے بالکل نکل جائے گا...... علاج کلی اس کا یہی ہے...... حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے...... اس سے یہ علاج مستنبط ہے۔

باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہیں...... جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات...... وہ سب اسی کلی کے جزئیات ہیں...... اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آ گئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے نفیس اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے...... چونکہ بعض سالکوں کو یہ عقبہ پیش آتا ہے ...... جس سے ان کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے...... اس لئے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج سہولت کو اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں...... امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرمائیں۔ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ہجری)

## از امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ

## علاج بعضے اقسام قبض

سوال:۔ اب کچھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہوں...... امیدوار ہوں...... کہ سمع خراشی کی بابت معاف فرمایا جاؤں...... جس کا یقین کامل ہے...... حضرت اب تو

نہایت ابتر حالت ہے......وظیفہ وغیرہ سب ترک ہے......اگر بجبر تسبیح لے کر بیٹھتا ہوں جی گھبراتا ہے......قید شمار تسبیح سے جی الجھتا ہے......تب خاموش بیٹھ جاتا ہوں ......اس میں البتہ کبھی کچھ عرصہ تک نیند کہوں یا کیا کہوں خبر نہیں رہتی......کہ کہاں ہوں اور کیا ہوں ہاں اتنا ضرور ہے کہ شغل اشغال قطعاً بند ہیں......کیونکہ دل الجھتا ہے لیکن اس کا نہ ہونا ہر دم سوہان روح ہے......اور ایک بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے......کیونکہ خدا جانے میں کچھ سمجھتا ہوں......اور ہو کچھ اور......وہ یہ ہے کہ زیادہ اوقات میں اور کبھی کبھی ہر کام میں اور کبھی کبھی نہیں بھی دھیان اللہ کا دل میں رہتا ہے ......اگر کچھ تسکین اس وقت ہے تو اس سے ہے......کہ اگرچہ زبانی یا بقصد تسبیح کے ذکر نہیں کرتا ہوں......خیر یہ بھی غنیمت ہے......کہ کبھی دھیان تو اپنے اللہ کا آجاتا ہے ......پیشتر جو سوز وگداز اور غلبہ رہتا تھا......اس کا پتہ بھی نہیں ہے اب فرمایئے کہ یہ کیا حالت واقع ہوئی......اور کیا علاج کیا جائے......کل صفحہ ۹۶ رسالہ تعلیم الدین پڑھ رہا تھا......کہ ایک موقع جہاں پر حضور نے لغزشات سالک تحریر فرمائی ہیں......نظر سے گزرا بجنسہ اپنی حالت کو اعراض حجاب تفاصل سلب مزید......سلب قدیم تسلی میں مبتلا پایا......لیکن الحمدللہ کہ عداوت نہیں پائی جاتی......اب فرمایئے کیا ہوا......اور کیا کروں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سالک اگر عبادت میں کوتاہی کرتا ہے......تو راجع ہو جاتا ہے......اب یہ فرمایئے کہ میں کس ذیل میں ہوں......لِلّٰہ جلد جواب دیجئے گا......اور علاج فرمایئے گا......کیونکہ تحریر مذکور الصدر کو دیکھ کر میرا دل بیقرار ہو گیا ہے......اور بدحواسی سی پیدا ہو جاتی ہے......جس کا کیا بیان کروں دل ہی جانتا ہے......اگر خدانخواستہ کوئی بات خلاف ظہور میں آئے......تو اللہ کو علم ہے کہ میری کیا حالت ہو گی ......لِلّٰہ صاف صاف جواب تحریر فرمایئے گا......ہرچہ باداباد للہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں......پیشتر اس قدر تسبیح پڑھتا تھا......کہ تیس تیس ہزار تسبیح علاوہ نماز ونوافل کے روزمرہ ہو جاتی تھیں......اور ایک ذوق ہوتا تھا اب قسمت میری یہ حالت واقع ہوئی

ہر حال اللہ کا شکر ہے...... پیشتر جوش وخروش ابتدا میں تھا...... اب ایک معمولی حالت ہوگئی ہے...... کوئی نئی بات نہیں معلوم ہوتی...... بلکہ پیشتر سے اپنے میں بدرجہا کمی معلوم ہوتی ہے...... میرے خیال میں پیشتر سے بعوض ترقی کے کمی معلوم ہوتی ہے ...... اب آپ تحریر فرمایئے کیا ہے...... خدانخواستہ جو عبارت تعلیم الدین میں تحریر ہے ...... جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کیفیت تو نہیں ہے مختصراً یہ عرض ہے کہ اب ذکر وغیرہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے...... البتہ میرے خیال میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فکر کچھ ضرور ہے ...... کیونکہ دل میں اللہ کی یاد کبھی کبھی ضرور رہتی ہے...... یہ کمی اشغال و معمولات میں نہ معلوم کیوں ہوگئی...... براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں......

بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے...... ہرچند آنکھ بند رہتی ہے...... کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو...... یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے...... مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا...... سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا...... اور اس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا...... آنکھ بند کر کے جو دیکھا...... تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھا بجنسہ نظر آیا فقط۔

الجواب:۔ مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا حال اچھا خاصا ہے...... عبادت کے مختلف طریقے ہیں...... فکر بھی عبادت ہے...... ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے ...... اپنے کو ذلیل وخوار قاصر وناقص سمجھنا بھی عبادت ہے...... غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے...... ہاں مذموم حالت دو ہیں...... ایک معصیت دوسرے غفلت...... سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا...... غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے...... اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں...... اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے...... جن حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے...... وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے......

آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہئے...... اور اپنے کام میں

سہولت اور راحت سے لگے رہئے ...... پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے ...... جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے ...... غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج ...... البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں ...... سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں ...... اس میں (یہ جواب ہے اس عبادت کا جس میں سائل نے لکھا تھا ...... کہ لون آسمان وغیرہ کا آنکھ بند کرنے سے نظر آتا ہے ......۱۲:۱۲) جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوۃ متخیلہ کا ہے ...... اکثر حس مشترک میں الوان وانوار مرئی کے رہ جاتے ہیں ...... جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہیں ...... یہ نہ محمود ہے نہ مذموم تردد نہ فرمائیں۔ فقط۔

# تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی

سوال:۔ اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری میں ...... قریب پانچ سال کی ریاضت شاقہ کر کے ...... کسی قدر دل کی صفائی حاصل کی تھی ...... اور امید تھی کہ نقشہ حب الٰہی دل پر منقش ہو جائے گا ...... مگر بقول شخصے ۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

مولانا رحمہ اللہ کی عمر نے وفا نہ کی ...... سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا ...... نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں ...... ان کا قابو چل گیا۔ قافلہ سالار آگے چل دیا ...... جنگل قافلہ میں ٹھکراتا رہا ...... کچھ عرصہ تک تو ذوق وشوق رہا ...... آخر کو اس میں کمی شروع ہوئی ...... غرضیکہ اب حالت ناگفتہ بہ تک پہنچ گئی ...... نہ کہتے بن پڑتی ہے نہ چھپانے سے کام چلتا ہے ...... طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے ...... چونکہ عرصہ سے احقر کا میلان خاطر حضور پرنور کی طرف ہے ...... اس لئے آپ سے زیادہ کوئی اپنا معالج نہیں سمجھ سکتا ...... اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہو جائے گی ...... مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہئے ...... مگر کسی قدر مجملاً حضور کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہوں ...... چھ

ماہ کا عرصہ ہوا...... کہ ایک عورت جس کا چال چلن اچھا نہیں ہے خواہ مخواہ میری طرف رجوع ہوگئی...... اول تو اپنے نازوانداز سے میرے دل کو لبھایا...... اور جب اپنے اوپر اس نے مجھ کو فریفتہ کرلیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی...... بس اس کا کھنچنا میرے لئے قیامت کا آجانا ہوگیا...... عشق بازی کا مزہ دردفراق کی لذت...... ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ ہوگیا...... قصہ حضرت شیخ صناعؒ کا جو منطق الطیر میں پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھ پر صادق آ گیا...... جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا۔ مصرع

کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

درود وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی...... اس کے ہی نام کا وظیفہ اور باتیں وردزبان ہونے لگیں...... اور اسی کے روئے کتابی کا مطالع کرنے لگا۔

عشق کے مکتب میں آیا ہوں دبستان چھوڑ کر
اب پڑھا کرتا ہوں حسن و عشق قرآن چھوڑ کر

غرضیکہ اس جنون کا اس وقت پورا شباب ہے...... اس کے وصل کی تدبیر میں ہوں...... مگر کبھی کبھی خیال آجاتا ہے...... افسوس کیا حال ہوگیا۔ مصرع

بتوں کو پوجتا ہوں اور پھر سیدھا مسلمان ہوں

اسی خیال میں تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا...... اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپ کو تحریر کروں...... مگر وقت نہیں آیا تھا...... اب اس کا وقت آ گیا...... اور خدا تعالیٰ کی ذات سے امید ہے...... کہ اب اصلاح ہو جائے گی...... اس لئے عجز وانکسار کے ساتھ عرض ہے ...... کہ اس احقر کو ورطۂ ہلاکت سے نکالئے...... اور للہ میرے واسطے دعا فرمائے...... آپ پر میرا حق ہے...... آپ مجھ کو اپنا غلام تصور کریں...... اور دعا کریں یہ امر بھی قابل توجہ ہے ...... کہ میری طبیعت بالکل پھر جائے...... اور برگشتہ ہو جائے...... پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے...... ورنہ میرے لئے قیامت ہو جائے گی...... گستاخی معاف فرمائیں ...... ضروری امر تھا جس کی وجہ سے تحریر کیا گیا...... یہ سب امور لغویات میں سے ہیں......

اصل اصول عشق خداوندی ہے..... اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت عطا فرمائے..... آمین۔

جواب:۔ مشفقم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا..... دیکھئے امراض ظاہری میں علاج کے لئے دوائے تلخ وناگوار پینا پڑتی ہے..... چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے..... اس لئے ہمت کر کے پی جاتے ہیں..... اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی..... جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اس کا علاج سنئے..... اور ہمت کر کے بنام خدا اس کا استعمال کیجئے..... انشاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل حاصل ہوگی..... علاج اس کا مرکب ہے چند اجزاء سے اول اس مردار سے قطعاً تعلق ترک کر دیجئے..... یعنی اس سے بولنا چالنا اس کو دیکھنا بھالنا آنا جانا..... حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اس کا تذکرہ کرے..... قطعاً روک دیا جائے..... بلکہ قصداً بتکلف کسی بہانہ سے اس کو خوب برا بھلا کہہ کر اس سے خلاف وخصومت کر لی جائے..... اس طور پر کہ اس کو ایسی نفرت ہو جائے..... کہ اصلاً اس کو ادھر میلان وتوقع رام ہونے کی باقی نہ رہے..... اور اس سے ظاہراً اس قدر دوری اختیار کی جائے کہ کبھی غلطی سے بھی اس پر نظر نہ پڑے غرض اس سے انقطاع کلی ہو جائے۔

دوم: ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے..... غسل تازہ کر کے صاف کپڑے پہن کر ..... خوشبو لگا کر تنہائی میں روبقبلہ ہو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر..... اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے..... اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا والتجا کی جائے..... پھر پانچ سو سے لے کر ایک ہزار مرتبہ تک ..... لا الٰہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جائے..... کہ لا الٰہ کے ساتھ تصور کیا جائے..... کہ میں نے سب غیر اللہ کو قلب سے نکال دیا..... اور الا اللہ کے ساتھ خیال کیا جائے..... کہ میں نے محبت الٰہی کو قلب میں جمالیا..... یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

سوم۔ جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو..... اس کو اپنے قلب میں تصور کیا جائے کہ بیٹھے ہیں..... اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہیں۔

چہارم۔کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو...... یا ویسے ہی کوئی کتاب ہو...... جس میں دوزخ اور غضب الٰہی کا جو نافرمانوں پر ہوگا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جائے۔

پنجم۔ایک وقت معین کر کے خلوت میں یہ تصور باندھا جائے...... کہ میں حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت میں...... حساب کے لئے کھڑا ہوں...... اور حق تعالیٰ فرما رہے ہیں...... کہ اے بے حیا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا...... کیا ہمارا تجھ پر یہی حق تھا...... کیا ہم نے تجھ کو اسی لئے پیدا کیا تھا...... اے بے حیا ہماری ہی دی ہوئی چیزوں کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی میں تو نے استعمال کیا...... کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ میں غرق و مشغول رہنا چاہئے...... اور یہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ گو نفس کو تکلیف پہنچے...... مگر اس نسخہ کو ہمت کر کے نباہ کر کرنا چاہئے...... اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے...... والسلام　فقط ۹ شعبان ۱۳۲۱ھ۔

# ارشاد مفید درباب انکشاف انوار لطائف

سوال۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... اگرچہ ہم ذکر برابر کئے جارہے ہیں...... لیکن یہ معلوم نہیں کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا...... اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کئے جارہے ہیں اور وہ ہی حالت ہے...... لیکن نور نیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا...... وہی برابر کرتا ہوں...... اور پیر جو مرید کو توجہ دیتے ہیں...... اگر مرید دور ہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہیں...... یوں تو توجہ ہونا پیر کا ضرور ہے نہیں...... بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے میں ویسی ہی جس سے مرید کے قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے...... اس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب۔عزیزم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... ذکر دونوں طرح مفید ہے...... لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے...... آپ بھی جہر کریں مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو

تکلیف پہنچے...... یہ نور نیلگوں وغیرہ اہل طریقت کے نزدیک انوار لطائف کے ہیں ...... جو ذکر سے منور ہو جاتے ہیں...... گو یہ مقصود نہیں مگر علامت محمود ہے......

ان شاء اللہ تعالیٰ روز بروز ثمرات نیک مرتب ہوتے رہینگے حتیٰ کہ مقصود حقیقی تک وصول میسر ہو جائے گا...... اپنے کام میں لگے رہیں...... ان حالات میں غور وفکر نہ کریں کہ یہ کیا چیز ہے۔ کیا بات ہے...... سب سے قطع نظر کر کے ذکر کو مقصود سمجھنا چاہئے...... اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھا دیں...... اور توجہ کی حقیقت اور اس کے اقسام اور حاضر و غائب سے اس کا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنے کے قابل ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آئے گی۔ فقط ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ۔

## علاج بعضے اقسام وحشت وسوزش قلبی

سوال۔ یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ...... پیشہ نعل بندی کا کرتے ہیں ...... اور درویش دوست اور ذاکر وشاغل آدمی ہیں...... کل انہوں نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے...... اور اصلاح چاہی...... بندہ نے عذر کیا کہ میں طفل مکتب ہوں ...... اصلاح وعلاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ بتا دیا...... انہوں نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ...... حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسی وقت میں حاضر ہوئے تھے...... طبیعت کے نہایت غبی ہیں ...... لیکن قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق بے حد تھا درویش صاحب نے دعا کی جس سے بالکل خلاف امید اسی سال میں قرآن شریف حفظ ہو گیا...... تب انہوں نے انہیں کی صحبت چندروز اختیار کی...... بیعت تو نہیں ہوئے مگر کچھ سیکھ لیا...... جب سے ان کی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سد رمق کی مقدار پیشہ نعل بندی میں کما لینا...... اور جب اتنا مل گیا تو نعل باندھنے سے بھی انکار کر دینا...... ان کے بیوی بچے بھی مر گئے مگر ان کو مطلق پرواہ نہیں ...... نعل باندھتے ہیں ...... اور جماعت قضا نہیں ہوتی

.....اگر کوئی اہل اللہ مل جاتا ہے تو نعل بندی کی بھی پرواہ نہیں.....قرآن شریف نہایت اچھا پڑتے ہیں.....اب چند روز ہوئے کہ ایک فقیر صاحب بجنور میں آئے تھے ظاہر پابند شریعت تھے.....بہت لوگ ان کی طرف رجوع تھے.....چند اشخاص نے ان سے بھی کہا کہ مل لو.....انہوں نے اول انکار کیا مگر لوگوں کے اصرار سے چلے گئے.....فقیر صاحب نے ان کو پاس بلا کر دو زانو بٹھایا.....اور کہا آنکھیں بند کرو .....اور زبان کو تالو سے لگا کر سانس میں خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے .....انہوں نے اسی طرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونوں سانسوں میں اللہ اللہ نکلتا ہے.....فقیر صاحب نے فرمایا اسی طرح روز ذکر کیا کرو.....انہوں نے چند روز کیا .....اب کہتے ہیں کہ میرے سینہ میں سوزش ہے.....اور قلب میں وحشت اس قدر ہوگئی ہے.....کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا.....حتیٰ کہ نماز و تلاوت میں بھی دل گھبراتا ہے.....کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑ دوں.....احقر نے ہر چند عذر کیا.....مگر انہوں نے کہا ضرور کچھ بتادو.....اب حضور کوئی علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب۔ان صاحب سے کہہ دیجئے کہ گھبرائیں نہیں.....اور وہ ذکر اگر اب بھی کیا کرتے ہوں تو ان سے کہہ دیجئے کہ اس کو بالکل چھوڑ دیں.....اور بجائے اس کے اتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف میں صرف کریں .....اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھیں اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف میں صرف مغرب وعشا کے بعد.....اور سحر کھا کر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کرکے پیا کریں.....اور خلوت میں بیٹھ کر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کریں.....اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو روزانہ غسل کرلیا کریں.....اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دیں.....انشاء اللہ تعالیٰ بالکل سکون ہوجائے گا.....اور آئندہ سے اس کا خیال رکھیں.....کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصاً سیاحوں کی ہرگز عمل نہ کریں.....کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ وثقی بنالیں والسلام۔۲۵شعبان ۱۳۲۱ھ

# خط ہدایة نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس وخطرات

## عاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... کئی روز ہوئے آپ کا خط آیا حالات معلوم ہوئے...... ماشاء اللہ آپ کا ایمان بالکل کامل ہے...... اس میں کسی طرح کا نقصان وخلل نہیں ہے ...... جو حالت آپ نے لکھی ہے...... اور اس کو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے...... یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے...... مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے...... اس وجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہوگیا ہے...... ورنہ آپ کی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے ...... یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہوں...... کچھ آپ کو اول پیش نہیں آئی ...... کوئی ایسا سالک وواصل الی اللہ نہیں ہے...... جس کو رستہ میں یہ گھاٹی نہ آتی ہو ...... پس ان میں جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق ومحبت واعتقاد کا رکھنے والا ہے ...... اس کی نظر میں تو یہ لاشے محض معلوم ہوتی ہے...... اور جو ناواقف ہیں وہ تل کو پہاڑ کر کے طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں...... اے عزیز صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہیں ہوا...... ان تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا...... اور وساوس بھی ایسے جس کو وہ زبان پر لانا جل کر کوئلہ ہو جانے سے بدتر اور سخت تر اور گراں تر و ناگوار تر جانتے تھے آخر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان......

یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے...... دو وجہ سے اول اس لئے کہ چور وہاں جاتا ہے جہاں متاع پاتا ہے...... پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب میں نہ ہوتا تو ہرگز شیطان اس کے پیچھے نہ پڑتا...... یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگوں کو وساوس پیش آتے ہیں ...... اور جو فساق وفجار واشرار ہیں ان کو کبھی اس کا اتفاق بھی نہیں ہوتا...... کیونکہ شیطان ان

سے جب گناہ کرا رہا ہے تو اس کو کیا ضرورت ہے...... کہ وہ ایسے امر میں مبتلا کرے ...... جس میں کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ...... نرا رنج ہی رنج ہے...... دوسرے اس لئے علامت ایمان کی ہے...... کہ مومن نے جب اس کو برا سمجھا...... پس اگر اس شخص کے ایمان میں خلل ہوتا...... تو ان خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور ان کو دل سے قبول کرتا...... اور ان پر مطمئن ہوتا اور ان میں اس کے قلب کو انشراح ہوتا...... کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے...... جب اس شخص نے ان کو مکروہ سمجھا...... تو ان کے اضداد کو حق سمجھتا ہے ...... اور یہی ایمان ہے...... غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے ...... ہرگز ہرگز کفر نہیں بلکہ گناہ و معصیت بھی نہیں ...... کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس پر اختیار نہیں ہے...... اس لئے وہ گناہ نہیں ہوسکتا جب گناہ نہیں پھر اس پر پریشان ہونا فضول ہے...... یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کی برے یا بھلے ہونے کی...... رہا اس کا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جس کو اکسیر اعظم کہنا چاہئے ...... یہی ہے کہ اس کا کچھ علاج نہ کیا جائے ...... بلکہ جرأت و دلیری کے ساتھ اور یقین و عزم کے ساتھ یہ سمجھے...... اور دل میں خیال کرے کہ جب یہ عنداللہ گناہ نہیں...... اور شرعاً کوئی مرض نہیں...... پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان ہے...... تو اس پر الٹا اور خوش ہونا چاہئے ...... جب یہ شخص خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا۔

جب وہ دیکھے گا کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے...... اور اس کا خوش ہونا اس کو پسند نہیں ...... پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا ...... اور بہت آسانی سے اس شخص کو اس سے نجات ہو جائے گی ...... اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہیں ...... کیونکہ جب یہ معصیت نہیں تو اس سے نجات کی ضرورت کیا ہے...... اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے...... اسی طرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اس کے غم میں پڑ جائے ...... اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے

...... گواس کے بڑھنے سے گناہ تو نہیں ہوتا...... مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے...... پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا ...... یہ طریقہ مضر ہے اس میں اگر فوری تسلی بھی ہو جاتی ہے...... تو دو چار روز کے بعد پھر اس جواب میں کوئی خدشہ ہو جاتا ہے...... پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس میں اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے......

اس لئے اس طریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے...... بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے...... کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے...... جیسا حدیث میں آیا ہے ...... اور اس سے قلب میں بھی قوت پیدا ہوتی ہے...... جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہیں ہوتا...... پس خلاصہ تمام تر تقریر کا تین امر ہوئے...... (۱) ایسے وساوس کی کچھ پرواہ نہ کریں نہ ان کے دفع کی فکر کریں...... (۲) اس کا جواب نہ سوچیں نہ کسی سے وجہ پوچھیں...... کتاب وسنت کو بلا دلیل حق سمجھیں...... اور اس کے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھیں...... گو کسی بات کی وجہ سمجھ میں نہ آئے گو قلب میں اس کا خطرہ آئے...... (۳) ادھر سے اعراض کر کے اللہ کے ذکر میں متوجہ رہیں...... خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی میں خیال لگائے رہیں...... انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو ایک ہی روز میں بلکہ ایک ہی منٹ میں پوری تسکین و راحت حاصل ہو جائے گی...... اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہوگی...... اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو تو بے تکلف ظاہر کر دیں۔ والسلام از تھانہ بھون یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ۔

## معالجہ صدمہ مفرط

سوال۔ میرے مولانا مرشدنا...... السلام علیک۔ مجھ پر اس وقت ایک حادثہ بہت بڑا گزرا ہے...... کہ جس کے بار گران کا متحمل میرا قلب نہیں ہوتا ہے...... میرا فرزند جگر بند بعمر ۱۹ سال کہ اس نے اپنی ذاتی لیاقت سے انٹرنس پاس بھی کر لیا تھا...... اب زمانہ اس کے

پھل پھول کا آیا تھا...... یک لخت بمرض ہیضہ مبتلا ہو کر راہی ملک عدم ہوا...... چونکہ وہ میرا ایک ہی لڑکا تھا...... دنیا میں میرا قصہ ختم ہو گیا...... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

لِلّٰہ آپ میرے واسطے دعائے صبر فرمایئے گا...... ورنہ مجھ کو وحشت ہوا چاہتی ہے...... یا کچھ پڑھنے کو بتایئے گا فقط۔

جواب۔ مجمع اخلاق والطاف دام لطفہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صاحبزادہ کے انتقال سے رنج ہوا...... اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں ...... اور آپ کو صبر جمیل بخشیں ...... آپ کیمیائے سعادت یا اس کے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب صبر نکال کر بتکرار مطالعہ کیجئے...... اور لاحول اٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھئے...... اور اخیا میں جس کے ساتھ زیادہ عقیدت ہو...... اس کی صورت کا بکثرت خیال رکھئے......

ان شاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جائے گا...... میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں...... چونکہ آپ کو میرے ساتھ دینی تعلق ہے...... جس سے خیر خواہی میں تکلف کی اجازت نہیں ...... اس لئے یہ بھی لکھنا ضرور ہوا کہ اس انتقال کے رنج سے زیادہ اس بات کا رنج ہے...... کہ آپ نے وجہ تاسف میں اقتضائے طبعی سے تجاوز کر کے وجہ عقلی اس کی یہ لکھی ہے کہ انٹرنس پاس کر لیا تھا...... اور اب زمانہ اس کے پھل پھول کا آیا تھا ...... دنیا میں اب میرا قصہ ختم ہو گیا...... اھ تو معلوم ہوا کہ زیادہ تاسف کی وجہ حظوظ دنیا کا فوت ہو جانا ہے...... تو گویا اعظم مقصود دنیا ہے طالب حق کی زبان وقلم سے ایسے کلمات نکلنا ...... ایسا ہے جیسا موحد کی زبان سے کلمات شرک نکلنا ...... اس مصیبت سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ قلب ایسا کیوں ہے...... جس کی یہ آرزو نہیں میں اس کی اصلاح ضروری ہے۔ ۱۷ جمادی اولاولیٰ ۱۳۲۲ھ۔

# پند سود مند در عشق نفسانی

سوال۔ حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب...... تسلیم باعث تحریر آنکہ میں ایک بلا میں مبتلا ہوں ایک دوست کی خفگی و ناراضی نے مجھے تباہ کردیا...... لِلّٰہ میری دستگیری فرمایئے...... توجہ خاص کے ساتھ دعا فرمایئے...... کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے...... اس بارہ میں اگر کوئی وظیفہ و عمل مجرب مرحمت ہو تو عین بندہ نوازی ہے...... میرا تعلق اس کے ساتھ اضطراری ہے...... اختیاری نہیں...... فسق و فجور کا وہاں خیال نہیں...... محض میری اوقات گزاری کے لئے واسطہ وذریعہ ہے...... اگر یہی حال رہا تو خدا معلوم میرا کیا حال ہوگا...... اور میرے حال پر نظر فرمایئے اور جلد جواب سے سرفراز فرمایئے...... زیادہ والسلام۔

جواب۔ عنایت فرمایئے بندہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ آپ سے تعلق پیر بھائی ہونے کا ہے...... اس لئے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود     عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق بامردہ نباشد پائدار     عشق را باحی و باقیوم دار
غرق عشق شو کہ غرق است اندرین     عشقہائے اولین و آخرین
عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا     یافتند از عشق اوکار وکیا

طلب حق اور غیر پر نظر اللہ سے ڈریئے اور شرمایئے...... مانا کہ تعلق اضطراری ہے...... لیکن نظر اور تخیل اور اکتساب تدابیر قرب یہ تو سب اختیاری اور شرعاً معصیت ہے...... معصیت کے ساتھ قرب حق و رضائے حق کہاں...... اور اوقات گزاری سے مراد اگر لذت نظر و قرب ہے...... تو معصیت شریعت ہے...... اور اگر کفالت رزق و مصارف ہے تو خلق پر نظر معصیت طریقت و خلاف توکل ہے...... اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا حال ہوگا سو...... حال کیا ہوتا ہے غایت سے غایت موت سو...... **من عشق**

فعف و کتم فمات فهو شهيد آپ نے سنا ہوگا......اور اگر حال فقر ہے تو

خدا گر بحکمت بہ بندو درے　　کشاید بفضل و کرم دیگرے

غرض توبہ کیجئے مجھ کو یہی تعویذ اور عمل آتا ہے......گستاخی معاف فرمائیے......

والسلام　　۱۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

## جواب اشکالے

سوال۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو جب ذکر شریف تعلیم فرمایا تھا تو یہ فرمایا تھا......کہ لا الہ کے وقت یہ خیال کرے......کہ جس قدر محبتیں غیر خدا کی قلب میں ہیں......سب کو نکال کر پس پشت ڈال دیں......اور الا اللہ کے وقت یہ خیال کرے......کہ صرف اللہ کی محبت قلب میں داخل کی......تو اب وسوسہ پیدا ہوتا ہے......کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی محبت کو بروقت ذکر شریف کے ایسا ہی خیال کرے......اور حدیث شریف میں ہے کہ جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوگی......مسلمان نہیں۔

جواب۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین خدا کی محبت ہے......بلکہ جمیع اہل اللہ کی محبت بھی......عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے......پس مراد اس تعلیم میں یہ ہے کہ جو محبتیں خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں رکھتیں......ان کو پس پشت ڈال دیا......اب کوئی اشکال نہیں

فقط ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ۔

### بے معنے شدن عاق کردن شیخ مرمریدرا

سوال۔ کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کر دے......اور مرید کا اعتقاد سالم رہے......تو بیعت اس صورۃ میں قائم رہتی ہے......یا نہیں۔

جواب۔ عن جابر بن عبداللہ ان اعرابیا بایع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاصاب الاعرابی وعک بالمدینة فاتی النبی صلی اللہ علیه وسلم

**فقال يا محمد اقلنی بیعتی فابی رسول الله صلی الله عليه وسلم الی قوله عليه السلام ان المدينة كالكير تنفی خبثها وتنصع طيبها متفق عليه.**

دوسری روایت کعب بن مالکؓ کی ہے...... کہ غزوۂ تبوک کے تخلف کے سبب آپ ان سے منقبض ہو گئے...... مگر ان کا اعتقاد درست رہا پس پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نہ کرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہا ہے...... تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے...... اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہو جائے...... لیکن مرید کا اعتقاد باقی اور قائم رہے...... تو بیعت باقی رہتی ہے...... اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ مدار اعظم بیعت کا ارادت پر ہے...... سو یہ صفت مرید کی ہے...... نہ کہ شیخ کی ...... پس اس کے بقاء وزوال کا دوران ارادت کے عدم ووجود پر ہے واللہ اعلم۔

## عدم انحصار وصول فی الاوراد والریاضۃ الشدیدۃ

سوال۔ حضور مولانا مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام برکاتہم ...... السلام علیکم...... بحمد للہ بخیریت ہوں...... اور صحت وری ذات والا مدام درگاہ خدا سے متدعی...... حضور والا درحیرتم کہ سرانجام ماچہ خواہد بود...... اس مرتبہ بعد علالت کیفیت یہ ہو گئی ہے...... کہ جب دو تین روز جم کر نماز تہجد و دوازدہ تسبیح کا شغل شروع کرتا ہوں...... طبیعت خراب ہو جاتی ہے...... اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر شغل مذکور چھوٹ جاتا ہے...... رمضان شریف میں ہر چند چاہا کہ حسب معمول ورد وظائف کو شروع کروں...... لیکن وہی حالت پیش آئی...... جو عرض کر چکا ہوں...... اخیرہ عشرہ رمضان میں نہایت مستعدی سے چاہا کہ ۲۱ ماہ مذکور سے اعتکاف کروں...... اور تلافی مافات کروں...... لیکن ۲۰ ماہ مذکور سے طبیعت خراب ہوئی...... اور ۸ شوال تک اس علالت کا سلسلہ رہا...... ۹ شوال سے پھر نماز تہجد کو اٹھا تین روز تک محنت کی تھی کہ کل ۱۱ شوال کو پھر حرارت پیدا ہو گئی...... معلوم نہیں کہ کیا منظور خدا ہے...... تعلقات دنیوی

سے قطع کر کے چاہا تھا کہ اللہ اللہ کروں...... لیکن میری بدقسمتی یہ بھی کرنے نہیں دیتی ......ان واقعات سے طبیعت ایسی متوحش اور پریشان ہے کہ کیا عرض کروں......

وہی مثل ہوئی کہ نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے...... آج طبیعت کو بے حد قلق اور افسوس ہوا...... لہٰذا خدمت بابرکت میں عرض کیا گیا اگر چہ شکایت تنفس تابعدار کو عرصہ سے ہے...... لیکن باوصف اس شکایت کے ورد وظائف کو انجام دیتا تھا ......دوسرے آواز اس قدر پست ہوگئی ہے کہ ذکر جہر نہیں کرسکتا...... البتہ ایسی آواز سے کہ خود سن سکوں جب افاقہ ہوتا ہے کرتا ہوں...... اور بحالت نادرستی طبیعت کے کچھ نہیں ہوسکتا...... باقی خیریت ہے اور حالت بدستور ہے۔

جواب۔ مخدومی...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بزرگان دین کا ارشاد ہے...... طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق...... یعنی جس قدر مخلوقات کے سانس میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے رستے ہیں...... اور اصل مقصود وصول الی اللہ ہے ......یعنی ضعف نسبت مع الخلق وقوت نسبت مع الخالق خواہ کسی طریق سے ہو...... پس جس طرح اوراد ونوافل کی کثرت اس کا ایک رستہ ہے...... اسی طرح مرض اور حزن اور انقباض اور ضیق قلب وتاسف وندامت وخجلت وانکسار بھی...... ایک رستہ بلکہ اقرب رستہ ہے...... پس حالت مرقومہ حظ سامی میں گو نفسانی اور جسمانی کلفت وصعوبت ہے...... لیکن روحانی ترقی ونفع ہے بالکل مطمئن رہئے...... اور جس قدر ہوسکے اور جس طرح ہوسکے کرلیا کیجئے...... اور نہ ہوسکے نہ کیا کیجئے۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست  بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

البتہ نفس یوں چاہتا ہے کہ مجھ کو ذکر وشغل کا ثمرہ عاجل دنیا میں مل جائے...... سو یہ خطائے عظیم ہے...... اصل موقع مشاہدہ ثمرہ کا آخرت ہے...... جس نے یہ نکتہ پختہ کرلیا اس کو رضا وتفویض کی حلاوت نصیب ہوئی...... اور جو اس نکتہ سے غافل ہے ......عمر بھر مشوش رہے گا...... مخدوما جو کچھ میں نے لکھا ہے گو مختصر ہے...... مگر نہایت جامع اور تجربہ کی بات ہے...... آپ شک نہ لائیے......  **والسلام**

# از رسالہ اوراد رحمانی

## خمسہ اردو ظفر بر قصیدہ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ

یہ اس لئے نقل کیا ہے کہ کبھی کبھی ذوق وشوق سے اس کو پڑھ لیا کرے

کہ توبہ ومناجات وتوحید پر مشتمل ہے۔ ۱۲ منہ

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی
ندیا منزل عقبیٰ کا مجھے رستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کر یہ ہرزہ درآئی
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ بنمائی

نہ پھروں عہد سے جب تک کہ مرے دم میں رہے دم
رہوں پیمان محبت پہ تری میں یوں ہی محکم
طلب وصل تری دل سے مری ہو نہ کبھی کم
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درکار تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

نہ چپ وراست سے گر ہووے تری نصرت و یاری
نہ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری
تو خداوند یمینی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہان میں جو سفیدی و سیاہی

قلم صنع پہ دے ہے ترے دن رات گواہی
تری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے الٰہی
توزن و جفت نہ جوئی تو خوروخفت نہ خواہی
احدا بے زن وجفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری
جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نکرے عذر پذیری
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی
ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی
ہمہ راغیب تو پوشی ہمہ راعیب تودانی
ہمہ راززق رسانی کہ تو باجود وعطائی

خردوفہم سے گردل نے کوئی بات تراشی
کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب سمع خراشی

نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

رہی مصروف ثنا میں ترے ہر چند خلائق
نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب تو فائق

نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی

رہ توصیف تری رکھتی نہایت ہے درازی
نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ چلے کنہہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی

بری از چون وچرائی بری از عجز ونیازی
بری از صورت ورنگی بری از عیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن
نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون
نہ تجھے چاہئے ماویٰ نہ تجھے چاہئے مسکن

بری از خوردن و خفتن بری از تہمۃ مردن
بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری
غم دنیا کی ہوس میں مجھے رہے گی یہ اسیری
نہ روا رکھ میرے حق میں تو یہ خواری و حقیری

تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزاوار خدائی

ترے اوصاف بیان کرنیکی باندھی ہے جودھن جی
دم تقریر ہے گونگی دم تحریر ہے لنجی
مری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی
نہ تو ان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی
نتوان شرح تو کردن کہ تو درشرح نیائی
نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
احد[1] لیس کمثلی صمد لیس کفعلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی
ظفر اس وقت میں خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند
کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زبان بند
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

تمام ہوا حصہ اول تکشف کا۔

❁❁❁

[1] (از لفظ احد تا لمن الملک مفعول ست مر فعل گوئی را یعنی تو گوئی کہ کے مثل من عیست الخ۔۱۲منہ)

# حصہ دوم از مجموعہ تکشف

## برائے متوسط الاستعدادان

قصد السبیل اس میں سے عالم فارغ کے معمولات
کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔
تعلیم الدین پانچواں باب....حق السماع تمام
کمالات امدادیہ تمام....رونمائے مثنوی تمام

# از امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ

## تعلیم ذکر زنان را و معنی انا الحق

سوال: حضرت اقدس مولانا صاحب ...... بعد سلام مسنون آنکہ نامۂ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ ا حسب فرمان جناب تعلیم یافت و بالفعل آن خادمہ جناب امیدوار ست از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام و امید دعاست ثانیاً اینکہ در ینجا چند مردمان لفظ انا الحق می گویند و بعض مولویان این دیار اوشان را کافر گویند لہٰذا امید وارم معنی انا الحق چیست و نزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر فرمایند۔

جواب: عزیز من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زنان را اوراد وظائف بس است اذکار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال اوشان نیست ہاں اگر نزدیک معلم

باشند لاباس بہ است اگر زیادہ اصرار ورغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار بار بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند و ہر تغیرے کہ در حالت پیش آید بزودے ہر چہ تمام تر اطلاع دادہ باشند اوشان را از من سلام ودعاء رسانند۔ انا الحق اگر بلا تاویل وبلا غلبہ حال گفتہ شود بیشک موجب کفر است شکے نیست واگر بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا الموہوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظہر الحق کما یکون المصنوع مظہر للصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفرست لہذا معصیت وبدعۃ سیۂ خواہد بود توبہ وکف ازین کلمات واجب خواہد بود واگر در غلبہ حال کہ عادم اختیار وقصد باشد گویند نہ عاصی خواہد بود ونہ کافر وانی حتمل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در برکشیدہ اند ہمین ست کہ ازین کلمات متاع ایمان بربادی دہند ہداہم اللہ تعالیٰ وہر چہ در شرع ناروا ست نزد صوفیہ ہم خطا است صوفیہ کرام از جادہ شرع بیرون نمی روند دہر کہ بیرون افتاد تصوف از دست داد ہمہ انچہ گفتہ شد ظاہر وباہر است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم۔ فقط۔

# حل شعرے از مثنوی

کور کورانہ مرو در کربلا تا نیفتی چون حسین اندر بلا

اس میں منشا تمام تر اشکال کا لفظ تا ہے موجہین نے عموماً اس کو تعلیل پر بمعنی کے (عربی) اور تاکہ (اردو) کے محمول کیا ہے اور احقر اس کو غایت پر بمعنی حتی (عربی) اور جب تک (اردو) کے محمول کرتا ہے اب معنی صاف ہیں یعنی جب تک حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح مجاہدہ وبلا دصبر وتحمل جفا میں واقع نہ ہو چکو اور نفس کو ریاضت کا خوگر نہ بنالو اس وقت تک کربلا مقام عشق میں ناعاقبت اندیشی کے ساتھ قدم مت دھرو البتہ جس طرح حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اول اپنی ہمت کو قوی کرلیا تھا اور سب بلاؤں کے برداشت کرنے کے لئے مستعد ہوگئے تھے اور اس وقت میدان کربلا میں تشریف لے گئے تھے اسی طرح اگر تم پہلے ریاضات ومجاہدات سے نفس میں قوت

پیدا کرلو اس وقت طریق عشق میں آنا مبارک ہو حاصل اس کا طرق وصول الی اللہ میں سے طریق عشق کو اختیار کرنے کی شرائط کا بیان کرنا ہے اور جو شخص اس شرط پر قادر نہ ہو اس کے لئے دوسرا طریق ابرار کا باعافیت موجود ہے حضرت شیخ شیرازی علیہ الرحمۃ نے اسی کو دوسرے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

اگر مرد عشقی کم خویش گیر　　وگرنہ رہ عافیت پیش گیر

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

## تشخیص سبب زہوق روح بعضے

## اہل حال از سماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع

سوال: ایک امر قابل گزارش ہے اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے حضور اور مولانا احمد حسن صاحب مرحوم اور مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والمغفر ان کے مرید ہیں باوصف اتحاد بیعت حالت علیحدہ علیحدہ نظر آئی حضور کو سماع سے نفرت اور مولانا احمد حسن صاحب کو نہ اقبال اور نہ انکار اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کو بغیر سماع چین نہ تھا اس میں کیا اسرار تھا اور غالباً وجہ انتقال جناب مولانا محمد حسین صاحب مرحوم حضور نے بھی سماعت فرمائی ہوگی اس واقعہ سے مجوزان سماع کے واسطے ایک بہت بڑا موقع اس کے جواز کا مل گیا اگر براہ کرم تحریر فرمایا جائے کہ ایسا کون قوی سبب ہوا کہ عین حالت سماع میں مولانا صاحب ممدوح و مغفور نے رحلت فرمائی تو باعث تسکین خاطر خاکسار متصور ہو۔

جواب: کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہیں کہ کسی حالت پر موت آجانا اس حالت کے محمود ہونے کی علامت ہے...... بعض لوگوں کو عین معصیت میں موت آگئی ہے...... چنانچہ پانچ چھ سال ہوئے کہ سہارنپور میں ایک بوڑھا آدمی...... ایک بازاری

عورت سے عین مشغولی کی حالت میں مرگیا تھا...... اور شدت لذت سے اس کی روح فنا ہوگئی تھی...... اسی طرح سکر شدید کہ منجملہ سمیات ہے...... قاتل ہے تو اگر کوئی شخص جو غنا ومزامیر کو بدلیل شرعی معصیت کہتا ہے جواب میں بطور احتمال یہ کہے...... کہ ممکن ہے کہ اس معصیت میں اس وقت لذت ایسی شدید ہوئی ہو...... یا سکر ایسا قوی ہوا ہو...... کہ اس سے روح فنا ہوگئی ہو...... یا تو اس وجہ سے کہ روح فی نفسہ ضعیف تھی جس کا سبب ممکن ہے کہ کوئی بیماری ہو...... جیسا محل کلام میں اختلاج قلب کا مرض پہلے سے عارض تھا...... یا یہ کہ سکر ولذت اس سے بھی زیادہ قوی ہو...... کہ اس کی قوت کے اعتبار سے روح قوی بھی ضعیف ہوگئی...... کیونکہ قوت وضعف امور اضافیہ سے ہے...... تو استدلال کرنے والے کے پاس اس احتمال کا کیا جواب ہے...... اس سے کوئی بزرگوار یہ نہ سمجھیں...... کہ یہ احقر مولانا مرحوم کی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے حاشا وکلا یہ صرف جواب ہے اہل غلو کا...... جو ادلہ شرعیہ کے معارضہ میں واقعہ محتملہ سے استدلال کرتے ہیں...... باقی خود احقر کا مشرب اولاً سب کے ساتھ حتی الامکان حسن ظن رکھنا ہے ...... خصوصاً ایک عالم اور صاحب سلسلہ کے ساتھ...... پھر خاص کر بعد وفات کے اس لئے میرے نزدیک اس واقعہ کی توجیہ بظن غالب یہ ہے...... (اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) کہ مختلفین فی حکم السماع میں سے مولانا مرحوم کا مذاق یہ تھا...... کہ سماع فی نفسہ اہل کے لئے جائز ہے...... اور آلات میں حرمت لغیرہ ہے...... اور وہ غیر قوت شہوۃ بہیمیہ ہے اور اپنے کو اس قوت کا مغلوب نہ پاتے تھے...... اس لئے تو جائز سمجھتے تھے...... اور اس جائز کو وجدان مسئلہ وحدت وجودی نے جس کا سبب واللہ اعلم کثرت مطالعہ واستماع اقوال موحدین سے شدت تخیل تھا راجح کردیا تھا...... کیونکہ سماع کے وقت بوجہ یکسوئی کے اس وجدان میں ایک خاص قوت ولذت ہوجاتی ہے ...... یہ سبب ہوگیا تھا اس عمل میں منہمک ہونے کا...... جب ایک مجمع میں کہ وہاں سب مولانا مرحوم کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے...... جو سبب اعظم ہے اجتماع خاطر وانبساط کا

اور کوئی سبب انقباض وانتشار کا وہاں نہ تھا......وہ مضمون نظم میں پڑھا گیا......مضمون حسب مذاق نظم دلکش کلام ایک صاحب حال کا پھر معتقد فیہ کا قول خوش آواز......یہ خصوصیات تو فاعل کی جانب میں کچھ اختلاج کے دوروں سے قلب میں......ضعف کچھ تقلیل طعام سے روح میں نظافت ......یہ خصوصیات منفعل کی جانب میں نغمات والحان سے کچھ ایسا سماں بندھا کر بے خود ہو گئے......اور اس بے خودی میں اس مضمون سے مظہر برنگ ظاہر یا یوں کہئے کہ ظاہر برنگ مظہر وجداناً متخیل ہوا......اور اس تخیل کے جزم اور جانب مقابل کی طرف اصلا التفات نہ ہونے نے......شوق من المشاہدہ یا شوق الی المشاہدہ کو ایسا غالب اور قوی کر دیا کہ دفعتہً روح نے تن کو چھوڑ دیا۔

سو اس تقریر پر اس واقعہ میں کئی جزو مختلف فیہ ہیں......مثلاً سماع کے باب میں تحقیق مذکور کا صحیح ہونا......یا نہ ہونا دوسرے وحدۃ الوجود کے یہ معنی ہونا......یا نہ ہونا یا خود وحدۃ الوجود کا مطابق واقع کے ہونا یا نہ ہونا......اور ایک جزو بلا اختلاف قابل نظر ہے......کہ خواص کا فعل گو وہ کسی وجہ سے ان کے لئے مباح ہو......اگر عوام کے لئے موجب مفسدہ ہو جائے ......تو خواص کے لئے بھی واجب الترک ہو جاتا ہے ......لیکن احقر اجزاء تلف فیہا میں خود اختلاف کو اور جزو غیر مختلف فیہ میں ......عدم تعمق یا عدم اطلاع وعدم التفات الی المفاسد کو موجب عذر سمجھتا ہے......بہر حال صاحب حال سے اگر کوئی امر موہم خلاف صادر ہو......تو منتہائے حسن ظن یہ ہے کہ خود اس کے فعل میں تاویل مناسب کر کے اس کو قواعد شرعیہ کے تابع بنا دے......نہ یہ کہ شریعت میں تبدیل کر کے شریعت کو اس کے تابع بنا دے......یہ جواب ہے سوال ثانی کا......اور اسی تقریر میں جو ایک قول یہ ہے (مختلفین فی حکم السماع میں الی قولہ منہمک ہونا......) اور دوسرا قول یہ ہے (ایک جزو بلا اختلاف الی قولہ واجب الترک ہو جاتا ہے) ان قولوں سے سوال اول کا جواب بھی نکل آیا......کہ جو شخص مانع اور خود ممتنع ہے وہ یا تو آلات کو فی نفسہ محرم سمجھتا ہے......یا اپنے کو قوت بہیمیہ کا مغلوب پاتا

ہے...... یا اپنے فعل کو موجب مفسدہ عوام کہتا ہے اور جو شخص نہ انکار کرتا ہے...... نہ اہتمام کرتا ہے...... وہ ان امور کو جائز اور اپنے کو قوت بہیمیہ پر غالب سمجھتا ہوگا ...... اور مفاسد عوام کی طرف ملتفت یا ان پر مطلع نہ ہوگا...... یہ وجہ عدم انکار کی ہے اور وجدان مرجح مثل تخیل وحدۃ الوجود...... ونحو ذلک اس پر غالب نہ ہوگا...... یہ وجہ عدم اہتمام کی ہے...... اور انہماک کی وجہ ان اقوال میں مصرحاً مذکور ہے...... رہا یہ شبہ کہ ایک پیر کے مرید ہو کر عمل مختلف کیوں ہے...... سو ایسے امور نہ مریدی کے ارکان ہیں ...... نہ شرائط یا لوازم تاکہ اتحاد سلسلہ کے ہوتے ہوئے ان میں اختلاف ہونا موجب شبہ ہو...... یہ اپنا اپنا مذاق اور تحقیق اور نظر ہے...... جس میں خود پیر اور مرید کا باہم دگر مختلف ہونا بھی محل استعجاب نہیں...... فقط واللہ اعلم۔ ۲۳۔

# معنی ذکر وفکر وتصور شیخ ورابطہ وفنا وثمرات آنہا

سوال: خاندان نقشبندیہ میں...... (۱) جو اول ذکر فکر کے ساتھ بتایا جاتا ہے...... اور (۲) تصور شیخ اور پھر (۳) رابطہ اور (۴) فنا اور پھر (۵) گم شدنی اس کی تفصیل کی مجھے خاص ضرورت ہے...... جس سے میں ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لوں...... اور پھر ان سے کیا کیا نفع مرتب ہوتے ہیں۔

جواب: یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا...... البتہ جو ذکر اول بتایا جاتا ہے...... وہ اسم ذات ہے...... لیکن اس قید کے ساتھ جو سوال کیا گیا ہے کہ فکر کے ساتھ اس کی تحقیق نہیں ...... اور یوں ہر ذکر کے ساتھ فکر واحضار قلب ضروری ہے...... البتہ متاخرین مشائخ نے اسم ذات کے ساتھ ہی شغل لطائف کا معمول رکھا ہے...... متقدمین کے یہاں یہ طریقہ نہ تھا ...... یہ تو اس کی حقیقت ہے...... باقی نفع ذکر کا ظاہر ہے بلکہ تمام تر منافع اسی کے ثمرات ہیں ...... جس میں اصل نفع وہ ہے جو قرآن مجید میں موعود ہے...... فاذکرونی اذکرکم الآیۃ۔

نمبر۲ و نمبر۳۔ تصور شیخ کا مفہوم عام ہے...... رابطہ۔ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص

ایک شغل کا نام ہے...... جس میں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر...... اور خیال کو سادھ کر دیکھا جاتا ہے **فیفرض کانه حاضر ناظر لکن تصور افقط لا اعتقادا فانه شرک والذی یمنع منه العوام وھذا ھو المراد فی کلام بعض الاکابر حیث ادخل ھذا فی عموم قوله تعالیٰ ھذه التماثیل التی انتم لها عاکفون** یہ تو حقیقت ہے اس کی...... اور فائدہ اس کا شغف ہے شیخ کے ساتھ...... جس سے بے تکلف اس کا اتباع اخلاق و اعمال میں ہونے لگتا ہے...... چونکہ احوال ثمرات ہیں اعمال کے...... اس لئے وہ احوال بھی اس پر وارد ہونے لگتے ہیں...... **لکن لما کان ضررہ للعوام اکثر من ھذا النفع المذکور لم یعتبر ھذا النفع فی منعھم منه** اور تصور شیخ کوئی خاص شغل نہیں...... بلکہ اس کی حقیقت وہی ہے جو لغۃً مفہوم ہوتی ہے محل اس کا وہ وقت ہے...... کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو...... اور دفع کرنے سے مندفع نہ ہوتے ہوں...... تو منتہی اس کا علاج زیادت توجہ الی المذکور سے کرتا ہے...... اور متوسط زیادت توجہ الی الذکر سے...... کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہو جائے گی...... حسب قاعدہ فلسفیہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد...... دوسری طرف نہ رہے گی...... اور مبتدی چونکہ غائب...... یعنی مذکور کی طرف زیادت توجہ کا خوگر نہیں...... اور ذکر گو امر حسی مشاہد و مسموع ہے...... اور توجہ دشوار نہیں لیکن اس کے ساتھ انجذاب طبعی نہیں...... اس لئے وہ جمتا نہیں اس سبب سے اس کے لئے تصور شیخ کو نافع سمجھا گیا ہے...... کہ وہ محسوس بھی ہے...... اور محبوب بھی ہے...... اس کا خیال جلدی جم جاتا ہے...... اور خیال جمنے سے خطرات مندفع ہو جاتے ہیں...... مگر بعد اندفاع پھر اس تصور کو نہیں جماتے...... کہ اشتغال بغیر المقصود مخل اشتغال بالمقصود ہے...... اور اس تقریر سے حقیقت کے ساتھ ان دونوں کا نفع بھی معلوم ہو گیا۔

نمبر ۴ نمبر ۵۔ یہ دونوں لفظ بھی متقارب المعنی ہیں...... صرف عموم و خصوص ہی کا فرق ہے...... فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ فنا دو قسم ہے فنائے واقعی اور فنائے علمی......

فنائے واقعی یہ کہ افعال ذمیمہ ملکات ردیہ زائل ہو جائیں.....مثلاً ظاہری معاصی چھوٹ جائیں.....قلب سے حب غیر اللہ حرص وطول امل وکبر وعجب وریا وغیرہ سب نکل جائیں .....اس کو فنائے واقعی اس لئے کہتے ہیں.....کہ اس میں جو چیز زائل ہوئی ہے.....یعنی افعال و ملکات ردیہ وہ واقع میں بھی فنا ہو گئے.....بخلاف دوسری قسم کے جیسا عنقریب آتا ہے.....اور اس کو بعضے اصطلاحاً فنائے حسی بعضے فنائے جسی بھی کہتے ہیں.....اور فنائے علمی یہ کہ غیر اللہ اس کے قلب سے مرتبہ علم میں نکل گیا.....یعنی اس کو غیر اللہ کے ساتھ تعلق علمی نہیں رہا.....بایں معنی کہ جیسا التفات و استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا .....بلکہ ملکہ یادداشت کا راسخ ہو گیا.....اور غیر سے ذہول ہو گیا.....جیسا محبت مجازیہ میں بھی غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے.....کہ محبوب دل میں زیادہ بسا رہتا ہے.....غیر کی طرف کسی بڑی ہی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے.....ورنہ گنجائش نہیں ہوتی.....پھر اس کے مراتب حسب استعداد سالک مختلف ہوتے ہیں.....حتیٰ کہ کسی کو استغراق محض ہو جاتا ہے.....کسی پر سکر غالب ہوتا ہے کوئی مجذوب محض ہو جاتا ہے.....کوئی پھر بعض احوال کی تکمیل کے لئے یا دوسروں کی تکمیل کے علم بالاشیاء کی طرف عود کرایا جاتا ہے.....مگر ابتداء کے علم بالاشیاء سے یہ علم بالاشیاء کماً وکیفاً وغایتاً مختلف ہوتا ہے اس حالت کو بقاء کہتے ہیں .....جیسا کہ قسم اول میں بھی عین فنا کے وقت فانی کے اضداد کے حصول کا نام بقاء ہے .....اس قسم ثانی کو فنا علمی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جو چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہوگئی.....وہ واقع میں فانی ومعدوم نہیں ہوئی.....مثلاً ہم کو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا.....فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی ہے.....پس مطلق فنا مقسم اور عام ہے.....اور گم شدنی اس کی ایک قسم اور خاص ہے.....فائدہ قسم اول کا ظاہر ہے کہ ترک ہے مضرات شرعیہ کا جس کو تقویٰ کہنا چاہئے.....اور قسم ثانی کا فائدہ یہ ہے کہ یہی علم بالاشیاء بعض اوقات مفضی الی المعاصی ہو جاتا ہے.....پس اسباب بعیدہ سے بچنا کمال ہے تقویٰ کا.....التماس میں نے کسی خاص جگہ سے نقل نہیں کیا.....بلکہ کچھ کتابی نظر سے

کچھ صحبت شیخ سے کچھ ذوق سے لکھ دیا ہے..... شاید کسی جگہ اس سے کافی ترمل جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ ہجری

# حل بعضے اشعار مثنوی

سوال: اشعار ذیل کا مطلب تحریر فرمایا جائے۔

جملہ قرآن ست در قطع سبب عز درویش وہلاک بولہب
ہمچنیں ز آغاز قران تا تمام رفض اسباب است وعلت والسلام

جواب: اولاً باید دانست کہ مراد در اشعار مسئول عنہا رفض وقطع اسباب مطلقاً نیست وچگونہ آنصورت می توان بست ہر گاہ خود در قرآن امر ببعض اسباب وارد شدہ کقولہ تعالیٰ فی الاسباب الاخرویۃ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وبرین اعمال مسبش رامرتب فرمودہ یدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار وغیر ذلک من الآیات وفی الاسباب الدینویۃ ولیاخذوا اسلحتھم ودر علتش فرمودود الذین کفروا لوتغفلون الخ کہ مشعر است ببودن اخذ سلاح سبب حفظ از حملۂ اعداء چنانچہ ظاہر است بلکہ مراد اسبابے ست کہ مزاحم ومعارض مشیت یا رضائے الٰہی باشد ہر گاہ این مقدمہ ممہد شد پس معنی اشعار ہویدا است کہ مقصود افادہ این امر است کہ اے ظاہر پرست تو بر اسباب طبعیہ وتدابیر تراشیدہ خیلے اعتماد داری نمی بینی کہ ابولہب چہا تدابیر وسامان در اضرار وکسر شوکت درویشان ومساکین اہل اسلام کہ فراہم نیاوردہ و خود چہ قدر اسباب از اموال وحشم میداشت لیکن چون تدبیرش خلاف مشیت حق بود چگونہ معاملہ منقلب شد وآن ہشتے چند مساکین روئے زمین را در گرفتند واین ابولہب در خاک وخون غلطید پس بہ ہوش باش تا ہر گز بر رائے وتدبیر خود بمقابلہ مشیت ایزدی نظر نکنی وہمہ کار از تقیر وقطمیر خود مفوض بقادر مطلق کن آرے تدبیرے کہ ماذون فیہ یا ماموربہ در شرع باشد چون آن معارضہ برضاء یقیناً ندارد ومعارضہ بمشیت غیر معلوم اگر

این تدبیر را اختیار کنی بر تو ملامت نرود اگر مامور بہ باشد بر تو واجب است باز اگر مصلحت در علم قدیم اتمامش باشد خود تمام خواہند فرمود و اگر مصلحت در عدم اتمامش باشد تمام نخواہد شد و تر ادرین صورۃ ہم منافع گونا گون ظاہری و باطنی بدست خواہد آمد فالتدبیر تدبیران محمود و مذموم فالمنھی ہو الثانی والمثبت ہو الاول فاتضح الحق فقط ۱۴۔ رمضان ۱۳۲۲ ہجری۔

## فرق درمیان دعوے وتحدث بالنعمۃ

سوال۔ زید کہتا ہے کہ **انا خیر منہ** مطلقاً تکبر نہیں ہے..... نمازی کو اس نیت سے اپنے کو بہتر سمجھنا ..... اور بے نمازی کو ترجیح دینا کہ یہ نماز کی توفیق نعمت خداوندی ہے..... جو مجھے دی گئی ہے..... اور اس شخص سے روکی گئی ہے..... مبغوض ترکیا ہو محمود بلکہ مقصود و مامور بہ ہے..... غرض کسی نعمت پر نعمت من اللہ سمجھ کر اپنا اس شخص سے بہتر سمجھنا ..... جو اس نعمت سے محروم ہے تکبر نہیں ہے..... البتہ اس سے قطع نظر کر کے یا نماز کو اپنا فعل ذاتی اور کارگزاری سمجھ کر..... دوسرے سے بہتر سمجھنا تکبر ہے..... بلکہ دوسرے کی جانب نسبت نہ بھی ہو تب بھی مذموم و منہی عنہ ہے ..... جس کا نام عجب وخودستائی ہے..... یہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب۔ زید نے جو تفصیل کی ہے صحیح ہے..... لیکن جبکہ صرف مرتبہ عنوان میں نہ ہو ..... بلکہ معنون کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو..... جس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا..... بالخصوص مبتدیوں کو اس کی باطنی پہچان جو وجدان سے معلوم ہو سکتی ہے..... یہ ہے کہ اگر اسکے قلب میں اپنے دوسرے عیوب سے ذہول اور خود اس کمال کے زوال سے بے فکر ہے ......اور دوسرے کے کمالات سے بھی ذہول ......اور اسمیں اس کمال کے پیدا ہو جانے سے بے التفاتی اور اپنے اس طاعۃ کے عدم قبول کے احتمال سے اور اس کی معصیت کے عفو کے احتمال سے بے فکری ہو..... تو مرتبہ معنون کا حاصل نہیں ہے..... اور اگر سب امور پیش نظر ہوں..... اور لرزاں ترساں ہو تو معنون حاصل ہے فقط واللہ اعلم۔

# تذکیر موت از رسالہ فروع الایمان

## ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر واذکر ھاذم اللذات یعنی الموت رواہ الترمذی۔ چونکہ تکمیل ایمان کی اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے......اور تحصیل ان اعمال واخلاق کو بوجہ نسیان آخرت وحب دنیا کے دشوار ہورہی ہے......اس لئے اس مرض کا علاج حدیث مذکور میں یہ فرمایا گیا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو......اس سے سب کام بن جاتے ہیں......اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد وہی ہے کہ اس کے سب اگلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کئے جائیں......اس لئے اس مضمون کا ایک قصیدہ سلیس حضرت شیخ سعدیؒ کے کلام سے نقل کرتے ہیں......کہ اس کو گاہ گاہ مطالعہ کرکے سفر آخرت میں چست وچالاک ہوں۔

# قصیدہ

روزے کہ زیر خاک تن ما نہان شود   آنہا کہ کردہ ایم یکا یک عیان شود
یارب بہ فضل خویش بہ بخشاے بندہ را   آن دم کہ عازم سفر آن جہان شود
بیچارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال   مہلت بیابداز از اجل و کامران شود
ہم عاقبت چونوبت رفتن بدورسد   باصد ہزار حسرت ازینجا روان شود
فریا دازان زمان کہ تن نازنین ما   بربستر ہو ان فتدونا تو ان شود
اصحاب راچو واقعۂ ماخبر کنند   ہر دم کسے برسم عیادت روان شود
وآنکس کہ مشفق ست دلش مہربان ماست   درجستن دوابر این و آن شود
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب   در حال ماچوفکر کند بد گمان شود
گوید فلان شراب طلب کن کہ سودتست   مارا بدان امید بسے در زیان شود
شاید کہ یک دو روز دگر ماند عمر ما   وان یک دو روز برسر سود وزیان شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عافیت   کاحوال برچگونہ وحال ازچسان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد زحال خویش   وان رنگ ارغوانی ماز عفران شود
وان رنج در وجود بنوعے اثر کند   کز لاغری بسان یکے ریسمان شود
در ورطۂ ہلاک فتد کشتی وجود   نیز ازعمل بماندوبے بادبان شود
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح   چون بنگریم دیدۂ ماخون فشان شود
باید کہ درچشیدن آن جام زہرناک   شیرینی شہادت ما در زبان شود
یارب مدد بہ بخش کہ مارادران زمان   قول زبان موافق قول جنان شود

ایمان ما زغارت شیطان نگاہدار
تا از عذاب وخشم تو جان درامان شود

فی الجملہ روح وجسم زہم مفترق شوند
مرغ از قفس برآید ودرآشیان شود

جان اربود پلید شود در زمین فرو
در پاک باشد او زبر آسمان شود

آوازہ درسرائے بیفتد کہ خواجہ مُرد
وزبم وزیر خانہ پر آہ وفغان شود

ازیک طرف غلام بگیرید بہائے ہائے
وزیک طرف کنیز بزاری کنان شود

دریتیم گوہر یک دانہ راز اشک
جزع دودیدہ پر زعقیق یمان شود

تابوت وپنبہ دکفن آرند ومردہ شوے
اوراد و ذکر آن زکران تاکران شود

آرند نعش تا بلب گوروہرکہ ہست
بعد از نماز باز سرخان و مان شود

ہرکس رود بہ مصلحت خویش وجسم ما
محبوس ومستمند دران خاکدان شود

پس منکر ونکیر بہ پرسند حال ما
دین جملہ حکمہازپئے امتحان شود

گر کردہ ایم خیرونماز وخلاف نفس
آن خاکدان تیرہ بما گلستان شود

درجرم ومعصیت بودوفسق کار ما
آتش دروفتد بہ لحد ہم دخان شود

یک ہفتہ یادو ہفتہ کم وبیش صبح وشام
باگریہ دوست ہمدم وہمداستان شود

حلواسہ چارصحن شب جمعہ چند بار
بہر ریا بخانۂ ہرگور خان شود

وان ہمسر عزیز کہ ازعدہ دست داشت
خواہد کہ بازبستۂ عقد نسلان شود

میراث گیر کم خرد آید بہ جستجوے
بس گفتگوے برسر باغ و دکان شود

نامی زما بماندو اجزاے ماتمام
درزیرخاک باغم وحسرت نہان شود

وانگہ چند سال برین حال بگذرد
آن نام نیزگم شود بے نشان شود

وان صورت لطیف شود جملہ زیرخاک
وان جسم زور مندکفے استخوان شود

از خاک گورخانۂ ماخشت ہا پزند
وان خاک وخشت دستکش گل گران شود

دوران روزگار بما بگذرد بسے
گاہے شود بہار و دگرکہ خزان شود

تاروز ، رستخیز کہ اصناف خلق را
تنہا زبہر عرض قرین روان شود

حکم خدائے عزوجل کائنات را　　در فصل ہر فصیلہ بہ کلی روان شود
از گفتن و شنیدن واز کردہائے بد　　در موقف محاسبہ یکایک عیان شود
میزان عدل نصب کنند از برائے خلق　　یک سر سبک برآید و یک سرگران شود
ہر کس نگہ کند بہ بدونیک خویشتن　　انجا یکے غمین و یکے شادمان شود
بندند باز برسر دوزخ پل صراط　　ہر کس ازو گشت مقیم جنان شود
وانکس کہ از صراط بہ لرزید پائے او　　در خواری و عذاب ابد جاودان شود
اشرار راحرارت دو رخ کند قبول　　وابرار را عنایت حق سائبان شود
بس روے ہچو ماہ زخجلت شود سیاہ　　بس قدہچو تیر زہیبت کمان شود
بس شخص بینوا کہ ورا از علو قدر　　عشرت سرائے جنت اعلیٰ مکان شود
بس پیر مستمند کہ درگلشن مراد　　بوے بہشت بشنود و نوجوان شود
مسکین اسیر نفس وہوا کاندران مقام　　باصد ہزار غصہ قرین ہوان شود
برگے کہ از برائے مطیعان کشد خدائے　　عاصی چگونہ برسر آن برگ خوان شود
خرم دلے کہ درحرم آباد امن وعیش　　حق راہخوان لطف وکرم میہمان شود
این کار دولت است نداند کے یقین　　سعدی یقین بجت خلدت چسان شود

فائدہ: حصہ سوم تکشف کے اخیر میں جو رسالہ حقیقت الطریقۃ لگا ہے ...... ہر چند کہ باعتبار علو مضامین کے اس کا مطالعہ اہل استعداد کے لئے تجویز کیا گیا ہے...... لیکن چونکہ احادیث کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے...... اور خود ان احادیث کے مضامین میں بوجہ ان کے مجتہد فیہ نہ ہونے کے کچھ زیادہ غموض نہیں ہے...... اس لئے اگر متوسط الاستعداد والے بھی جن کے لئے یہ حصہ دوم لکھا گیا ہے...... اس کا مطالعہ کر لیں تو امید نفع کی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فقط۔

# فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت از شوق وطن

وہ اشعار تو ترہیب عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے
اشعار ترغیب و تشویق موت کیلئے ہیں۔

## قال العارف الشیرازیؒ

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم — راحت جان طلبم واز پے جانان بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے — تا در میکدہ شادان و غزل خوان بروم

## قال العارف الجامیؒ

دلا تا کے درین کاخ مجازی — کنی مانند طفلان خاکبازی
توئی آن دست پرور مرغ گستاخ — کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ
چرا زان آشیان بیگانہ گشتی — چو دونان چغداین ویرانہ گشتی
بیفشان بال و پر ز آمیزش خاک — بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

# قال العارف الرومیؒ

گر بریز دخون من آن دوست زو — پائے کوبان جان برافشانم برو
آزمودم مرگ من درزندگی است — چون رہم زین زندگی پایندگی است
اقتلونی اقتلونی یا ثقات — ان فی قتلی حیوۃ فی حیات
یا منیر الخد یا روح البقا — اجتذب قلبی وجدنی باللقاء
لی حبیب حبہ یشوی الحشا — لویشا یمشی علے عینی مشا
اقتلونی یا ثقاتی لائما — ان فی قتلی حیوتی دائما
ان فی موتی حیوتی یافتے — کم افارق موطنی حتی حتے
فرقتی لو لم تکن فی ذاالسکون — لم یقل انا الیہ راجعون
اے مسافر بامسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد اے زن رائے خود
از دم حب الوطن بگذر مایست — کہ وطن آنسوست جان این سوئی نیست
گر وطن خواہی گذر زان سوی شط — این حدیث راست راکم خوان غلط
معنی حب الوطن آمد درست — تو وطن بشناس اےخواجہ نخست

تمام شد حصہ دوم تکشف

# حصہ سوم از مجموعہ تکشف
# برائے ذی استعدادانِ اہل علم
# قصد السبیل تمام.... تلخیص البدایہ

## ملخص الانوار والتجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبعد فہذا تلخیص رسالتی انوار الوجود+ فی اطوار الشہود+ والتجلی العظیم فی احسن تقویم+ ولاجلہ اشتمل علی جزئین۔

## الجزء الاول فی مسئلة التنزلات الستة

**اعلم ان مرتبة الاحدية + من الحضرة الصمدية + تسمى بالذات البحت واللاتعين والباطن ومجهول النعت والصفات+ والغيب المطلق ومقطوع (وتسمى ايضاباسماء اخر كالوجود المطلق وغيب الغيب و مجهول الكفية والذات المكلفه والذات الساراذج ۱۲ منه) الاشارات+ ومرتبة الوحدة' هى اول مراتب الظهور لمن له المجد وحده+ وهى بدء التعينات + واول التنزلات + واعلم ان معنى اطلاق الذات ولاتعينها + ثم تنزلها وتقيدها +**

ليس مايفهم من ظاهر هذه الكلمات + كيف وهو تعالیٰ متعين بالذات + ومنزه عن التغيرات + بل معنى التنزل فى الاصطلاح ظهور الشيء مع بقاء ذاته وصفاته الاولیٰ + فى مرتبته اخرى + وراوفه التعين والتجلى + والتقيد والتدلى + وهذا هو المعنى بالبعدوالفراق + الذى يترنم به اهل الاشواق + الذى محصله غلبة احكام مابه الامتياز والافتراق + على مابه الاتحاد والاتفاق + كالاشخاص والظلال + والاعيان والمثال + ولا دليل على استحالة هذا المعنى فى ذات الحق + والوجود المطلق + ومعنى الاطلاق اطلاقه عن مثل هذه التعينات لا عن التعين الذى هو عين الذات + فافهم حتى لاتقع فى الزلات + ولا تهجر بالمفوات + ومرتبة الواحدية + هو تنزل ثان لمستحق الماجدية+ ويقال لهذه المراتب الثلثة المراتب الآلية + لانها مندرجة ومند مجة فى الذات الغير المتناهية + ولم تشم رائحة من التبائن العينى + وان حصل بينها الامتياز العلمى + على خلاف المراتب الثلثة الكونية والمرتبة الجامعة فانها مبائنه عن الذات وان كانت العينية فيها لامعة + واعلم ان التقدم والتاخر ذاتى فيما بين هذه المراتب + لئلا يلزم الخلوعن الكمالات بالفعل لذات الواجب + سبحانه و تعالیٰ عما يقولون علوا كبيرا + والاربعة الاخيرة التى ظهور ها عيانى + التقدم والتاخر فيما بينها زمانى + واما فيما بين الثلثة والاربعة فاوا عتبرفى الترتب الزمانى وجود السابق + فى زمان لايوجد فيه اللاحق + واعتبر الزمان موجودا محققا + فليس بينها ترتب زمانى مطلقا + وان وسع فى الزمان مفهوما + او قدرمو هوما + فالترتب بينها بالزمان +

والترتب بالذات محفوظ فی کل اوان + واما الروح + فهو تنزل ثالث للقدوس السبوح + وعالم المثال + هو تنزل رابع الحضرة الجلال + وعالم الاجسام + هو تنزل خامس لحضرة الاکرام + والانسان هو سادس التنزلات = لذات الحق + فهو مظهر اتم للوجود المطلق + وهذا هو المعنی الصحیح عند المحققین + لحدیث خیر المرسلین ان الله خلق آدم علی صورته + ومن هنا قیل من عرف نفسه فقد عرف ربه + والعلم بهذه المسئلة یسمی عند الصوفیة الخیار + بعلم الوحدة وحقائق الاسرار + والی هذا اشار العارف الرومی فی مفتح المثنوی المعنوی۔ ؎

بشنواز نی چون حکایت میکند وزجدایہا شکایت میکند
کزنیستان تامرا ببریده اند از نفیرم مردوزن نالیده اند

وفسر هذا الاشعار + المولوی الجامی بشرح لم یات احد با حسن منه عند اولی الابصار + ولنسمعک بعضها ؎

جذا روز یکہ پیش ازروز و شب فارغ از اندوه و آزاد از طلب
متحد بودیم باشاہِ وجود حکم غیریت بکلی محو بود
بوداعیان جہان بے چند و چون ز امتیاز علمی و عینی مصون
نے بلوح علم شان نقش ثبوت نے زفیض خوان ہستی خورده قوت
نے زحق ممتاز ونے از یکدگر غرق در دریائے وحدت سربسر
ناگہان درجنبش آمد بحر جود جملہ را درخود زخود باخود نمود
امتیاز علمی آمد درمیان بے نشانے رانشانہا شدعیان
واجب وممکن زہم ممتازشد رسم و آئین دوئی آغاز شد
بعدازان یک موج دیگر زدمحیط سوئے ساحل آمد ارواح بسیط

| | |
|---|---|
| موج دیگر زد پدید آمد ازان | برزخ جامع میان جسم و جان |
| پیش آن کز زمرۂ اہل حق است | نام آن برزخ مثال مطلق است |
| موج دیگر باز در کار آمدہ | جسم وجانہاز و پدیدار آمدہ |
| جسم ہم گشت است طور العبد طور | تا بنوع آخرش آفتادہ دور |
| نوع آخر آدم است و آدمی | گشتہ محروم از مقام محرمی |
| برمراتب سربسر کردہ عبور | پایہ پایہ ز اصل خود افتاد دور |
| گر نگر دد باز مسکین زین سفر | نیست ازوے ہیچکس مہجور تر |
| نے کہ آغاز حکایت میکند | زین . جدائیہا شکایت میکند |
| کز نیستانے کہ دروے ہر عدم | رنگ وحدت داشت دریائے قدم |
| تا بہ تیغ فرقتم ببریدہ اند | از نفیرم مرد وزن نالیدہ اند |
| کیست مرد اسمائے خلاق ودود | کان بود فاعل در اطوار وجود |
| چیست زن اعیان جملہ ممکنات | منفعل گشتہ ز اسماؤ صفات |
| چون ہمہ اسما واعیان بقصور | دارداندر رتبۂ انسان ظہور |
| جملہ را درضمن انسان نالہ ہاست | کہ چرا ہر یک ز اصل خود جداست |
| شد گریبان گیر شان حب الوطن | این بودسر تفیتر مرد و زن |

ونری ان نریک صورة ترتیب المراتب +

لینتقش ماذکرنا علی لوح ذهنک الثاقب

## وہذہ صورة ترتیب المراتب مع بعض الاصطلاحات

| مرتبۂ اولی | مرتبۂ ثانیہ | مرتبۂ ثالثہ | مرتبۂ رابعہ | مرتبۂ خامسہ | مرتبۂ سادسہ | مرتبۂ سابعہ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ذات | تنزل اول | تنزل ثانی | تنزل ثالث | تنزل رابع | تنزل خامس | تنزل سادس |
| احدیۃ | وحدۃ | واحدیۃ | روح | مثال | جسم | انسان |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| باطن | حقیقت محمدیہ | اعیان ثابتہ | × | × | × | × |
| مراتب الٰہیہ | | مراتب کونیہ | | | | مراتب جامعہ |
| | حضرات خمسہ | | | | | |
| | ظہور علمی.......................ظہور عینی | | | | | |
| | تنزلات ستہ | | | | | |

وهذه المسئلة مسئلة واحدة من الفن فی بادی النظر + لکن بعد الامعان جمیع الفن فیه مستتر + لان امهات مسائل الفن عند القوم احد عشر + وساتلو علیک سامیها وانها کیف اندر جت فیها فخذبالمختصر + وان شئت التفصیل القولی فعلیک باالکتب المستطر + وان اشتقت الی شرح الصدر فعلیک بخدمة اهل الحق فانه فیها انحصر + والمسائل هذه (۱) التنزلات الستة معرفة (۲) النفس معرفة (۳) الحق وحدة (۴) الوجود (۵) العینیة والغیریة (۶) القرب (۷) والوصال المعیة (۸) اندراج الشیء فی الشیء (۹) تجدد الامثال (۱۰) القضاء والقدر (۱۱) ماهیة الروح اما الاولی فهو المقصود بالبحث والتقول + واما الثانیة والثالثة فاندراجهما ظاهر لایحتاج الی تامل + واما الرابعة فلانه لما انکشف ان العالم کله ظهور لوجود الحق سبحانه + ثبت ان الوجود الحقیقی له وحده ما اعظم شانه + واما الخامسة فلانه اذا قطع النظر عن التعینات فالکل عین + واذا اعتبرت ففیه غیریة وبین + ولاتنس ان العینیة والغیریة اصطلاحیتان لالغویتان + فلا تلحد ولا تزندق ولا الشیطان + واما السادسة والسابعة فتمقاربتان وای مرتبة منهما اکثر من الوحدة التی قام علیها البرهان + واما الثامنة فلان العالم لما کان ظهور الحضرة

الذات والصفات + والصفات لاشک فی اندراجها فی الذات + فحقیقة الاندراج باقیة فی هذاه التنزلات + والعالم هی العلوم الثی کانت فی الاعیان الثابتات + واما التاسعة فلان العالم لما کان ظهور اللاسماء والصفات وظاهران تعطلمامن المستحیلات + فلابدان یفعل کل اسم فی هذه الممکنات + فکان القول تجدد الامثال من الواجبات واما العاشرة فلان حقیقة العالم لنا کانت هی الاعیان الثآبتة القابلة للتجلیات + والتجلی یکون علی حسب استعداد المنفعلات + ولا بخل من المبدء الفیاض علی الکائنات + کما قیل ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

وقال آخر ؎

نقصان ز قابل است وگرنہ علی الدوام　　فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

فاعطی کل شیء ما سأله بلسان استعداده + من کفره وایمانه وصلاحه وفساده + قال تعالی وآتاکم من کل ماسألتموه الایة فالرزیة کل الرزیة نقصان استعدادنا + ولا اعتراض علی کریمنا وجوادنا + اما الحادیة عشر فترجع الی الثانیة + والرسالة لعنان البیان الی التتمیم ثانته.

## الجزء الثانی فی جامعیة الانسان

اعلم ان الانسان + جامع الاسماء والاعیان + وبیان هذه الجامعیة علی وجه التفصیل + خارج عن طوق البشر واحاطة القال والقیل + لان الاسماء الآلهیة غیر متناهیة بالفعل وتخرج عن العد + والاعیان لاتتناهی بمعنی انها لاتقف عند حد + والعلم الانسانی المتناهی + کیف یمکن احاطته بغیر المتناهی + قال الله تعالیٰ قل

لوكان البحر مدادالكلمات ربى لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربى ولو جئنا بمثله مددا + وقال تعالىٰ ولو ان مافى الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر مانفدت كلمت الله ان الله عزيز حكيم. نعم يمكن بيانه بالاجمال اونبذ من التفصيل + وانه لابد من تمهيد مقدمة قبل هذا المقصود الجليل.

مقدمة اعلم ان حقائق الاعيان الكونية + هى الاسماء الالٓهية + وتلك الاعيان مظاهر لهذه الاسماء + وهى تفوت الحصر والا نتهاء + لان الاسماء بجذاء الكمالات + والكمالات الالٰهية من غير المتناهيات + الا ان الاصول هذه الاسماء تسعة وتسعون اسماء من احصاها دخل الجنة حتما + واصول هذه الاسماء التسعة والتسعين اسماء ثمانية وعشرون + التى هى مربيات للاكوان الكلية الشاملة لجميع الجزئيات مما كانت فى الوجود او تكون + واصول هذه الاسماء الثمانية والعشرين هى الصفات السبع + الحيوٰة والعلم والقدرة والارادة والكلام والبصر والسمع + اذا تمهدت المقدمة فالتقرير الاجمالى للجامعية ان الحق فا لاكرام والجلال + جعل الانسان مظهر الهذه الصفات السبع على وجه الكمال + واشير اليه اجمالا فى قوله عليه السلام ان الله خلق آدم على صورته وتفصيلا فى حكايته عليه السلام عن الله تعالےٰ بى يسمع وبى يبصر الحديث ومن ثم ظهر غلط من حكم على الانسان بانه هو الله الحق + نعم يصح له ان يقال انه صورته اى ظهوره المطلق + فاذا كان الانسان جامعا لهذه الصفات + كان بالضرورة جامعا الجميع الاسماء والكونيات +

اذهى فروع لهذه الصفات بلاواسطة اوبالواسطة + والمتبوع يستلزم التابع لما يكون بينهما من الرابطة + وان اشتهيت شيئا من التقرير المفصل + فاعلم ان ارباب الاكوان الكلية الثمانية والعشرين هي الاسماء الثمانية والعشرون كما سيتضح من هذا الجدول + فتجلى هذه الاسماء في الانسان + كما علم اجمالا فيما مرمن البيان + وسيعلم تفصيلا عما قليل من الزمان + مستلزم لوجود جميع المربوبات الكلية + فى البنية المبشرية + والكليات لاتوجد الا فى ضمن الجزئيات + فلزم وجود الاسماء والاكوان جزئيا جزئيا فى اشرف المخلوقات + والجدول الموعود هذا الذى يستطر + مستخرج من الفتوحات المكية للشيخ الاكبر+

| عدد | اسم الٰہی | اسم عین | اسم حرف | منزل قمر | ...... | یوم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | بدیع | عقل اول | ء | شرطین | ...... | ...... |
| ۲ | باعث | لوح محفوظ | ہ | بطین (کذبیر ۱۲) | ...... | ...... |
| ۳ | باطن | طبیعت | ع | ثریا | ...... | ...... |
| ۴ | آخر | جوہر ہبا | ح | وبران (محرکہ ۱۲) | ...... | ...... |
| ۵ | ظاہر | جسم کل | غ | ہقعہ | ...... | ...... |
| ۶ | حکیم | شکل | خ | ہنعہ | ...... | ...... |
| ۷ | محیط | عرش | ق | ذراع | ...... | ...... |
| ۸ | شکور | کرسی | ک | نثرۃ | ...... | ...... |
| ۹ | غنی الدہر | فلک اطلس | ج | طرف | ...... | ...... |
| ۱۰ | مقدر | فلک منازل | ش | جبہۃ الاسد | ...... | ...... |

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱ | رب | سماء اولیٰ | ی | خراتان (نجمان ۱۲) | ...... | سبت |
| ۱۲ | علیم | سماء ثانیہ | ض | صرفۃ | ...... | خمیس |
| ۱۳ | قاہر | ثالثہ | ل | عوا | ثلاثا | ...... |
| ۱۴ | نور | رابعہ | ن | سماک اعزل | احد | ...... |
| ۱۵ | مصور | خامسہ | ر | غفر | جمعہ | ...... |
| ۱۶ | محصی | سادسہ | ط | زبانیا العقرب | اربعا | ...... |
| ۱۷ | مبین | سماء دنیا | د | اکلیل | اثنین | ...... |
| ۱۸ | قابض | کرۂ نار | ت | قلب الاسد | ...... | ...... |
| ۱۹ | حی | کرۂ ہوا | ز | شولۃ | ...... | ...... |
| ۲۰ | محی | کرہ ماء | س | نعائم | ...... | ...... |
| ۲۱ | ممیت | کرہ ارض | ص | بلدۃ | ...... | ...... |
| ۲۲ | عزیز | معادن | ظ | سعد الذابح | ...... | ...... |
| ۲۳ | رزاق | نباتات | ث | سعد بلع | ...... | ...... |
| ۲۴ | مذل | حیوان | ذ | سعد السعود | ...... | ...... |
| ۲۵ | قوی | ملائکہ | ف | سعد الاخبیۃ | ...... | ...... |
| ۲۶ | لطیف | جن | ب | مقدم والے | ...... | ...... |
| ۲۷ | جامع | انسان | م | فرع موخر | ...... | ...... |
| ۲۸ | رفیع الدرجات | تعیین مراتب | و | رشاۃ | ...... | |

**ولوارت تفصیلا ازید منه فاسمع نبین لک تجلی الاسماء التسعة والتسعین وبعض الکونیات الجزیة العظیمة فی الانسان ولنقدم الاسماء علی الاکوان + اعلم ان تجلی الاسماء علی قسمین**

تکوینی وتشریعی + وان شئت سمیتهما بالتعلقی والتحلقی+ ومعناهما سیالی + ولما کان التجلی التکوینی ارفع من العقول المتوسطة طوینا الکشح عن اظهار سره + واقتصرنا علی بیان التجلی التشریعی وذکره + ولنذکر مع کل اسم طریق تجلیه + ولنسموه بلفظ الفیض فتفکر فیه + وهذا ماخوذ من کلام الشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی + فی شرح حدیث رواه الامام الترمذی + عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تسعة وتسعین اسما من احصاها دخل الجنة . هوالله الذی لا اله الا هو فالله علم للذات المستجمع لجمیع الصفات والکمالات فیضه ان لایشاهد غیر المسمی ولا یثبت له الوجود. الرحمن الرحیم فیضهما ان یرحم عباد الله سیما المحادیج والمساکین منهم الملک فیضه ان یکون حاکما علی نفسه وقلبه القدوس فیضه ان یتقدس مما سواه السلام فیضه ان یسلم من الذنوب والذمائم المؤمن فیضه ان یؤمن الناس من لسانه ویده المهیمن فیضه ان یحفظ ظاهره وباطنه من المعاصی والاوصاف الذمیمة العزیز فیضه ان یغلب علی نفسه ولا یذل بالطمع من اهل الدنیا الجبار فیضه ان یجبر نقائصه بتحصیل الکمالات المتکبر فیضه ان یحقر الدنیا وما فیها الخالق الباری المصور فیضهما ان یحصل فی نفسه الکمالات والعلوم الغفار فیضه ان یصفح عن زلات الناس القهار فیضه ان یقهرا عداء الدین من النفس والشیاطین الوهاب فیضه ان یبذل بنفسه وماله فی الله الرزاق فیضه ان ینفق علی عیاله ویفیض علی الطالبین من المعارف الفتاح فیضه ان لا یغلق باب العلم والنفع ویقضی بین الخصماء العلیم فیضه

ان یتعلم ماینفعه القابض الباسط فیضهما ان یضیق علی نفسه اذا طغی ویوسع علیه اذامل الخافض الرافع فیضهما ان یخفض الباطل ویرفع الحق المعز المذل فیضهما ان یعز الاخیار ویذل الاشرار السمیع البصیر فیضهما ان لایسمع ولا یبصر مالا یرضی الله تعالےٰ الحکم فیضه ان یحکم علی نفسه ویراعی العدل فی الحکم العدل فیضه ان یراعی العدل ولاستقامة فی کل امر + اللطیف فیضه ان یرفق بعباد الله فی المعاملات والمواعظ والارشاد الخبیر فیضه ان یکون خبیراً بمکائدا النفس ویخبر الغافلین الحلیم فیضه ان یخالق الضعفا بالحلم والعفو العظیم فیضه ان یعظم همته ولایصغر للدنیا واشیاع ابلیس الغفور فیضه ان یغفر ذنوب الناس الشکور فیضه ان یشکر النعمة والواسطة فیها العلی فیضه ان لاینخفض للشیطان واهل الدنیا الکبیر فیضه قریب من اسم العلی الحفیظ فیضه ان یحافظ علےٰ حدود الشرع المقیت فیضه ان یطعم الجائعین الحسیب فیضه ان یکفی الناس فی حاجاتهم ویحاسب نفسه الجلیل فیضه ان یجل نفسه بصفات الکمالات الکریم فیضه ان یختار صفات الکرم الرقیب فیضه ان یراقب نفسه ولا یدع النفس والشیطان یغلبانها المجیب فیضه ان یجیب ربه بالاطاعة والناس بقضاء حاجاتهم الواسع فیضه ان یکسب العلوم والمعارف الوسیعة ولا یضیق علی الناس فی المعاملات الحکیم فیضه ان یکتسب الحکمة فی العلوم والاعمال الودود فیضه ان یود اهل الدین ینصح الناس اجمعین المجید فیضه ان یتصف بالمجدبتهذیب اخلاقه الباعث فیضه ان یحیی قلبه المیت ویبعث رسول الروح الی النفس الشهید فیضه ان یشهد الخیر

وخدمته الدين ويتصف بما يجعله اهلاً للشهادة يوم القيامة الحق فيضه ان يستغرق فى وجوده بحيث ينسى غيره الوكيل فيضه ان يصلح امور الناس خصوصا الضعفاء منهم القوى المتين فيضهما ان يقوى على نفسه ويبثت فى الدين الولى فيضه ان ينصر الدين واهله الحميد فيضه ان يكون حامداً لله تعالىٰ ومحمود اللناس المحصى فيضه ان يواظب على احصاء اعماله والذنوب ولا يغفل المبدئ المعيد فيضهما ان يبدأ بالخير ويعيد مافات منه المحيى المميت فيضهما ان يحيى قلبه ويميت نفسه الحى فيضه ان يحصل حيوٰة دائمة بالمجاهدة القيوم فيضه ان يقوم فى الطاعة وقضاء حاجات الناس الواجد فيضه ان يوجد الكمالات فى نفسه ويستغنى عما سوى الله الماجد فيضه ان يطلب المجدبتحصيل الكمال الواحد فيضه ان يجتهد فى كمالات العبودية ويتوحد فيها ويتفردالصمد فيضه ان يكون مرجعاً للناس بتحصيل الكمالات القادر المقتدر فيضهما ان يقدر على الشهوات النفسا نية المقدم الموخر فيضهما ان يقدم نفسه فى الطاعات ويوخرها عن المحظورات الاول الآخر فيضهما ان يكون اول الناس فى الدين وآخرهم فى الدنيا الظاهر الباطن فيضهما ان يحلى ظاهره بالشريعة وباطنه بالحقيقة الولى فيضه ان ينصر الروح بمقابلة النفس والشيطان ويحكم عليهما المتعالى فيضه ان يتعالى على النفس والشيطان البرفيضه ان يحسن الى المخلوق التواب فيضه ان يقبل معذرة الناس المنتقم فيضه ان لايداهن فى الشرع وينتقم من اعداء الدين العفو فيضه ان يعفوعن الناس الرؤف فيضه ان يكون بالناس رؤفا مالک الملک ذوالجلال والاكرام

فيضه ان يملك ملك وجوده ويجل نفسه ويكرم عباد الله المقسط فيضه ان يقسط الجامع فيضه ان يجمع فى نفسه الكمالات العلمية والعملية الغنى والمغنى فيضهما ان يستغنى عن الناس ويغنى اهل الفقر المعطى المانع فيضهما ان يعطى المستحقين ويمنع الفساق والظالمين الضار النافع فيضهما ان يضرا عداء الدين وينفع المطيعين النور فيضه ان يتنور بالايمان والعرفان الهادى فيضه ان يهدى الضالين والجاهلين البديع فيضه ان يكون وحيداً فى الكمال ويدع ماينفع الخلق الباقى فيضه ان يعمل مايبقى نفعه بعد موته ويبقى بالله بعد فنائهٗ فيه الوارث فيضه ان يرث الانبياء فى العلوم والمعارف الرشيد فيضه ان يثبت على الرشد ويهدى اليه غيره الصبور فيضه ان يصبر فى كل حال وقدتم بحمدالله تعالےٰ ههنا بيان التجلى الاسمائى مع التخلق بها + وانه كيف يكون الانسان جامعاً لها + فالآن نُسمعك انه كيف يكون جامع للاكوان + وله ثلث طرق من البيان فالادنى ماذكره الحكماء المحبوس نظرهم فى هذه الارض والسماء + وهو ان الاجسام فى العالم السفلى قسمان بسائط و مركبات + فالبسائط هى العناصر والمركبات ما عداها من الجمادات والنباتات والحيوانات + والبسائط محفوظة عند محققيهم فى حالة التركيب بالماهيات + فكان كل مركب جامعام للاسطقسات + ثم ادنى درجات التركيب ان تفيض على المركبّ الصورة النوعية الحافظة للتركيب + ولا يكون فيه شىء من النمود والشعور والنطق والفكر والترتيب + ويسمى هذا المركب بالجماد + ففيه شيئان البسائط والصورة الحافظة لتركيب المواد + ثم اذا فاضت عليه النفس

النباتية ويحدث فيه النمودون الشعور + يسمى بالنيات وتجتمع فيه ثلثة امور + البسائط والصورة الحافظة الحامية + والثالث هى النفس النباتية اے القوة النامية + ثم اذا فاضت النفس الحيوانية ووجدت فيه الحس والحركة + يسمى بالحيوان وفيه امور اربعة ء البسائط والصورة الحافظة + والنفس النباتية والنفس الحيوانية الرافعة الخافضة + ثم اذا فاضت عليه النفس الناطقة وجعل يتفكر فى الاشياء + سمى بالانسان وفيه خمسة اجزاء + البسائط والصورة الحافظة والنفس النباتيه + والنفس الحيوانية والنفس الانسانية + وهذا الاجتماع المذكور + على القول ببقاء نفس وقت درود اخرى كما هو المشهور + فلم يبق جزء من اجزاء العالم العنصرى خارجا من الانسان + واما المجردات فوجود غير النفس الناطقة منها فيه لم يقم عليه عندهم برهان + ولما رائ بعضهم هذا التقرير غير كاف + اختار واوجها آخر ورأ وا انه شاف واف + فقالوا ان الانسان اذا علم الترتيب الواقع بين الاجسام وما بين المجردات ارتسم سورة هذا المجموع فى ذهنه كما هو من البديهيات + ولما كان حصول الاشياء بانفسها صحيحاً عند اهل الاتقان + وجد العالم كله بهذا لنمط فى الانسان وهذا التقرير ايضاً لايسمن ولا يغنى من جوع + لتوقفه علے تصور الانسان هذا المجموع + وما اصدق قول القائل ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

والبيان المتوسط لهذه الجامعية ماذكره الاطفال الطريق الشيخ الاكبر محيى الدين ابن العربى + فى الباب السابع والعشرين من كتاب التدبيرات وعبارتها ذى + مافى العالم الاعلى من لطيفة

الاستواء وهى الحقيقة الكلية المحمدية وفلكها الحيوٰة تنظر اليها من الانسان لطيفة روحه القدسى ثم فى العالم العرش ينظر اليه من الانسان الجسم ثم فى العالم الكرسى بنجومه ينظر اليه من الانسان النفس بقوا هاولما كان ذلك موضع القدمين فكذلك النفس محل الامروالنهى والمدح والذم ثم فى العالم البيت المعمور ينظر اليه من الانسان القلب ثم فى العالم الملئكة ينظر اليه من الانسان ارواحه والمراتب كالمراتب ثم فى العالم زحل وفلكه ينظر اليهما من الانسان القوة الذاكرة ومؤخر الدماغ ثم فى العالم المشترى وفلكه ينظر اليهما من الانسان القوة العاقله واليافوح ثم فى العالم الاحمر وفلكه ينظر اليهما من الانسان القوة الغضبية وفلكها الكبد ثم فى العالم الشمس وفلكها ينظر اليهما من الانسان القوة المفكرة ووسط الدماغ ثم فى العالم الزهرة وفلكها ينظر اليهما من الانسان القوة الوهمية والروح الحيوانى ثم فى العالم عطارد و فلكه ينظر اليهما من الانسان القوة الخيالية ومقدم الدماغ ثم فى العالم القمر وفلكه ينظر اليهما من الانسان القوة الحسية والحواس واما عالم الاستحالة فمنه الفلك الاثير وروحه الحرارة واليبوسته ينظر اليهما من الانسان الصفراء وروجه القوة الماضمة ثم فى العالم فلك الهواء وروحه الحرارة والرطوبة وينظر اليهما من الانسان الدم وروحه القوة الجازبة ثم فى العالم فلك الماء وروحه البرودة والرطوبة ينظر اليهما من الانسان البلغم وروحه القوة الدافعة ثم فى العالم فلك التراب وروحه البرودة واليبوسته ينظر اليهما من الانسان السوداء. وروحها القوة الماسكة + واما الارض فسبع طبقات سوداء وغبراء وحمراء وصفراء

وبيضاء وزرقاء وخضراء ينظر اليها من الانسان طبقات الجسم من الجاروالشحم واللحم والعروق والعصب والعضلات والعظام واما عالم عمارة الامكنة فمنه الروحا نيون ينظر اليهم من الانسان القوى التى فيه ثم فى العالم الحيوان ينظر اليه مايحس من الانسان ثم فى العالم النبات ينظر اليه من الانسان ماينموثم فے العالم الجماد ينظر اليه من الانسان مالا يحس واما عالم النسب فمنه العرض وينظر اليه من الانسان اسود وابيض وما اشبه ذلک ثم فى العالم الكيف ينظر اليه من الانسان صحيح وسقيم ثم فى العالم الكم ينظر اليه من الانسان سنه عشر اعوام وطوله خمسة اذرع ثم فى العالم الاين ينظر اليه من الانسان الاصبع موضعه الكف والذراع موضعه المفصل ثم فى العالم الزمان ينطر اليه من الانسان تحرک وجهى وقت تحرک راسى ثم فى العالم الاضافة ينظر اليه من الانسان هذا اعلاه وهذا اسفله ثم فى العالم الموضع ينظر اليه من الانسان قيامه وقعوده واستلقاؤه واضطجاعه وفى العالم الملک ينظر اليه من الانسان لبسه وزينته ثم فى العالم ان يفعل ينظر من الانسان اكله ثم فى العالم ان يفعل ينظر اليه من الانسان ذبح فمات وشرب فروى واكل فشبع ثم فى العالم اختلاف الصور فى الامهات كالفيل والحمار والاسدوالصرصر ينطر اليه من الانسان القوة التى يقبل الصور المعنوية من ملموم ومحمود هذا فطن فهو فيل وهذا بليد فهو حمار وهذا شجاع فهوا اسد وهذا جبان فهو صر صر فهذه مضاهاة الانسان بالعالم الكبير مستوفى مختصراً انتهى كلامه رضى الله عنه بعبارته اخذته من حاشية عبدالحكيم على تفسير البيضاوى يقول العبد الضعيف وكذلک الآثار والاخلاق والافعال المحمودة فى

الانسان مثال للجنان + والمذمومة منها مثال لعقوبة المنيران + وسمى فى الحديث حلق الذكر رياض الجنة وسبحان الله والحمدلله غراس الجنة وسمى فى القران اكل مال اليتيم اكل النار وقال تعالىٰ وان جهنم لمحيطة بالكفرين وقال تعالىٰ واحاطت به خطيئته فثبت ان الخطايا هى جهنم والبلايا قال العارف الرومى رحمه الله ۔

چون سجودی یار کوعی مرد گشت ... شدوران عالم سجودِ اوبہشت
چونکہ پرید از دہانت حمد حق ... مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد وتسبیحت نماند مرغ را ... ہمچو نطفہ مرغ بادست وہوا
چون زدستت رفت ایثار وزکوٰۃ ... گشت این دست آنطرف نخل ونبات
آب خیرت آب جوئی خلد شد ... جوئی شیر خلد مہر تست ووُد
ذوق طاعت گشت جوئے انگبین ... مستی و شوق توجوئے خمر بین
این سببہا آن اثرہا رانماند ... کس نداند چونش جائے آن نشاند
این سببہا چون فران تو بود ... چار جو ہم مرترا فرمان نمود
ہر طرف خواہی روانش میکنی ... آن صفت چون بدچنانش میکنی
چون منی توکہ درفرمان تست ... نسل تو در امر تو آیند چست
میدود در امر تو فرزند تو ... کہ منم جزوت کہ کردیش گرو
آن صفت درامر تو بود این جہان ... ہم در امر تست آن جوہا روان
آن درختان مرترا فرمان برند ... کان درختان از صفاتت بابرند
چون برامر تست اینجا این صفات ... پس درامر تست آنجا آن جزات
چون زدستت زخم برمظلوم رست ... آن درختے گشت ازان زقوم رست
چون زخشم آتش تو در دلہا زدی ... مایۂ نارِ جہنم آمدی
آتشت اینجا چو آدم سو زبود ... انچہ ازوے زاد مردافروز بود

آتش تو قصد مردم می کند　　نار کژدے زاد برمر دم زند
آن سخنہائے چومارو کژدمت　　ماروکژدم گشت ومیگرد دست

ووجود الایمانیات والکفریات بهذا الطریق + هو المراد بقوله تعالےٰ هو الذی خلقکم فمنکم کافرومنکم مومن الآیة عند اهل التحقیق + وکذلک الاعضاء الانسانیه + خلقت کمافی بحر الحیوة علی اشکال البروج الفلکیه + واکثرها علی شکل حروف الهجا وبعضها علی صورة اسم الجلالة + ولرقمت تیک الصور لولا خوف الملامة والاطالة + وهذا الذی ذکر کان المقصود منه التمثیل + دون لاحاطة والتفصیل + ومن تامل بالامعان + وجد جمیع کائنات العالم اجمالا فی الانسان + واما الاعلی من طرق البیان + لهذا المطلب الجلیل الشان + فیحتاج الی کشف وعیان + ولا یفی به اللسان + ولا الرقم بالبنان + نعم یمکن ان یفهم بقدران الانسان لما کان جامعاً للاسماء + کما ذکر تفصیلا متوسطاً فی شرح حدیث الاحصار + وهذه الاسماء العالیات + هی حقائق الکائنات + فکان الانسان لحقائق الاکون جامعاً + والکون کله ظلاً له تابعاً + فکان وجود الانسان بهذا لاعتبار بالذات + ووجود الکون بالنسبة الیه بالعرض کالفرعیات + فای جامعیة اکمل من کون الانسان اصل الاکوان+ والاکوان فرع الانسان فتامل ولا تغفل + قال العارف الرومیؒ ؎

صوفیئے درباغ از بہر کشاد　　صوفیانہ روی برزانو نہاد
پس فرورفت او بخود اندر لغول　　شد ملول از صورت خوابش فضول
کز چہ خسپی آخر اندر رزنگر　　این درختان بین وآثار خضر
امر حق بشنو کہ گفت است انظر وا　　سوئے این آثار رحمت آررو

گفت آثارش دل است ای بوالہوس　　آن برون آثار آثار ست وبس
باغ ہاؤ میوہ ہا اندر دل است　　عکس لطف او برین آب وگل است

**واما الانکشاف الزائد علی المذکور + فیحتاج الی الجلاء والنور + کما علمه العارف الرومیؒ ـ**

پنبہ اندر گوش حس دون کنید　　بند حس از چشم خود بیرون کنید
پنبۂ آن گوش سرگوش سرست　　تا نگردد این کر آن باطن کرست
بے حس وبے گوش وبے فکرت شوید　　تا خطاب ارجعی را بشنوید
تا بگفت و گوے پندار اندری　　تو زگفت خواب کے بوئے بری
سیر بیرونی است فعل و قول ما　　سیر باطن ہست بالائے سما
حس خشکی دید کز خشکے بزاد　　موسی جان پاے در دریا نہاد سیر جسم خشک
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت　　گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت
آب حیوان را کجا خواہی تو یافت　　موج دریا را کجا خواہی شگافت
موج خاکی فہم و وہم وفکر ماست　　موج آبی صحو سکرست وفناست
تا درین فکری ازان سکری تو دور　　تا ازین مستی ازان جامی نفور
گفتگوے ظاہر آمد چون غبار　　مدتے خاموش کن ہین ہوش دار
چشم بندو لب بہ بندو گوش بند　　گر نہ بینی نور حق برمن بخند
اے برادر عقل یک دم با خود آر　　دمبدم در تو خزان ست و بہار

**فاذا رزقت الصفاء من المقتدر الملک + لرایت الکل فیک + کما قیل ـ**

ستمست اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ　　تو زغنچہ کم ندمیدۂ درِ دل کشا بچمن درآ
دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی　　یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی

**فهل علمت ان الانسان ای شیء من العالم + ومن ثم شرفه الله تعالیٰ**

وکرم + قالے تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا هم فی البر والبحر ورزقنا هم من الطیبات وفضلنا هم علی کثیر ممن خلقنا تفصیلا وقال تعالیٰ وصورکم فاحسن صورکم وقال تعالیٰ لقد خقلنا الانسان فی احسن تقویم فیاحسرة علیه اذلم یعرف قدره ولم یتفکر فے من عرف نفسه فقد عرف ربه + نسی حقیقة ولم یتامل + وبقی محبوسا فی العالم الاسفل ۔

آمد آئینہ جملہ کون ولے — ہمچو این آئینہ نکر دہ جلی
بہ نمودند درو بوجہ کمال — صورت ذوالجلال والافضال
زانکہ بود این تفرق عددی — مانع از سر جامع احدی
گشت آدم جلای این مرآت — شدعیان ذات اور بجملہ صفات
مظہرے گشت کلی وجامع — سر ذات و صفات از ولامع
شد تفاصیل کون رامجمل — برمثال لقین اول
بوئے این دائرہ مکمل سد — آخرین نقطہ عین اول شد
بدرون تست مصرے کہ توئی شکرستائش — چہ غم است گرز بیرون مددِ شکرنداری
شدۂ غلام صورت بمثال بت پرستان — توچہ یوسفی ولیکن سوئے خودنظرنہ داری
بخدا جمال خود راچو در آئینہ بہ بینی — بت خویش ہم تو باشی یکے گزرنداری

وها ان التدارک بعد مقدور + فلینج نفسه من دارالغرور + والیعرف حقیقة نفسه + ثم لیشاهد جمال ربه + ولیبذل فی رضاه مهجته وماله + والافلعله سمع مآله + قال الله تعالیٰ ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمی واضل سبیلا + فان قیل اذا کان الانسان جامعالحقائق الاسماء کما حقق فیما مضیٰ + یلزم ان یتجلی علی ابی جهل اسم الهادی وکذا علی المقبولین اسم المضل وهذا کما تریٰ + اجیب من هذا الاعضال + بان وجود الحقائق لایستلزم صدور الآثار والافعال +

اماتری ان صفات الحق تعالیٰ قديمة بالبرهان + ثم بعض آثارها حادث بالزمان + فيمكن ان يظهر في البعض اسم الهادى ويبطن اسم المضل مع وجود حقيقة فيه + ولا يعدلان يكون قوله عليه السلام نعم معى شيطان ولكنه اسلم اشارة الى هذا التوجيه + ويظهر فى البعض اسم المضل ويخفى اسم الهادى + ولا يظهر اثر منه فى النظر البادى + ولو لم يكن حقيقة اسم الهادى فى ابى جهل وغيره من اهل الطغيان + لما خوطبوا بالايمان + واشيرالى هذه المرتبة فى قوله عليه السلام + كل مولوديولد على الفطرة اى الاسلام + والجواب الآخران التجلى له صورتان + مثلاً اذا اراد الحاكم اظهار حكموته فله طريقان + احدهما ان يؤمر احداً علے مامور + وثانيهما ان يتامر على مقهور + بل التجلى الاول اكمل من الثانى + كما هو ذوقى ووجدانى + فتجلى الاسماء الجلالية على الانبياء والاولياء يكون بالطريق الاول + وكلما كان الاتصاف اتم كان شانهم اكمل + والاكميلة المطلقة اعطيها سيدنا محمدٌ خير البرية + عليه وعلى آله اكمل السلام والتحية فان اول مراتب ظهور الحق هى الحقيقة المحمدية + ولنعم ماقيل ۔

يا صاحب الجمال ويا سيدالبشر من وجهك المنير لقد نورالقمر
لايمكن الثناء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فالانسان الكامل كلى مشكك اكمل افراده هو عليه السلام جامع الجلال والجمال ثم على قدر مناسبة اعطى الآخرون الكمال + ومن ثم علم ان تخصيص الصوفية الانسان الكامل بالجامعية مع ان هذا الحكم لكل بشر شامل + مبناه هو الاتصاف المذكور الذى لايشارك فيه احد الانسان الكامل + هذا الذى ذكر كان بيانا لتجلى اسماء الجلال + على المقبولين فى حضرة الكبير المتعال

+ واما تجليها على الكفار فبالمعنى الثانى + اى ضلوا باسم المضل وضاع عمرهم الفانى + فارتفع الاشكال + عن تجلى اسماء الجلال + على اهل الجمال واما تجلى اسماء الجمال كالهادى مثلا على ابى جهل واحزابه + فقد فرغنا عن جوابه + وجواب آخرانه لايلزم الهداية فى امور المعادبل يقال ان ذكاء ه ودهاء ه فى المعاش كان يتجلى اسم الهاد+ وبهذا المعنى عمم الهداية فى القرآن لكل الورىٰ فقال تعالىٰ اعطى كل شىء خلقه ثم هدى + فائدة اعلم ان تجلى الاسماء علىٰ قسمين اضطرارى يسمى الكتوينى + ولا يترتب عليه الثواب والعقاب الدينى فمن تجلت عليه اسماء الجمال + حصل له شىء من الكمال + عاجلا كان اوفيما لايزال + ومن تجلت عليه اسماء الجلال + اتصف بالنقص والزوال + والقسم الثانى الاختيارى ويسمى التشريعى فى الكلام + والامروالنهى يتعلقان بهذا المقام + فمن اورد على نفسه التجليات الجمالية يسمى مطيعا + ويستحق ثواباً ومقاماً رفيعاً + ومن ثم ظهرت عظمة الاحكام الشرعية + حيث ان كل من عمل بها هو ابو الوقت من الصوفية + فاذا شاء ان يتجلى عليه صفة المعبود يصلى ويقوم واذا شاء تجلى اسم الصمدينوى ويصوم + وهذا هو المراد بقوله تعالىٰ فاذكرونى اذكركم ولما كان عشق طالبى الجمال متزائداً غير زائل + شرع لبقائه وزيادته النوافل + ومن اورد على نفسه الصفات القهرية بان باشرمايوجب غضب الحق تعالىٰ يوم الحساب + يسمى عاصيا ويستحق العقاب ومتى غلب الضلال والعصيان + خرج حنيئذ عن حقيقة الانسان + ولحق

بسائر الحيوان + لكن الصورة لاتتغير فى هذه الامة ببركة سيد الانس والجان + ومن قبلنا كانوا يمسخون للذل والهوان + نعم يظهر هذه الصورة بمناسبة الصفات يوم القيامة كما قاله الثعلبى فى تفسير القرآن + واليه الاشارة فى قوله تعالىٰ اولئک كالانعام بل هم اضل الآية وهذا الحكم الشرعى الذى هو العصيان + مظهر للاسماءِ الكثيرة عند اهل العرفان + كما يظهر بالتامل والامعان + ومن عجائب الصنع الا لهى ان يرا داحيانا ان يتجلى على عبد صفة التواب والرحيم + وانه يتوقف على صدور خطاء صغير ا وعظيم + فيصدر منه الخطاء ولو بالتاويل + وقد يطلع العبد على هذه الارادة با الامارة او الدليل + كآدم عليه السلام لما قيل له يرحمک الله فى جواب العطاس + استدل به على الخطر والياس + وقد لايطلع فيخطى ُجاهلا + ويذنب غافلا + ثم اذا صدر منه الخطاء تجلى عليه اسم التواب فيتوب + ثم صفة الرحمة فيرحم برفع درجاته ومغفرة الذنوب + وهذا هو السرفى زلات الانبياء + ومشاجرات الصحابة وخطيات الاولياء + فافهم وكن من البصراء + ولا تخبط خبط عشواء + وقد يعكس الامر فيوفق للعبادة ثم تورث عجبا + فيهلک كما وقع لابليس قهرا وغضبا + ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب + فيا اهل النظر اقضوا من قدرته وحكمة العجب ، كيف اخفى القهر فى اللطف واللطف فى الغضب + ثم التلخيص فى ثالث شهر رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بعدزهاء خمسة عشر سنة من الاصل + ولهذا لفصل حكم الوصل.

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت'' جلد نمبر ''89'' اختتام کو پہنچی۔